رجسٹرڈ نمبر ایل ۴۲۱

ہندوستان میں چشتیہ نظامی مشرب لوگوں کا ہے

رجب ۱۳۳۳

نمبر ۱

۷۸۶

نظام المشائخ

افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

روحانی تسلی و تسکین کا ماہوار پرچہ

جو ہر چاند کی ٹھیک چھٹی تاریخ کو سید خواجہ حسن نظامی صاحب خواجہ زادہ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی و نگرانی میں شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر

خادم الفقراء محمد الواحدی دہلوی

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک قسم خاص عہ قسم اول ۱ روپیہ قسم دوم ۱۲ ششماہی ۱۲ و ۸ و ۶ علی الترتیب نمونہ ۲ آنے

مقام اشاعت دہلی دفتر رسالہ

مطبوعہ [illegible] پریس دہلی

پرنٹر و پبلشر ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ محمد الواحدی

نظام المشائخ

جلد ۶ بابت ماہ رجب المرجب ۱۳۳۲ھ عربی

فہرست مضامین

صفحہ	مضمون نگار	مضمون	شمار
۱	ماخوذ	خدا کو مان اے بندے خدا کے	۱
۱۰	شیخ نور الدین از گوجرانوالہ	ذکر نفی و اثبات	۲
۱۶	مولوی محمد صدیق از عدن (عربستان)	تصوف اور سیدنا عمر بن الخطابؓ	۳
۳۳	سیدی خواجہ حسن نظامی	سل و دق	۴
۳۸	مولانا ہدایت علی بسوانی	چمگادڑ	۵
۴۹	ڈاکٹر محمد قمر الدین حیدرآبادی	احادیث نوافل لیلۃ المعراج	۶
۵۰	مفتی سید محمد حنیف چشتی صابری نکودری	راز حقیقت	۷
۵۱	مولانا شمس انبالوی	تضمین بر نعت ممتاز جہاں	۸
۵۲	شمس العلماء شبلی نعمانی	ظرافت فاروقی کا ایک واقعہ	۹
۵۳	شیخ محمد علی میراصدی اجمیری	شب قدر	۱۰
۵۴	پروفیسر برکت علی بی۔ ایس۔ سی	خیالات پریشان	۱۱
۵۵	مولانا نوح ناروی	اِس ہاتھ دے اُس ہاتھ لے	۱۲
۵۷	حکیم بادشاہ علی سکریٹری نواب بہرام الدولہ بہرام جنگ	نقش کف پا	۱۳
۵۸	مسٹر محمد حامد اللہ افسر میرٹھی	ایک مست قلندر بن باسی	۱۴
۵۹	شہیدی۔ عشق۔ قاضی۔ عشرت۔ سدونق۔ یکتا۔ بسمل	تازہ غزلیں اور نعتیں	۱۵
۶۵	(اڈیٹر) ۔۔۔ [illegible]	ریویوز	۱۶
۶۷	سیدی خواجہ حسن نظامی دبیر حلقہ	حلقہ اور اہل حلقہ کی باتیں	۱۷
۷۰	حافظ فیاض۔ مولانا ابو العاص	نظام المشائخ کی نسبت اسکے پڑھنے والوں کی رائیں!	۱۸

ہمارے معاونین

جن صاحبوں نے اس مہینے رسالہ نظام المشائخ کی توسیع اشاعت میں سعی فرمائی ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں

جناب حکیم محمد قمر الدین صاحب حیدرآباد دکن (۴)
جناب محمد شریف صاحب بنگالی گھرونی (۱)

جناب شاہ قمر الہدے صاحب (۱)
جناب حاجی سرور محمد صاحب قصور (۱)

جناب مولوی حشمت علی صاحب قادری (۱)
جناب عبد الرحمن صاحب تمباکو فروش (۱۶)

جناب مولوی سید محمد ناصر صاحب دہلی (۱۸)
جناب منشی امتیاز حسین صاحب (۹)

جو خود خریدار ہوئے وہ یہ ہیں

جناب آنریری سکریٹری صاحب سلم کلب انجمن اتحاد
جناب خان حیادت حسین خاں صاحب علیگڑھ

جناب سید شاہ محی الدین صاحب قادری
جناب قاضی عبد الخالق صاحب

جناب مولوی خدا بخش صاحب جابری کی اعلیٰ پبری
جناب منشی علم الدین صاحب چیف نمبر

جناب شیخ محمد عبد اللہ صاحب گوجرانوالہ
جناب محمد نجیب الدین خاں صاحب حیدرآباد دکن

جناب سید عبد الرحمن صاحب
جناب منشی چندو لال صاحب تاجر

(شکرگزار محمد الواحدی)

خونِ شہادت کے دو قطرے

یعنی

(۱) منصور و (۲) سرمد

کے پُرجوش مگر مستند اور صحیح حالات

مؤلفہ

(۱) ملا محمد الواحدی ایڈیٹر نظام المشائخ

(۲) علامہ ابو الکلام آزاد ایڈیٹر الہلال

قسطنطنیہ کا انجام

معلوم کرنا ہو تو مولانا خواجہ حسن نظامی کی نئی تصنیف

فیضانِ سنوسی

منگا کر دیکھئے جو رسالہ شیخ سنوسی کا تیسرا حصہ ہے۔ اور جس میں حسب ذیل عجائبات ہیں (۱) حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کے سب پورے قصائد (۲) حیدرآباد کی ایک نہایت پوشیدہ کتاب کا اقتباس جس میں آئندہ زمانہ کی پیشین گوئیاں ہیں (۳) شیخ سنوسی کے وظائف اور مخفی اعمال۔ (۴) مشہور منجم شاہ مشتاق احمد دہلوی کی عجیب و غریب پیشگوئیاں (۵) حضرت مولانا حکیم محمد حسن صاحب امروہی کی تفسیر غایۃ البرہان کی شہرۂ آفاق پیشگوئیوں کا وہ حصہ جس میں قسطنطنیہ کے انجام کا اشارہ ہے (۶) فرانس میں ظہور مسیح (۷) چینی اور روسی مسلمانوں کے جوش و خروش۔ قیمت صرف ۸ر

شیخ سنوسی یعنی فیضان سنوسی کا پہلا حصہ قیمت ۴ر

کتاب الامر ایضاً حصہ دوم قیمت ۴ر

دہلی میں غدر کے وقت دہلی کے بادشاہ اور ان کے گھر والوں پر کیا کیا مصیبتیں پڑیں ان کے دردناک قصے مجموعہ مضامین حضرت خواجہ حسن نظامی میں ہیں۔ کتاب نہایت دلچسپ، مؤثر و عبرت انگیز کتاب ہے قیمت صرف ...... عہ

سفرنامہ مصر و شام و حجاز از مولانا خواجہ حسن نظامی نہایت دلچسپ کتاب ہے قیمت ۸ر

اسلام کا انجام یعنی شیخ الشیوخ کی نسبت پیشگوئیاں قیمت ۴ر

رسول کی عیدی امت کے بچوں کو ... یہ بہت مفید کتاب ہے۔ ۲ر

... قیمت ۴ر

کتابیں حلقہ نظام المشائخ دہلی سے طلب کیجئے

مختصر فہرست دکان غلام نظام الدین تاجر کتب متصل فوارہ چاندنی چوک دہلی

الہامات غوثیہ اردو	۸ر	حکایات الصالحین	۴ر	دیوان غالب اردو	۳ر
عوارف المعارف اردو دو جلد	عہ	قصص الکاملین	۴ر	دیوان ذوق اردو	۴ر
کشف المحجوب اردو	عہ	عین الولایت	۲ر	دیوان مومن اردو	۸ر
تذکرۃ الاولیاء اردو کانپوری	عہ ۱۲	**کتب دواوین**		مجموعہ قوالی چار حصہ	۴ر
حدیقۃ الاولیاء اردو	۲ر	دیوان حضرت شمس مغربی فارسی	۱۲	دیوان مخفی یعنی زیب النساء	۴ر
فوائد الفواد اردو	عہ	دیوان منصور حلاج فارسی	۸ر	**کتب اعمال**	
افضل الفواد اردو	۱۲	کلیات جامی فارسی	عہ	اعمال یوسفی	۲ر
اسرار الاولیاء اردو	۲ر	کلیات سعدی فارسی	عہ	[illegible] یوسفی	[illegible]
کلیات طیبات فارسی	۱۲	دیوان احمد جام	۲ر	اعمال مجربہ سورہ یٰسین شریف	۴ر
معرفۃ السلوک فارسی	۴ر	رباعیات عمر خیام	۴ر	اعمال مجربہ سورہ مزمل شریف	۴ر
شواہد نظامی سوانح عمری کلاں		دیوان شمس تبریز	۱۴	اعمال مجربہ سورہ اخلاص معہ [illegible]	۲
حضرت محبوب الٰہی رح	عہ	دیوان عراقی	۱۰	اعمال مجربہ آیہ کریمہ شریف	۲
خلاصۃ تاریخ مشائخ چشتیہ	۴ر	کلیات امیر خسرو رح	عہ	مفتاح الرزق	۱
سوانح عمری بو علی شاہ قلندر		دیوان خواجہ معین الدین چشتی رح	۳ر	مفلسی کا علاج	۱ر
رہبر راہ حق ۔ رسالوں کا مجموعہ	۸ر	دیوان غوث الاعظم رح	۲ر	حزب سلیمانی	۲ر
سوانح بندہ نواز گیسو دراز	۸ر	دیوان خواجہ قطب الدین رح	۸ر	لوح سلیمانی کامل	۸ر
مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی	۱۰	دیوان بیدار	۲ر	رسالہ حل المشکلات	۴ر
منہاج السالکین امام غزالی رح	۸ر	دیوان حافظ جلی قلم	عہ	دیوان مصطفٰی اور [illegible]	۲ر
[illegible] الفقراء	[illegible]	دیوان [illegible]		ان کے علاوہ ہر قسم کی کتابیں موجود ہیں	

تالیفات نواب صدر الدین حسین خاں صاحب سجادہ نشین بسوہ

قال الرسول

جسمیں ہمدردی کی تاکید، علم کی فضیلت، نفاق کی برائی، طلب معیشت، تعلیم معاشرت، فضائل سخاوت وغیرہ کے بابوں میں منتخب حدیثیں جمع کی گئی ہیں قیمت ۳ر مع محصول۔

علاج معصیت

نہایت دلچسپ، سبق آموز مفید کتاب ہے ایمان فروشی الحاد۔ ایذا رسانی۔ زنانیت۔ اغوا۔ افترا۔ انتقام۔ اوہام پرستی۔ آوارگی۔ بت پرستی۔ باطل پرستی، بدعت، بدمعاشی، بدنیتی، بدگوئی۔ بدزبانی، بدمزاجی، بدگمانی، بدعہدی۔ بدنظمی۔ بداعتقادی۔ بدخواہی۔ بدباطنی۔ بدپرہیزی۔ بدوماغی اتنے دین و دنیا سے کھونیوالے مرضوں سے بچنا چاہتے ہیں تو اسے منگائیے قیمت ۳ر آنے مع محصول ڈاک

اسلام کی حمایت

اس میں پیشوایان قوم کلاں کے فرائض بتلائے ہیں چار گروہوں سے خطاب ہے (اول) واعظوں سے (دوم) جاہل پیرزادوں سے (سوم) نقلی صوفیوں اور درویشوں سے (چہارم) امراء و اغنیاء سے کہ انہیں کے ہاتھ سارے مسلمانوں کی باگ ہے قیمت صرف ۱ر مع محصول ڈاک

اسلام کی حسنات

مضمون نام سے ظاہر ہے قیمت ۲ر آنے مع محصول ڈاک۔

اسلام کا اتالیق

ناجائز رسم و رواج کی مذمت میں ہے قیمت ۱۰ر آنے مع محصول ڈاک

منیجر

رسالہ نظام المشائخ و درویش پریس ایجنسی دہلی سے طلب کیجئے

آنکھیں بڑی نعمت ہیں

تو لو کہ ہمیں نورِ بصر یاد گئے + تو تیں طوطی کی تاثیر معنی
حضرت ظاہر ہیں یہ رنگ سیاہ مثل خاک بصر پرستی فرزندگانی
(حضرت صاحب قبلہ عالم محدث علی پوری و نیز مرشدنا
جناب مولانا مولوی محمد حسین صاحب بی ایسے قصوری
ضلع لاہور سررشتہ دار عدالت ججی رہتک خلیفہ ثانی،
حضرت صاحب موصوف) عرصہ دراز سے پیش پا کر
تین روپے تولہ مع محصول ڈاک کے حساب سے
ہر خاص و عام کی خدمت میں حاضر ہونے کو تیار رہے
جو صاحب حسن اعتقاد سے اپنی چشم مبارک میں ایک ہفتہ
گوشہ نشین ہونے کی اجازت عطا فرمائیں تو بحمد اللہ میں
وہ آسمان کی رنگ بدہشت کرادوں کہ تادم زیست مجھ
خاکِ سیاہ کو بھولے سے بھی علیحدہ نہ کریں اور ہر روز
صبح و شام وقت معینہ پہ یاد فرمائیں بفضل خدا عرض
چشم کو ہر قسم سے زدہ کرنا چاہتا ہوں۔
گو تحفہ نہیں قابل سرکار ہمارا یہ شاہاں جو عجب نہو اتنا ہی
راقم آپ کا سچا خیر خواہ ہوں محبوب عالم سرسے
(مجھ خاک سیاہ کے ملنے کا پورا پتہ حسب ذیل ہے)

بردوکان شیخ محمد محبوب علی کبرت علی

تاجران کتب زیر جامع مسجد ملتان دربیک

سیرة العباس

یہ وہ کتاب لاجواب ہے جس میں خاندان
نبوت کے ایک بڑے بزرگ حضرت ابو الفضل
عباس بن عبد المطلب عم رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی زندگی کے مفصل حالات درج
ہیں۔ جو سب مستند کتابوں سے انتخاب کر کے
لکھے گئے ہیں۔ شائقین منگائیں اور لطف
اٹھائیں قیمت عہ طلبا سے ۸ آنہ

پتہ حکیم مولوی فرید احمد عباسی
طبیب ریاست بھیکم پور ضلع علی گڈھ

کشف باس خانہ عقل

ایسی عجیب و غریب کتاب دیکھنے میں نہیں آئی ہوگی جو
علاوہ مصنف نے ابجد ہوز حطی کلمن وغیرہ کے مقررہ اعداد سے
ثبوت کر دینے ان سے نتائج نکالے ہیں جن سے آنحضرت صلعم
کی تصدیق اور مسائل اسلام کی حقانیت ظاہر ہوتی ہے مثلاً
"حبیب محمد" "مدینہ" دونوں کے مساوی عدد ہیں یعنی ۱۰۰ ہیں
اس سے یہ راز کھلا کہ حبیب محمد وہی ہیں جو مدینہ میں دفن فرمائے
ہیں یا حیات دل اور محمد رسول اللہ کے عدد چار سو چار
ہیں نتیجہ یہ کہ دل کی حیات محمد رسول اللہ کی اتباع ہے
مختصر یہ کہ پوری کیفیت کل کتاب کے [illegible]

ایک خوفناک خطرہ میں ڈالدیا ہے

اٹلی کی قزاقانہ یورش اور ریاستہائے بلقان کے ظالمانہ حملوں نے پوری طرح مسلمانان عالم کو یقین دلا دیا ہے کہ صلیب اور ہلال کے درمیان اسوقت تک صلح نہیں ہوسکتی جبتک خدائے عزوجل کی وحدانیت پر اہل صلیب ایمان نہ لے آئیں یا ہلال کا جھنڈا اڑانیوالے وحدت پرست مسلمان تنگ آکر اپنا پاک مذہب چھوڑ کے اور عرب کے ہادی نور رحمۃ للعالمین کے حاشیۂ غلامی سے نکلکر مدعیان تثلیث کے ہم آہنگ بن جائیں مگر اسلام کے فدائی اور دین حق کے جان نثار ان مظالم۔ ان مصیبتوں اور ان مخالفتوں سے ہراساں ہوکر صراط مستقیم کو خیرباد نہیں کہہ سکتے

لیکن ہمیں ذرا شک نہیں کہ ان سفاک اور ناخداترس لوگوں نے ہمیں ایک خوفناک خطرہ میں ڈالدیا ہے اور ہمیں اس خطرہ کو ایک لحظہ کے لیے اپنے خیال سے علیحدہ نہونے دینا چاہیے اور برابر اسی فکر میں مصروف رہنا چاہیے کہ ہماری قوت روزبروز بڑہتی جائے تاکہ جس طوفانی مصیبت میں ہمارے بدنصیب اور سرشار غفلت ترکی بھائی مبتلا ہیں خود مسلمانان ہندوستان کو اس بلائے ناگہانی سے سابقہ نہ پڑے اور اسکی صرف یہی ایک صورت ہے کہ ہم اسلامی روایات کو قائم رکھنے اور دنیا کی ترقیوں کا راز دریافت کرنے کی کوشش سے ایک لحظہ غافل نہوں اور یہ اسیوقت ہوسکتا ہے جب ہم تمام علوم قدیمہ و جدیدہ کا اکتساب اپنی زبان کے ذریعہ سے کرسکیں۔ لکھنؤ سے جو رسالہ الناظر ہر انگریزی مہینہ کی پہلی تاریخ کو شائع ہوتا ہے اس کا مقصد دیہی یہ ہے کہ اردو زبان میں دنیا کے تمام علوم کا ذخیرہ بہم پہنچائے اور مسلمانان ہند اپنی علمی اخلاقی اور تمدنی زندگی میں پیرا ہی منزل پہ آجائیں جس سے رخ بدل جانے ہی کی وجہ سے آج ان آفتوں کا سامنا ہو رہا ہے ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم الناظر کی مختصر حقیقت یہ ہے کہ انواع پالاکر [illegible] کر چار سال کے قریب ہوئے یہ رسالہ جاری کیا گیا تھا۔ اور اس وقت تمام نکتہ رس اور علم دوست اصحاب اس بارہ میں متفق البیان ہیں کہ ہندوستان میں اس سے بہتر علمی ادبی تاریخی معاشرتی مخزن نہیں ہے چھ جزو کے قریب حجم ہوتا ہے لکھائی چھپائی دیدہ زیب اور اسپر قیمت صرف چار سالانہ رکھی گئی ہے کہ غریب سے غریب مسلمان بھی خرید کر مستفید ہوسکے ہم سے ٹکٹ بھیجکر ایک تازہ پرچہ مطبوعہ نمونہ منگا کر دیکھئے اور اپنا اطمینان کر لیجئے

منیجر الناظر۔ لکھنؤ

تحفہ کے طور پر تا حال اس سلسلہ میں ایک لاجواب کتاب محاربات صلیب کے نام سے چھپ رہی ہے جسمیں صلیبی لڑائیوں کی اصلی کیفیت اور نہایت سچی تصویر کھینچی گئی ہے [illegible] اور دیانت داری کے

بسم اللہ

نظام المشائخ

خدا کو مان اے بندے خدا کے

آج میں آپ کو ایسے مقام میں لیئے چلتا ہوں۔ جہاں نیچر اور مذہب دونوں کو ایک دوسرے سے چارہ نہو۔ مذہب کی جو دشمن ہو۔ وہی نیچر کی ادمیٹر بن ہو۔ جاہل عالم۔ دانا نادان بچے بوڑھے۔ ہندو مسلمان سب اسکے جویا ہوں۔ اور جیسے اپنی نگاہ اپنی آنکھ کو نہیں دیکھہ سکتی۔ ویسے ہی وہ آنکھوں میں آکر نظر نہ آئے۔ اور جس طرح خیالِ یار دل میں آتا ہوا نظر نہیں آتا ویسے ہی بن دیکھے ہر دل میں سما جائے ؎

منزہ ز بندِ کمند ہوا　　　مبرا ز اشکالِ چون و چرا

نہ در صورتے میتوان دیدنش　　　نہ در شکل و صورت نگاریدنش

اس وادی میں آپ کتنی ہی مدت تک کیسی ہی تیز روی سے دوڑیں لیکن جب دیکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ جہاں سے چلے تھے وہیں کھڑے ہیں ؎

عالم میں وہی ہوا ہے چلتی — جو صبح الست کو چلی تھی
توحید سے مست نغمۂ ہُو — ہنگامۂ لا الٰہ ہر سو
گُم نور وجود میں عدم ہے — آغوشِ حدوث میں قِدم ہے
ہر نخل بخلوت آرمیدہ — ہر ایک ثمر خدا رسیدہ

اور باوصف قصورادراک سب کو اُسکی جستجو اور اُسکی راہ میں لگا پو ہے ؎

ہر گیا ہے کہ از زمیں روید — وحدہٗ لا شریک لہٗ گوید

بچوں کو دیکھئے تو معلوم ہوتا ہے کہ گہوارہ میں پڑے پڑے کچھ سوچ رہے ہیں۔ اُن کی خموشی سے اُنکے تصور کا رجحان لا علٰے کی جانب زیادہ مائل پایا جاتا ہی۔ زمین کی بہ نسبت آسمان کا نظارہ زیادہ کرتے ہیں۔ اور چونکہ پیٹ کی اندھیری کوٹھری میں اُنکو کسی تنویر سے سابقہ رہا ہے۔ اسلئے اُن کو چراغ کی نیم سے ایسی لَو لگجاتی ہے کہ اُس طرف سے آنکھ پھیرنے کو اُن کا جی نہیں چاہتا۔ بہ نسبت گہوارہ کے گود میں کھڑے کھڑے پھرنے کو زیادہ پسند کرتے ہیں۔ اور ہاتھوں پر اُٹھا کر اونچا اُچھالنے میں ہنستے اور کلکاریاں مارتے ہیں۔ رات کو جہاں کسی ستارے پر اُنکی آنکھ پڑ گئی۔ پھر اُسکے نظارہ میں محو ہو جاتے ہیں۔ اور چاند کا نظارہ تو اُنھیں بہت ہی محظوظ کرتا ہی۔ اسی طرح ہر قسم کی روشنیاں اگرچہ جگنو اور دیا سلائی کیوں نہوں۔ انکو نہایت پسند آتی ہیں۔ یہ نیچرل وابستگی اُن کی اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ اُنکی روشن روانیاں اُن روشنیوں میں انوار حقیقی کی ایک خوشنما جھلک دیکھکر اُن کو اس طرف متوجہ رکھتی ہیں ✦

پھر جہاں وہ بڑے ہوئے اور نیچرل طور پر اُنکو اپنے بنانے والے کی تلاش ہوئی۔ آپنے اکثر کم سن بچوں کو کھیل میں کہتے سُنا ہوگا کہ سب سے بڑا کون؟ تو دوسرو نے زمین۔ آسمان۔ ستارہ۔ چاند۔ سورج کو بتاتے بتاتے آخر کو یہ فیصلہ کیا ہوگا کہ خدا سب سے بڑا ہے۔ اسی طرح اُنھوں نے اپنی عقل سے بحث کی ہوگی کہ زمین کس نے

بنائی ۔ آسمان کس نے بنایا تو آخر میں ایک لڑکا جل اُٹھا ہوگا کہ سب خدا کے بنائے ہوئے ہیں ۔ اور اسی قول فیصل کو سب نے تسلیم کر لیا ہوگا ۔ اور بچوں کی طرح تمام شیخ و شاب بھی خدائے واحد اور صانع حقیقی کی مختلف مخلوق سے اُسکی معرفت کا استدلال کرتے ہوئے پائے جائینگے ۔ اور تمام عالم اور محقق اور فلسفی اور دقیق مخلوق سے خالق اور صنعت سے صانع کا پتہ لگاتے ملیں گے ۔ ایک بچے اور بوڑھے اور جاہل و عالم میں فرق ہوگا تو کلام کی سادگی اور بلاغت کا ۔ مدعا ہو مطلوب دونوں کا ایک پایا جائیگا جو وہ سادہ پن سے ادا کرتے پائے جائینگے وہی یہ بلاغت کلام سے بڑے بڑے پیچیدہ الفاظ و معانی میں بتاتے نظر آئیں گے ۔ پس یہ کیسا عجیب مسئلہ ہے کہ اگر اسکو آسان سے آسان تر کرنیکے لیئے حکما اور فلاسفہ کے پاس لیجاؤ تو وہ اور مشکل ہو جائے

مشکل اگر نہیں آساں تو سہل ہے ۔ دشوار تو یہی ہے کہ دشوار بھی نہیں

نیچرل سائنس کے پیٹ میں ایسا کثیف مادہ ثقل ارض کا بھر گیا ہے ۔ اور اُسکے دماغ کو مختلف گیسوں نے آسمان تک ایسا مختل کر دیا ہے کہ وہ بغیر ایک حکیمانہ منضج اور مسہل کے رفع نہیں ہو سکتا ۔ پھر وہ سلسلہ نا متناہی کے ناپیدا کنار وادیوں میں بہوتے بھٹکتے اپنے عجز کا اعتراف کرنیکے سوائے کچھ نہیں کہہ سکتا ۔ اور ایک فاعل حقیقی تسلیم کیئے بغیر اُسکو چارہ نہیں ۔ ایک شخص نے ایک اعرابی سے پوچھا کہ باری تعالیٰ کے وجود پر کیا دلیل ہے ۔ اُس نے کہا ۔

سبحان اللہ ان البعر لیدل علی البعیر	اے سبحان اللہ اونٹ کی مینگنی دلالت کرتی
وان آثار الاقدام لیدل علی المسیر	ہے اونٹ کے نکلنے پر قدم کا نشان دلالت
فسماء ذات ابراج وارض ذات فجاج	کرتا ہے چلنے پر ۔ یہ آسمان برجوں والا یہ زمین
وبحار ذات امواج الا یدل ذلک علی	ڈنڈوں والی یہ دریا موج مارنیوالے کیا اللہ
وجود اللطیف الخبیر ۔	کی ہستی پر دلالت نہیں کرتے ؟

اور ایک کتاب میں اسی قول کو یوں لکھا ہے۔

ان البعرۃ تدل علی البعیر و آثار القدم	مینگنی اونٹ کو بتاتی ہے نقوش پا چلنے کا پتا
تدل علی المسیر فھیکل علوی بھذہ	دیتے ہیں تو کیا یہ ہیکل بریں اس لطافت سے
اللطافۃ و مرکز سفلی بھذہ الکثافۃ	اور یہ مرکز زمیں اس کثافت سے وجود صانع
اما یدلان علی وجود الصانع الخبیر	خبیر پر دلالت نہ کرینگے؟

امام فخر الدین رازی رح امام مالک سے نقل فرماتے ہیں کہ خلیفہ رشید نے یہ سوال کیا کہ وجود صانع پر کیا دلیل ہے؟ اس کے جواب میں امام مالک نے کہا کہ الگ الگ ہونا بولیوں اور آوازوں اور نغموں کا وجود صانع پہ دلیل ہے

مرغانِ چمن بہر صباحے ۔۔۔ خوانند ترا باصطلاحے

اور امام ابو حنیفہ رح نے اس سوال کا جواب یہ دیا ہے۔

دعونی فانی متفکر فی امر قد اخبرت	ذرا مجکو چھوڑ دو میں ایک امر میں فکر مند ہوں جسکا
عنہ ذکر والی ان سفینۃ فی البحر	مجھ سے امتحان لیا گیا ہے مجھسے لوگوں نے کہا کہ
موقرۃ فیھا انواع من المتاجر لیس بھا	کہ دریا میں ایک کشتی سامان بھری ہوئی بوجھل
احد یحرسھا ولا یسوقھا وھو مع ذلک	ہے اسمیں طرح طرح کے اسباب تجارت ہیں کوئی
تذھب و تجئ و تسیر بنفسھا و	اسکی نگہبانی نہیں کرتا نہ اسکو چلاتا ہے مہندا
تخترق الامواج العظام حتی تتخلص	وہ کشتی آتی جاتی اپنی ذات سے چلتی پھرتی ہے موجوں
منھا و تسیر حیث شاءت بنفسھا	کو چیر پھاڑ کر نکل جاتی ہے جہاں کہیں چاہتی ہے
من غیر ان یسوقھا احد فقالوا ھذا	بدون کسی ہانکنے چلانے کے چلتی پھرتی رہتی
شئ لا یقول لہ عاقل فقال ویحکم	ہے لوگوں نے کہا یہ بات تو کوئی عاقل نہیں کہیگا
ھذہ الموجودات بما فیھا من العالم	کہا افسوس ہے تمہاری عقل پر کہ یہ موجودات
العلوی والسفلی وما اشتملت علیہ من	جس میں عالم علوی و سفلی ہے اور یہ اشیا استوار

اشیاء المحکمة الیس لها صانع	جنپر وہ مشتمل ہو گیا ان کا کوئی صانع نہیں ہے؟
فبهت القوم ورجعوا الی الحق واسلموا	اسپر قوم دنگ ہو کر رہگئی۔ اور حق کی طرف
علی یدیه +	رجوع کرکے امام کے ہاتھ پر مسلمان ہوگئے ۔

اب ذرا میرے ساتھ چلو اور سنو کہ امام شافعی رح کیا فرماتے ہیں سبحان الله سبحان الله +

هذا ورق التوت طعمه واحد تا	اس توت کے پتے کو دیکھو کہ اسکا ایک ہی مزہ
كله الدود فيخرج منه الابريسم و	ہے۔ اسکو کیڑا کھاتا ہے تو اس سے ریشم نکلتا ہے اور شہد
تاكله النحل فيخرج منه العسل و	کی مکھی کھاتی ہے تو شہد بنتا ہے بکری گائے
تاكله الشاة والبقر والانعام فتلقيه	چوپائے کھاتے ہیں تو مینگنی اور لید بنکر نکلتا ہے
بعرا وروثا وتاكله الظباء فيخرج	ہرن چرتے ہیں تو مشک بنتا ہے حالانکہ یہ ایک ہی
منه المسك وهو شئ واحد +	چیز ہے۔ آخر یہ کس کی کاریگری ہے +

اب آؤ ذرا امام احمد حنبل رح کے ادارہ میں چلو اور سن لو کہ ایک شخص یہی سوال پوچھ رہا ہے اور آپ یوں اسکا جواب دیتے ہیں۔

ههنا حصن حصين املس ليس	یعنی کیا یہاں کوئی قلعہ مضبوط اور چکنا ہے اسکا
له باب ولا منفذ ظاهره كالفضة	نہ کوئی دروازہ ہے نہ راہ نکلنے کی ظاہر میں جیسے سفید
البيضاء وباطنه كالذهب الا	چاندی۔ باطن میں جیسے خالص سونا ناگہان
بريز بينما هي كذلك اذ انصدع	اس قلعہ کی دیوار پھٹ گئی اور اس سے ایک جاندار
جداره فخرج منه حيوان سميع	سنتا دیکھتا۔ اچھی شکل نمکین آواز کا
بصير ذو شكل حسن وصوت	نکلا۔ یہ مراد انڈے سے ہے جس سے
مليح +	بچہ نکلتا ہے +

اب ذرا شاعروں کی بھی سن لو کہ وہ اس باب میں کیا تاویل کرتے ہیں۔ ابو نواس شاعر

اس سوال کے جواب میں کہتا ہے ؎

تامل فی نبات الارض وانظر الی آثار ما صنع الملیک
عیون من لجین شاخصات باحداق ھی الذھب السبیک
علی قصب الزبرجد شاھدات بان اللہ لیس لہ شریک

ابن المعتز کہتا ہے اور کیا خوب کہتا ہے ؎

فوا عجبا کیف یعصی الالہ ام کیف یجحدہ الجاحد
وللہ فی کل تحریکۃ وتسکینۃ ابدا شاھد
وفی کل شیٔ لہ آیۃ تدل علی انہ واحد

فارسی والوں میں شیخ سعدی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں ؎

بنام جہاں دار جان آفریں حکیم سخن بر زباں آفریں

یعنی جسم میں جان اور زبان پر سخن پیدا کرنے سے وجود صانع کا استدلال کرتے ہیں

ملا بموں علی کرمانی مصنف حملہ حیدری لکھتے ہیں ؎

ز صلصال ناچیز آدم کند بہ بزم قبولش مکرم کند

اُردو کے سخنور گلزار معرفت میں یوں نغمہ سنج ہیں ؎

گلشن میں صبا کو جستجو تیری ہے بلبل کی زباں پہ گفتگو تیری ہے
ہر رنگ میں جلوہ ہے تری قدرت کا جس پھول کو سونگھتا ہوں بو تیری ہے

دیگر

گلشن میں پھروں کہ سیر دریا دیکھوں یا معدن و کوہ و شہر و صحرا دیکھوں
ہر سو تیری قدرت کے ہیں لاکھوں جلوے حیران ہوں کہ دو آنکھوں سے کیا کیا دیکھوں

صوفیہ کرام نے بڑے بڑے مراقبہ و مشاہدے سے وحدت و کثرت۔ جلوت و خلوت کے مزے لوٹے ہیں۔ اور انکو ہر ذرہ میں ایک صحرا اور ہر قطرہ میں ایک دریا نظر آیا ہے

جو انھوں نے آنکھیں بند کر کے دیکھا۔ وہ دوسروں کو دوربین سے نظر نہ آیا ہر درخت کے پتے پتے میں انکو صانع حقیقی کی جھلک نظر آئی ؎

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

حکمائے اشراقین کو اس سے بڑھکر کسی میں مزہ نہ آیا کہ اسکے پرتو ذات سے دیدہ و دل کو منور کریں چنانچہ افلاطون کی تصنیفات کا اعلیٰ حصہ معرفت الٰہی سے مملو ہے اور حکمائے مشائین تحقیق صفات کو اپنی زندگی کا بہترین مشغلہ بناتے رہے۔ بوعلی سینا کی تصنیف نصف سے زیادہ ذات و صفات باری تعالیٰ پر گواہ ہے۔ پانسو امتیں ایسی جہان سے گئی ہیں جنسے صانع عالم اور مبدء گیتی کا پتہ ملتا ہے۔ اسی طرح حدیث شریف لبریز ہے۔ اسفل السافلین سے لیکر اعلی علیین تک ہر چیز اسکی قدرت کاملہ کا نمونہ نظر آئی۔ نباتات و جمادات و حیوانات۔

فلاسفہ متکلمین نے عجب لفظوں میں اسکی معرفت کا اظہار کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں لیس بعرض۔ یعنی نہیں ہے عرض۔ ولا جسم اور نہیں ہے جسم ولا جوھر ولا مصور ولا محدود ولا معدود ولا متبعض ولا متجزی ولا مترکب منہا ولا متناہ ولا یوصف بالماثیة ولا بالکیفیة ولا یتمکن فی مکان ولا یجری علیہ زمان ولا یشبهه شئ ولا یخرج عن علمہ وقدرتہ شئ۔ یہ وہ الفاظ ہیں جو قدرت الٰہی کے بتانے کو مستعمل کیئے گئے ہیں۔ اور صفات باری کے باب میں کہتے ہیں کہ اسکے لیئے صفتیں ہیں۔ جیسے علم حیات سمع۔ بصر۔ ارادہ مشیئت۔ قدرت کلام۔ اور درمیان میں فلاسفہ و متکلمین اور اہل شرع کے بڑے بڑے مباحث اس باب میں ہیں کہ وہ کیسے دیکھتا اور کیسے سنتا ہے اور کیسے بات کرتا ہے۔ جو اس مختصر میں نہیں آسکتے۔ اور انکے ادھورا جاننے سے نہ جاننا بہتر ہے۔ اور جیسے خدا کی ذات ذات مخلوق کی مانند نہیں ہے۔ ویسے ہی مخلوق صفات باری کے مماثل نہیں

اور جو قرآن میں ہے کہ حضرت موسیٰ نے خدا سے کہا کہ رَبِّ اَرِنِی اور خدا نے جواب دیا لَنْ تَرَانِی۔ اِسپر اہل علم کے بڑے بڑے مباحث اور نہایت باریک دفتر ہیں اور دیکھنا حضرت موسیٰ کا

ایک ہی جلوے میں ہوش اُڑ گئے اللہ   آپنے حضرت سے تو ابھی دیکھا کیا ہے

اور عالم رویا کی نسبت ایک حدیث نقل کی گئی ہے کہ رأیت ربی فی احسن صورۃ اسپر حضرت شاہ محدث دہلوی لکھتے ہیں کہ مجھے اِسکی کیفیت معلوم نہو مگر میں ایمان لایا ہوں۔ امام رازی لکھتے ہیں کہ اگر آنحضرتؐ نے خدا کو بصورتِ مخصوص خواب میں دیکھا تو یہ جائز ہے۔ بعض مشائخ کے اقوال ہیں کہ عاقبت میں خدا کی تجلیات صورۃً نظر آئیں گی +

قاضی خاں نے اپنے فتاوے میں ایسے مقام پر تشدد ظاہر کیا ہے۔ اور ملا علی قاضی بھی قاضی خاں کے ساتھ ہیں۔ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فضائل میں ہے کہ خدا کو ننانوے مرتبے خواب میں دیکھا۔ اور امام احمد بن حنبل نے خدا سے پوچھا کہ میں کیونکہ تجھ سے نزدیک ہوں۔ خدا نے جواب دیا کہ قرآن پڑھنے سے۔ اور ابو یزید نے خدا کو خواب میں دیکھکر پوچھا کہ تیرے پاس آنے کا کون رستہ ہے تو جواب ملا کہ ترک نفس خود کن و بیا +

خلیفہ مامون رشید کے حال میں ہے کہ ایک دفعہ چار سو عالم و ادیب حاضر دربار تھے اور حضرت امام علی الرضا بن موسیٰ کاظم بھی تشریف رکھتے تھے خلیفہ نے علماء دربار سے مخاطب ہو کر معرفتِ الٰہی کا سوال کیا۔ گروہ علماء سے ایک عالم نے متکلمین کے طور پر تقریر شروع کی اور کہا کہ دجلہ جو بغداد کے نیچے بہتا ہے۔ اس کا ایک ایک قطرہ اُسکے کمال صنعت کا شاہد ہے۔ اُسکے بعد اور ایک عالم نے قرآن سے وہ مقام پڑھا جہاں حضرت ابراہیم کو ایک ستارہ چمکتا نظر آیا ہے اور آپنے اُسپر خدا کا شبہہ

کہ کے هٰذَا رَبِّیْ پکارا ہے۔ اور پھر چاند کو اُس سے بڑا دیکھکر اُس کو رب سمجھا ہے اور آخرکار ان سب کو مخلوق سمجھکر خدا سے واحد پر ایمان لائے۔ علی ہذا القیاس اور چند علمائے نے مختلف جواب دیئے۔ اُنکے بعد خلیفہ مامون رشید جو خود بھی علم و فضل سے آراستہ تھا۔ امام علی الرضا سے مخاطب ہوا جو خلیفہ کے پاس ہی جانب بیٹھے تھے اور اُن سے بھی یہی سوال کیا تو اُسکے جواب میں امام علی الرضا نے اپنے دادا علی مرتضیٰ کا جن کی شان میں جناب سرور کائنات نے انا مدینة العلم و علی بابها فرمایا ہے یہ قول پڑھا۔ عرفت ربی بفسخ العزائم اور اتنا کہکر چپ ہو رہے۔ اس پر عالموں نے جنھوں نے اپنی طلاقت کا اظہار کیا تھا۔ اپنی باتوں کو بڑھانا چاہا اور جس عالم نے آیات قرآنی پڑھے تھے اُسنے کہا کیا یہ قول آیات قرآنی پر فضیلت رکھتا ہے؟ اس پر امام علی الرضا نے سر اُٹھایا اور فرمایا کہ یا ایها الناس ہم اہل بیت نبی کلام الٰہی کے وارث ہیں ہم نے علی مرتضیٰ کے قول کو کلام الٰہی پر فوق دینا نہیں چاہا بلکہ یہ تصر جملہ اُس قصہ کی تفسیر ہے یعنی آخر میں حضرت ابراہیم کو فسخ عزیمت دلیل ادراک ہوئی اور اُسوقت جن اشیا سے تم نے معرفت الٰہی کا استدلال کیا ہے۔ اُنکے لیے پہلی معرفت اُن اشیا کی ضرور ہے۔ یعنی ذرہ اور قطرہ اور صحرا اور دریا اور ستارہ اور چاند کیسے ہوتے ہیں اور علی مرتضیٰ کے قول سے انسان بھی راہ پا سکتا ہے اور ہر شخص اپنے اور خدا کی معرفت پر اُسکے معنی سے استدلال کر سکتا ہے۔ خلیفہ نے یہ سُنکر امام علیہ السلام کے ہاتھ پر بوسہ دیا۔ اور جبتک وہ دربار میں بیٹھا رہا۔ کئی مرتبہ اس جملہ کو پڑھ پڑھکر اسکی بلاغت کے مزے لیتا رہا ۔ (ماخوذ)

نظام المشائخ کے پچھلے پرچے

جو جو موجود ہیں۔ بجز رسولنمانمبر ۲۹ء و رسولنمانمبر ۱۲ء تمام خریداران رسالہ کو نصف قیمت میں دیئے جارہے ہیں۔ آپ کو ضرورت ہو تو آپ بھی طلب فرمائیے (منیجر نظام المشائخ دھلی)

۱۹۰۶ء

ذکر نفی و اثبات

منجملہ ان اذکار و اشغال کے جو مشائخ قادریہ و نقشبندیہ اپنے متبعین کو تلقین کیا کرتے ہیں ایک ذکر نفی و اثبات ہے۔ یعنی لاالہ الااللہ۔ اس کا طریقہ مشائخ قادریہ کے ہاں یہ ہے کہ ذاکر نماز کی ہیئت میں قبلہ رو بیٹھے۔ اور آنکھیں بند کرلے پھر لا کہے یوں۔ گویا اسکو اپنی ناف سے نکالتا ہے اور پھر اسکو اتنا کھینچے کہ دا ہنے کاندھے تک پہنچے۔ پھر الہ اس طرح کہے۔ گویا اسکو دماغ کی جھلی سے نکالتا ہے۔ پھر دل پر الااللہ کی ضرب شدت و قوت سے لگائے۔ اور غیراللہ سے نفی محبوبیت یا مقصودیت یا وجود کی ملاحظ کرے۔ اور اللہ تبارک تعالیٰ کے اثبات کا تصور۔ حضرات متصوفین فرماتے ہیں کہ یہ ملاحظہ اور تصور باعتبار مدارج و مراتب ذاکریں مختلف و متفاوت ہی۔ اسکا ادنےٰ درجہ ہے نفی محبوبیت اوسط نفی مقصودیت اور اعلیٰ نفی وجود۔

مشائخ نقشبندیہ نے نفی و اثبات کے ذکر کا طریقہ اس طرح بیان فرمایا ہے کہ ذاکر تشویشات بیرونی و اندرونی سے فرصت کو غنیمت جانے۔ تشویشات بیرونی کہ ہیں۔ لوگوں کی گفت گو اور شور و غل سننا۔ اور تشویشات اندرونی۔ بھوک۔ سیری رنج وراحت۔ اور غیظ و غضب وغیرہ۔ پھر موت کو یاد کرے اور تصور میں اسکو اپنے سامنے حاضر جانے۔ اور اللہ تعالیٰ سے ان گناہوں کی مغفرت چاہے جو اس سے صادر ہوئے ہیں۔ پھر دونوں آنکھوں اور دونوں لبوں کو بند کرے۔ اور اپنے پیٹ میں حبس دم کرے۔ پھر دل سے کہے لا اسکو اپنی ناف سے داہنی طرف نکالے۔ اور کھینچے۔ یہاں تک کاندھے تک پہنچے۔ پھر کاندھے کو سر کی طرف جھکائے اور ہلائے اور کہے الہ۔

اپنے دل پر سختی سے الا اللہ کی ضرب لگائے۔ بعض اکابر صوفیہ کا قول ہے کہ نفی و اثبات کا ہر روز ہزار بار ذکر کر لیا کرو تو آثار عجیبہ و غریبہ دکھائی دینے لگیں +

صوفیہ کرام فرماتے ہیں کہ سعادت تامہ کے تین درجے ہیں۔ فنا بقا اور بقا یہ تینوں درجے ذکر نفی و اثبات کے نتائج ہیں۔ سعادت تامہ کے ادنے درجہ کا نام فنا ہے جو نتیجہ ہے ذکر نفی و اثبات کے ادنے درجہ کا۔ نفی و اثبات کے ذکر کا ادنےٰ درجہ یہ ہے کہ ذاکر غیر اللہ سے نفی محبوبیت کا ملاحظہ کرے۔ اور اللہ تبارک تعالیٰ کے اثبات کا تصور۔ ایسی کیفیت کا نام دوسرے لفظوں میں فنا ہے۔ کیونکہ جب انسان تمام دنیا جہان میں بجز اللہ تعالیٰ کے اور کسی کو اپنا محبوب نہ سمجھے گا تو وہ اپنا تمام وجود اور اپنے تمام اعضا و جوارح ہاتھ پاؤں۔ دل و دماغ اور عقل و فہم غضب و رحم۔ علم و حلم۔ اور اپنی تمام جسمانی و روحانی قوتیں اور اپنی عزت و آبرو مال و متاع۔ آرام و سرور۔ رنج و راحت بلکہ اپنی نیات و خطرات اور جذبات سب کچھ خدا تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دے گا۔ اور اپنی نفسانی جنبشوں اور سکونوں سے بکلی باز آجائے گا تو بے شک اس پر ایک قسم کی موت طاری ہو جائے گی۔ اور اسی موت کو اصطلاح تصوف میں فنا سے تعبیر کیا گیا ہے +

سعادت تامہ کے درجہ وسطیٰ کا نام بقا ہے جو نتیجہ ہے ذکر نفی و اثبات کے درجہ وسطیٰ کا۔ کہ نفی و اثبات کا درجہ وسطیٰ یہ ہے کہ ذاکر غیر اللہ سے نفی مقصودیت کا ملاحظہ کرے۔ اور اللہ تبارک تعالیٰ کے اثبات کا تصور۔ اسی کیفیت کا نام دوسرے لفظوں میں بقا ہے۔ کیونکہ جب انسان بجز ذات باری تعالیٰ عز اسمہ کے اور کوئی مقصود نہ رکھیگا تو فنائے اکمل و اتم اور سلب جذبات نفسانی کے درجہ سے ترقی حاصل کر کے جذبہ و تحریک الٰہی سے پھر جنبش میں آئے گا اور تمام نفسانی حرکات کے انقطاع کے بعد ربانی تحریکوں سے متحرک ہوگا۔ گویا اسکو حیات ثانی عطا ہوگی

اور اسی حیاتِ ثانی پر صوفیہ کرام کی اصطلاح میں بقا کا اطلاق کیا جاتا ہے +

سعادت تامہ کے درجہ اعلےٰ کا نام بقا ہے جو نتیجہ ہے ذکر نفی و اثبات کے درجہ اعلےٰ کا۔ ذکر نفی و اثبات کا درجہ اعلےٰ یہ ہے کہ ذاکر غیر اللہ سے نفی وجود کا ملاحظہ کرے۔ اور اللہ تبارک و تعالیٰ کے اثبات کا تصور۔ اسی کیفیت کا نام دوسرے لفظوں میں لقا ہے۔ کیونکہ جب انسان بجز ذات باری تعالیٰ عز اسمہ کے اور کسی چیز کو موجود نہ سمجھے گا تو اسکے عرفان و یقین میں مرتبہ عامیہ پیدا ہو جائے گا اس وقت ربانی رنگ بشریت کے رنگ کو تمام و کمال اپنے نیچے پوشیدہ کرلیگا جس طرح آگ لوہے کے رنگ کو اپنے نیچے ایسا چھپا لیتی ہے کہ نظر ظاہر میں آگ کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔ اس حالت کو حضرات متصوفین لقا کے نام سے موسوم کرتے ہیں +

غور کرو۔ اسلام کا سنگ بنیاد ذکر نفی و اثبات ہے۔ یعنی کلمہ طیبہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ۔ اسی کلمہ طیبہ کی تبلیغ کے واسطے آقائے نامدار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا کیا کوششیں کیں۔ اور کیسی کیسی تکلیفیں اُٹھائیں۔ اسی کلمہ طیبہ کے پہنچانے کے لیئے ہمارے سرکار احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپکے نام لیوا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تیرہ برس تک مکہ معظمہ میں گوناگوں مصائب و نوائب کے آماجگاہ بنے رہے۔ آخر اسی کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کی مخالفت کے سبب آپ کو اپنا وطن چھوڑنا پڑا۔ جب مخالفین و معاندین نے تکالیف و مشاکل کو حد سے بڑھا دیا تو حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر طرح سے مقابلہ کیا اور آپ ہی کی مساعی جمیلہ اور یمن و برکت سے اس کلمہ کی اشاعت ہوئی۔ چنانچہ اطراف و اکناف عالم میں اسوقت چالیس کروڑ نفوس لا الٰہ الا اللہ کے قائل ہیں یا بالفاظ متصوفین کرام ذکر نفی و اثبات کے شاغل ہیں +

قرآن شریف میں کلمہ طیبہ کی مثال اسطرح مذکور ہے الم کیف ضرب اللہ مثلاً کلمۃ طیبۃ کشجرۃ طیبۃ اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء تؤتی اکلھا کل حین باذن ربھا ویضرب اللہ الامثال للناس لعلھم یتذکرون ○
(پ ۱۳ س ابراہیم ع ۱۴)

ترجمہ اے پیغمبر کیا تم نے اس بات پر نظر نہیں کی کہ خدا نے نیک بات یعنی مثلاً کلمہ توحید کی کیسی اچھی مثال دی ہے کہ نیک بات گویا ایک پاکیزہ درخت ہے اسکی جڑ مضبوط ہے۔ اور اسکی ٹہنیاں آسمان میں ہیں اپنے پروردگار کے حکم سے ہمہ وقت اپنے پھل لاتا رہتا ہے۔ اور اسد لوگوں کے لیئے اسواسطے مثالیں بیان فرماتا ہے تاکہ وہ سوچیں سمجھیں +

اسمیں کچھ شک وشبہ نہیں کہ اہل توحید کی بات نہایت ہی معقول و مستحکم ہے پاکیزہ بات کلمہ طیبہ دل میں گڑ جاتے تو اسکی ٹہنیاں بہت بلندی میں پہنچ جاتی ہیں۔ جہاں اعتراض کے ہاتھ کی رسائی نہیں ہو سکتی +

تہذیب جدیدہ نے ایک انوکھا ذکر نفی و اثبات کا اختراع کیا ہے وہ کیا ہے؟ نفی اسلام و اثبات تفریح۔ اسکا طریقہ یہ ہے کہ ذاکر اپنے کردار و گفتار میں غیر تفریح سے محبوبیت یا مقصودیت یا وجود کی نفی ملاحظہ کرے۔ اور تفریح کے اثبات کا تصور کرے۔ متبعین تہذیب جدیدہ کا قول ہے کہ یہ ملاحظہ اور تصور باعتبار مدارج و مراتب ذاکرین کے مختلف ہیں۔ اس کا ادنے درجہ ہے نفی محبوبیت اوسط نفی مقصودیت اور اعلیٰ نفی وجود +

تفریح تامہ کے بھی تین درجے ہیں فنا بقا لقا۔ یہ تینوں درجے ذکر نفی و اثبات تہذیب جدیدہ کے نتائج ہیں۔ تفریح تامہ کے ادنے درجہ کا نام فنا ہے جو نتیجہ ہے تہذیب جدیدہ کے ذکر نفی و اثبات کے ادنے درجہ کا۔ تہذیب جدیدہ کے ذکر نفی و

اثبات کا ادنے درجہ یہ ہے کہ ذاکر شعائر اسلام صوم وصلوٰۃ وغیرہ سے نفی محبوبیت کا ملاحظہ کرے اور تفریج کے اثبات کا تصور۔ اسی کیفیت کا نام دوسرے لفظوں میں فنا ہے۔ کیونکہ جب تہذیب جدیدہ کا پیرو تمام دنیا جہان میں بجز تفریج کے اور کسیکو اپنا محبوب نہ سمجھے گا تو وہ اپنا تمام وجود اور اپنے تمام اعضا وجوارح ہاتھ پاؤں دل ودماغ اور عقل وفہم غضب رحم۔ علم وحلم اور اپنی تمام جسمانی وروحانی قوے اور اپنی عزت وآبرو۔ مال ومتاع آرام وسود۔ رنج وراحت بلکہ اپنی حیات وخطرات اور اپنی نفسانی جنبشوں اور سکونوں کو بکلی تفریج کے تابع اور اسکی راہ میں وقف کردے گا تو بے شک اسکی اسلامی زندگی پر ایک قسم کی موت طاری ہوجائے گی اور ایسی موت کو اصطلاح تہذیب جدیدہ میں فنا فی التفریج سے تعبیر کرتے ہیں اور یہ تفریج کا ادنے درجہ ہے ۔

تفریج تامہ کے درجہ وسطی کا نام بقا ہے جو نتیجہ ہے تہذیب جدیدہ کے ذکر نفی واثبات کے درجہ وسطی کا۔ تہذیب جدیدہ کے ذکر نفی واثبات کا درجہ وسطی یہ ہے کہ ذاکر شعائر اسلام سے نفی مقصودیت کا ملاحظہ کرے۔ اور تفریج کے اثبات کا تصور۔ اسی کیفیت کا نام دوسرے لفظوں میں بقا ہے۔ کیونکہ جب تہذیب جدیدہ کا پیرو بجز تفریج کے اور کوئی مقصود نہ رکھیگا تو اسلامی زندگی سے فنائے اکمل داتم حاصل کرکے سلب حمیت دینی وغیرت ربّی کے درجہ سے ترقی پائے گا۔ پھر تفریج کے جذبہ وتحریک سے جنبش میں آئے گا۔ اور تمام اسلامی حرکات کے انقطاع کے بعد تفریج کے تحریکوں سے متحرک ہوگا۔ گویا اسکو حیات ثانی عطا ہوگی۔ اور اسی حیات ثانی پر تہذیب جدیدہ کی اصطلاح میں بقا بالتفریج کا اطلاق کیا جاتا ہے اور تفریج کا درجہ وسطی ہے ۔

تفریج کے درجہ وسطی کا نام لقا ہے جو نتیجہ ہے تہذیب جدیدہ کے ذکر

نفی و اثبات کے درجہ اعلیٰ کا۔ ذکر نفی و اثبات تہذیب جدیدہ کا درجہ لمعلےٰ یہ ہے کہ ذاکر شعائر اسلام سے نفی وجود کا ملاحظہ کرے اور تفریج کے اثبات کا تصور اسی کیفیت کا نام دوسرے لفظوں میں لقا ہے۔ کیونکہ جب تہذیب جدیدہ کا پیرو بجز تفریج کے اور کسی تہذیب خصوصًا شعائرا سلام کو موجود نہ سمجھیگا تو اسے عرفان ویقین میں مرتبہ عالیہ پیدا ہو جائے گا اُس وقت تفریج کا رنگ اسلامی رنگ کو تمام وکمال اپنے نیچے پوشیدہ کرلیگا۔ جس طرح آگ لوہے کو اپنے نیچے ایسا چھپالیتی ہے کہ نظر ظاہر میں آگ کے سوا اور کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ اس حالت کو تہذیب جدیدہ کی اصطلاح میں لقار تفریج کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

کیا اس تفریج کے بعد اس امر کی ضرورت باقی رہتی ہے کہ ان اسباب و وسائل کی تلاش کی جاوے جو اسلامی سلطنتوں کے دول یورپ میں مدغم ہونیکے باعث ہوئے؟ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

نورالدین از گوجرانوالہ

۵۸۶

تصوف و سیّدنا عمر بن الخطاب رضؓ

(سلسلے کیلئے جمادی الآخرے کا پرچہ دیکھئے)

توبہ

آپ کا ارشاد ہے کہ حساب حشر سے پہلے خود اپنا حساب کرلو۔ میزان قیامت سے قبل خود اپنے اعمال جانچ لو۔ ایک مرتبہ نماز مغرب میں صرف اسقدر تاخیر ہوگئی کہ تارا نکل آیا۔ اتنی سی تاخیر کے کفارہ میں آپنے ایک غلام آزاد کیا۔ آپ فرماتے تھے کہ توبہ کرنے والوں کے پاس بیٹھا کرو۔ دل کے نرم کرنیکے لیئے یہ بڑا اچھا علاج ہے۔ ایک دفعہ آپنے احنف بن قیس سے دریافت فرمایا کہ سب میں زیادہ احمق کون شخص ہے انہوں نے کہا وہ جو اپنی آخرت دنیا کے پیچھے تباہ کرے۔ فرمایا کہ وہ شخص اس سے بھی زیادہ بیوقوف ہے جو دوسرے کی دنیا کے لیئے اپنی آخرت تباہ کرے۔

ایک مرتبہ آپ خدمت قدس رسالت پناہ میں حاضر ہوئے۔ دیکھا کہ حضورؐ رو رہے ہیں۔ سبب دریافت کیا تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جبرئیل نے آکر بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ اُس بڈھے کے عذاب دینے سے شرماتا ہے۔ جسکا بڑھاپا اسلام میں گزرا ہو۔ کیا اُس بڈھے کو جس کی جوانی اسلام میں گزری ہے بڑھاپے میں گناہ کرنیسے شرم نہیں آتی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

ذمِ دنیا۔ مدحِ قناعت

آپنے لکھہ بھیجا کہ دنیا نہایت خوشگوار سبزہ زار ہے جو اُسکو اس لیئے حاصل کرتا ہے کہ اُسے اُسکے مصارف میں صرف کرے وہ مستحق نہیں کہ اُسمیں اُسکے لیئے برکت عطا

فرمائی جائے۔ اور جو دوسرے خیال سے حاصل کرتا ہے وہ ایسا ہی کہ کھاتا ہے مگر سیر نہیں ہوتا۔ جب فارس کے خزانوں کے ڈھیر آپکے سامنے لگائے گئے میں تو اُن کو دیکھکر آپ بہت روئے۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے کہا کہ یہ خوشی کا وقت ہے نہ کہ رونے کا۔ فرمایا کہ جب اسکا گزر ہوتا ہے تو ساتھ ساتھ آپس کی پھوٹ اور بغض و عداوت بھی آتے ہیں۔ آپنے حضرت ابو موسیٰ اشعری کو ایک مرتبہ لکھا کہ بڑا اچھا حاکم ہے جسکی رعایا اُس سے خوش ہو۔ نیک کردار ہو۔ اور جس کی رعایا بدبخت ہو اُس حاکم سے بدتر کوئی حاکم نہیں دیکھو ایسا نہ ہو کہ متاع دنیا میں سے کچھ حصہ لیلو اگر تم ایسا کروگے تو تمہارے نائب و ماتحت بھی اسمیں پڑجائیں گے اِس حالت میں خدا کے سامنے تمہاری مثال اُس جانور کی سی ہوجائے گی جو ایک سبزہ زار دیکھکر اُسپر پل پڑے۔ اور چاروں طرف اِس لیئے مُنہ مارے کہ موٹا ہوجائے گا مگر اُسے خبر ہی نہیں کہ اُسکی موت اُسکے موٹا ہونے ہی میں ہے۔ آپ اپنے کپڑے خود ہی دھو لیا کرتے تھے اور آپ کو کسی قسم کا عار نہ ہوتا تھا۔ عطار خراسانی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ لوگ آپکے انتظار میں دیر تک بیٹھے رہے۔ جب آپ باہر تشریف لائے توقف کا سبب پوچھا گیا۔ فرمایا کہ اپنے کپڑے دھوئے تھے۔ جب سوکھ گئے تو پہنکر آیا ہوں"۔ کیا اِس سلطنت کو دنیادی سلطنت کہا جا سکتا ہے کیا دنیادی بادشاہوں میں کہیں اسکی کوئی نظیر نہیں مل سکتی ہے۔ آپ کھانا تناول فرمانے سے فارغ ہوکر انگلیاں چاٹتے۔ اور ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے پونچھ لیتے اور فرماتے کہ میرے رومال یہی ہیں [لہ]۔

مدینہ منورہ میں جب غلہ گراں ہوگیا تو آپنے جو کھانے شروع کردیئے وہ موافق مزاج نہ آئے۔ آپنے شکم مبارک کیجانب خطاب کرکے فرمایا کہ جب تک مسلمانوں کو

لہ آج کل کے صوفی اگر کہیں مہمان بلائے گئے تو بغیر صابون اور تولیا کے کام نہیں چلتا۔

انسانی حاصل ہو تو تم کو بھی کھانے پڑیں گے[1]۔

عبداللہ بن عامر فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سفر میں میں آپ کے ساتھ تھا کسی موقع پر خیمہ نہ لگایا۔ لوگوں نے کہا پھر کس چیز کے سایہ میں قیام فرماتے تھے جواب دیا کہ درخت پر اپنی چادر ڈالکر اُسکے سایہ میں آرام فرما لیا کرتے تھے۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ پیٹ بھر کر نہ کھایا کرو۔ دنیا و دین دونوں میں وبال ہے واقعی قلت طعام تمام امراض سے محفوظ رہنے کے لیئے کافی ہے۔ دنیاوی صحت تو یوں بنتی ہے۔ رہی آخرت تو کم خوراکی سے ایک خاص قسم کی قلب میں ترقی پیدا ہوجاتی ہے۔ نیند بھی کم آتی ہے۔ خیال اچھی طرح سے جم جاتا ہے۔ زیادہ کلام کرنے کو بھی دل نہیں چاہتا۔ آپکے زہد کے بیشمار واقعات امام غزالی رح وغیرہ نے اپنی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ لکھے ہیں۔ ان میں غور کرنیسے معلوم ہوسکتا ہے کہ فاروق اعظم رض کی خلافت کہاں تک جاہ طلبی یا دنیا طلبی کی راہ سے تھی؟

حضرت حسن بصری رح فرمایا کرتے تھے کہ حضرت عمر رض نہ ایسے قدیم الاسلام تھے نہ ایسا بہت زیادہ فی سبیل اللہ خرچ کیا کرتے تھے۔ پھر کیا تھا جو ایسے اعلیٰ درجہ پر پہنچ گئے۔ وہ تھا آپ کا زہد و خلوص۔ اس نے انکو عروج اسلام کا تاج بنا دیا۔ اس نے سمجھا دیا کہ اسلام کے اصول کیسے مطابق عقل ہیں۔ تمام کثافتیں خواہ دنیوی ہوں یا دینی اس سے کیسی صاف ہوجاتی ہیں۔ ہم کو اُس زمانہ اور اُن حالات کو جو اُس زمانہ میں ہو رہے تھے پیش نظر رکھکر آپکے حالات کو بہ نظر انصاف دیکھنا چاہیئے۔ پھر

---

[1] یہ ہے قومی ہمدردی۔ افسوس صد افسوس۔ آج ہمکو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس حکمت سے کیا نسبت ہے۔ جب سے مسلمانوں نے استقلال کو چھوڑا، وہ دین اور علم کی تقلید کی حد سے گذر کر عادات کی تقلید شروع کی۔ اور پھر غیر قوموں کی تقلیدی عادات کا غلبہ ہوا اُن کی قوت ضعیف سے بدتر ہو گئی اُنکی ہمتیں پست ہو گئیں۔ دوسروں کے محتاج ہو گئے اور انکی طرف تکنے لگے کہ وہ کیا کرتے ہیں۔

صاف معلوم ہو جائے گا کہ ایسا شخص اتنا دنیاوی الجھنوں میں پہنسکر کسقدر خلوص اور رجوع الی اللہ پیدا کر سکتا ہی۔ خود آپ کا اسلام اور ایام جاہلیت کی آپ کی خشونت اور پھر ایام خلافت کی انصاف پسندی۔ یہ واقعات ہیں کہ اسلام سے پیشتر کسی نبی کی اُمت میں کسی اولوالعزم سے اولوالعزم کو نہیں ملے +

اب ہم تھوڑے سے وہ وقائع جنسے آپکے یقین کامل کا کچھ رتبہ معلوم ہو نقل کرتے ہیں۔ کیونکہ اصل اسلام و اصل تصوف یہی ہی۔ اُسی واقعہ پر غور کیجئے جب جناب رسالتمآب نے ازواج مطہرات سے کچھ دنوں کے لیے علٰحدگی اختیار فرمائی تھی تو فاروق اعظم رض نے عرض کیا تہا۔ خدا کی قسم اگر حضورؐ کا فرمان واجب الاذعان ہو تو میں ابہی حفصہ رض کی گردن اڑانے کو مستعد ہوں +

ایک اور واقعہ کو ملاحظہ فرمایئے۔ ذی الخویصرہ نے ایک مقام پر حضور سے عرض کیا کہ عدل فرمایئے۔ اسمیں چونکہ ایک قسم کی سوء ادبی نکلتی تہی۔ فاروق اعظمؓ نے فوراً اجازت چاہی کہ اگر ارشاد ہو تو ابہی اس کا سر اڑا دوں۔ حضور نے فرمایا کہ عمر! چھوڑ دو +

ایکدفعہ جبکہ آپکے صاحبزادہ ابوشحمہ ہی کا ہے کہ اُنپر آپنے حد جاری فرمائی ذرا سا بہی اگر احکام شرع میں اپنے نفس کا خیال ہو تو ممکن نہیں کہ اس قسم کا واقعہ ہو۔

مجاہد کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عباسؓ کی مجلس میں تفضیل صحابہ کا ذکر چلا۔ سب نے کہا۔ افضل صحابہ حضرت صدیق اکبر ہیں۔ پہر حضرت عمر رض حضرت ابن عباس حضرت عمر کا ذکر سنتے ہی اسقدر روئے کہ قریب بیہوش ہونیکے ہوگئے۔ پہر کہا کہ خدا اُس شخص پر رحمت نازل فرمائے جس نے قرآن پڑہکر اُسپر عمل کیا۔ حدود الٰہی کو اس شان سے ادا کیا جیسا حق تہا۔ اور ان امور میں کسی کے کہنے سننے کی پروا نہ کرتے تھے میں نے خود دیکہا ہے کہ حضرت عمر رض نے اپنے بچہ پر حد جاری فرمائی

یہاں تک کہ اُن کا انتقال ہو گیا +

عام ہمدردی

میرے خیال میں جسقدر اسکو تصوف سے مناسبت ہی۔ اسیقدر یہ خلافت کے زیادہ شایاں ہی نہیں بلکہ اعلیٰ درجہ کی ضروریات میں سے ہی۔ اِس عام ہمدردی کا کم سے کم یہ نتیجہ ضرور ہوگا کہ مظلوموں کی دادرسی جس تندہی سے کیجائے گی وہ بغیر اِسکے ممکن نہیں جسقدر رعایا کے حقوق کی نگہداشت اِسکے ذریعہ سے ہوسکتی ہے بے درد شخص کے خیال میں بھی نہیں آسکتی ہی۔ اسیکا یہ نتیجہ ہوگا کہ رعایا اپنے خلیفہ کی جان نثار ہوگی۔ اور اُسکی نیت کا اثر جب پڑے گا تو تمام اسی رنگ میں رنگ جاینگے پھر ان ممالک میں جو ترقی ہو وہ تھوڑی ہے۔ آہ مسلمانوں کا ایک اعلیٰ درجہ کا جوہر اُن سے جدا ہوکر دیگر اقوام کے تاجوں میں جالگا۔ اور اب یہ حالت ہوگئی کہ دنیا بھر میں مسلمانوں سے زیادہ بے درد کوئی قوم خیال نہیں کی جاتی۔ اگر کوئی واقعہ جو کسی خاص بادشاہ کی نیت بد کا نتیجہ ہو یا واقعی ذرا سا سیاسی پہلو لیئے ہوئے ہو وہ سب اسلام کے سر تھوپا جاتا ہے اور علی الاعلان پکارا جاتا ہے کہ اسلام نہایت بے درد ہے +

ایک مرتبہ حضرت عمر رضہ مدینہ منورہ میں لوگوں کو کھانا کھلا رہے تھے۔ ایک شخص کو دیکھا کہ بائیں ہاتھ سے کھا رہا ہے۔ فرمایا کہ خدا کے بندے واہنے ہاتھ سے کھا۔ اُس نے عرض کیا کہ حضور بیکار ہے۔ موتہ کی لڑائی میں اِسمیں چوٹ آگئی تھی آپ اُسکی یہ مجبوری دیکھکر رو پڑے۔ اور نہایت افسوس کے ساتھ دریافت فرمانے لگے کہ تم کو وضو کون کراتا ہوگا۔ سر کون دھوتا ہوگا۔ کپڑے کون پاک کرتا ہوگا پھر خادم کو آواز دی۔ اور اُس خادم کو مع ایک سواری اور تمام ساز و سامان کے اُس شخص کو

دے ڈالا۔ اسمیں علاوہ ہمدردی کے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہمدردی صرف زبانی نہیں تھی بلکہ وہ ہمدردی آپ کو مجبور کرکے اِس پر آمادہ کرتی تھی جو اُسوقت کے مناسب ہوتا تھا جس سے ظاہر ہوگیا کہ سچی ہمدردی تھی نہ کہ آجکل کی سی +

سال بھر کے سال جو رقم خطیر سیر یورپ کے بہانے خالص نفس پرستیوں زیب و زینت اور فسق و فجور کے لیئے خرچ کرکے خوش اور بر خود نازاں ہوتے ہیں اور قوم کی ہمدردی اور بھلائی اور کار خیر میں ایک پیسہ دینا بھی گناہ عظیم سمجھتے ہیں۔ اور پھر کہتے ہیں کہ قوم کو مذہب اور مذہب والوں نے تباہ کیا۔ اگر وہ رقم قوم و ملک کی تعلیم میں صرف کی جاتی تو تمام ملک میں قومی ہمدردی تعلیم و تربیت اور صناعی و تجارتی فنون عام ہوجاتے +

ایک شب کو حسب معمول گشت میں دیکھا کہ ایک عورت اپنے بچوں کو لیئے بیٹھی ہے اور وہ بچے رو رہے ہیں۔ آپنے دریافت فرمایا کہ یہ کیوں روتے ہیں۔ اُس نے کہا۔ بھوک کے مارے۔ سامنے ہانڈی بھی چڑھی ہوئی تھی۔ آپنے فرمایا۔ پھر اسمیں کیا ہے؟ اُس نے کہا پانی ہے۔ اِنکے بہلانے کے لیئے رکھدیا ہے کہ اِس سے بہل کے سو جائیں۔ اور تھوڑی دیر کے لیئے مجھے اس عذاب سے نجات ملجائے۔ یہ سُن کر آپ نہایت آبدیدہ ہوئے۔ اور بیت المال سے سامان خود لائے اور اپنے ہاتھ سے ہانڈی پکاکر بچوں کو کھلا پلا دیا۔ جیسا پہلے مذکور ہو چکا ہے۔ نہیں معلوم پھر ایسی حالت کے لوگ دنیوی سلطنت کس طرح کہتے ہیں۔ کیا ادنے سے ادنے نواب۔ راجہ۔ مشائخ یا علما کا ایسا حال سنا ہے؟ یا آج کل کسی سے امید ہے؟ +

ایک مرتبہ کچھ تاجر آکر عیدگاہ میں ٹھیر گئے۔ آپ حضرت عبدالرحمن کو ساتھ لیکر اُن کی حفاظت کیو اسطے تشریف لیگئے۔ تمام شب آپنے اُن کی حفاظت کی رات میں کئی مرتبہ ایک بچے کے رونے کی آواز آئی۔ آپ اُسکی ماں سے جاکر کہہ آتے

تھے کہ کیوں رولاتی ہو۔ آخری مرتبہ فرمایا۔ تم کیسی ماں ہو۔ تمہارا بچہ تمام شب کیسا روپا ہے۔ اُس نے کہا میں اِس بچہ کا دودھ چھڑانا چاہتی ہوں۔ اس لیئے روتا ہے پوچھا اسقدر جلد کیوں چھوڑائے دیتی ہو۔ اُسنے کہا عمرؓ کا حکم ہے کہ صرف اُن بچوں کا بیت المال سے وظیفہ مقرر ہوسکتا ہے جو دودھ چھوڑ چکے ہوں۔ آپنے فرمایا عمرؓ کا بُرا ہو۔ جسکے حکم سے خدا جانے کسقدر مسلمانوں کے بچوں کو تکلیف ہوئی ہوگی اور اعلان کرا دیا کہ بچوں کو پیدا ہوتے ہی وظیفہ ملا کرے گا۔ اپنے اس حکم کو تمام عمال کو بھی لکھہ بھیجا تھا ؛

ایک شب گشت میں آپ اعرابی سے ملے جسکی بی بی دردزہ میں مبتلا تھی۔ آپنے اُم کلثوم کو اُسکے خیمہ میں پہنچا دیا۔ اُنھوں نے خیمہ کے دروازے پر آکر فرمایا امیر المؤمنین اپنے ساتھی کو لڑکے کی مبارکباد دیجیے۔ اعرابی امیر المؤمنین کا نام سُنکر کانپ اُٹھا۔ اور نہایت لجاجت سے عذر کرنے لگا۔ آپنے فرمایا کچھ خیال مت کرو۔ پھر اُس نوزائیدہ بچہ کا وظیفہ مقرر فرمادیا۔ اور اُسوقت بھی کچھ دیدیا ؛

خوفِ الٰہی

خوف الٰہی جوان سب خوبیوں کا سرچشمہ یا سردفتر تھا۔ یقین کامل کا پہلے پہل جو اثر ہوتا ہے وہ یہی ہے۔ اسی سے ہر امر میں خواہ دینی ہو خواہ دنیوی اسکا خیال رہتا ہے کہ جو ہم کر رہے ہیں وہ پروردگار عالم کے کسی حکم کے خلاف تو نہیں۔ بس خیال ہی ایسا سید ہا کر دیتا ہے کہ کہیں کجی نہیں رہتی۔ پروردگار عالم نے علماء و اولیاء کی جو شانیں فرمائی ہیں اُن میں حصر کے ساتھ جسکو بیان کیا ہے وہ خشیت ہی ہے انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء اولیاء کے بارے میں ارشاد ہے ان اولیاءہ الا المتقون۔ غرض یہی وہ صفت ہے۔ جسکی قرآن مبارک میں اگر غور سے دیکھا جائے

تو جا بجا تاکید ہے۔ بلکہ بعض مقامات پر ایک ہی آیت میں دو دو جگہ یاایها الذین امنوا اتقوا الله ولتنظر نفس ما قدمت لغد واتقوا الله لعلکم تفلحون۔ اسکا اندازہ اسوقت ہوتا ہے جب کوئی خواہش یا آرزو پیدا ہو۔ یا سخت غصہ کی حالت ہو۔ ایسی حالت میں کتاب اللہ یا حدیث رسول مقبول ﷺ یاد دلادی جائے تو فوراً رک جائے۔ رکنا کیا معنی بلکہ شائبہ بھی باقی نہ رہے۔ ایک یا دو مرتبہ ایسی حالت طاری ہو جانا اعلیٰ درجہ کا کمال نہیں بلکہ طبیعت میں داخل ہو جائے کسی موقع پر اسکے خلاف ظاہر ہونا ایسا ہی ہو جیسے سخت موانع کی حالت میں امور طبیعیہ کے خلاف ہونا بلکہ غور سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکو چونکہ یقین سے تعلق ہے اسوجہ سے اسکے خلاف کسی صورت میں سرزد ہونا ممکن نہیں بشرطیکہ یقین کامل ہو۔

ایک شخص نے آپ سے آکر عرض کیا کہ آپ ہمارے بارے میں بالکل انصاف نہیں کرتے۔ آپ سخت ناراض ہوئے۔ حر بن قیس نے عرض کیا کہ حضور سرور کائنات ﷺ کو پروردگار عالم تعلیم فرماتا ہے خذ العفو وامر بالعرف واعرض عن الجاهلین پس یہ سننا تھا کہ حضرت کی وہ غصہ کی حالت جاتی رہی۔

ایک مرتبہ آپ کپڑے بدلکر جمعہ کی نماز کو تشریف لیئے جاتے تھے۔ راہ میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا مکان تھا۔ انکے یہاں اس روز دو چوزے ذبح ہوئے تھے۔ انکا خون پانی میں پرنالہ کی راہ آپکے کپڑے پر گرا۔ آپنے حکم دیا کہ اسیوقت پرنالہ توڑ دیا جائے۔ پھر کپڑے بدلکر نماز کو تشریف لیگئے۔ وہاں حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ پرنالہ حضور سرور عالم ﷺ کا لگایا ہوا تھا۔ یہ سنتے ہی آپنے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو قسم دیکر فرمایا کہ پرنالہ کو اسی موقع پر فوراً لگادو۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اسکو پھر وہیں لگادیا۔

ایک شب کو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو ہمراہ لیئے آپ گشت فرما رہے تھے

ایک مکان سے بیوقت روشنی نکلتی ہوئی معلوم ہوئی۔ آپ اُس مکان میں گھس گئے دیکھتے کیا ہیں کہ ایک بڈھا شخص بیٹھا ہوا ہے۔ سامنے شراب رکھی ہے۔ اور ایک چھوکری بیٹھی گا رہی ہے۔ وہاں پہنچکر فرمایا۔ میں نے ایسا بڈھا جو گور میں پاؤں لٹکائے بیٹھا ہو۔ اس سے زیادہ بد افعال نہیں دیکھا۔ بڈھے نے سر اُٹھا کر کہا۔ امیرالمومنین آپ کا یہ فعل میرے افعال سے بدرجہا قبیح ہے۔ ایک تو آپنے اس اندرونی حالت کا تجسس کیا۔ محتسب را درون خانہ چہ کار۔ خود پروردگار کا ارشاد ہے وَلَا تَجَسَّسُوا دوسرے آپ بغیر میری اجازت کے میرے مکان میں داخل ہوئے۔ یہ بھی شرعاً ممنوع ہے۔ حضرت عمرؓ کے انصاف کو دیکھئے۔ آپنے فرمایا کہ تم سچے ہو۔ بیشک ایسا ہی ہے۔ پھر وہاں سے اپنا لباس دانتوں میں چباتے ہوئے باہر تشریف لائے اور فرماتے تھے۔ اگر خدا تعالیٰ نے عمرؓ کو نہ بخشا تو کیا ہوگا۔ اسکے بعد مدت تک بڈھے صاحب حضور کے یہاں حاضر نہوئے۔ پھر جو حاضر ہوئے تو نہایت شرمندہ آپنے فرمایا ذرا میرے قریب آجاؤ۔ جب وہ قریب آئے تو آپنے قسمیہ فرمایا کہ تم سے جو کچھ ظہور میں آیا اُسکو نہ تو میں نے کسی شخص سے کہا ہے۔ اور نہ عبداللہ بن مسعودؓ نے۔ بڑے میاں نے کہا۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے بھی تمام اُس خرافات کو ترک کر دیا ہے۔ آپ کا خوف الٰہی سے یہ حال تھا کہ کبھی زمین پر سے تنکا اُٹھا لیتے اور فرماتے "کاش میں یہی ہوتا۔ کاش میں پیدا ہی نہوتا۔ کاش میری ماں ہی مجکو نہ جنتی۔ کاش میں کچھ بھی نہوتا۔ کاش میں بالکل ہی بھولا بسرا ہوتا" آپ فرمایا کرتے کہ اگر کوئی بکری کا بچہ بھی مرجائے گا تو مجھے ڈر ہے کہ مجھسے بازپرس نہو۔ عبداللہ بن عیسے فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے رخساروں پر روتے روتے نشان پڑ گئے تھے کبھی روتے روتے گر بھی جاتے تھے۔ اور ایسی چوٹ آتی تھی کہ کئی روز تک گھر سے باہر نہ نکل سکتے تھے۔ اور آپ کی عیادت کی جاتی تھی +

ایک مرتبہ راہ میں حضرت علیؓ سے ملاقات ہوئی تو شہزادگان نبوت حضرات حسنین رض بھی آپکے ہمراہ تھے۔ دونوں حضرات حضرت عمر رض کو گھیر کر کھڑے ہوگئے آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ حضرت علیؓ نے کہا کیوں حضرت کیوں روئے فرمایا اس سے بڑھکر رونے کی کیا بات ہوگی کہ اس امت مرحومہ کے کاروبار میرے متعلق کیے گئے ہیں۔ میں انکے معاملات کا فیصلہ کرتا ہوں۔ اور مجھے بالکل خبر نہیں کہ میرے فیصلے حق ہیں یا ناحق حضرت علیؓ نے فرمایا۔ آپ ہمیشہ انصاف کرتے ہیں۔ لیکن اس سے آپ کا رونا بند نہوا۔ پھر حضرت حسنؓ نے آپ کا انصاف بیان فرمایا۔ مگر آپ ویسے ہی روتے رہے۔ جب حضرت حسینؓ نے بھی ایسا ہی کچھ بیان فرمایا تو آپکے آنسو تھم گئے۔ اور پوچھا کیا آپ ان امور کے گواہ ہیں صاحبزادے حضرت علیؓ کے چہرہ مبارک کو دیکھنے لگے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا گواہ ہو جاؤ۔ میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔

ایک مرتبہ راہ چلتے آپنے ایک شخص کو اس آیت کی تلاوت کرتے سُنا اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ تو اس قدر اسکا اثر ہوا کہ ایک ماہ تک آپ کی عیادت کی گئی۔

ایک دفعہ جناب فاروق اعظم رض نے ایک شخص کو دیکھا کہ راہ میں کھڑا ہوا ایک عورت سے باتیں کر رہا ہے۔ آپنے اُسکے ایک درّہ مارا۔ وہ چلّا اُٹھا کہ یہ میری بی بی ہے۔ فرمایا پھر بھی تم کو ایسے مقام پر کھڑے ہوکر باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ اُس نے کہا حضور ہم ابھی یہاں مسافرانہ وارد ہوئے ہیں۔ آپنے درّہ اُسکے حوالہ کر کے فرمایا تو مجھسے قصاص لو۔ اُس نے کہا میں نے معاف کیا۔ اور جب تک مکرر سہ کرر اس سے معافی کے الفاظ نہ سُن لیے چین نہ آیا۔ پھر بھی حضرت عبدالرحمن سے اس کا ذکر کیا۔ اُنھوں نے کہا کہ آپ تو ادب دینے والے ہیں یہ آپ کا منصب ہے

اور یہ حدیث سنائی۔ حضورؐ نے فرمایا ہے۔ "قیامت کے روز ندا دی جائے گی کہ
اس اُمت میں سے کوئی اپنے نامۂ اعمال کو ابوبکرؓ و عمرؓ سے پہلے نہ اٹھائے"
یہ خشیت رب کی وہ حالت تھی کہ اس عالم سے جدائی کے وقت تک آپ سے جدا نہ ہوئی

مکاشفات

جسکو بہ لسانِ شرع فراست سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ یہ وہی قوت ہے جو قوتی کی نائب
اور قوت عاقلہ کی کمال ہے۔ حضرت عمرؓ ایک مرتبہ جمعہ کا خطبہ پڑھ رہے تھے کہ
یکایک آپ نے خطبہ چھوڑ کر یہ فرمانا شروع کیا۔ یا ساریۃ الجبل۔ دو تین مرتبہ
فرماکر پھر خطبہ شروع کر دیا۔ عبد الرحمٰن بن عوفؓ نے دریافت کیا کہ حضرت یہ آج
کیا ارشاد ہو رہا تھا۔ فرمایا مجھے ایسا معلوم ہوا کہ ساریہ اور اُنکے ساتھی پہاڑ کے قریب
لڑرہے ہیں۔ اور کفار چاروں طرف سے اُنکو گھیرے ہوئے ہیں۔ بے اختیار
میری زبان سے یہ کلمہ نکل گیا کہ ساریہ جبل سے ملجاؤ۔ ابو مسلم خولانی جب مدینہ
منورہ حاضر ہوئے ہیں (یہ وہ حضرت تھے کہ اسود بن قیس نے جس نے یمن
میں دعوئے نبوت کیا تھا۔ ان سے بھی کہا کہ آپ میرے نبی ہونے
کا اقرار کیجئے۔ انہوں نے انکار کیا۔ اُس نے بہت سی آگ دہکوا کر ان کو
اُس میں ڈلوا دیا۔ یہ اُس میں سے بالکل صحیح و سالم باہر نکل آئے۔ اُس نے ان
سرحد سے باہر نکلوا دیا۔ یہ سیدھے مدینہ منورہ چلے آئے) تو جوں ہی یہ مسجد
پاک کے دروازے پر پہنچے۔ حضرت فاروق رضؓ نے فرمایا لو یہ تمہارے وہ
آئے جن کی نسبت اسود کا خیال تھا کہ آگ انکو جلادے گی۔ اور خدا نے انکو
دیا۔ اسکے بعد آپ ان سے اُٹھکر ملے۔ اور فرمایا کیا تم عبد اللہ بن ثوب نہیں
انہوں نے کہا بیشک۔ اسکے بعد رو کر فرمایا۔ خدا کا شکر ہے کہ میں نے اپنی حیات

بس ایس اسے مرحوم میں ایسے لوگ بھی دیکھے لیئے جنکو حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی طرح سے اللہ تعالیٰ جل شانہ نے آگ سے محفوظ رکھا۔ ایک تمیرہ کا واقعہ ہی دیکھ لو جیسا آپنے فرمایا تھا بجنسہٖ ہی ہوا ٭

ایک مرتبہ حضرت علیؓ نے خواب میں دیکھا کہ صبح کی نماز جناب رسالت مآبؐ نے اقتدا کے ساتھ ادا فرمائی۔ نماز سے فارغ ہونیکے بعد جناب رسالت مآبؐ محراب سے تکیہ لگاکر تشریف فرما ہوئے تو ایک جاریہ ایک طبق میں تازہ چھوہارے لیئے ہوئے آئی۔ آپنے اُسمیں سے ایک چھوہارا اُٹھاکر فرمایا۔ علیؓ کھاتے ہو عرض کیا۔ ہاں۔ آنحضرتؐ نے ہاتھ بڑھاکر آپکے منہ میں رکھدیا۔ پھر دوسرا چھوہارا اُٹھاکر وہی فرمایا۔ اُنہوں نے پھر وہی نعم عرض کیا۔ آپنے وہ بھی کھلادیا۔ اسکے بعد آنکھ کھل گئی۔ آپ فرماتے ہیں کہ جاگنے کے بعد میری عجیب حالت تھی حضور اقدسؐ کے دیدار مبارک کو دل تڑپ رہا تھا اور چھوہاروں کی شیرینی میری زبان پر تھی اُٹھکر میں نے وضو کیا۔ اور مسجد کو چل دیا۔ وہاں حضرت عمر رضی صبح کی نماز پڑھا رہے تھے۔ میں بھی شریک ہوگیا۔ حضرت عمر رضی نماز سے فارغ ہوکر محراب کے سہارے بیٹھ گئے۔ میرے دل میں آیا تھا کہ میں اپنا خواب بیان کروں کہ اتنے میں ایک جاریہ چھوہاروں کا طبق لیکر آئی۔ اور حضرت عمر رضی کے سامنے رکھدیا۔ حضرت عمر رضی نے ایک چھوہارا اُسمیں سے اُٹھاکر فرمایا۔ علیؓ کھاتے ہو۔ آپنے وہی کہا نعم اپنے ہاتھ سے اُنکو کھلادیا۔ پھر دوسرا چھوہارا اُٹھاکر یہی فرمایا۔ حضرت علیؓ نے وہی نعم اس مرتبہ بھی فرمایا وہ بھی کھلادیا۔ اسکے بعد آپنے بقیہ چھوہارے صحابہ میں تقسیم فرمادیئے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں۔ میرے دل میں خواہش تھی کہ کچھ اور اسیطرح سے کھلادیں۔ آپنے فرمایا۔ اگر جناب رسالت مآبؐ نے اور دیئے ہوتے تو ہم بھی دیتے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں مجھے سخت تعجب ہوا کہ

جو کچھ شب کو میں نے دیکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ شانہ نے اُس سب پر آپ کو مطلع فرما دیا
میرا یہ خیال آنا تھا کہ آپ نے پھر مجھے مخاطب کیا۔ اور فرمایا۔ اے علیؓ! مومن دین کے
نور سے دیکھتا ہے۔ آپ نے فرمایا سچ ہے۔ میں نے بالکل ایسا ہی دیکھا تھا۔ اور یہی لذت
اور مزا جو آپ کے ہاتھ سے حاصل ہوا بالکل وہی تھا کہ جو جناب رسالتمآبؐ کے دست
مبارک سے آیا تھا۔ یہاں سے معلوم ہو سکتا ہے کہ عرفان فاروقی کس درجہ پر تھا
جسکو امام الاولیا سیدنا علی کرم اللہ وجہہ عالم خواب میں ملاحظہ فرمائیں اور فاروق
اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی عالم میں اسکو مشاہدہ فرمالیں۔ وہ خاص کیفیت جس کو
حضرت علیؓ نے دست مبارک کے عطیہ سے محسوس کیا اسکو میں سوائے فنافی
الرسول اگر کوئی درجہ ہے تو وہ حضرت فاروق اعظم کا ہے اور کیا کہہ سکتا ہوں۔ ارباب
معنی اسمیں غور فرمائیں اور اس واقعہ کو مکرر سہ کرر پڑھیں۔ اور حظ اُٹھائیں تفضیل کے
جھگڑوں سے باز آئیں۔ واقعی یہ سب کہ آفتاب نبوت کا ایک خاص پرتو ہر ذرہ پر
پڑا اور ہر ذرہ اُس پرتو کی خصوصیت میں ایک دوسرے سے ممتاز ہے صحابہؓ کے
حالات کو دیکھئے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک کے حال پر حضورؐ کی ایک خاص عنایت
اور ایک خاص علاقہ تھا۔ جس میں ہر شخص مست اور دوسرے سے ممتاز تھا۔ مگر
اللہ رے مستی یہ کمال مستی تھا کہ اُن حضرات کو اپنی اس مستی کا بھی ہوش نہ تھا اور
انا رجلٌ من رجالٍ زبان زد حال تھا۔ اسی وجہ سے یہ بالکل محالات میں سے ہے
کہ کسی صحابی کو من کل الوجوہ دوسرے صحابی پر فضیلت ہو بلکہ اگر ان حضرت کی ذ
شانیں ایسی ہیں جو دوسرے میں نہیں تو اُن دوسرے صحابی میں ایک شان ایسی
ہوگی جو ان میں نہیں۔ ہاں اہل سنت والجماعت کے نزدیک بعض صحابہ کو بعض
پر یقیناً فضیلت ہے۔ اس فضیلت میں اُن ہی حیثیات کو دخل ہے۔ یہ سمجھ لینا
کہ مذہب اہل سنت والجماعت من کل الوجوہ فضیلت بعض صحابہ کا ہے بالکل غلط

اور قلت تدبر پر مبنی ہے۔ شان مرتضوی اور شان فاروقی الگ الگ شانیں ہیں بالکل اور ہر حیثیت میں ہم ہرگز یہ نہیں کہہ سکتے کہ حضرت عمرؓ افضل ہیں بعض خصوصیات جناب مرتضیٰؓ کی وہ ہیں جن میں وہی ممتاز ہیں اور نہ ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ شان مرتضوی کو شان فاروقی پر ہر حیثیت میں فوقیت ہے۔ اب رہا یہ کہ وہ کونسی خصوصیات ہیں جو ایک دوسرے کو باہمدگر ممتاز کرتی ہیں۔ اُسکے لیئے بس ہم صرف اسقدر کہنے کے لیئے تیار ہیں کہ اصول تصوف اور انکی تکمیل جیساکہ ہم تمہید میں عرض کر آئے ہیں پورا پورا اس امر کا فیصلہ کرسکتے ہیں کہ تصوف میں بھی شان عمریؓ آیا اُسی پایہ کی ہے یا نہیں جس پایہ کی آپ کی خلافت تھی۔ ناظرین اسکو خوب غور سے دیکھکر رائے قائم کریں۔ ورنہ خوش فہمی کسی دوسرے راستہ نہ لیجائے۔ مقام نہایت نازک اور باریک ہے +

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ ایک صاحب کا اس جانب سے گزر ہوا۔ آپ سے کسی نے عرض کیا۔ حضرت آپ اسکو پہچانتے ہیں۔ فرمایا اسقدر تو مجکو معلوم ہو چکا ہے کہ ایک شخص سواد بن قارب کاہن جو اپنی قوم میں ایک بڑا سربرآوردہ شخص تھا۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارک کی خبریں دیا کرتا تھا۔ اگر وہ شخص اب بھی ہے تو یہی ہے۔ پھر اُسکو بلاکر دریافت فرمایا کہ وہ سواد بن قارب کاہن تم ہی ہو جو بعثت مبارک کی خبریں دیا کرتے تھے۔ انہوں نے جواب دیا۔ ہاں میں وہی ہوں۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ وہ مشرف باسلام ہو چکے ہیں۔ آپنے فرمایا۔ اچھا تمہارا جن جو حضور سرور کائناتؐ کے متعلق خبریں لاتا تھا اُن میں سے کوئی سناؤ تو سہی۔ حضرت سواد بن قاربؓ نے کہا ایک شب کو میں کچھ سوتا اور کچھ جاگتا تھا۔ جو میرا جن میرے پاس آکر میرے پاؤں کو ہلانے لگا۔ اور کہا اے سواد بن قارب! اگر صاحب فہم ہو تو سمجھو اگر کچھ کچھ سمجھ سکتے ہو تو خوب سمجھو کہ قبیلہ

لوی بن غالب میں پیغمبر آخرالزمان کی بعثت ہوگئی۔ وہ خداوند عالم کی عبادت کی جانب سب کو بلارہے ہیں۔ اِسکے بعد اُس نے یہ شعر پڑھنے شروع کیے ؎

عجبت للجن وتجساسہا — وشدھا العیس باحلاسہا

تھوی الی مکۃ تبغی الھدی — ماخیر الجن کانجاسہا

فارحل الی الصفوۃ من ھاشم — واسم بعینک الی راسہا

یعنی مجھے جنات کے تجسس اور اپنے اپنے اونٹوں پر انکی کاٹھیاں کسنے کا تعجب ہوتا ہے۔ وہ ہدایت کی طلب میں مکے کی جانب چلے جارہے ہیں۔ تمام جن ایک سے نہیں تم بھی آل ہاشم میں برگزیدہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کوچ کرو۔ اور انکے دیدار مبارک سے مشرف ہو۔

حضرت سواد فرماتے ہیں کہ دوسری اور تیسری شب پھر یہی معاملہ ہوا۔ اب تو میرے دل میں ایک خاص اثر ہوا جسنے مشرف باسلام ہونے پر مجبور کیا۔ وہ رات تو اسی میں گزاری صبح ہوتے ہی اونٹ پر کاٹھی کس مکہ کی جانب چل کھڑا ہوا۔ وہاں معلوم ہوا کہ جناب سرورعالم یہاں سے مدینہ کی جانب ہجرت فرما گئے۔ وہاں سے میں نے یہاں کا عزم کیا۔ یہاں آکر اب میں نے جناب سرورعالم صلے اللہ علیہ وسلم کا پتہ دریافت کیا۔ معلوم ہوا کہ آپ مسجد مبارک میں رونق افروز ہیں۔ میں مسجد کے دروازے پر پہنچکر اپنی اونٹنی کو باندھ بوندھ خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپنے فرمایا اور قریب آؤ۔ میں اور قریب ہوا فرمایا اور قریب آؤ۔ میں اور قریب ہوا۔ اِسقدر آپنے مجھے قریب کرلیا کہ میں بالکل آپ کے سامنے حاضر ہوگیا۔ اِسکے بعد ارشاد ہوا۔ ہاں کیا خبر ہے بیان کرو۔ میں نے اپنی تمام سرگزشت بیان کرکے اسلام قبول کرلیا۔ جناب سرور عالم اس بیان سے نہایت مسرور ہوئے۔ اور دیگر صحابہؓ کے چہروں سے بھی خوشی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ حضرت عمرؓ یہ سنتے ہی اُن سے اٹھکر ملے۔ اور فرمایا

تھی اس واقعہ کو سُننا چاہتا تھا۔ الحمد للہ آج تمہاری زبان سے اسکو سُن لیا کہو اب بھی وہ جن تمہارے پاس آیا کرتا ہے۔ حضرت سواد نے فرمایا کہ اسلام کے بعد نہیں آیا۔ اور قرآن پاک کی تلاوت نے سارے مزے بُھلا دیئے مجھے اب کسی کی پروا نہیں۔ یہ بھی ایک قسم کی فراست ہے کہ محض حالات کے سُننے سے اُس کے مصداق کو متعین کر لیا جو کشف کے اقسام میں داخل ہے۔

ایک مرتبہ آپ تشریف فرما تھے۔ حابس بن سعد طائی نے اپنا خواب بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ آفتاب و ماہتاب میں لڑائی ہو رہی ہے۔ اور ہر ایک کے ساتھ کچھ کچھ تارے بھی ہیں۔ آپ نے فرمایا تم کس جانب تھے۔ انہوں نے عرض کیا ماہتاب کی جانب۔ فرمایا حضرت میری جانب سے آپ کسی امر کے متولی نہوں۔ آپ مٹی موئی نشانی کے ساتھ تھے۔ یہی اُن کا حال ہوا۔ جنگ صفین میں حضرت امیر معاویہ رضؓ کی جانب تھے۔ اور اُس جنگ میں آپ کا انتقال ہوا۔ تعبیر رؤیا بھی ایک قسم کا کشف یا فراست ہی ہے۔

ایک مرتبہ آپ نے ایک بڑا لشکر کسی جانب روانہ فرمایا۔ اُسکے متعلق ابھی کچھ حال معلوم نہوا تھا کہ ایک روز آپ نے کئی مرتبہ والبیکاہ والبیکاہ فرمایا کچھ معلوم نہوا کہ یہ کیا ارشاد ہے۔ جب وہ لشکر مظفر و منصور واپس ہوا والی لشکر اپنی فتوحات بیان کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا اسکو تو رہنے دو۔ پہلے اس شخص کی کیفیت بیان کرو۔ جسکو زبردستی تم نے پانی میں اتارا تھا۔ اُس نے عرض کیا۔ حضور خدا کی قسم میرا مقصود ہرگز نہ تھا کہ کسی قسم کی اُسکو تکلیف پہنچاؤں۔ ایک مقام پر پانی تھا اُسکی گہرائی دریافت کرنے کی غرض سے میں نے اُسکو پانی میں اُتارا۔ وہ سخت سردی کا دن تھا۔ سردی سے اُسکا تمام بدن اینٹھ گیا۔ اور وہ قریب مرگ ہو گیا۔ آخری وقت میں اُس نے آپکو واعمراہ واعمراہ کہکر پکارا۔ اب سمجھ میں آیا کہ آپ کا والبیکاہ فرمانا اسیکا جواب تھا۔ آپنے

فرمایا۔ سیاست تو یہی چاہتی ہے کہ ابھی تمھاری گردن اڑا دیجائے۔ مگر خیر جاؤ اِسی وقت اُسکے ورثا کو دیت دو۔ اور میرے سامنے ہرگز نہ آؤ۔ میرے نزدیک ایک مسلمان کی موت کے مقابلہ میں دوسروں کے مارڈالنے کی خوشی کچھہ نہیں ہوسکتی۔

حضرت ابن عمر رضہ فرماتے ہیں کہ جو امیر المؤمنین کی زبان سے نکلتا تھا بالکل ویسا ہی ہوجایا کرتا تھا۔ جب کبھی آپ فرماتے انی لاظنہ کذا۔ وہ بالکل آپکے خیال ہی کے مطابق نکلتا ۔

ہمارا خیال ہے کہ تکمیل قوت عاملہ اور قوت عاقلہ کے بیان کے لیئے اب دیگر روایات کی ہمکو ضرورت نہیں۔ غور کیا جائے تو اسی میں بہت سارے اصول تصوف اور تعلیمات وکرامات والہامات اچھے طور سے معلوم ہورہے ہیں۔ اور اب اسی لیئے ہم اس بیان کو بھی یہیں ختم کیئے دیتے ہیں۔ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ واصحابہ اجمعین والحمد للہ رب العلمین ۔

محمد صدیق انمدرسہ اسلامیہ عدن (اعربستان)

شرح چہل کاف

جناب مولوی محمد نجم الغنی صاحب رام پوری نے تمام عالموں پر بڑا احسان کیا ہے کہ اس مشہور ومعروف چیز کی شرح لکھدی چہل کاف کو بعض لوگ حضرت امیر المؤمنین مولے علی رضہ سے منسوب کرتے ہیں اور بعض حضرت غوث پاک سے۔ لیکن مولوی صاحب نے اپنی تحقیقات علمی کے زور سے اسکو قرآن و حدیث کی سند دلوائی ہے۔ بہر حال قابل دید کتاب ہے قیمت مع محصول ۲۰ آنے

منیجر نظام المشائخ دھلی سے طلب کیجئے

۷۸۶

سل اور دق

کے

عارفانہ نکات

سل اور دق دو دو حرف کے دو لفظ یا دو ختنے ہیں جو انسان کی رگ حیات کو چپکے ہی چپکے بے خبری میں زخمی کر کے اسکا کام تمام کر دیتے ہیں۔ اولاد آدم گوری ہو یا کالی۔ ان بیماریوں کے نام سے کانپتی ہے لرزتی ہے اور ڈھونڈتی ہے کہ اپنی عقل اور علم کے زور سے ان موذی اور نامراد بیماریوں کا علاج ملجائے۔ انگریزوں کے شاہی خاندان میں یہ امراض موروثی ہوگئے ہیں۔ دولت نے ڈاکٹروں نے مل جل کر مہینوں برسوں ان بیلے وجود مگر موجود بود مگر نابود امراض کی تحقیقات میں سر کھپایا۔ غیب کا بھید ہاتھ نہ آیا کسی نے کہا قہقہہ مار کر ہنسنا اسکا علاج ہے۔ کوئی بولا کھلی ہوا میں رہنا فکر کو پاس نہ آنے دینا۔ انکی دوا ہے۔ کوئی اپنے سر کو پکڑ کے بیٹھ گیا۔ اور کہا عقل کچھ کام نہیں دیتی علم کی رسائی موت کی ان ہولناک مشینوں کے پرزوں کی حقیقت تک نہیں ہو سکتی۔ گویا ان سب مادہ پرست ہستیوں کو اقرار ہے کہ سل اور دق کے امراض کا دنیا میں کوئی علاج نہیں۔ یعنی شرطیہ اور حکمیہ دعوے نہیں کیا جا سکتا جیسا کہ بعض باتوں میں یہ مادہ پرست لوگ لن ترانی سے دعوے کیا کرتے ہیں۔ خدا کی شان ہے۔ خدا کے وجود سے انکار کرنے والی عقلیں معمولی معمولی باتوں میں کس طرح عاجز اور لاچار ہو جاتی ہیں۔ آؤ ذرا آج صوفیانہ نقطۂ نظر سے ان پیارے پیارے چھوٹے چھوٹے لفظوں پر غور کریں۔ سل اُس بیماری کا نام ہے جو پھیپھڑے کو غموں کی چھری سے زخمی کر دیتی ہے اور آدمی خون تھوکتا تھوکتا مرجاتا ہے

دق ایک خفیف اور باطنی حرارت کو کہتے ہیں جو جسم کے خون کو جلادیتی ہے
پھیپھڑا اسکی ہلکی ہلکی آنچ سے جل کر کباب ہوجاتا ہے۔ دونوں حالتوں میں مریض
کا ظاہری چہرہ اندرونی اور باطنی سوختہ کاری کو ظاہر نہیں ہونے دیتا جس طرح
عشق کی آگ جب خانہ باطن میں بھڑکتی ہے تو انسان کے اعضائے ظاہری پر
اسکا ظہور بس اتنا ہوتا ہے کہ ہونٹ خشک ہوجائیں۔ چہرہ زرد نظر آنے لگے۔
ٹھنڈے ٹھنڈے سانس ہوں۔ آنکھیں آنسوؤں سے لبریز رہیں۔ اسی طرح
سل اور دق چہرے کو افسردہ اور فکرمند بنا دیتی ہیں۔ مگر ہلاکت اور فنا کا بھید
صفحۂ رُخ پر ظاہر نہیں ہونے پاتا۔ سیاست شناس لوگ کہتے ہیں یورپ والوں
کی حکومت سل اور دق کا مرض ہے جو قوموں اور ملکوں کا اندر ہی اندر کام تمام
کر دیتی ہے +

ہم کہتے ہیں آدمی ان معمولی جسمانی بیماریوں سے تو اتنے پریشان اور آشفتہ
خاطر ہیں۔ جن کا علاج اور جن کی تشخیص چنداں دشوار نہیں۔ کبھی انہوں نے روحانی
سل اور دق پر بھی توجہ کی جو روح کے جوہر زندگی کو اندر ہی اندر نابود اور فنا کر دیتے
ہیں اور وہ نفس کی حرص و ہوس ہے۔ حرص ایک سل ہے اور ہوس ایک دق ہے جب
یہ عارضے روح کو لاحق ہوتے ہیں تو انسان نفس اور شیطان کے القا سے یہ سمجھتا
ہے کہ حرص و ہوس درحقیقت انسانی ترقی اور حصول کمالات کے لیئے لازمی چیزیں
ہیں جو قومیں صابر اور قانع ہوتی ہیں۔ انکو ترقی اور کمال میسر نہیں آتا۔ ایک ہی
جگہ ٹھٹھری کی ٹھٹھری رہجاتی ہیں۔ اور جب کوئی شخص بیماری کو بیماری نہ سمجھے
بلکہ امراض کو ذریعۂ زندگانی خیال کرے تو ظاہر ہے کہ وہ خود ہلاکت اور موت
کے گڑھے میں گرنے کی کوشش کرتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ آخر زمانے
میں مکاریاں دغابازیاں عقلمندی اور ہنر شعاری سمجھی جائیں گی۔ وہ زمانہ آجکل کر

ہ شخص دنیاوی امور اور فانی دولت کے حاصل کرنے میں غدارانہ جوڑ توڑ کرنے کی
یادہ صلاحیت رکھتا ہو۔ اسکو بہت بڑا عاقل اور دانا مانا جاتا ہے۔ اور جو چالاکیوں
ور فریب کاریوں کو ناجائز خیال کرکے صبر و قناعت سے خدا رسول کے احکام کی
پیروی اور تعمیل کرتا ہو وہ اعلیٰ درجہ کا بے وقوف احمق وحشی بے تہذیب اور کمین
کہلاتا ہے۔ مگر بے وقوفوں اور احمقوں کی روحیں جن کا اوپر ذکر آیا۔ ہمیشہ تندرست
اور زندہ سلامت رہتی ہیں۔ اور عقلمندوں اور ہوشیاروں کی ارواح سل اور دق
کے مریضوں کی طرح افسردہ۔ اداس اور بے چینی کی زندگی بسر کرتی ہیں۔ ذرا سے صدمہ
اور دنیاوی پیچیدگی سے صبر و استقلال کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے۔ اور خودکشی
کے سوا انکے لیے چوڑے آسمان و زمین میں تسلی اور اطمینان کا کوئی چارہ کار
نظر نہیں آتا۔ پس جن لوگوں کی روحیں سل اور دق کے امراض میں مبتلا ہیں ان سے
کیا توقع ہو سکتی ہے کہ وہ جسم کی سل اور دق کا علاج معلوم کر سکیں۔ یہ حصہ اُن لوگوں
کا ہے جن کی ارواح توکل ربانی سے حقیقی مضبوطی اور توانائی اور وہ قوت رکھتی
ہیں جن کے آگے مادی سائنس اور فلسفہ کے مکاشفات کمالیہ ہیچ ہیں۔ جس شخص کی
روح کو اللہ تعالیٰ نے اپنے علوم مخفیہ کی بصیرت عنایت فرمائی ہے۔ وہ جسمانی سل
اور دق کے امراض کا علاج اچھی طرح جانتی ہے۔ اسکو مرض کی حقیقت اور اصلیت
کا بھی بھید معلوم ہوتا ہے اور ان اسباب کا بھی علم اُنکو دیا جاتا ہے جن سے جسم کے
یہ عارضے دور ہو جائیں۔ سل اور دق پھیپھڑے سے تعلق رکھتے ہیں اور پھیپھڑے
کی زندگی سانس پر منحصر ہے۔ اور سانس فضائے عالم کی ہوا سے تعلق رکھتا ہے۔ اسلیے
مادی فلسفیوں نے نتیجہ نکالا کہ دق اور سل کے مریضوں کے لیئے صاف ہوا ہونی
چاہیئے تاکہ صاف سانس پھیپھڑے میں جانے اور اسکی کدورتیں دور ہو جائیں لیکن
جب پھیپھڑے میں زخم پڑ چکے ہوں تو وہ لوگ کہتے ہیں کہ پھر صاف ہوا کچھ فائدہ

نہیں پہنچا سکتی۔ یعنی جب سل اور دق کا درجہ ابتدائی مقامات سے آگے بڑھ گیا ہو تو مرض لا علاج ہو جاتا ہے۔ یہ اُن لوگوں کی بڑی بھول ہے۔ تندرست روح کو بتایا گیا ہے کہ ہر مرض کا ایک علاج ہے۔ ہر زہر کا ایک تریاق ہے۔ پھول کے ساتھ کانٹا ہے اندھیرے کے ساتھ روشنی ہے ؛؛

کسی چیز کا عرفان اُسکی ضد سے ہوتا ہے اور ہر چیز کی ایک ضد پیدا کی گئی ہے یہ کہنا کہ جب پھیپھڑہ زخمی ہو جائے۔ اور زخموں کا گہراؤ بڑھ جائے تو پھر اندمال کسی صورت سے ممکن نہیں۔ ڈاکٹروں کی روحانی سل و دق کی مرضین رائے ہے۔ اور بالکل غلط و جھوٹ ہے ؛؛

ایک دفعہ راقم فقیر بیمار ہوا۔ کلکتہ کے سب سے بڑے انگریز ڈاکٹر نے کہا پھیپھڑہ خراب ہو چکا۔ اب کوئی علاج فائدہ نہ دیگا۔ باطنی ڈاکٹر بولا۔ اور اپنے فکر مند مریض کو سمجھایا کہ ڈاکٹر پر ایمان نہ لاؤ۔ پاس انفاس کا شغل کھلی ہوا میں جاکر کرو۔ سارا پھیپھڑہ بھی گل گیا ہوگا تو اچھا ہو جائے گا۔ میں نے اسپر عمل کیا۔ اور آج پانچ برس سے زندہ سلامت ہوں ؛؛

عزیزم مُلا محمد الواحدی اڈیٹر نظام المشائخ کو آجکل کسی ایسے ہی ڈاکٹر نے کہدیا ہے کہ تم کو سل ہے۔ جلدی علاج کرو ورنہ خیر نہیں۔ سنتا ہوں بشریت کے تقاضے سے واحدی مُلا پر اسکا اثر ہوا۔ اور وہم کے نشتر نے اچھے بچھے پھیپھڑہ کو زخمی بنا دیا۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ سانس پر حیات جسم کا مدار ہے۔ سانس ہی وہ چیز ہے۔ جس سے زندگانی کی کامرانیاں تعلق رکھتی ہیں۔ سانس پر قابو پا جانا صحت روحانی و جسمانی کے لیئے از حد مفید ہے۔ وہ آہستہ آہستہ ذکر الٰہی سانس کے اندر جائیں۔ کھلی ہوا میں خوب چہل قدمی کریں۔ خدا کا ذکر ہمارے سب ظاہری باطنی جراحتوں کا مرہم ہے۔ سانس کے ذریعہ اس مرہم کے پہنچانے سے پھیپھڑہ پر لگائے جائیں۔ اور اطمینان کے لیئے دوا کا

استعمال بھی ہو تو مضائقہ نہیں ۔

سل و دق کی اصل جڑ تفکرات خانگی ہیں ۔ عارف کو دنیا کے نشیب و فراز کے تردد ات و تعیشات سے متاثر نہیں ہونا چاہیئے ۔ اس دنیا کی خوشی و تکلیف سب عارضی ہے ۔ لہذا ہر حال میں خوش اور ہشاش بشاش رہنا چاہیئے ۔ لیکن یہ بات حاصل نہ ہو گی جب تک کہ خدا تعالیٰ کی ذات پر کامل بھروسہ اور اعتماد پیدا نہ ہو جب توکل اور صبر و رضا کا مقام حاصل ہو جاتا ہے تو دنیا کی کوئی تکلیف اذیت نہیں دیتی ۔ اور جب مصائب میں ایذا کا احساس باقی نہ رہے تو انکا اعضائے جسم یعنی دل ۔ دماغ پھیپھڑہ وغیرہ پر کوئی نقصان رساں اثر نہیں پڑنے پاتا ۔ اور اگر بشری کمزوری سے اثر پڑ جائے تو بہت جلدی اسکی اصلاح ہو جاتی ہے ۔

• سانس کا ذکر سینہ اور پھیپھڑہ کے امراض کو بہت جلدی دور کر دیتا ہے تم کو چاہیئے ۔ صبح نماز پڑھکر سورج نکلنے سے پہلے کھلے میدان میں نکلجاؤ اور وہاں ایک مطمئن مقام پر بیٹھ کر قابل برداشت وقفہ سے لمبا سانس اندر لیجا کر روکے رکھو اور آہستہ آہستہ باہر نکالو ۔ اور اس سانس میں لفظ اللہ کو جاؤ ۔ یعنی جب سانس اندر جائے تو تمام سینہ اور شکم کو اس سے بھر دو ۔ اور خیال کرو کہ لفظ اللہ باطن کی ہر سمت پر چھایا ہوا ہے ۔ اور جب باہر کا سانس لو تو ھُوْ کہو اور آہستہ آہستہ سانس کو خارج کرو ۔ اس طرح سل و دق کی تمام جسمانی و روحانی کثافتیں دور ہو جائیں گی ۔ والدعا

حسن نظامی

تصحیح جناب حکیم سید رضی علی صاحب اختر کی تضمین غزل حکیم سنائی جو گزشتہ ماہ جمادی الآخرے ۱۳۲۱ھ کے پرچے میں شائع ہوئی ہے ۔ اس کے چوتھے بند کے دوسرے مصرعہ میں لفظ "نشرح" شدوم کے بعد زائد چھپ گیا ہے ناظرین اسکی درستی کرلیں ۔

(محمد ابوالحسن)

۵۸۶

چمگادڑ

یہ ایک مشہور پرند ہے مگر افسوس کہ خواجہ حسن نظامی اور شیخ نورالدین صاحبان نے اپنے مضامین اُلّو (بوم) کی عزلت نشینی اور گدھے کی بردباری و قناعت کے سلسلہ میں اسکی عبرت انگیز زندگی اور اسکی ریاضت تامہ و عبادت کاملہ پر آجتک کچھ خامہ فرسائی نہیں فرمائی +

(الف) چمگادڑ آفتاب عالمتاب کی روشنی سے کیوں مستفید نہیں ہوتی +

(ب) ایک غیر معمولی و خاص وضع پر اسکے لٹکے رہنے کی کیا وجہ ہی:-

(ج) تمام دیگر پرندوں کی خصائص سے جداگانہ بجائے انڈے کے اس کے بچے ہی کیوں پیدا ہوتے ہیں +

(د) شب میں اس کی نقل و حرکت کی کیا وجہ ہے! +

(ھ) اسکے چیں چیں کی آواز سے کیا مفہوم ہوتا ہی؟ +

گو بادی النظر میں یہ بحث مضحکہ خیز و بے نتیجہ نظر آتا ہو۔ مگر مجھے امید ہے کہ اظہار اسباب پر آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ درحقیقت اسکی آفرینش و ہستی ایک مدبر و غور بین انسان کے لیئے سراپا عبرت و مجسم غیرت ہی۔ اسلیئے میں چاہتا ہوں کہ بلاخوف لومتہ لائم خدا کی اس عجیب و غریب مخلوق پر ایک سرسری نگاہ ڈالکر وہ باتیں دریافت کروں جن کی وجہ سے اس خصوص میں اس جانور کی تمام پرند و غیر پرند حیوانات سے جداگانہ حالت ہے یا سب پرندوں سے مختلف خلقت قائم ہوئی ہے +

یہ کہدینا نہایت آسان ہے کہ چونکہ اسکی آنکھیں نہایت ضعیف و کمزور واقع ہوئی ہیں۔ اسلیئے وہ شعاع آفتاب کی چمک کی متحمل نہیں ہوسکتیں۔ مگر یہ خیال ایک سطحی

خیال ہے جسے کوئی زیادہ وزن و وقعت نہیں دیجاسکتی۔ اصل امر یہ ہے کہ وہ نہایت غیور و موحد اور پورا متوکل باللہ جانور ہے۔ سارے عالم کی اشیاء اس آفتاب کی ہمہ گیر روشنی سے فائدہ اٹھاتی ہیں۔ مگر اسکی چشم غیرت پسند نہیں کرتی کہ ایک مخلوق کی روشنی سے استفادہ حاصل کرے۔ جب آفتاب اپنا دور حکومت تمام کرکے اعطاے روشنی و فیضان نور کا دست سخاوت کھینچ لیتا ہے۔ اور کل وہ جاندار جو اپنی نقل و حرکت میں آفتابی نور سے مستفید ہوتے ہیں۔ بیکار محض اور معطل ہو جاتے ہیں تو وہ خدائے برتر کی براہ راست دیئے ہوئے ذاتی نور بصارت سے اپنا کام شروع کرتا ہے اسکے اس فعل سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ جب آفتاب کی آفرینش کی غایت یہ ہے کہ اسکی روشنی سے انتفاع حاصل کیا جائے تو اب ایک مخلوق الٰہی کا روشنی آفتاب کی طرف نظر بھر کر نہ دیکھنا (جس سے بظاہر پہلوئے بغض و عداوت عیاں ہے) سخت سرکشی و تمرد کی دلیل ہے لیکن یہ خیال اس جانور کو کفران نعمت یا ناشکری کا الزام نہیں لگنے دیتا کیونکہ دنیا میں سیکڑوں چیزیں ایسی ہیں جو انسانی منافع کے لحاظ سے پیدا کی گئی ہیں مگر حضرت انسان اُس سے فائدہ نہیں اُٹھاتے۔ یا بہ تبدیل الفاظ اس عالم اسباب میں خداوند قادر و توانا نے تحصیل معیشت کے سیکڑوں سامان انسان کے لیئے مہیا کردیئے ہیں۔ مگر صدہا برگزیدہ بارگاہ و خدارسیدہ انسان ایسے ہیں جو محض توکل علی اللہ پر ایسے زبردست عامل ہیں کہ اپنے مادی و جسمانی قوٰی سے ذرہ بھر کام نہیں لیتے جو مبدء فیاض کی جانب سے محض حصول معاش کے لیئے انہیں عطا کیئے گئے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسے متوکلین و مستعین باللہ اور ایسے دریائے معرفت و بحر وحدت میں غریق گروہ کی خدائے ذوالجلال والجبروت خاص طور پر قدردانی فرماتا ہے۔ اور اُن کے اس مستقل و مکمل توکل پر اپنی پاکیزہ و حقیقی خوشنودی کا اظہار فرماتے ہوئے ایسے نامعلوم طریق سے اُن کے بقاء ہستی کا پردہ غیب سے سامان کرتا رہتا ہے کہ ہم

ایسے ظاہر میں انسان کی آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں۔ اور کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے کہ بدون مادی قوانین کو کام میں لائے ہوئے اور بغیر قانون قدرت و اصول فطرت پر عمل پیرا ہوئے کیونکر اُنکے رزق کی بہم رسانی کا سامان ہوتا رہتا ہے۔

پس جبکہ ایسے عارفین و روحانی مرتاض کے اس توکل و عدم استعانت بالغیر پر طعن و تشنیع کی بھرمار نہیں ہوتی۔ اور نہ دستِ ملامت دراز کیا جاتا ہے تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ اگر یہ خالص موحد و غیرت دار جانور بلحاظ جرم استعانت بالغیر کے آفتابی کرنوں سے متمتع نہو تو اُسپر نافرمانی و حکم خدا سے سرتابی کا الزام عائد کیا جائے۔

یہ تھا اُسکے نور آفتاب سے عدم استفادہ کا باطنی رخ۔ اور اگر اس علت کی ظاہری تصویر پر غور کیا جائے تو اس سے اُس لازوال ہستی یعنی (خدا کی) قدرت کاملہ کا بیّن ثبوت ملتا ہے جو تمام ہستیوں کی علت اوّلی ہے۔ مطلب یہ کہ وہ ایسی مجسم قدرت و طاقت اور پاکیزہ ہستی ہے کہ اس نیرنگی دنیا کے اندر وہ جو چاہے کرسکتا ہے یہ اُس کی غیر محدود طاقت کا ادنے کرشمہ ہے کہ یہی آفتاب جس سے تمام عالم منور ہو رہا ہے اور تمام مخلوقات اُس سے نفع حاصل کرتی ہے۔ مگر اس مجسم نور و سراپا قدرت کی ایک ایسی بھی مخلوق ہے جسے فیاض و ہمہ بخشش آفتاب کے نور سے کوئی فائدہ نہیں پہنچتا بلکہ بادی النظر میں اُسکی نورانی شعاع سے صدمہ پہنچتا ہے۔ سچ ہے۔ ان اللہ علی کل شئ قدیر فتبارک اللہ احسن الخالقین۔

سبحان اللہ کیا پاکیزہ ہے وہ ذات۔ اور کیا ہی برتر و ذی شان ہے وہ ہستی جو اپنی قدرت کاملہ کی بنا پر اس طلسماتی دنیا کے اسٹیج کو گوناگون مخلوقات سے عجیب و غریب و رنگین و خوشنما منظر بنائے ہوئے ہے۔ اور جس کی نامتناہی طاقت سے اس آفتابی دنیا بر ایسے عجیب عجیب اوصاف کی مخلوق ستارے بنکر جگمگا رہی ہے کہ انسانی عقل کام نہیں کرتی۔ اور بیساختہ ایسی عظیم القوت ہستی کی شان میں نکلتا ہے کہ

الحمد للہ رب العلمین ۔ ایاک نعبد وایاک نستعین ؏

ہی اُسکی شب کی نقل و حرکت ۔ اس میں نکتہ سنج و حقیقت رس اور چشم بصیرت سے کام لینے والے انسان کے لئے بہت کچھ عبرت آموز سبق اور انسانی جذبات کو متحرک کر دینے والا مادہ مضمر ہے ۔ رات کا عالم ایک نہایت ہی سکون و خاموشی کا عالم ہوتا ہے ۔ اور انسان دن بھر کے فضولیات و زرق برق اور کام دھندے سے سبکدوش ہو کر عیش و آرام کی فکر میں ساعی و کوشاں ہوتا ہے ۔ مگر وہ بیچارہ پرند بصورت زبانِ حال اپنی شب کی نقل و حرکت سے در پردہ انسان کو شب بیداری کی اعلےٰ ترین و نفع رساں تعلیم دیتا ہے ۔ اور انسان کو متنبہ کرتا ہے کہ اے ایک اعلیٰ طاقت کے معتقدو ! اے ایک برتر و پاکیزہ ہستی کے پوجنے والو ! اٹھو ۔ دیکھو ۔ یہ وقت بےفکر و بےغم ہو کر پیر پھیلانے اور سونے کا نہیں ہے ۔ بلکہ یادِ الٰہی و اذکارِ خداوندی کا ہے ۔ جاگو ۔ اور اس ختم ہو جانے والی شب کی قدر کرو ۔ اگرچہ دنیا بھر کے مخمصات و ترددات سے تمہیں دن بھر اتنی فرصت نہیں ملی کہ تم مخلتے بالطبع ہو کر کامل اطمینان و خوش دلی کے ساتھ مشغول ذکرِ الٰہی ہو سکتے لیکن یہ سکون و اطمینان کا وقت قدرت نے تمہارے لئے محض یکسوئی اور پورے اطمینان قلبی سے اپنی یاد کیلئے عطا فرمایا ہے ۔ لہذا اس مُغتنم وقت کی قدر کرو اور خوب قدر کرو ؏

اے انسان ! کیا تو مجھے نہیں دیکھتا کہ میں باوجود کمتر و نادان جانور ہونیکے کس طور سے بیداری میں اپنی شب گزار دیتا ہوں مگر افسوس ہے تجھپر کہ حالانکہ تو عقل و ہوش و فرائض و اہم ذمہ داریاں اپنے سر پر رکھتا ہے ۔ با ایں ہمہ تجھے اُسکی ادائیگی کا خیال نہیں ہوتا جو تیری ہستی کی اصلی غایت ہے ؏

گویا میرے خیال میں جہاں قدرت نے انسانوں کو غفلت شعاری سے روکنے اور اسباب بیداری پیدا کرنے کے دیگر ہزاروں وسائل و ذرائع پیدا کر دیئے ہیں وہاں

قدرت نے اس جانور کی پیدایش سے شب بیداری کا مفید سبق حاصل کرنے کا زبردست سامان مہیا کر دیا ہے۔ مگر ہم غور و فکر سے کام نہیں لیتے۔ سچ ہے۔ اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْن۔

یہ تھا اس جانور کی شب گزاری کا اندرونی منظر۔ اب ظاہری منظر پر غور فرمایئے تو وہاں بھی اُس وحدہٗ لاشریک کی اُس حیرت انگیز شان کا تماشا نظر آتا ہے جو گونا گوں مخلوق کے سلسلہ پیدایش میں اُسے منظور ہے۔ وہ یکتائے بے مثل اپنے بندوں کو اپنی قدرت کاملہ کا تیقن و براہین بایں شکل دکھلاتا ہے کہ لے میرے بندے دیکھ۔ مجھ میں ایسی بھی قوت و قدرت ہے کہ شب جو تاریکی و ظلمات کی معدن و مرکز ہے۔ اور جس میں آنکھ کی بصارت و روشنی پورے طور پر کام نہیں دیتی۔ موافق و مخالف دوست و دشمن۔ یگانہ بیگانہ اس مادی آنکھ سے کافی طور پر پہچانا نہیں جا سکتا۔ وہاں میں نے بعض مخلوق میں ایسی بھی قوت دے رکھی ہے کہ وہ بجائے دن کے شب میں نورانی آنکھ سے کام لیتی ہے۔ جیسے اختتام دورہ آفتاب کے ساتھ دن کی حکومت کی سرحد تمام ہو کر شب کی سلطنت کی حدود کا آغاز ہوتا ہے ویسے ہی اُس مخلوق کی مادی بصارت میں روشنی جلوہ گر ہونے لگتی ہے۔ حتیٰ کہ شب میں جس قدر تاریکی و سیاہی زائد ہو۔ اسی قدر اُسکی بصیرت میں دوگنی روشنی پیدا ہوتی ہے۔

میرے خیال میں اللہ برتر کو اس عجیب الخلقت و الکیفیت جانور کی پیدایش سے باطن کسی نادان تشکی کے اُس شک و شبہ کی تردید کرنی ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ اُس قادر مطلق میں یہ قوت نہیں ہے کہ وہ اپنی مخلوق کی آنکھوں میں بدون آفتاب و مہتابی روشنی کے ایسا نور پیدا کر دے جو اُنہیں اخذ نورانیت میں استفادہ کا محتاج نہ رکھے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نہیں ایسا خیال کوئی نہ کرے۔ میں اس امر پر بھی قدرت تامہ رکھتا ہوں کہ مخلوق کی مادی بصارت کے

آفتاب کی استعانت کی ضرورت نہو۔ لیکن تمہاری چشم بینا کے لئے نور آفتاب کی اعانت اُن خاص مصالح و اسباب کی بنا پر ہے جسے تم سمجھ نہیں سکتے انھیں راز کا علم تمہاری عقل سے بالاتر ہے۔

واقعی ہم اُس دانشمند و حکیم خدا کی پیدا کردہ چیزوں اور اسکی آیات و نشانات پر تفکر و تدبر کی نگاہ نہیں ڈالتے۔ ورنہ ہر چیز اُسکی کائنات عالم میں بجائے خود ایسی ہے جو ہمارے لیئے صحیح طور پر عبرت۔ غیرت۔ سبق۔ نصیحت سب کچھ کہی جاسکتی ہیں پھر اسی جانور کو دیکھو کہ دن بھر کس خاص ہیئت و کیفیت کے ساتھ درختوں پر لٹکا رہتا ہے جسے دیکھکر ہم بجائے اسکے کہ اُسکی عبرت نما زندگی سے کوئی سبق حاصل کریں۔ اپنی مجالس میں اپنے ہم نشینوں میں قہقہہ لگاتے ہیں سبحان اللہ۔ کیا ہم ہیں اور کیا ہمارے خیالات ہیں۔ حالانکہ اگر بہ نظر غور دیکھا جائے تو وہ جانور اپنی ہیئت کذائی سے بزبانِ حال انسان کو زہد۔ ریاضت۔ مجاہدہ بالنفس۔ نفس کشی مجبوری۔ بے کسی۔ فروتنی۔ عاجزی وغیرہم کی بہترین تعلیم دیتا ہے۔ اور انسانوں کو بتلاتا ہے کہ دیکھو خودداری۔ خود نمائی۔ عُجب و غرور یہ سب اُس فائق و ذی جلال طاقت کے نزدیک کوئی چیز نہیں۔ تم جب تک اپنے نفس کو اس قسم کی شدید ترین سزا نہ دوگے یا تا وقتیکہ نفس اَمّارہ و سرکش سے اس درجہ کی ریاضت و مشقت نہیں لوگے۔ اُسوقت تک نفس میں خودی کی عظیم ترین برائی دفع ہو کر نفس کُشی و خاکساری کی اعلےٰ ترین شان اور قابل مدح صفت کبھی پیدا نہیں ہو سکتی۔ اور نہ نفس لوامہ تمہارا ہمدرد۔ رفیق بنکر تمہیں نفس مطمئنہ کے رفیع الشان رتبہ پر پہنچا سکتا ہے جس کے بارہ میں ارشاد عز وعلا ہے یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ۔

درحقیقت کیا انسان کے لیئے عبرت و نصیحت کا مقام نہیں ہے کہ وہ جانور

محض اِس خیال سے کہ شاید شب کی نقل و حرکت میں مجھ سے کوئی خطا و قصور سرزد ہوا ہو۔ یا مجھ سے اُن فرائض کی ادائیگی میں کچھ غفلت و چوک ہوئی ہو اپنے نفس کو تمام دن بڑی سخت سزا دینی چاہتا ہو۔ حتے کہ وہ شرارت پسند انسان کے ایذا دینے اور بھگانے پر بھی اپنی فروگذاشت و نفس کشی کا خیال دل سے نہیں بھلاتا۔ اور دو چار قدم اُڑ کر پھر اپنی اسی خاص شکل و ہیئت پر سزائے نفس میں مشغول ہو جاتا ہے۔ اور ایک ہم ہیں کہ باوجودیکہ روز و شب دریائے معاصی و ذنوب میں غرق رہتے ہیں مگر ہمارے زنگ آلودہ و خطا کار دل میں ذرا بھی جنبش و حرکت نہیں ہوتی۔ اور اپنے نفس کو معمولی تعذیب دینا کیا معنی توبہ۔ استغفراللہ تک زبان سے نہیں نکلتا +

جب میں کتابوں میں اُن چند واقعات کو دیکھتا ہوں جو بعض صوفی باطن و سچے مرتاض و بزرگان دین کی طرف منسوب ہیں کہ گاہ بگاہ وہ نفوس قدسیہ و ملکوتی صفات حضرات بھی معمولی معمولی خطا و عصیان اور بھول و چوک پر رات رات بھر اپنے نفس کو ایسی ہی سزائیں دیتے تھے۔ جس طرح اِس جانور کے افعال سے نمایاں ہوتا ہے تو ہم اِس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ بیشک وہ کوہ وقار نفوس آلٰہیہ ایسے تھے جو قدرت کی ایک ایک نشانی و آیت سے سبق حاصل کرتے تھے۔ اور کیا عجب کہ اسی جانور کی اِس قسم کی تعلیق نفسی نے انہیں ایسی نفس کشی و عنزادہی پر مجبور کیا ہو۔ سچ فرمایا باریتعالیٰ نے۔ ان فی ذٰلک لعبرۃ لاولی الالباب ؞

اِس موقع پر اِس شک کی ہرگز گنجایش نہیں جو اِس عنوان سے پیدا کیا جاسکتا کہ اِس جانور کے بچے جن میں ابھی سمجھ بوجھ اور یاد آلٰہی و غفلت و کاہلی کا مادہ ہی نہیں ہوتا ہے تو اُسکی اِس خاص وضع پر تعلیق کا آخر کیا سبب ہے۔ اِس لیئے کہ گو تسلیم کر لیا جائے کہ اُسکی تعلیق سزادہی و ریاضت کی بنا پر نہیں ہے۔ مگر کیا قانون

قدرت و اصولِ فطرت کا یہ مسلّم مسئلہ نہیں ہے کہ کسی سوسائٹی کا اثر اور کسی مجلس کا رنگ اُسکے افراد و جماعت پر چڑھے بغیر نہیں رہتا ہے۔ ہی بچہ۔ انگلستانی بچہ۔ جاپانی بچہ۔ ہندی بچہ۔ غرضکہ ہر ملک کے بچے پیدا ہوتے ہی اپنی مادری زبان عربی۔ انگریزی ہندی۔ جاپانی بولنے لگتے ہیں تو وہاں کس تعلیم نے یا کس ذاتی قابلیت فہم و ذکاوت نے انہیں اپنی ملکی زبان بولنے کا مادہ پیدا کر دیا ہے۔ پس یہ سارے کرشمے نیچر کے ہیں اور یہ ساری باتیں قانونِ فطرت کی ہیں۔ اسی طور سے جب چمگادڑ کا بچہ عدم سے مادی ہستی میں آتے ہی اپنے والدین کو اس حرکت کے ساتھ دیکھتا ہے تو وہ بھی اُسوقت بدون کسی نتیجہ پر پہنچنے یا بغیر کسی معقولی بحث کئے اور اصلی راز دریافت کئے ہوئے محض تقلیداً اپنی ہمجنسی و نوعی حالت پر معلق ہو جاتا ہے۔ ہاں جب اُسمیں افہام و تفہیم کی ذاتی استعداد و قابلیت پیدا ہو جاتی ہے تو وہ اپنے اس قسم کے تعلیقی اسباب و وجوہات کو خود پورے طور پر دریافت کر لیتا ہے۔

ہر کیف یہ تھا اُسکے خاص طور پر معلق رہنے کا اندرونی سبب۔ اور ظاہری سبب میں اس طور سے تعلیق کا وہی خداوند عزوجل کی قدرت کا ملہ کا راز مضمر ہے اور میرے خیال میں درپردہ جواب ہی اُس عقلی سوال و خیال کا جو یوں پیدا ہوتا ہے کہ اگر کوئی بایں طور خلاف اصولِ طبیعت اپنے کو معلق کریگا تو اُسکا بہت جلد جگر گردہ۔ دل بلکہ کل اعضائے شریفیہ خراب ہو جائینگے۔ اور ہضم معدی صحیح نہ ہونے کے سبب وہ جلد دنیا سے رخصت ہو جائے گا۔ تو اب اللہ جل شانہ ہمیں بتلاتا ہے کہ گو اصولِ فطرت انسانی کے لحاظ سے یہ گمان صحیح ہو۔ مگر مجھ میں یہ قوت و قدرت ہے کہ اس طور سے تعلیق ہو اور پھر بھی کوئی عضو رئیس و غیر رئیس خراب نہ ہو اور با ایں ہمہ وہ اپنی زندگی کے آخر لمحات تک صحیح و سالم زندہ رہے۔

غرضکہ اس جانور کی بایں طور خلقت میں قانونِ عقلی کا وہ مسئلہ حل ہو جاتا ہے کہ

لوقات وکائنات خداوندی میں کسی کی کوئی علت سمجھ میں نہ آئے تو اسکو قانون
کے خلاف نہ بتلایا جائے بلکہ اُس سے کوئی معنی خیز وفائدہ بخش مطالب نکالنے
شش کیجائے۔ اسیواسطے جو عقیل ودانا واقعات واشیاء عالم سے مفید سبق
لی نتیجہ اخذ کرتے رہتے ہیں۔ اُن کی مدح سرائی اللہ تعالیٰ بایں طور فرماتا ہے کہ
فی ذالک لآیت لاولی الالباب +

اب رہا بجائے انڈے کے بچے کی پیدائش کا مسئلہ جو تمام پرندوں سے جُدا
نرالی عجیب اور نئی بات اِس پرندہ کے اندر پائی جاتی ہے۔ تو اسکی وجہ یہ ہے کہ
حالت پرند وغیر پرند کے بَین بَین واقع ہوئی ہو۔ یعنی من وجہ اُسکو پرندوں کے
تھ مشابہت ومشارکت ہو۔ اور من وجہ غیر پرندوں کے ساتھ۔ چونکہ کل پرندوں
الگ اِسکے بجائے دو کے چار پَیر واقع ہوئے ہیں۔ اس لیئے اِسکا شمار چوپایوں
بھی ہے۔ یہی وجہ ہو کہ بعض خصائل وعادات وخصوصیات مثل چوپایوں کے
کے اندر پائے جاتے ہیں۔ مثلاً مثل چوپایوں کے حاملہ ہونا پیر سے چلنا دودھ دینا
دینا وغیر ذلک۔ بلکہ اِس میں عجیب تر یہ بات ہو کہ تمام حیوانات سے جدا اِسکے حیض
ہوتا ہے۔ اِس معنی کرکے اگر یہ کہا جائے کہ اِس خاص وصف کے لحاظ سے اِسکا شمار
سانوں میں بھی ہے تو کچھ بیجا نہیں۔ گو نوع کے لحاظ سے دونوں جداگانہ ہیں۔

الغرض چارپایہ ہونے کی وجہ سے اِسکا شمار چوپایوں میں ہو۔ اور چونکہ یہ اپنے
لی دار بازو کی وجہ سے اُڑنے کا کام لیتا ہے۔ اسلیئے اِسکی گنتی پرندوں میں بھی ہے
اسکے پَر نہیں ہوتا بلکہ لپسلیوں کے اوپر ایک چمڑا ہوتا ہو جسے نہ حرکت دیتا ہو۔ اور
ی سے اُڑنے میں انقباضی وانبساطی شان پیدا ہوتی ہے۔ یہ بھی اسمیں تمام پرندوں
سے جداگانہ ایک جدید ونئی بات ہو۔ سچ ہے۔ تبارک الذی بیدہ الملک وھو
لی کل شیء قدیر +

یہ تھا اسکا ظاہری پہلو۔ اور اگر اسکے اندرونی رُخ کی طرف تجسسانہ نگاہ دوڑائی جائے تو خلاق جہاں کی کامل قدرتوں کا ایک ایسا عجیب دریائے بے پایاں نظر آتا ہے کہ انسانی عقل حیرت زدہ ہوکر رہجاتی ہے۔ اور بے اختیارانہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ بیشک ایک بے نظیر و برتر ہستی ضرور ایسی ہے جس کی ذات سے موجوداتِ عالم کی یہ ساری جلوہ آرائیاں ہیں۔ ایک حقیر و بے بضاعت اور قابل نفرین جانور کے اندر بحیثیت مجموعی اتنی اجتماعی شانوں کا موجود ہونا بجائے پَر کے صرف چمڑہ سے اُڑنے کا کام لیاجانا۔ مثل چوپایوں کے چلنا۔ اور بچہ دودھ دینا۔ اور مثل عورتوں کے حیض کا ہونا۔ لاریب اُس اعلیٰ ہستی کے وجود۔ اُسکی غیر محدود طاقت کا بیّن و اکمل ثبوت ہے۔ الحمد للہ الذی خلق السمٰوٰت والارض وجعل الظلمٰت والنور۔

علاوہ ازیں ہر چیزوں کی وضع قطع۔ صورت و شکل۔ عادات و خصائل و خصوصیات وغیرہ میں باہمی تغیر و اختلافات کا ہونا خداوندی کاریگری و صنعت سازیوں کا ایسا صاف صاف پتہ دے رہے ہیں کہ کوئی عقیل ہرگز ایسی ہستی کا انکار نہیں کرسکتا۔ اسی لیئے دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اُسکی بے نیاز ذات کا اعتراف کرتی ہوئی اپنی ہیئت کذائی و زبان حال سے تحمید و تسبیح الٰہی میں مشغول نہو۔ یہی معنی ہیں وان من شیٔ الا یسبح بحمدہٖ۔ اِسی مبحوث عنہ جانور کے الفاظ پر غور کیا جائے تو معلوم ہوجائیگا کہ وہ اُٹھتے بیٹھتے اپنی نقل و حرکت میں کس مستعدی کے ساتھ ذکر الٰہی میں منہمک و مستغرق ہے۔ بادی النظر میں چیں چیں کے الفاظ ایک مہمل و بے معنی نظر آتے ہیں لیکن درحقیقت وہ سمیع سمیع کی تسبیح ہے جو ہم ایسے انسانوں کی سمجھ میں نہیں آتی ہاں جو اہل اللہ اور واقفان اسرار جلی و خفی ہیں۔ یا جنہیں السنہ حیوانیہ کے سمجھنے کا درک حاصل ہے وہ سمجھ سکتے ہیں کہ کون جاندار کس قسم کی تسبیح و تحمید میں مشغول ہے اس لیئے ایسے عارفین و ذاکرین کو موجودات کی ہر حرکت و آواز پر ایک اچھا خاصہ

لطف آتا ہے۔ اور بسا اوقات وہ ایک معمولی صدا اور آواز پر ایسے بیخود و مست ہو جاتے ہیں کہ پھر اُن کو اپنی جان و تن کی بھی خبر نہیں رہتی۔ اور بلا ارادہ اُن کی زبان سے نعرہ اَللّٰہُ نکل جاتا ہے۔ اور یادِ خداوندی کا ذوق و شوق اور عشق آلٰہی کا ولولہ دوبالا ہو جاتا ہے۔ ایسے ہی عالی ہمت و مرتبت بزرگوں کی شان میں ہے۔ اِنَّ فِی ذٰلِکَ لَاٰیاتٍ لِّقَومٍ یَتَفَکَّرُون ٭

افسوس ہے ہم لوگوں کی حالت پر۔ اور تُف ہے ہماری ذات پر کہ ایسے ذی عظمت و صاحب تقدس ہستی کی یاد سے سراسر غافل و بے پروا ہیں۔ اور دنیاوی شان مراتب کے تفحص و تجسس میں ایسے سرگردان و مبتلا اور پریشان حال ہیں کہ بعض اوقات ہمارا قدم شرک کی بدبودار و متعفن نالی کے قریب جا پہنچتا ہے۔ اور ہم اپنی حد عبودیت سے گزر کر کلمہ غیر پڑھنے لگتے ہیں۔ توبہ۔ سبحان اللہ عما یشرکون ٭

حاصل کلام یہ کہ ایک بے حقیقت و مضحکہ خیز اور حقیر الجثہ جانور خدا کی قدرتوں و حکمتوں کا ایک صریح و بیّن نمونہ ہے۔ اور ہر پہلو سے اِسکی ہستی سراپا عبرت بخش و سبق آموز ہے۔ بشرطیکہ ہم سمجھیں اور غور کریں ٭ واللہ اعلم بحقیقۃ الحال والیہ المرجع والمآب ٭

عاصی ہدایت علی

مجربات شیخ سنوسی

جس میں حضرت الشیخ کے بہت سے نادر و نایاب اوراد و وظائف کے علاوہ تلوار و نیزہ وغیرہ کی زد سے بچنے حکام۔ اور افسروں کی نظروں میں معزز و باوقار بننے۔ اور ہر ابتلا و امتحان میں کامیاب ہونے کے عجیب و غریب عملیات اور دعائیں درج ہیں۔ تمام مسلمانوں پر فرض ہے کہ سلطان المعظم (ترکی) کی موجودہ مصائب کے لیے جو درحقیقت تمام مسلمانوں پر ہی پڑ رہی ہیں درگاہ خداوندی میں بصد عجز و تضرع و زاری یہ دعائیں پڑھیں۔ قادر مطلق اُنہیں ضرور مظفر و منصور فرمائیگا۔ بڑی تقطیع ۵ صفحے قیمت ۵ علاوہ محصول ڈاک ٭ منیجر نظام المشائخ دہلی سے طلب فرمائیے ٭

۷۸۶

ادعیہ و نوافل لیلۃ المعراج

بلغ العلیٰ بکمالہ ۔ اے خسرو خوباں نظرے سوئے گدا کن ۔ حسنت جمیع خصالہ
کشف الدجیٰ بجمالہ ۔ رحمے بمن سوختۂ بے سر و پا کن ۔ صلوا علیہ و آلہ

[illegible]

شاہا بنگہے بحال ما ، ہر چند ز لیل و خاکسارم
یک قطرہ عاجزم تو دریا ، لطف شما امیدوارم

ادعیۃ و نوافل لیلۃ المعراج

(۱) غسل کرے۔

(۲) ایک ہزار بار پڑھے اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ ھُوَ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ مِنْ جَمِیْعِ الذُّنُوْبِ وَالْاٰثَامِ

(۳) ۶ رکعت پڑھے ہر رکعت میں بعد فاتحہ سات بار سورۂ اخلاص پڑھے۔

(۴) ۱۲ رکعت ایک سلام اور تحیۃ قعدوں سے پڑھے بعد فاتحہ جو سورہ چاہے ضم کرے اور بعد سلام ۱۰۰ بار درود شریف ، ۱۰۰ بار سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ الخ اور ۱۰۰ بار اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ الخ پڑھے اور جس حاجت کے لیے دعا کرے انشاء اللہ تعالیٰ قبول ہو اور دوسرے روز روزہ رکھے۔

(۵) دو رکعت جس کی پہلی رکعت میں بعد فاتحہ سورۂ فیل اور دوسری رکعت میں بعد فاتحہ سورۂ قریش پڑھے

(۶) ایک سو بار سورۂ اخلاص با تسمیہ پڑھے۔

گزارش کنندہ

کمترین محمد قمر الدین مددگار پولیس سرجن حیدرآباد دکن

۴۸۶

رازِ حقیقت

سطرِ ازل جو حُسن ہوا سجدہ گاہِ عشق — آوازِ کُن ہوئی جرسِ شوقِ راہِ عشق
بانگِ الست بن گئی گویا اذانِ عشق — سچ ہے میں اس طرح ہوئی گویا زبانِ عشق
بولا یہ عشق نطق دے مجکو مقال دے — دونوں جہاں کا درد مرے دل میں ڈال دے
جلوہ فگن تھا شعلۂ حُسنِ قدیم بھی — بُت خانۂ خلیل بھی شورِ کلیم بھی
شورش فزائے عشق دلِ عندلیب تھا — گویا حبیب کشتۂ نازِ حبیب تھا
کوہ طور آپ جلوۂ حُسنِ قدیم آپ — منصور آپ عشق جنابِ کلیم آپ
فرہاد آپ لیلیٰ شیریں ادا بھی آپ — بندہ بھی آپ مالکِ سرِ دوسرا بھی آپ
بے پردہ مصرِ عشق میں یوسف کا نور ہے — اے چشمِ امتیاز یہ تیرا قصور ہے
حُسنِ قدیم جلوۂ معشوق میں چھپا — تازہ پھر آج قصۂ دار و رسن ہوا
میں اس ادا پہ ملکے گرفتار ہو گیا — منصور چڑھ کے دار پہ سرشار ہو گیا
ذوقِ نمود جب چھپا میرے وجود میں — دیکھا ملک کو میں نے رکوع و سجود میں
میرا حجاب ہمنشیں میرا وجود ہے — عالم فریب خوردۂ چشمِ شہود ہے
نورِ ازل کو دیکھ کے موسیٰ کی جیب میں — اس آگہی نے ڈالا ہے مجکو فریب میں
یہ آگہی ہے رازِ حقیقت سے بیخبر — ناآگہی میں آگہی کا ہے چھپا اثر
دیکھا نہ فرق تیرے جمال و جلال میں — عشقِ اویس چھپ گیا سوزِ بلال میں
ناآشنا ہے لذتِ راز و نیاز ہوں — اے شمع میں خزینۂ سوز و گداز ہوں
دل مد ہوائے شوقِ جمالِ لطیف ہے — زیرِ نقابِ عشق محمد حنیف ہے

محمد حنیف چشتی صابری

تضمین بر نعت ممتاز جہاں ۱؎

فلک پر شور تھا یہ رحمۃ للعالمیں آئے — ملائک کہتے تھے آپ ہیں ختم المرسلیں آئے
بنا ہے کل جہاں جنکے لیے وہ مہ جبیں آئے — تعالیٰ شانہ کس شان سے سلطان دیں آئے
ملائک کو جلو میں لیکے جبریل امیں آئے

محمد مصطفےٰ کی وجہ سے ہمکو ملی جنت — نہ اب پرسش کا کھٹکا ہے نہ اب دوزخ کی ہے دہشت
کوئی ہو یا نہ ہو لیکن نہایت ہم ہیں خوش قسمت — گنہگاران امت کو ندا دیتی ہے یوں رحمت
تمہارے بخشوانے کو شفیع المذنبیں آئے

بیاں پھولوں کا ہے خوبی نہیں کچھ منحصر ہم پر — درِ غلطاں کا جوبن پھٹ پڑا ہے آج شبنم پر
پڑی ابرِ کرم سے اوس اب نارِ جہنم پر — نہ کیونکر چار سو چھائے گھٹا رحمت کی عالم پر
کہ گلزارِ جہاں میں رحمۃ للعالمیں آئے

ذرا تم بھی تو سن لو کیا صدا ہے عز و شاں والو — توجہ تم بھی کرنا اس طرف لے علےٰ نشاں والو
پڑے کیوں ہو اب غفلت میں ہوا اے اونچے مکاں والو — زمیں کہتی ہے دیکھو میرا رتبہ آسماں والو
میں وہ ہوں آج جس پر عرش اعظم کے مکیں آئے

مزا آتا ہے جو کچھ ہم کو توصیفِ پیمبر میں — کہاں وہ لطف ذکر جم میں اور ذکرِ سکندر میں
فرشتے بھی ہیں حاضر صدق دل سے بزمِ اکبر میں — نزولِ لطف حق ہے محفلِ میلادِ سرور میں
وہ حاضر ہو کے خود دیکھے نہ جسکو یقیں آئے

جو منکر ہیں انہیں ایسیں کرنے دیجئے بک بک — بھلا کیا ہوگا کوشش وہ کریں تے بعد اُن تک
نہ اس میں شبہ ہے کوئی نہ اس میں شمس کوئی شک — ہزاروں نور کے انبار ہیں ممتاز واں اب تک
قدم جس جس جگہ رکھتے نبی وہ مہ جبیں آئے

شمس انبالوی

۱؎ گنگوہی مرحوم و مغفور ۱۲

نظم

خلافتِ فاروقی کا ایک واقعہ

عام الرمادہ کہتے ہیں جسکو عرب میں لوگ / عہدِ خلافتِ عمرؓ کا وہ سال تھا
اُس سال قحط عام تھا ایسا کہ ملک میں / لوگوں کو بھوک پیاس سے جینا محال تھا
پانی کی ایک بوند نہ ٹپکی تھی ابر سے / ہر خاص عام سخت پراگندہ حال تھا
اعراب کی بسر حشراتِ زمیں پہ تھی / سب اُٹھ گیا جو فرق حرام و حلال تھا
تشویش سب سے بڑھ کے جنابِ عمرؓ کو تھی / ہر دم اسی کی فکر۔ اسی کا خیال تھا
تدبیر لاکھ کی تھی مگر رُک سکا نہ قحط / گو انتظامِ ملک میں اُن کو کمال تھا
معمول تھا جنابِ عمرؓ کا کہ متصل / کرتے تھے گشت رات کو سونا محال تھا
اک دن کا واقعہ ہے کہ پہنچے جو دشت میں / کوسوں تلک زمین پہ خیموں کا جال تھا
بچے کئی تھے ایک ضعیفہ کی گود میں / جن میں کوئی بڑا تھا کوئی خورد سال تھا
دیکھا جو اُسکو یہ کہ پکاتی ہے کوئی چیز / جاتا رہا جو طبعِ حزیں میں ملال تھا
سمجھے کہ اب وہ مُلک کی حالت نہیں رہی / کم ہو چلا ہے قحط کا جو اشتعال تھا
پوچھا خود اس سے جاکے تو رونے لگی کہ ہا / کیا آپ کو غذا کا بھی یاں احتمال تھا
بچے یہ تین دن سے تڑپتے ہیں خاک پر / میں کیا کہوں زبان سے اُنکا جو حال تھا
مجبور ہو کے اُنکے بہلنے کے واسطے / پانی چڑھا دیا ہے یہ اُس کا اُبال تھا
ان سے یہ کہدیا ہے کہ "اب مطمئن رہو / کھانا یہ پک رہا ہے۔" اِسی کا خیال تھا
بے اختیار رونے لگے حضرتِ عمرؓ / بولے کہ "یہ مرے ہی کئے کا وبال تھا
جو کچھ کہ ہے یہ سب ہے مری شامتِ عمل / از بس گناہگار مرا بال بال تھا"
بازار جاکے لائے سب اسباب آب و نان / جو زخمِ قحط کا سببِ اندمال تھا

چولھے کے پاس بیٹھ کے خود پھونکتے تھے آگ
چہرہ تمام آگ کی گرمی سے لال تھا
بچوں نے پیٹ بھر کے جو کھایا تو کھل اٹھے
ایک ایک اب تو فرطِ خوشی سے نہال تھا
تھی وہ زنِ ضعیف سراپا زبانِ شکر
یاں حضرتِ عمرؓ کو وہی انفعال تھا
عہدہ عمرؓ کو یہ جو ملا تجھ سے چھین کر
جو کچھ گزر رہا ہے یہ اُس کا وبال تھا

شبلی نعمانی

۴۸۶

شبِ قدر

اے شبِ قدر پُر صفات ہے تو
سب شبوں میں بزرگ رات ہے تو
تیرا گھر گھر میں خیر مقدم ہے
کیونکہ مقبولِ پاک ذات ہے تو
کیوں نہ ہر شخص تیری قدر کرے
جبکہ رشکِ شبِ برات ہے تو
تیرا جلوہ ہے چشمِ عارف میں
واقعی "چشمۂ حیات" ہے تو
تیری ہر بات میں حلاوت ہے
تیری کیا بات ہو نبات ہے تو
تو سناتی ہے اِن کو حکمِ خدا[1]
مومنوں کے لیے نجات ہے تو
جس نے اُلفت میں تیری جان دیدی
اُس کی ہستی کی کائنات ہے تو
وجد میں تجھ کو "عید" کہتا تھا
پر خیال آگیا کہ رات ہے تو

پھر شبِ قدر میر کو دکھلا
اے مری عمرِ بے ثبات ہے تو

میر احدی اجمیری

[1] یعنی کلام اللہ ۱۲

۷۸۶

خیالاتِ پریشان

بلبلِ "سوختہ سر" طالبِ لالہ نکلا
یہ "مسلماں" بھی طاغوت کا شیدا نکلا

اُف ہوا چاک گریبان حیائے الفت
قیس شمشیر بکف عازمِ لیلےٰ نکلا

زخمِ دل منتِ پیکاں سے سبکدوش ہوا
جب مرا سینہ حریفِ دلِ اعدا نکلا

حُسنِ اسلام ہے پامالِ "ہوائے" مسلم
آج ارمانِ تمنائے نصاریٰ نکلا

قیس محمل میں ہے وقفِ تپِ صحرا لیلےٰ
اے فلک تیرا رواجِ ستم اُلٹا نکلا

یاد افسانۂ بیمہریٔ قاتل آیا
قافلہ جب مرے اربابِ وفا کا نکلا

حسرتِ دید اماں ہوں جہاں میں یارب
پایا گلشن کو بھی میں نے تو وہ صحرا نکلا

گوش ہے تشنۂ گلبانگِ محبت میرا
سازِ ہستی میں کوئی تار نہ ایسا نکلا

آرزو غرقِ چہِ یاس ہے میرے احباب
صبح اقبال کا کہتے ہیں کہ تارا نکلا

محوِ تسخیرِ جہاں عالمِ امکاں سارا
اور مسلم مراستِ "منی" واہ وا نکلا

گرمیٔ دار کی زینت ہیں ہزاروں غنچے
پر نہ منصور کوئی۔ وقفِ تماشا نکلا

آہ ہوسے زمزمہ سنجانِ حقیقت ناپید
اب بھی ارمان نہ یورپ کی جفا کا نکلا

سخت جاں تھے جو رہے بیٹھے ہم ابتک ورنہ
تیری محفل میں ستم کیش جو آیا نکلا

شکوہ بیداد و جفا کا ہے فضول اسکے بعد
آج انصاف کا بلقاں میں جنازہ نکلا

آسماں آہِ جہاں سوز زمیں سے لرزا
جب زباں سے مری حسرت سے اُدہنہ! نکلا

مرتعش قلبِ سیہ کارِ نکولس ہوگا
گرم اتراک جواں مرد صف آرا نکلا

ہو فنا صیقلِ آئینۂ ہستی میرا
زیبِ دستارِ چمن سے گلِ رعنا نکلا

طالبِ خیر برکت علی

اِس ہاتھ دے اُس ہاتھ لے

ہردم دکھا رہا ہے رنگِ دگر زمانہ — یہ فتنہ گر زمانہ شوریدہ سر زمانہ
رہتا نہیں ہمیشہ اک شکل پر زمانہ — دشمن اُدھر فلک ہے دشمن اِدھر زمانہ

جو کچھ ہو کام کرنا دنیا میں وہ کیئے جا
اِس ہاتھ سے دیئے جا اُس ہاتھ سے لیئے جا

زندہ نہیں رہیگا آخر کبھی مریگا — مرنے کے بعد اپنے پھر کچھ نہ کرسکے گا
پوچھیں گے جب فرشتے تو کیا جواب دیگا — اُسوقت دستِ حسرت افسوس سے ملیگا

جو کچھ ہو کام کرنا دنیا میں وہ کیئے جا
اِس ہاتھ سے دیئے جا اُس ہاتھ سے لیئے جا

اب ہے کہاں وہ اُنکا دیہیم و تخت و افسر — اب ہے کہاں وہ اُنکا سامان و مال و لشکر
روپوش ہوگئے سب صورت دکھا دکھا کر — جمشید ہے نہ دارا خسرو نہ ہے سکندر

جو کچھ ہو کام کرنا دنیا میں وہ کیئے جا
اِس ہاتھ سے دیئے جا اُس ہاتھ سے لیئے جا

اب ہے کہاں وہ وامق اب ہے کہاں وہ مجنوں — اب ہے کہاں ارسطو اب ہے کہاں فلاطوں
مرکز زمیں کے نیچے سب جا گئے ہیں فوں — پھر سامنے نہ آئے پردے میں چھپ گئے یوں

جو کچھ ہو کام کرنا دنیا میں وہ کیئے جا
اِس ہاتھ سے دیئے جا اُس ہاتھ سے لیئے جا

کل یہ نہیں رہیگا جو آج ہے ترا دن — یہ کل نہیں رہے گا جو آج ہے ترا سن
وہ ہونگے کل مخالف جو آج ہیں معاون — جو بات آج ممکن وہ کل ہے غیر ممکن

جو کچھ ہو کام کرنا دنیا میں وہ کیے جا
اس ہاتھ سے دیے جا اُس ہاتھ سے لیے جا

ہرگز نہ رکھ خزانہ دفنا کے گھر کے اندر — کچھ ملک کی خبر لے کچھ قوم کی مدد کر
لیکن نہ صرف بیجا جس سے ہو حال ابتر — پھیلا نہ پاؤں اتنا ہو جس قدر نہ چادر

جو کچھ ہو کام کرنا دنیا میں وہ کیے جا
اس ہاتھ سے دیے جا اُس ہاتھ سے لیے جا

سب کو ہے موت آنی سب کے لیے قضا ہے — سب کچھ ہو جانی سب کے لیے فنا ہے
کوئی نہیں رہے گا کوئی نہیں رہا ہے — باقی جہاں میں صرف اِک نام رہ گیا ہے

جو کچھ ہو کام کرنا دنیا میں وہ کیے جا
اس ہاتھ سے دیے جا اُس ہاتھ سے لیے جا

برہم نہ ہو کسی پر غصہ نہ ہو ذرا بھی — کیا مشغلہ ستم کا عادت جفا کی کیسی
پیوند خاک ہوگا اک روز جسم خاکی — ہاں یادگار تیری نیکی بدی رہے گی

جو کچھ ہو کام کرنا دنیا میں وہ کیے جا
اس ہاتھ سے دیے جا اُس ہاتھ سے لیے جا

رہتی نہیں ہمیشہ دنیا کی ایک حالت — اکثر ہے صبح راحت اکثر ہے شام کلفت
جانے وہ حال اس کا رکھتا ہو جو لیاقت — اے نوح جانتا ہوں میں یہ تری نصیحت

جو کچھ ہو کام کرنا دنیا میں وہ کیے جا
اس ہاتھ سے دیے جا اُس ہاتھ سے لیے جا

نوح ناروی

شکریہ جنھوں نے مجھے عیادت نامے بھیجے اور میری صحت کے لیے منتیں مانیں اُن کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ افسوس کہ میں فرداً فرداً سب کو خط لکھنے کے قابل تھا۔ معاف فرمایا جاؤں۔ الحمد للہ کہ اب حالت پہلے سے بہت بہتر ہے۔ محمد الواحدی

۴۸۶

نقشِ کفِ پا

اک حال ہے مٹنے میں یہاں شاہ و گدا   کہتا ہے یہی نقش ہر اک کے کفِ پا کا
میں دیکھ رہا ہوں کہ گزرگاہ ہے دنیا   آئینہ سا ہے آگے مرے نقشِ کفِ پا کا
کچھ اچھا اثر چھوڑ کے دنیا سے گزر جا   ہر گام اشارہ ہے یہ نقشِ کفِ پا کا
اے رہروِ حرص آیا جو اس جادہ مٹیگا   مٹ مٹ کے اشارہ ہے یہ نقشِ کفِ پا کا
یہ بے رُخیاں چھوڑ چلا مجھکو بنا کر   رہرو سے اشارہ ہے یہ نقشِ کفِ پا کا
انسان کے افعال ادای کا ہے شاہد   بنا کفِ پا سے مرے نقشِ کفِ پا کا
ثابت قدمی ترک نہ ہو جائے مٹے خود   انداز اڑا اپنے ہی نقشِ کفِ پا کا
جو تھا مرا باعث نہیں اب اسکا پتہ خود   باعث ہے یہ حیرانی نقشِ کفِ پا کا
یہ حال ہے دنیا کا پلٹ کر جو نظر کی   پایا نہ پتہ اپنے ہی نقشِ کفِ پا کا
کیوں رہتے ہیں سب قبر میں تنہا اکیلے   کوئی نہ ہو اللہ تو ہے ساتھ ضیاء کا

بادشاہ علی ضیا لکھنوی

۴۸۷

ایک مست قلندر بن باسی

وہ انگ بھبوت رمائے ہوئے ایک پنچھ پکھیرو بن باسی
وہ راکھہ جٹوں میں رچائے ہوئے ایک مست قلندر بن باسی
وہ گود کھوہ کو سمجھے ہوئے دنیا کے محلوں سے اعلیٰ
ہو راکھہ کی پوشش جس کے لیئے زرین پوشاکوں سے بالا

منہ موڑے ہوئے دہن دولت سے وہ سوکھی روٹی میں ہی مگن
بے فکر چتا میں بیٹھا ہے چھوٹی سی لنگوٹی میں ہے مگن
ہے دل میں بسا پربھو اُسکے کچھ شاہ و گدا سے غرض ہی نہیں
ہر ہر کی مالا جپتا ہے مایا کا تو کوئی مرض ہی نہیں
قانع ہے وہ اپنے داتا پر اور حرص و ہوا کو چھوڑ چکا
ایک اور ہی عالم میں ہے نچنت اِس نگری سے منہ موڑ چکا
پوجا نہیں کرتا تن من کی سیوا میں ہے اپنے ساجن کی
سو بھا نہیں اسکے جیو میں کچھ اب سونا چاندی کُندن کی
پیتم سے لڑی ہے آنکھ اُسکی اور دل میں اُسیکا ڈیرا ہے
ہر دم ہے پیا کی یاد اُسے بے رَین کر سانجھ سویرا ہے
وہ ہر کی جوت لگائے ہوئے ایشر کی دھونی رمائے ہوئے
اِک دن تھا اپنے دھیان میں وہ آسن مولا کا جمائے ہوئے
تھی دل میں جولو وہ شعلہ ہوئی اور جوگی جل کے تمام ہوا
افسر وہ فنا فی الگاڈ ہوا۔ فی اللہ ہوا۔ فی الرام ہوا

محمد حامد اللہ افسر میرٹھی

دیا سلائی

بے فائدہ کب ہے جبہ سائی ابھی ۔۔۔ طاعت میں نہیں ہے خود نمائی ابھی
اِک سجدہ میں خاک کردیا ہستی کو ۔۔۔ حضرت تم سے دیا سلائی اچھی

خاکسار امجد

۹۸ء

تازہ غزلیں اور نعتیں

(۱)

(از جناب سید مہدی علی صاحب شہیدی)

قدح بشکستم اے زاہد نہادم طاق پیمانہ بجائے ساغر اندر کف ببیں تسبیح صد دانہ
برو اے زاہد خود بیں تو در تسبیح صد دانہ بیا اے شاہد شیریں بکن پُر مے تو پیمانہ
نباشم گاہ و گہ ہستم گہے بالا گہے پستم گہے ہشیار و گہ مستم گہے سرشار و دیوانہ
نہ تن دارم نہ جاں دارم نہ از ہستی نشاں دارم نہ از خود ایں گماں دارم کہ ہستم در جہاں یا نہ
ز تاب آتش ہجراں دمے گریاں دمے خنداں گہے چوں شمع جاں افشاں گہے سوزاں چو پروانہ
جفا چندیں مکن یارا مپوش آں روئے زیبا را پریشاں دل مکن مارا مزن بر زلف خود شانہ
نہ منعم نے گدا باشم نہ مرد پارسا باشم نہ با کس آشنا باشم نہ خویشم من نہ بیگانہ
شہیدی جرعۂ بر کش نہ چوں مینائے مے سرکش زباں اندر دہاں درکش مکن بس دیگر افسانہ

(۲)

(از حضرت عشق معرفت احمد عبدالحی صاحب قریشی)

کبھی خنجر بکف وہ کسوت قاتل میں رہتے ہیں کبھی تصویر بن کر دیدۂ بسمل میں رہتے ہیں
حقارت سے نہ دیکھو ہم فقیروں کو کہ ہاں اکثر بہت سے لقمۂ تر کاسۂ سائل میں رہتے ہیں
نہیں ہے کھیل بچوں کا کہ وحدت تک ہر اک پہنچے مگر وہ اور ہوتے ہیں جو اس منزل میں رہتے ہیں
موحد ہم ہیں وحدت پر ہماری آنکھ پڑتی ہے بہت ایسے بھی ہیں جو بحث ظل و ذی ظل میں رہتے ہیں
تکا کرتا ہوں روز و شب مثال پاسباں ان کو سنا جب سے کہ ہوں وہ جان جاناں دل میں رہتے ہیں
یہ خلوت ہی یہ جلوت ہی مزے کے ہیں دونوں گھر کبھی آنکھوں میں رہتے ہیں کبھی وہ دل میں رہتے ہیں

غلط ہے قیس کا قصہ فسانہ جھوٹ لیلےٰ کا
ہم ہی صحرا میں رہتے ہیں ہم ہی محمل میں رہتے ہیں

عناصر کسکو کہتے ہیں فقط تغییر نامی ہے
ہم ہی تو باد و آتش اور آب و گل میں رہتے ہیں

....

نہ پوچھو عشق کی حالت کہ وہ حضرت نرالے ہیں
نہ مرتے ہیں نہ جیتے ہیں بڑی مشکل میں رہتے ہیں

(۳)

ازجناب حافظ ولی محمد صاحب قاضی حیدرآبادی

من یکی ہستم بخود دانم یکے
ہرچہ بینم جملہ را خود انم یکے

گرچہ در ظاہر بود صورت ہزار
لیک در باطن ہماں شانم یکے

عاشقم بر خود و معشوقم منم
من انداو او ازمن ازجانم یکے

آمدم اندر مکاں از لامکاں
منزل ایں باشد ویا آنم یکے

گفت استادم الف راقب یار
شد سبق ایں فرد بستانم یکے

فرق باشد گرچہ در نور ظہور
تا ش بینم اند چشمانم یکے

آں یکے در جملہ آمد اے وفا
وانکہ در امکان و عرفانم یکے

(۴)

(ازجناب خواجہ محمد عبدالرؤف عشرت لکھنوی)

صدیقؓ یا عمرؓ ہیں بزم شہ زمن میں
سوتے ہیں دو فرشتے فردوس کے چمن میں

اک پل میں شاہ دیں نے ساتوں فلک کیے طے
اس انجمن سے اٹھکر پہنچے اُس انجمن میں

اصحاب مصطفےٰ کو کہتے تھے دیکھکر سب
اترے ہیں کیا ملائک انساں کے پیرہن میں

صدیقؓ کی محبت تربت میں کام آئی
سوتا ہے سونیوالا حوروں کی انجمن میں

لکھیں جواب نامہ احباب جب ہمارا
آخر میں نام چاروں تحریر ہوں کفن میں

فاروقؓ کے فضائل ہیں نقش سب کے دلپر
مُہریں لگیں ہیں دلپر بعضے لب دہن میں

اسلام کے خلیفہ پتھر شکم پہ باندھیں — عشرت ہوں زیادہ پیوند پیرہن میں
ایمان لانے والے ایمان لا رہے ہیں — اب تک وہی مزا ہے اس بادۂ کہن میں
اے نخل بند عالم عشرت کی یہ دعا ہے — رنگ قبول بھر دے اس کے گل سخن میں

(۵)

از جناب منشی پیارے لال صاحب رونق دہلوی

تو ہے محبوب خدا چاہنے والا تیرا — مرتبہ سارے رسولوں میں ہے بالا تیرا
کلمہ صل علیٰ ورد زباں رکھتا ہوں — خواب میں دیکھ لیا ہے قد بالا تیرا
ہجر میں دل کے تڑپنے کے نئے ہیں انداز — عشق ہے مجکو زمانے سے نرالا تیرا
عفو ہو جائیں گی محشر میں خطائیں ساری — واہ چشم کرم و نگاہیں والا تیرا
آہ کر ہجر محمد میں سنبھل کر اے دل — عرش کے پار نکل جانے کا نالا تیرا
لے اڑی آج صبا سوئے مدینہ دل زار — ناتوانی نے بڑا کام نکالا تیرا
نور سے تیرے منور ہوئے دونوں عالم — نظر آتا ہے ہر اک سمت اجالا تیرا
اس قدر ہند میں گھبرائی ہے فوج عشاق — بھاگا آتا ہے مدینے کو رسالا تیرا
گرمیٔ شوق مدینہ ہے تو ہاں بسم اللہ — جان بیتاب ہوا دیس نکالا تیرا
لے خبر جلد مری ناز سے سونیوالے — ہو گیا فرش زمیں چاہنے والا تیرا
ہو گیا شوق میں وہ آج نثار جسم — دل جو رونق تھا بڑے ناز کا پالا تیرا

(۶)

از حضرت یکتا بہاری

ابھی خورشید کو تمثیل کیا دوں روئے انور سے — کہ ایسے ایسے انجم وارتا رہتا ہوں نیر سے
ہمارا حال ایسا ہو گیا ہجر پیمبر سے — کوئی بیمار جیسے ست گیا ہو اپنے بستر سے
نبی کی نعت لکھنے کا مرا کچھ قصد ہوتا ہے — یہ لازم ہے زباں دھو لوں میں پہلے آب کوثر سے

میں لکھنے چاہتا ہوں وصف انکے روئے تاباں کے
سیاہی مانگ کر لا دے کوئی مہر منور سے
پتا کوئی نہیں دیتا ترا اک سے کہتا ہوں
فلک سے ماہ سے خورشید انجم سے اختر سے
عنایت خلق نیکی سب عطا فرما کے خالق نے
مزین کر دیا ہے آپ کو اک ایک زیور سے
نبی کی یاد گیسو میں مرا ہوں دیکھنا یارو
کفن کے بدلے مجکو ڈھانک دینا کالی چادر سے
تڑپتا ہوں میں مثل ماہیئے بے آب فرقت میں
کلیجا منہ کو آیا چاہتا ہے قلب مضطر سے
فراق ساقی کوثر میں تجتا عمر بھر رویا
تو پھر تربت پہ اسکی ابر رحمت کیوں نہیں برسے

(۷)

(از حضرت قسطاس)

میں بیٹھوں تو یا مصطفٰے کہتے کہتے
جو اُٹھوں تو صل علےٰ کہتے کہتے
نکل جائے دم مصطفٰے کہتے کہتے
اُٹھوں گور سے مجتبیٰ کہتے کہتے
میں والشمس پڑھنے لگا بے تکلف
فسانہ رخ یار کا کہتے کہتے
سماں طور کا بندھ گیا میرے آگے
میں غش کھا گیا والضحےٰ کہتے کہتے
تجھے دیکھکر اپنے گھر میں پیارے
میں بے خود ہوا حبذا کہتے کہتے
منور ہوئے جسم و جاں میری دونوں
فقط تجکو نور الہدےٰ کہتے کہتے
ہوئے راز پنہاں سبھی آشکارا
تجھے سید ما لقا کہتے کہتے
ہوئے ہم بھی قسطاس قسطاس حکمت
رسول خدا کی ثنا کہتے کہتے

(۸)

(از جناب ڈاکٹر محمد قمر الدین صاحب حیدرآبادی)

مصطفٰے کی شان شان ایزد غفار ہے
جبرئیل ادنیٰ سا جنکا غاشیہ بردار ہے
ہو گئی شرمندہ تیری چال سے کبک دری
کیا نرالی طرز کی شان خرام رفتار ہے
نرگس بادام کہتے ہیں زباں حال سے
کیا ہی متوالی رسیلی مست چشم یار ہے

زاہدو تم کو مبارک مسجد و محراب ہو — سجدہ گاہ میری نبی کی ابروئے خمدار ہے
یا نبی کشتی ہماری ہے پڑی منجدھار میں — گر کرم ہو آپ کا اس پر تو بیڑا پار ہے
آپ کی دوری میں کب تک رنج و غم سہتے رہیں — اب مصیبت حد سے گزری زندگی بیکار ہے
جلد بلوا لو قمر کو ہند سے یا شاہ دیں — بے بضاعت ہے نہیں کچھ پاس ہے سرکار ہے

(۹)

(از جناب محمد عبد الحق صاحب مقصود)

تمہیں ہو سید کونین شاہ انبیا تم ہو — حبیب خاص رب العالمیں یا مصطفےٰ تم ہو
کہوں میں کیا تمہیں اے سید والا کہ کیا تم ہو — خدا تو کہہ نہیں سکتا مگر شان خدا تم ہو
نہیں مطلب کسی سے ہم کو شاہا دونوں عالم میں — ہمارے دل کا مقصد اور جان مدعا تم ہو
لگا دو پار بیڑا بحر عصیاں کے غریقوں کا — ہماری کشتی بے بادباں کے ناخدا تم ہو
کہاں ہم چھوڑ کر جائیں در والا کو یا حضرت — سہارا ہم غریبوں کا شہ ہر دوسرا تم ہو
تمہیں جس شخص نے دیکھا خدا کو برملا دیکھا — محمد مصطفےٰ آئینۂ ذات خدا تم ہو
کہا جب یا محمد بس وہیں ٹھیرا دل مضطر — ہمارے درد دل کی یا رسول اللہ دوا تم ہو
عبث ناصح ڈراتا ہے حساب روز محشر سے — نہیں کھٹکا ہمیں جب شافع روز جزا تم ہو
امیدیں کیوں نہ بر آئیں بھلا مقصود محزوں کی — رسول اللہ جب کونین کے حاجت روا تم ہو

(۱۰)

(از جناب مولوی محمد اسحق صاحب راشی اٹاوی)

اگرچہ باغ جنت کی فضا کچھ اور کہتی ہے — مدینہ کی مگر آب و ہوا کچھ اور کہتی ہے
مری امید کہتی ہے کہ اب ملتے ہیں وہ مجھ کو — مگر نیرنگئ چرخ دغا کچھ اور کہتی ہے
مزا ہو گر صبا سے سن کے حال زار سب میرا — یہ فرمائیں مری گلگوں قبا کچھ اور کہتی ہے
حسینان جہاں بے مثل ہیں گو حسن میں اپنے — مگر شان حبیب کبریا کچھ اور کہتی ہے

خبر سنکر صبا سے کچھ عجب ہوتی ہے کیفیت — یہی رٹ مجکو رہتی ہے کہ کیا کچھ اور کہتی ہے
خبر سنکر وہاں کی ہو گیا ہوں اسقدر بیخود — کہ میں خود اور سنتا ہوں صبا کچھ اور کہتی ہے
کروں تو کیا کروں ہجر نبی میں یہ مصیبت ہے — اثر کچھ اور کہتا ہے دعا کچھ اور کہتی ہے
یہ دل کہتا ہے اب فرقت گوارا ہو نہیں سکتی — مگر یہ شرط تسلیم و رضا کچھ اور کہتی ہے
اگرچہ مشک و عنبر کی بھی خوشبو مست ہے لیکن — ترے گیسو کی بوئے جانفزا کچھ اور کہتی ہے
مرے اعمال تو استحق ناری مجکو کہتے ہیں — مگر ہاں الفت آل عبا کچھ اور کہتی ہے

(۱۱)

(ازجناب مفتی سید محمد حنیف صاحب چشتی صابری م)

پرشد کنون ز بادۂ منصور جام ما — بشنو کلیم رمز انا از کلام ما
ما از شجر صدائے انا اللہ شنیدہ ایم — آگاہ نہ کلیم ز لطف کلام ما
زاہد اگر ز جاہلی طعنہ زند مرنج — او ہست بے خبر ز علو مقام ما
ما از رضائے خویش نہ دیدیم میکدہ — دست خدا گرفتہ ز مسجد زمام ما
زاہد بقدر جرم شود رحمتش وسیع — پائین بلغ روضۂ دار السلام ما
رنداں چو دید سید پیمانہ نوش را — اھلاً بگفتہ گفت کہ آمد امام ما

(۱۲)

(ازجناب محمد عبد الحکیم خاں صاحب حکیم)

کیا فکر میرے دلکو ہو روز شمار کی — امت سے ہو نہیں احمد عالی تبار کی
اللہ رے مراتب معراج مصطفےٰ — تھی ہمدم عرش پر شہہ رفرف سوار کی
جب سے ہوا ہے عارض محبوب حق کا عشق — خواہش نہیں فقیر کو باغ و بہار کی
اے فیض عام ساقی کوثر کہاں ہے تو — اب تیرے لطف پر ہے نظر انتظار کی
دیکھا حکیم فیض نگاہ رسول سے — اکسیر خاک بن گئی اس خاکسار کی

۱۹۰۶

ریویوز

کشمیری میگزین لاہور

بہشت
نئی چیز نہیں۔ باخبر حضرات خصوصاً وہ جنہیں قومی
والوں کی ترقی کا تھوڑا بہت خیال ہے ضرور اسکے
کارناموں سے واقف ہونگے۔ اس نے عرصہ دراز تک ماہوار پرچے کی شکل میں اپنے اہل خطہ کی
خدمت کی۔ اب منشی محمد الدین صاحب فوق اسکے مالک و اڈیٹر نے اسے ہفتہ وار کردیا ہے
ہم نے سلسلہ جدید کے جتنے پرچے دیکھے۔ توقع سے بڑھکر اچھے پائے۔ خدا نے چاہا تو
چند دنوں میں اسکو کافی مقبولیت حاصل ہوجائیگی۔ چندہ سالانہ تین روپے ہے۔

الناظر لکھنؤ

تین سال سے جیسا فاضلانہ لٹریچر جمع کر رہا ہے ویسی غالباً اسکی
قدر نہیں ہوئی۔ لوگ ظاہری ٹیپ ٹاپ کے زیادہ شائق ہیں اور
وہاں اس سے دانستہ احتراز کیا جاتا ہے۔ اسکے مدیر مسٹر ظفر الملک ہماری برادری میں
اپنی طبیعت کے ایک ہی شخص ہیں۔ انہیں کتنا ہی سمجھایئے وہ اس کی طرف متوجہ
نہ ہونگے۔ تاہم یہ امر قابل لحاظ ہے کہ باوجود سادہ وضعی اسکا شمار اعلیٰ درجہ کے
رسالوں میں ہوتا ہے۔ اور اس کے مخصوص رنگ کی شہرت خوب ہوگئی ہے چندہ سالانہ عہ

ادیب الہ آباد

اول اول منشی نوبت رائے صاحب نظر کی اڈیٹری میں نکلتا
تھا۔ پھر مسٹر شاکر میرٹھی آئے۔ اور مدت تک سلیقہ سے کام
کرتے رہے۔ اب اسکی باگ مولانا آسی سیر عظیم آبادی کے ہاتھ میں ہے جو بڑے قابل و لائق
آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ اس پرچہ کی حالت جیسی عمدہ شروع میں تھی ویسی ہی آج بھی ہے چندہ
سالانہ عہ

آزاد کانپور

یہ منشی دیا نرائن صاحب نگم بی اے اڈیٹر زمانہ کا اخبار ہے
جو زمانہ کی طرح مہینے میں ایک دفعہ نہیں بلکہ چار دفعہ شائع ہوتا ہے

اور زمانہ سے کم دلچسپ نہیں۔ مزید برآں قریب قریب بے تعصب ہے۔ ترکی معاملات پر اسنے اکثر انصافانہ مضامین لکھے تھے۔ قیمت سالانہ ے روپیہ +

توحید میرٹھ

شیخ احسان الحق صاحب قادری نے حضرت خواجہ حسن نظامی کی سرپرستی اور اعزازی ادارۃ میں ہفتہ وار جاری کیا ہے۔ ہم نے حضرت خواجہ صاحب کو ایک خط میں اسکی بابت اپنی رائے بتائی تھی۔ وہی یہاں نقل کیجاتی ہے

اخبار آپ کا بہت اچھا۔ دُرِ معرفت پر دستک دینے والوں کی تحریروں کے سوا کہ وہ تو ابھی فضول اور مہمل ہوتی ہیں۔ باقی ایک ایک لفظ قابل قدر۔ لائق ستائش اور مستحق داد۔ جناب کے قلم سے نکلے ہوئے مضامین بھلا کیونکر خراب ہوسکتے تھے۔ مگر زمانہ نگار بھی اپنے پایہ کے لکھیا فرمایئے۔ اور ایک جگر کو اتنا بڑا نہ سمجھیئے کہ اسکے ہر ہفتہ آٹھ چوک بتیس اور بتیس چوک ایک سو اٹھائیس ٹکڑے نکلیں گے۔ اور وہ اُتنے کا اُتنا رہیگا خواب اور موت کے کالم پسند آتے۔ دوسرے نمبر کے شروع میں جو خلاصۂ مضامین کا عنوان قائم کیا ہے وہ بے مثل ہے۔ ہاں آپ انگریزی نہ جاننے والوں کو اردو میں انگریزی ملانے سے نہیں روکتے؟ ایک روش اور ایک پالیسی کی بھی احتیاج ہے"۔ چندہ سالانہ تین روپے +

عقائد العزیز

اس میں جناب مولانا شاہ عزیز اللہ صاحب عزیز نے اپنے اور اپنے ہم مشرب فقرا کے عقائد شرح و بسط کے ساتھ جمع کیے ہیں ۵۲ صفحہ کی کتاب ہے۔ ہمیں ہنوز اسکے پڑھنے کا موقع نہیں ملا جو ٹھیک رائے دے سکیں۔ ایک سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنف نے شریعت اور طریقت کو ایک ثابت کرنے کی سعی کی ہے قیمت مجلد ۸

ملنے کا پتہ ۔ سید محمد احسان علی صاحب سوداگر۔ ہالسی روڈ۔ کانپور

حلقہ اور اہل حلقہ کی خبریں

تالیف و اشاعت

خدا کا شکر ہے کہ اہل حلقہ میں علمی تالیف و اشاعت کا خیال سرگرمی سے عمل پذیر ہو رہا ہے۔ دہلی میں عزیزم ملا محمد الواحدی نے درویش پریس، درویش پریس ایجنسی قائم کرکے تالیف و اشاعت کا اعلیٰ حیثیت سے کام شروع کیا ہے۔

احمد آباد گجرات میں مولوی رضی الحق صاحب عباسی رضوانی شاہ جو گجرات کے مشہور مورخ اور راقم فقیر کے ذریعہ نظامیہ سلسلہ کے متوسل ہیں اور غلام نظام الدین قریشی پریمی شاہ جن کی گجراتی انشا پردازی کو تمام گجرات میں بے نظیر تسلیم کیا جاتا ہے۔ اور یہ بھی فقیر کے ہاتھ پر بیعت ہیں۔ دونوں نے مل کر سال گذشتہ تجارتی نظامیہ کتب خانہ کھولا تھا۔ اب خبر آئی کہ انہوں نے مطبع بھی جاری کر دیا ہے جس سے مقصود علمی و روحانی کتب کی اشاعت اور گجرات میں حلقہ کے مقاصد کو رواج دینا ہے۔

سیوہارہ ضلع بجنور میں مقبول احمد نظامی نے جو عرصہ دراز تک فقیر کے پاس رہ چکے ہیں نظامیہ بک ایجنسی جاری کی ہے۔ یہ بھی بزرگوں کے احوال و اقوال اوراد وغیرہ شائع کر رہے ہیں۔

ہدایت

لیکن جہاں مجکو ان جدید اشاعت خانوں کے خوشی ہوتی ہے اور سمجھتا ہوں کہ یہ چیزیں میری سالہا سال کی کوششوں کا نتیجہ ہیں۔ وہاں یہ ہدایت و نصیحت بھی میرا فرض ہے۔

(۱) تجارت اس طرح نہ کیجائے جس طرح آجکل عام طور سے دہوکہ اور فریب کا رواج کتاب فروشوں میں ہوگیا ہے۔

(۲) ہر نئی چیز جو شائع ہو اسمیں یہ امر ملحوظ رہے کہ عقائد اسلامی اور طریق صوفیانہ کے کوئی بات خلاف نہو۔ اور ایک لفظ بھی حلقہ کے مقاصد کے برخلاف شائع نہونے پائے۔

(۳) دیانت۔ کفایت۔ خوشنمائی۔ موقع محل شناسی۔ زمانہ کی ضرورتوں کا احساس۔ پبلک کے میلان طبع کا عرفان ہر جگہ ملحوظ رہے۔

(۴) ادب و لٹریچر اور معمولی کاروبار میں بھی صوفیانہ الفاظ اور اصطلاحوں کو استعمال کرکے جذب کیا جائے تاکہ لوگوں کی زبانوں پر یہ الفاظ زندہ رہیں۔

(۵) تمام اہل حلقہ اور فقیر دوست اور راقم فقیر کے مخلص ان نئے اشاعت خانوں کی سرپرستی کریں۔ چھپائی کا کام انکو دیں نو اشاعت کتابوں کو خریدیں اور دوسروں کو آمادہ کریں۔ کیونکہ ایسے کام باہمی امداد سے چلا کرتے ہیں۔

حلقہ کے خطابات

پچھلے مہینہ حسب ذیل خطابات حلقہ کے سچے مخلصین کو تقسیم کیے گئے۔

عبدای۔ مسٹر ڈیوڈ ابرام گیر یہودی بمبی۔

نیر دانی۔ مسٹر جمشید کاکا پدسی بمبی۔

خدمتی۔ خانصاحب حاجی فتح محمد خاں صاحب نظامی جالی جالندہری

فلاحی حبیب اللہ خانصاحب قلندری نظامی۔ جالندہر چھاونی۔

ہلالی۔ ڈاکٹر محمد قمرالدین مکائیوس سرجن حیدرآباد دکن

عصمت آرا۔ بنت بابو الہ بخش ریلوے انسپکٹر حصار۔

مراد بانو۔ امیر ابیگم۔ حیدر آباد دکن۔
خیری۔ مولوی سید عبدالرحمن بی اے اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر بھنڈارہ
داعی الخیر۔ منشی عبدالرزاق صاحب بھنڈارہ

دعاخانہ

اللہ تعالیٰ واحدی صاحب کو صحت کامل و عاجل عطا فرمائے۔
منت از خواجہ حسن نظامی صاحب دہلی از ڈاکٹر محمد قمر الدین ہلالی از داروغہ ملک اللہ وتا صاحب نظامی از عصمت آرا بنت بابو الٰہی بخش صاحب
اسی طرح اللہ تعالیٰ سب مریضوں کو صحت دے۔ مقروضوں کو بار قرض سے سبکدوش کرے۔ بے اولادوں کو اولاد دے۔ بے روزگاروں کو برسر روزگار فرمائے۔ اور جس جس شخص نے حلقہ میں طلب دعا کی۔ درخواستیں بھیجی ہیں۔ انکے ظاہری و باطنی مقاصد پورے ہوں۔ آمین ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم
حلقہ کا حساب کتاب آیندہ ماہ میں درج کیا جائے گا۔

دعاگو حسن نظامی

حل مشکلات یعنی دست غیب

مصنفہ مولوی مقبول احمد صاحب نظامی جس میں دست غیب پر مفصل بحث۔ بزرگوں کے ارشادات دست غیب کے معنی۔ دست غیب کے عملیات مفتوحات رزق کے طریقے۔ بزرگان سابق کے حالات اور انکے تعلیم فرمودہ آسان عمل سختی اور مشکل کے آسان کرنیوالے عمل حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی صاحب نے مصنف کو جن طریقوں کی تعلیم فرمائی۔ انکا بیان اور مصنف کے ذاتی تجربات اور عملیات نہایت شرح و بسط سے لکھے گئے قیمت صرف ۴ر دفتر نظام المشائخ دہلی سے منگالیے

نظام المشائخ کی نسبت

اسکے پڑھنے والے کیا کہتے ہیں

گزشتہ پرچے میں اعلان کیا گیا تھا کہ اس قسم کی تمام رائیں علیحدہ کتاب کی صورت میں شائع ہونگی۔ لیکن بعض احباب نے اسکے خلاف ان کا ایک ایک دو دو کرکے خاص رسالہ ہی میں درج کرنا مناسب بتایا۔ اور اسپر اصرار فرمایا۔ لہذا تعمیل کی جاتی ہے+

مخلص نکتہ چیں حافظ فیاض احمد صاحب انصاری پانی پتی لکھتے ہیں

اخی المکرم جناب واحدی صاحب زاد عنایتکم۔ السلام علیکم مزاج شریف :۔

ارادہ نہیں تھا۔ اسیوجہ سے دیر بھی ہوتی۔ لیکن کل بیٹھے بیٹھے خواہ مخواہ طبیعت چاہی کہ "دو دو باتوں" کے جواب میں میں بھی کچھ عرض کروں۔ لہذا سطور ذیل کی معافی چاہتا ہوں

نکتہ چینی یا حاسدانہ منہ چڑانا بہت آسان کام ہے۔ لیکن مخلصانہ اور صحیح طور سے تنقیدی نظر ڈالنا اس قدر دشوار کام ہے کہ ہندوستان سے یہ فن بالکل مفقود معلوم ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس ملک میں ہر کتاب بلا توقف خریدلی جاتی ہے اور اُسکے زہر آلود اثر سے گھر انے کے گھرانے نشانۂ مصیبت و آلام بنائے جاتے ہیں۔ ہر شخص جو کاغذ قلم دوات دستیاب کرسکتا ہے مصنف بننے کی کوشش میں بُری بھلی کتاب لکھہ مارتا ہے یا کسی اخبار کا ایڈیٹر بن بیٹھتا ہے۔ اور مستند اہل قلم یا کسی نامور اخبار نویس کی صائب رائے اپنے حق میں نہ پاکر بذریعہ اشتہار لوگوں کو اپنے دام جاہلیت میں پھنساتا ہے۔ اس سے نصف ملک کا مذاق قابل شرم ہوگیا ہے بلکہ ہندوستان کا فن اشتہار بازی بھی بدنام ہوگیا ہے اور اچھے بُرے میں تمیز کرنا ایک اہم کام ہوگیا ہے۔ اس سے آگے بڑھکر ایک اور مصیبت ہے جسکی اصلاح جسقدر اہم ہے اُسیقدر ضروری بھی ہے۔ وہ یہ ہے کہ خودغرضی و نمود پسند ناقابل

کا دور دورہ اس قدر ترقی پر ہو کہ اگر کسی پرچہ میں کسی مضمون پر تنقیدانہ مراسلت شائع ہوتی ہے تو دوسرا شخص جسکو اپنے علم پر ناز ہوتا ہو یا جو اپنے خیالات کے ادا کرنے میں فدا شیدا ہوا ہوتا ہے یا جو محض لغاظی کا دلدادہ ہوتا ہو اُس تنقید کے بال و پر نوچ کر ایک ایسا نیا مرغ تیار کرتا ہے جو شکل و صورت میں پہلی تنقید کے مشابہ یا اُس سے عمدہ معلوم ہوتا ہے۔ لیکن باطنی خوبیوں کے لحاظ سے مصنوعی مرغ کی طرح بالکل مردہ اور گھناونا ہوتا ہے اس قسم کی مثالیں آجکل کثرت سے ملیں گی۔ چنانچہ آپسمیں گتھم گتھا ہونے اور گالی گلوچ سے بائیں کرنے کا طوفان بے تمیزی۔ اب اخبارات کی حد سے گزر کر رسائل اور پرچوں تک آپہنچا ہے +

پس اس صورت میں آپ قابل مبارکباد ہیں کہ آپنے اپنے چار سالہ بچے کو اس تباہ کن طوفان سے نہایت قابلیت اور جانفشانی کے ساتھ بچایا۔ اور صوفیائے کرام کی قدیم صلح کل روش کو علاً برقرار رکھا۔ دہلی کے عربک اسکول کا رشتۂ اخوت قائم ہونے کی وجہ سے آپ میرے قدیمی کرمفرما ہیں اس لیئے چند گنتی کے اشخاص کو چھوڑکر باقی جملہ ناظرین رسالہ کے مقابلہ میں مجھے آپکے حالات سے زیادہ واقفیت رکھنے کا فخر حاصل ہو۔ پس اگر آپ برا نہ مانیں تو میں سچ عرض کرونگا کہ نظام المشائخ کے اجرا کے وقت آپ کا نام نامی جب اڈیٹری کی سمت میں میری نظر سے گزرا تھا تو آپ کی کم عمری اور ناتجربہ کاری کیوجہ سے مجھے ہرگز امید نہ تھی کہ آپ اللہ والوں کی تسبیح گدڑی اور مصلے کے بوجھ کے متحمل ہوسکیں گے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا دل پاک تھا۔ ارادے نیک تھے۔ اور کمرہمت مضبوط تھی اور جن کی خدمت کی ٹھانی تھی اُنسے سچا عشق تھا۔ ایسی حالت میں محبوب و خاصان الٰہی کو آپ کی ادا بھاتی تھی۔ چنانچہ اُنکی نظر عنایات کا ہی نتیجہ ہے کہ جملہ مشکلات اور رکاوٹیں رفع ہوگئیں اور نظام فلکی کی طرح نظام المشائخ قانون حکمت میں داخل ہوگیا۔ اور اسکا چشمۂ فیض شیخ سنوسی اور مشائخ مصر و حجاز کی دعا اور خوشنودی سے اس قدر خوشگوار بنا کہ ذات بابرکاہ

سے اسے مقبولیت کا شرف حاصل ہوا۔ اور کلمہ گویوں کے ہر خطہ میں اسکا شہرہ اور آوازہ بلند ہوا۔ اللّٰھم زد فزد ۔ آمین ۔

جہاں تک مجھے معلوم ہے نہ صرف حلقہ کا ہی اثر ہر قسم کے لوگوں میں پایا جاتا ہے بلکہ رسالہ بھی ہر طبقہ میں نگاہ شوق سے دیکھا جاتا ہے۔ لیکن میں چاہتا ہوں کہ اسکی اشاعت ابھی اور اسقدر بڑھے کہ کم از کم ہر ذی استطاعت اسکا ضرور شیدائی ہو۔ لیکن یہ کام اس طرح نہیں ہونا چاہیئے کہ ہم کاسۂ گدائی لیکر ہر ایک کا دروازہ کھٹکھٹاتے پھریں۔ اور خریداری پر مائل کریں۔ بلکہ رسالہ میں ہی سامان گرویدگی مہیا کرنا چاہیئے۔ بقول "مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید۔ ہمارا صرف اتنا فرض ہونا چاہیئے کہ اس خوشبو کو (یعنی رسالہ کو) اپنے احباب تک پہنچا دیں۔ تب اگر وہ اس میں کوئی مقناطیسی قوت پاویں تو خریدیں ورنہ ہمیں خواہ مخواہ انکو جکڑ بند کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔ میں مانتا ہوں کہ ملک کا مذاق خراب ہے۔ اخبار بینی کا شوق کم ہے۔ علم کی طرف رجحان طبیعت نہیں ہے۔ اور قومی ترقی کا احساس مفقود ہے۔ اور ایسی حالت میں ترغیب تحریص بغیر کام نہیں چل سکتا۔ مگر میں اسے چند مستثنیات کے سوا قابل تسلیم نہیں مانتا۔ یہی میرا اصول ہے جسپر میں سختی سے کاربند ہوں۔ اسی وجہ سے تین چار مرتبہ کے سوا آپنے خریدار پیدا کرنے والوں میں میرا نام نہ دیکھا ہوگا۔ لیکن ایک اور اصول ہے۔ جسپر ہمیں عمل کرنا چاہیئے۔ میں اوپر کہہ چکا ہوں کہ ہر ذی استطاعت اسے ضرور خریدے۔ معترض یہ کہیگا کہ بے استطاعت اگر شوق رکھتا ہو تو بھی نہ پڑھے ؟ اس لیئے جواباً عرض ہے کہ اس صورت میں متمول اشخاص کو مائل کرنا چاہیئے۔ اور صاحب قدرت لوگوں کو خود بھی خیال چاہیئے کہ حسب گنجایش ایسے نیک کام میں مستحق گروہ کا ہاتھ بٹاویں۔ لیکن بدشوق لوگوں کے ہاتھ میں نظام المشائخ رسوخ کے ذریعہ زبردستی پہنچانا خود رسالہ کی توہین کرنا ہے۔ یا ان بزرگ خصائل اصحاب کی جن کے تذکروں سے اسکے اوراق مزین ہوتے ہیں۔ مثلاً آج کل کلام مجید کا چھپنا

اسقدر ضروری نہیں جسقدر اسکی تلاوت کرنے والوں کی ضرورت ہے یہی حال ہمیشہ
میں ہندوستان کے آزاد نما غلاموں کا ہے۔ پس میں ناظرین سے ضرور عرض کروں گا کہ
خریدار بہم پہنچاتے وقت اس بات کی ضرور کوشش کریں کہ تا نہ خریدار رسالہ کو خرید کر اور
جا کو نہ شد نہ شد سمجھکر اسکو گرد آلود طاقوں میں نہ رکھیں بلکہ اسکے ہر حتی کو پڑھیں اور
اس سے عملی فائدہ اُٹھانے کی کوشش کریں۔ معترض کے جواب میں میں پہلے ہی عرض
کیئے دیتا ہوں کہ من نہ کردم شما حذر بکنید۔

اس ضمن میں میں آپسے اس امر کے اعلان کرنے کی درخواست کرتا ہوں کہ نظام المشائخ
کے پانچویں برس میں قدم رکھنے کی تقریب پر اسکا پرانا مکتہ چیں **دو** ایسے صاحب شوق
اور صاحب عمل کے نام نامی پر رسالہ جاری کرانا چاہتا ہے جو بے استطاعت ہوں اور
اڈیٹر صاحب کو پاک روحوں کا واسطہ دے کر اپنے نام نامی سے مطلع فرماویں۔ اُن کا
نام رسالہ میں باقاعدہ مشتہر کیا جائیگا۔

اس قدر ضروری تمہید کے بعد اب میں مختصراً اسکے عیب و صواب پر بحث کروں گا
مجھے اس سے جو اتفاق و اختلاف ہے۔ اسکے اظہار کرنے کی چنداں ضرورت نہیں کیونکہ
اس سے پیشتر دو تین بار عرض کر چکا ہوں جسکو آپنے اپنے جوہر شرافت سے بجنسہ الفاظ
میں بغیر برا مانے حوالہ رسالہ بھی کیا ہے۔ افسوس ہے کہ پرانے رسالے میرے پاس نہیں
ورنہ چند ضروری امور کی طرف دوبارہ ضرور توجہ دلاتا۔ لیکن اسوقت حافظہ کو کام میں لاکر
اور موجودہ حالات پر غور کرکے میں کچھ عرض کروں گا۔ پس اب شرط یہ ہے کہ آپ برا ہرگز
ہرگز نہ مانیں۔ کیونکہ یہ میرا ذاتی خیال ہے۔ دیگر طبائع کا مجھے کچھ علم نہیں۔

(۱) اگر آپ ایک بے لاگ بے لوث اشخاص کی کمیٹی بناکر شروع سے اخیر تک
جملہ رسائل (نظام المشائخ) اُسکے سامنے رکھدیں۔ تو مضمون۔ جوش۔ ترغیب عمل حالات
پُر از معلومات۔ دلچسپ فیض رساں قصے۔ اور درویشوں کی گدڑی کے جوہر و کمالات

کے لحاظ سے یہ فیصلہ ہوگا کہ پہلے دو سالوں میں جو بات دیکھنے میں آئی وہ بعد کے دو سالوں میں نہیں پائی جاتی یعنی تو آجکل کا ہر ایک پرچہ نظام المشائخ اچھا ہوتا ہے لیکن اسکا جو معیار میرے تخیل میں دو برس پہلے تھا وہ نہیں رہا،

پہلا شہید نمبر اور پہلا رسولنما نمبر ملاحظہ کیجئے۔ اور بعد کے وہی دو نمبر دیکھئے مقابلہ سے معلوم ہو جاویگا کہ الفاظ بالا میں کہاں تک صداقت ہے۔

"مقدس صورتوں اور باکمال اصحاب کے حالات زندگی" اس کا اولین فرض تھا اور ہونا چاہیئے۔ مگر مجھے بتایئے کہ اس سال کن کن بزرگوں کی سوانحعمری سے ہمکو فیض پہنچایا گیا۔ اسلام کے متعلق اکثر مضامین ضرور ہوتے ہیں۔ مگر ایسے جو دیگر رسائل میں (جنکا نصب العین نظام المشائخ سے کہیں کم ہے) چھپنے کے قابل ہوتے ہیں اگر نظام المشائخ کا معیار اور اصول ہندوستان کے دیگر رسالوں کی طرح اِدھر اُدھر کے اسلامی علمی مضامین چھاپنے کا ہے تو پھر صوفیوں کی شان کہاں رہی۔ اور صوفیوں کا رسالہ کہنا بالکل جھوٹ ہوا میں مضامین کے عنوان ضرور لکھتا۔ لیکن آپکا دل برا کرنیکے علاوہ مراسلہ نویسوں کا دل دکھاتا وہ مخزن۔ ادیب۔ الناظر جیسے رسالوں میں جگہ پانے کے قابل تھے۔ امید ہے کہ آپ یا تو ایسے مضامین واپس کر دیا کرینگے یا نامہ نگاران کو مطلع کر دینگے کہ جن مضامین میں صوفی منش اصحاب کے دلچسپ اور قابل عبرت و تقلید حالات ہوا کرینگے یا وہ مضامین جو صوفیانہ مذہب کی تعلیم و تلقین اور اُسکے متعلق معلومات بہم میں اضافہ کرنے کی غرض سے موثر پیرایہ میں لکھے گئے ہونگے۔ یا وہ اشعار جو سچی روح پھونکنے میں اکسیر کا حکم رکھتے ہوں صرف درج رسالہ ہوا کرینگے اور باقی شکریہ کے ساتھ واپس کر دیئے جایا کرینگے۔

(۲) پہلے دو سالوں میں جو مضامین شائع ہوئے ہیں وہ اس قدر عمدہ ہیں کہ بہ لحاظ پڑھنے سے پہلے کی نسبت زیادہ کیفیت آتی ہے۔ میں آپ کو پہلے ہی لکھ چکا ہوں اور توحید پر اپنی رائے کا اظہار کرتے وقت خواجہ صاحب کو بھی تکلیف دے چکا ہوں

کہ اگرچہ رسالہ نظام المشائخ کو جاری ہوئے ۴ سال ہوگئے۔ لیکن ابھی تک یہ معلوم نہ ہوسکا کہ تصوف کسے کہتے ہیں۔ اِسکی ابتدا کب ہوئی مختلف سلسلوں کے ناموں میں تفرقہ کیوں پڑا۔ مختلف سلسلوں کے بانیوں کی تعلیم و تلقین میں دوسرے سلسلوں سے کیا فرق ہے۔ مختلف سلسلوں کے بانی کون ہیں۔ اور اُنکے روحانی فیض کی حکومت کہاں کہاں تھی۔ اور اُنکے مزارات کہاں کہاں ہیں۔ تصوف کی شاخیں کیوں ہوگئیں۔ آیا اس سے نفع ہوا یا نقصان۔ ہندوستان کے علاوہ صوفیوں کا دور دورہ کہاں کہاں تھا اور کہاں کہاں ہے۔ علم تصوف اب بھی زندہ ہے یا نہیں۔ اہل باطن اور صاحب کمال اب بھی صفحہ ہستی پر ہیں یا نہیں۔ تصوف کے مضامین سمجھنے کے لیئے اُن کی اصطلاحیں کیا ہیں۔ اور اُنکے کیا معنی ہیں وغیرہ وغیرہ۔

اسکے سمجھنے اور جاننے کی اسقدر ضرورت ہو کہ یقین کیجئے ہندوستان کی بڑی سی بڑی خانقاہوں کے سجادہ نشین بھی اِن رموز سے واقف نہیں ہیں۔ پس اِس صورت میں آپ آغاز تصوف سے مختصراً مگر جامع الفاظ میں تمام ضروری امور مسلسل طور سے لکھیئے اور موجودہ زمانے پر آجایئے۔

اِس سلسلے کے لیئے کچھ صفحے مخصوص کر لیجئے جیساکہ بزم فرید کے لیے کیا گیا تھا معترض کہیگا کہ تصوف کی بیسیوں کتب اِن حالات سے بھری ہوئی ہیں اگر ایسی ہی ضرورت ہو تو وہاں دیکھ لیجئے۔ میں اِسے تسلیم کرتے ہوئے کہونگا کہ رسائل اسی مطلب کے لیئے ہوتے ہیں کہ کتب میں جو امور ادق عبارت میں درج ہوتے ہیں اُنکا مفہوم آسان اور دلچسپ الفاظ میں واقفیت عامہ کے لیئے لکھا جائے۔ اور جو حصہ ضروری ہو اُسے درج کیا جاوے۔ اِسکے علاوہ ہر ایک آدمی کتاب کے خریدنے اور پھر کسی اُستاد سے سمجھنے پر قادر نہیں ہوسکتا۔ تمام رسالے انہیں مضامین سے بھرپور ہوتے ہیں جو متفرق کتب کے اوراق پریشان میں جمع ہوتے ہیں اِسکے علاوہ رسالہ میں جو مضامین

درج کیے جاوینگے وہ ایک نہیں بلکہ کئی کتابوں کی چھان بین کرنیکے بعد مختلف دماغوں اور مختلف معلومات کا خزانہ بہم پہنچائینگے۔ پس جو صاحب یا اصحاب اس سلسلے میں آپ کا ہاتھ بٹائیں انکو لازم ہے کہ تاریخ پیدایش وصال۔ جائے مدفن جائے پیدایش کرامات۔ حالات زندگی وغیرہ جملہ امور کو مدنظر رکھکر ان کتب کا حوالہ بھی دیں جنسے وہ حالات اخذ کیے گئے ہوں۔

(۳) بہتر ہو اگر آپ مناسب تصاویر کا انتظام فرماویں (یعنی شرع کی حدود کے اندر) کم از کم مزارات اولیائے کرام کے فوٹو جن کے حالات شائع ہوں۔ اس مضمون کی دلچسپی بڑھانے کی غرض سے درج کرنے میں کچھ ہرج نہوگا۔

موجودہ زمانے میں مشہور مقامات پر جہاں عرس ہوتے ہیں۔ اگر انکے کسی دلفریب مؤثر نظارہ کی عکسی تصویر نذر رسالہ کیجائے تو شرع کی حدود کے باہر نہیں ہے۔

(۴) تصوف کا ایک ضروری جزو قوالی ہے۔ اسکے علاوہ گزشتہ زمانہ میں جتنی کتب علمائے کرام کی قلم سے لکھی ہوئی ملیں گی خواہ وہ کسی موضوع پر ہوں لیکن سب کی سب خدا کی حمد اور درود رسول کے بعد شروع ہوتی ہیں۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ نظام المشائخ کے ہر پرچہ میں اس امر کا لحاظ نہ رکھا جائے۔ انگریزی خوانوں کو اپنے بزرگوں کی تقلید کا حکم تو اس قدر سخت ہے۔ لیکن خود اہل قلم انکی پیروی نکریں لہذا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ پیشوایان دیں کے طرز عمل کو مدنظر رکھتے ہوئے اور تصوف کے جزو قوالی کا بھی خیال کرتے ہوئے ہر پرچہ نظام المشائخ ایک ایسی نعت سے شروع کیا جائے جس میں مندرجہ بالا تمام امور ملحوظ خاطر رکھے گئے ہوں۔ قوالی کا وہ ثمرہ اس سے نکلے کہ پڑھنے والا وجد میں آجائے۔ اور اس میں باقی رسالہ کے پڑھنے کی تاب نہ رہے۔ آپکے رسالہ کے بیسیوں شعرا کی اگر خاص توجہ اسکی طرف مبذول کرا جائے تو ان جذبات خاص سے مستفید ہونا مشکل نہیں ہے۔ اگر آپ اس قسم کے بہتر مگر اسلامی نمونہ

کے لیئے انعام مقرر فرماویں تو مغربی ممالک کے پرچوں کی طرح نہ صرف آپ کا پرچہ پھلے پھولے اور منظور خاص و عام ہو بلکہ ملک کا مذاق سدھارنے اور اہل قلم کی ہمت افزائی کرنے کا بھی سہرا آپ کے سر رہے +

(۵) رسالے کے خاتمہ پر خواجہ حسن نظامی جیسے جواہر نگار کے دل سے نکلے ہوئے جذبات کو ظاہر کرنے والی دعا ہو جسمیں حسب معمول تمام عالم کی بہبودی اور مسلمانوں کی ترقی دارین کا ذکر کرنیکے بعد دعا خانہ کی تمام دعائیں درج ہوں +

(۶) مضامین لکھنے والوں کو چاہیئے کہ سلیس اور با محاورہ اردو لکھیں انگریزی الفاظ بالکل استعمال نہ کریں۔ جو الفاظ اردو میں موجود ہیں اُنکی جگہ خواہ مخواہ عربیت استعمال کرنیسے بھی پرہیز کریں۔ میں سچ کہتا ہوں کہ نظام المشائخ کے بعض عجیب اور ضروری مضامین ایسے قلم سے نکلے ہیں جو اُردو کی نسبت عربی کے زیادہ شیدائی ہیں اسوجہ سے وہ مضمون خشک اور مشکل بن گئے اور اُن کے پڑھنے کی تکلیف بھی کسی نے گوارا نہیں کی۔ بعض فقرات اردو کی ترکیب سے خارج ہوتے ہیں۔ جن کے سمجھنے میں بڑی دقت ہوتی ہے

(۷) طویل مراسلے بھی ناگوار خاطر ہوتے ہیں۔ اس لیئے ان کا بھی خیال رکھنا چاہیئے۔ اگر کوئی مضمون بغیر طوالت کے اختتام کو پہنچانا مشکل معلوم ہو تو اس کے دو تین حصے اِس طور سے کیئے جائیں کہ ہر حصہ بذات خود ایک علحدہ مضمون معلوم ہو اور وہ مختلف ماہ کے پرچوں میں شائع ہو +

(۸) ٹائیٹل پیج یعنی سرورق کا رنگ ہر مہینے بدلتے رہنا چاہیئے۔ کیونکہ اس سے طبیعت میں ایک خاص کشش پیدا ہوتی ہے اور آجکل کے سطحی امور اور شکل و صورت کے شیدائی اِسے زیادہ پسند کرتے ہیں۔ قدرت نے بھی مختلف رنگ پسند کیئے ہیں

(۹) سرورق کا کاغذ اگر ایسا ہو جو پہلے شہید نمبر کے لیئے استعمال کیا گیا تھا یا جیسا ادیب یا العصر میں استعمال ہوتا ہے تو بہت ہی اچھا ہو +

(۱۰) توحید اور دیگر اسلامی پرچوں کی طرح نظام المشائخ کے سرورق پر ہلال اور کھجور کا ہونا نہایت ہی ضروری ہے۔ تسبیح کی ہیئت ہر ماہ میں مختلف ہو تو اچھا ہے اور ہر دانہ پر اللہ کی شان وحدت ضرور جلوہ فگن ہونی چاہیئے۔ اگر سرورق کے حاشیہ کے خط کے بجائے لمبی مگر ٹیڑھی کھجور ہو تو بہت خوبصورت معلوم ہوگا +

مفصلہ بالا چند خیالات اگرچہ ایک مہمل مزاج کا نتیجہ ہیں۔ لیکن زمانہ کی روش کے مطابق ہیں اور ان میں کچھ ہرج نہیں اگر ایسا ہو۔ البتہ تکلیف اور صرف کثیر سے یہ انجام پا سکتے ہیں۔ لیکن اس تکلیف کے بعد جو نتیجہ ملیگا اُسکی تعریف کرنا اپنے مُنہ میاں مٹھو بننا ہے۔ صرف تجربہ شرط ہے۔ میری خاطر سے اگر سال بھر بھی آپ تجربۂ ان امور کا خیال فرماویں تو جھوٹ سچ میں تمیز کرنے کے علاوہ ملک کا مذاق معلوم ہو جائیگا اور راقم الحروف کو شکریۂ خاص کا موقع ملیگا +

(۱۱) اگرچہ آپ جواب باصواب مرحمت فرما چکے ہیں لیکن دوبارہ ضرور عرض کرونگا کیونکہ میرا مزاج کچھ ضدی واقع ہوا ہے +

پریس کی تکالیف تو خدا کے فضل سے رفع ہو چکیں۔ اب نظام المشائخ کے صفحات کاٹنے کی تکلیف رہ گئی۔ آپ فرماتے ہیں کہ جلد بند ہواتے وقت اسکی قدر و منزلت معلوم ہوگی۔ میں کہتا ہوں اور بھی تو بیسیوں رسالے نکلتے ہیں کسی میں یہ بات نہیں پائی جاتی۔ حالانکہ سب کی جلدیں بند ہوائی جاتی ہیں۔ پس اس طرح سے آپ ضرور انتظام کیجیئے کہ صفحے کٹے ہوئے ملیں اور جلد بند ہوانے کے وقت آپکے قول کے مطابق تو تکلیف بھی نہ محسوس ہو +

جو پرچہ باطنی خوبیوں میں لاجواب ہو اُسکو ظاہری خوبیوں میں بھی عمدہ بنانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ اگرچہ صفحے کاٹنے میں دو منٹ بھی نہیں لگتے۔ مگر ناگوار ضرور معلوم ہوتا ہے +

(۱۲) ہندوستان و بیرونجات میں بیسیوں مزارات اولیائے کرام ہیں اور وہاں سجادہ نشین بھی مقرر ہیں۔ اس صورت میں کئی اہم واقعات وہاں پیش آتے ہونگے۔ ان سے واقف کرنا چاہیئے۔ اور صوفیائے کرام کی تمام ولایتوں کی خبر درج رسالہ ہونی چاہیئے۔

(۱۳) حلقہ کا حساب نہایت احتیاط سے جمع تفریق کے بعد درج کرنا چاہیئے اکثر غلطیاں ہوتی ہیں۔ جن کی بعد میں تصحیح بھی نہیں کی جاتی۔ اگرچہ اور باتیں بھی ہیں لیکن فی الحال اتنے زیادہ اہم نہیں ہیں۔

چونکہ آپنے ہر ہر لفظ کو غور و توجہ سے دیکھنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ اس لیئے مجھے جرأت ہوئی کہ میں آپ کا وقت ضائع کروں۔ اور خواہ مخواہ صفحے کے صفحے سیاہ کروں۔ امید ہے کہ اس مرتبہ ضرور شنوائی ہوگی۔ اور ہمارے رسالہ کو چار چاند لگانے کی مزید کوشش کی جائے گی۔

نمبر اول۔ دوم۔ چہارم۔ پنجم۔ ششم۔ ہفتم۔ سیزدہم۔ فوری توجہ کے قابل ہیں باقی چند امور کے لیئے وقت اور محنت کی ضرورت ہے۔ آپ کی قدیمی عنایتوں سے قوی امید ہے کہ آپ لوٹ باتوں کا ہرگز ہرگز برا نہ مانیں گے۔ اور انکو مجذوب کی بڑ سے تعبیر کرکے ردی کے حوالے نہیں کرینگے۔

جن دو غیر استطاعت اصحاب کے نام آپ رسالہ جاری فرماویں۔ اُن کے نام نامی مطلع فرماویں۔ میں پانچ روپیہ کا منی آرڈر ارسال خدمت کرونگا۔ اخیر میں خدائے پاک سے دعا ہے کہ وہ آپکو بہت جلد صحت کامل عطا فرمائے تاکہ آپکو اپنے فرائض کے انجام دینے اور خلق خدا کو فیض پہنچانے میں کوئی دقت نہ ہو اور کسی قسم کی رکاوٹ کا سامنا نہ کرنا پڑے۔ آمین ثم آمین۔

مولانا سید ابو العاص صاحب آنریری مجسٹریٹ و رئیس مانکی پور تحریر فرماتے ہیں

السلام علیکم۔ افسوس ہی کہ نظام المشائخ کے اوائل کے
پرچوں سے تعارف و روشناسی کا مجکو موقع نہیں ملا۔ ہاں اخیر کے تہوڑے پرچے بالاستیعاب
میری نظر سے گزرتے رہے ہیں۔ اسلیئے میرا ریمارک یا ریویو جو کچھہ ہوگا وہ مختصر و محدود
ہوگا۔ کسی کتاب یا پرچہ پر ریویو کرتے وقت یہ خیال ضرور پیش نظر رکھنا چاہیئے کہ اس
کتاب یا اس پرچے کا موضوع کیا ہی۔ اور مصنف یا مؤلف نے کس حد تک اسمیں کامیابی
حاصل کی ہی نہ یہ کہ اسکے کاغذ برے ہیں اور حروف اچھے نہیں۔ حالانکہ ؎ مرد باید کہ
گیرد اندر گوش ٭ ور نبشتست پند بر دیوار ٭ نظام المشائخ کا موضوع یہ ہی کہ نئی روشنی کے
حضرات کو جنکے نشو و نما پر ہماری آئندہ امیدوں کا بہت کچھہ انحصار ہی۔ مادیات سے ایک خاص
طرح کی دلچسپی ہی۔ اور روحانیت سے بالکل بے بہرہ گی۔ تصوف جو روح رواں اسلام ہی
اُس سے بیخبر۔ اور امر معروف کا خاص خاص میں بہی بمشکل پتہ چلتا ہی۔ غرض ہر جانب یہ
ابلنہ ہے کہ ؎ بادہ تہذیب یورپ کے چڑہاؤ خم پہ خم ٭ ایشیا کے شیشۂ تقوے کو
کردو پاش پاش ٭ پس ایسے پُرآشوب زمانہ میں نظام المشائخ کی اشاعت و اجراء سے ہمارے
عزیز دوست ملا محمد الواحدی کا یہی منشا ہی کہ ہمارے تعلیم یافتہ حضرات کے خیالات بیجا اور افعال
نامعقول کی اصلاح ہوتی رہی۔

بچپن سے یہی سنتا آیا کہ تصوف اسلام کا ایک راز ہی تا دنیائی نیابی۔ اور وہ بزرگان
تقدس مآب سے جو اس سمندر کی مچھلیاں ہیں یا جنکا شمار سبکباران ساحل سے ہی کبھی پرسش جو کا
ہوا تو فرمایا کہ خاموش باش ؎ جائے دم زدن نیست ع کانزا کہ خبر شد خبرش باز نیامد ٭
اب آپ ہی بتلائیں کہ تصوف ایک راز سربستہ اور ایک عقدۂ لاینحل تھا یا نہیں؟ اور اسکے
انکشاف اور خاصان خدا کو تو الگ رکھیئے ہم ایسے عوام کو اُس سے متمتع ہونے کی کیا صورت
تہی؟ سوائے اسکے کہ اُس مذاق کا ایک ایسا پرچہ جاری کیا جائے جیسا کہ نظام المشائخ ہے
اس میں ہر قسم کے مضامین نظم و نثر تمدنی و اخلاقی و مذہبی وغیرہ آئے دن نہایت
خوش
اسلوبی سے شائع ہوتے رہتے ہیں۔ کسی ایک مضمون کو اسکے پڑہتا ہوا

یہ بزم فرید کے ٹائٹل کی نقل ہے - بالکل ایسا ہی کاغذ ایسی ہی لکھائی ایسی ہی چھپائی دیکھ لیجئے گا ٭

بزمِ فریدؒ

۱۳۳۱ھ

ملک المشائخ حضرت بابا فرید الدین گنجشکر قدس اللہ سرہ کے اعمال و اقوال کا مجموعہ
کل صوفی اور غیر صوفی مسلمانوں کے پاس رہنے کے لائق کتاب

جسے

سلطان الاولیاء محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فارسی
میں راحت القلوب کے نام سے ترتیب دیا تھا

اب

ملا محمد الواحدی اڈیٹر نظام المشائخ

و مترجم جامات، نامہ انوار التحقیق وغیرہ نے اسکو سلیس اور با محاورہ اردو
کا لباس پہنایا - اور خادم الفقراء سید منظور احمد عبادی نے مترجم موصوف کے

درویش پریس دہلی میں چھپوا کے

دفتر نظام المشائخ دہلی سے شائع کیا

(قیمت فی جلد مع محصول ڈاک ۹ ر بذریعہ وی پی ۱۰ ر)

رجسٹرڈ نمبر ایل ۷۲۱

عالی آبادی میں تین چوتھائی جسم صوفی مشرب لوگوں

نظام المشائخ

افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

قسم دوم — قسم دوم

روحانی تسلی و تسکین کا ماہوار پرچہ

جو ہر چاند کی ٹھیک چھٹی تاریخ کو سیدی خواجہ حسن نظامی صاحب خواجہ زادہ حضرت سلطان المشائخ

نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی و نگرانی میں شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر

خادم الفقرا محمد الواحدی دہلوی

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک (عا) ششماہی (عـہ) نمونہ (۔۔)

مقام اشاعت دہلی دفتر رسالہ

مطبوعہ دعوت پریس دہلی

پرنٹر و پبلشر ۔۔۔۔۔۔ محمد الواحدی

یسا ہی کاغذ لیسی پر

شعبان ۱۳۲ سنہ ہجری

جمعہ	۰	۶	۱۳	۲۰	۲۷
شنبہ	رویت ہلال	۷	۱۴	۲۱	۲۸
یکشنبہ	۱	۸	۱۵	۲۲	۲۹
دوشنبہ	۲	۹	۱۶	۲۳	۰
سہ شنبہ	۳	۱۰	۱۷	۲۴	۰
چہارشنبہ	۴	۱۱	۱۸	۲۵	۰
پنجشنبہ	۵	۱۲	۱۹	۲۶	۰

نمبر ۴۹ سے چونسٹھ ۶۴ تک کے صفحات

اس دوسرے نمبر میں

شمس العلماء مولانا شبلی نعمانی کی عطا کردہ کتاب

بیانِ خسرو

کے لیے مخصوص کر دیے گئے ہیں۔ یہ محبوب المحبوب حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کی مفصل سوانح عمری ہے۔ اس کے خاتمہ پر سیدی خواجہ حسن نظامی کا دلچسپ و مبسوط دیباچہ پیش کیا جائے گا جس میں علاوہ مزید معلومات اُن چند باتوں کے جواب بھی ہوں گے جو کہیں کہیں فاضل مصنف کی قلم سے ارادۃً یا غیر ارادۃً عقائد درویشی کے خلاف نکلے ہیں لیکن اُن چند باتوں کے سبب ہم آپ کی مساعی کو پس پشت نہیں ڈال سکتے۔ آپ نے ایسے گرامی قدر بزرگ کے حالات جمع و مرتب کر کے صوفیوں پر بڑا احسان کیا ہے۔

محمد الواحدی

(ایڈیٹر نظام المشائخ دہلی)

پانچ روپے والا نظام المشائخ ڈھائی روپے میں

جو اصحاب نظام المشائخ کو کچھ عرصے سے دیکھ رہے ہیں انہیں معلوم ہو گا کہ میں نے اسے کبھی وجہ تجارت نہیں بنایا۔ ابتدا ابتدا میں یہ کل تین جز وکا نکلتا تھا۔ پھر ساڑھے تین کا ہوا۔ اس کے بعد چار کا ساڑھے چار کا ، ستے کتاب پانچ ساڑھے پانچ کی نوبت ہی۔ یعنی جوں جوں توسیع اشاعت ہوتی گئی اور سالی آمدنی بڑھی ووں ووں اسکی ضخامت ذخیرہ کو ترقی دی۔ جتنا آیا اسی پر لگایا۔ مگر یہ معمولی معمولی امور اس لایق نہ تھے کہ ان کی طرف ناظرین کی توجہ مبذول کرائی جاتی۔ البتہ آج کا اعلان ضرور مستحق ہے کہ آپ اس پر غور فرمائیں اور اسے غفلت کا شکار نہ ہونے دیں۔ اب سے قسم دوم کے رسالے کا کاغذ اور چھپائی وہ ہے جو پہلے آپ صرف قسم خاص کے رسالے میں پاتے تھے۔ مطلب یہ کہ آیندہ سے ڈھائی روپے میں پانچ روپے والا رسالہ ملا کرے گا۔ اور پانچ روپے اور ساڑھے تین روپے والے (قسم خاص اور قسم اول کے) رسالے اور اچھی شکل میں نکلیں گے۔ کوئی نہیں بتا سکتا کہ اس نے اُردو زبان میں ہر اعتبار سے اتنا عمدہ پرچہ اس قیمت میں لیا ہو۔ میں اللہ کے بھروسے سے یہ عظیم الشان ملا اپنے سر لیتا ہوں جسے قدرت سے ہے کہ آپ سبھوں کے دلوں میں احساس پیدا کرے اور آپ ہمیشہ سے زیادہ مستعدی کیساتھ میرا ہاتھ بٹانے کو تیار ہو جائیں۔ ہر شخص ایک ایک خریدار اسی مہینے میں بہم پہونچا دینا اپنے ذمے فرض جان لے تو بیڑا بسہولت پار ہو سکتا ہے۔ ورنہ خیر میں تو سودا مول لے ہی چکا۔

محمد الواحدی مالک ایڈیٹر نظام المشائخ۔ دہلی۔

رسالہ نظام المشائخ دہلی کے قواعد و ضوابط

۱- رسالہ نظام المشائخ ہر چاند کی ٹھیک چھٹی تاریخکو (جو حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز مولانا معین الدین حسن چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا یوم عرس ہے) شائع ہوتا ہے۔ لیکن اسی کسی ایک سلسلہ سے خصوصیت نہیں۔ یہ تمام خاندان اولیاء خانوادوں کا یکساں خدمتگزار ہے۔ مضامین اسمیں علمی۔ تاریخی۔ مذہبی۔ اخلاقی۔ اصلاحی مگر سب صوفیانہ رنگ میں رنگے ہوئے ہوتے ہیں۔ تحریروں میں انشاء پردازی اور دیگر دلچسپیوں کا پورا خیال رکھا جاتا ہے۔ حجم کم از کم ۸۰ صفحے مقرر ہے سال میں ۸۰ × ۱۲ = ۹۶۰ صفحوں سے زیادہ ہوجائیں تو ہوجائیں لیکن اس میں تخفیف کبھی نہیں ہوتی +

۲- اگر رسالہ ۷ یا ۸ تاریخ تک نہ پہنچے تو دیر سویر کا خیال کرکے ۱۰-۱۲ تک انتظار کریں اس کے بعد فوراً اطلاع دینی چاہیئے ورنہ دوبارہ پرچے کی قیمت لیجائیگی +

۳- جن صاحبان کی ایک مقام سے دوسرے مقام کو تبدیلی ہو وہ براہ عنایت چوتھی ماہ ہلالی سے پہلے پہلے دفتر رسالہ میں اسکی خبر دیویں ورنہ پرچہ نہ پہنچنے کے وہ خود ذمہ دار ہوں گے۔ عارضی نقل مکان کی اطلاع اپنے گاؤں یا شہر کے ڈاکخانے کو کر دینی کافی ہے +

۴- رسالے کے متعلق تمام خط وکتابت منیجر رسالہ کے نام ہو۔ میرے پاس صرف مضامین ارسال کیئے جائیں۔ خط وکتابت میں اپنا نام وپتہ صاف وخوشخط لکھیئے اور خریداری کا نمبر ضرور بتایئے۔ ورنہ تعمیل محال ہے۔ جوابی امور کے لیے جوابی کارڈ یا ٹکٹ بھیجئے +

خاکسار محمد الواحدی۔ ایڈیٹر نظام المشائخ۔ دہلی

ہمارے معاونین

جنھوں نے اِس مہینے رسالہ نِظام المشائخ کی توسیع اشاعت میں سعی فرمائی
اُن کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

جناب شاہ قمر الہدٰے صاحب (۱)	جناب ڈاکٹر محمد قمر الدین صاحب (۱)
جناب محمد اشرف صاحب نظامی (۱)	جناب سیّد شاہ خواجہ محی الدین صاحب (۱)
جناب محمد سید حسین صاحب (۱)	جناب میر احمد علی صاحب (۱)

جو خود خریدار ہوئے وہ یہ ہیں

جناب ابو الصدیق محمد مظہر حسین خاں صاحب نقشبندی مجددی۔ رامپوری۔	جناب حسن شاہ صاحب۔
	جناب سید قمر الدین حسن صاحب۔
جناب ملک فضل خاں صاحب۔	جناب ظہور الاسلام صاحب۔
جناب حاجی محمد یسلین صاحب۔	جناب علی نواز خاں صاحب۔
جناب مولوی محمد احمد صاحب۔	جناب یوسف خانصاحب۔

شکر گذار محمد الواحدی

خون شہادت کے دو قطرے

یعنی

منصور (۱) وسرمد (۲)

کے پرشورش مگر مستند اور صحیح حالات

مؤلفہ

(۱) ملا محمد الواحدی۔ ایڈیٹر نظام المشائخ

و

(۲) مولٰنا ابو الکلام آزاد۔ ایڈیٹر الہلال

قیمت صرف ۴/

منیجر رسالہ نظام المشائخ سے طلب کیجئے

نظام المشائخ

جلد ۹ بابت ماہ شعبان المعظم سنہ ۱۳۳۱ھ نمبر ۲

فہرست مضامین

شمارہ	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	ترانۂ وحدت	منشی پیارے لال صاحب رونق دہلوی	۳
۲	نیک بیبیوں کی مناجات	مولوی حافظ احمد سعید صاحب دہلوی	۵
۳	رشتۂ زنار شد در گردنم معنی حبیب	مولانا عشق معرفت احمد عبدالحی صاحب ...	۹
۴	قطب اکبر	مولوی حکیم سید ناصر نذیر صاحب فراق دہلوی	۱۱
۵	رام کہانی	مولانا آہ صاحب	۲۱
۶	تصوف اور اہل تصوف	مولانا محمد عبدالحکیم خان صاحب حکیم	۲۴
۷	نیم پیر	مولانا حسن مرتضیٰ صاحب شفق عماد پوری	۲۸
۸	تعویذ	مولانا سید شاہ حسن صاحب سجادہ نشین درگاہ حضرت شاہ ارزانی	۲۹
۹	چرمیوں کا پنجرا	مولانا احسن الدین صاحب خاموش	۳۰
۱۰	نعرۂ حق	شاہ نامی کوہ سوار	۳۲
۱۱	محبت کیا ہے؟	مولوی حکیم فرید احمد صاحب امروہی	۳۵
۱۲	مہتاب برزخ	پنڈت جواہر ناتھ صاحب ساقی بلبل کشمیر	۴۳
۱۳	ادعیہ و نوافل لیلۃ البرات	ڈاکٹر محمد قمر الدین صاحب قمر حیدر آبادی	۴۴
۱۴	تازہ نعتیں اور غزلیں	....	۴۶
۱۵	بیان خسرو	شمس العلما مولانا شبلی صاحب نعمانی	۴۹
۱۶	اخوان نظام المشائخ	....	۵۵
۱۷	نظام المشائخ کی نسبت رائیں	....	۵۷

توحید میرٹھ

جس سے گذشتہ مہینے ہم ناظرین نظام المشائخ کو متعارف کر چکے ہیں اُسکا حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ کے عرس کی تقریب پر ایک خاص نمبر نکلا ہے۔ یونتو اس اخبار کا کوئی پرچہ گوناگوں دلچسپیوں سے خالی نہیں ہوتا لیکن یہ خاص نمبر بے مثل اور سر تا پا مرصع رہا۔ جادو نگار ایڈیٹر صاحب کے علاوہ مولانا سید احمد مارہروی پروفیسر سید نواب علی۔ ایم۔ اے۔ علامہ محمد عبدالحق حقانی مشر حسن الدین خاموش۔ صاحبزادہ شاہ دوست محمد اجمیری۔ حکیم محمود علیخاں ماہر۔ مولانا اشفق عماد پوری۔ مولانا سیماب۔ مہاراجہ یمین السلطنتہ۔ مولانا گرامی۔ پنڈت پربھودیال عاشق۔ وغیرہ حضرات ہیں جنھوں نے اپنے اپنے مضامین نظم و نثر سے اسے عمدہ بنانے کی سعی کی ہے۔ لکھائی، چھپائی نہایت نفیس تقطیع پوری ۲۲/۱۸ ضخامت ۱۶ صفحے قیمت صرف ۲/ دو آنے۔

مولانا افضل حسن صاحب صدیقی الوارثی (محلہ نورنگ آباد اٹاوہ) اپنے پیر و مرشد جناب حاجی وارث علی شاہ صاحبؒ کے واقعات **حیات** مہیا کرنے چاہتے ہیں اور بہت کچھ مہیا کر بھی چکے ہیں ہمارے جو جو احباب ان کے اس نیک اور اہم کام کے لیئے مسالا دے سکتے ہوں وہ بخل نہ برتیں۔ اور اپنی واقفیت سے انہیں مستفید فرمائیں +

محمد الواحدی

بسم اللہ

نظام المشائخ

ترانۂ معرفت

جھکا تحریرِ توحیدِ خدا میں جب قلم میرا
فرشتے آسماں پر لے اُڑے حرفِ رقم میرا

ہر منزل راہِ طریقت میں جہاں سارا
بنا شاہِ زمین ہفت کشور ہر قدم میرا

کھلائے ہیں گل توحید کیا کیا میرے خامہ نے
مہکا کرتی ہے دم ہر دم نسیمِ صبحدم میرا

ملائے دل سے کھلتی ہے گلِ توحید کی نکہت
چہک اُٹھتا ہے جس دم بلبلِ باغِ ارم میرا

فنا فی اللہ کا رتبہ ثباتِ بے ثباتی ہے
نہ بود و نیستی میری۔ نہ ہستی و عدم میرا

سنا ہے کہ وقتِ نزع جذبِ عشق سے تیرے
پکارے ہر نفس کھچ کھچ کے تجکو دمبدم میرا

دیا تیری تمنائی کو ہاتھوں ہاتھ حوروں نے
درِ فردوس پر اب تک نہ پہونچا تھا قدم میرا

نہ ترساں جرمِ عصیاں سے نہ لرزاں خوفِ محشر سے
بھروسہ پہ تیری رحمت کے خوش ہوتا ہی غم میرا

دکھا کر آنکھ منزل میں بتائی راہ مقصد کی
بنا ہی رہنمائے خضر ہر نقشِ قدم میرا

ہوئے ہیں نقش دل پر تیرے داغ عشق کے سکے
خداوندا چلے گا دونوں عالم میں قدم میرا
فلک میں لگ گئی ہے میرے دو آہ کی گردش
کہے گا حشر تک چکر میں مجکو پیچ و خم میرا
الٰہی جاؤں نہ طرشوق میں دوش ملائک پر
ارادہ گلشن ہستی سے ہو سوئے ارم میرا

ہیں بلبل وہ بلبل خوش لہجہ باغ حمد کا رونق
طیور گلشن فردوس تک بہرتے ہیں دم میرا

پیارے لال رونق۔ دہلوی

حضرت بابا فرید الدین رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد کیا میں نے بقیۃ المجتہدین سمرقندی کتاب میں دیکھا ہے وہ لکھتے ہیں کہ مجھے چار گروہوں پر تعجب آتا ہے جو ان چار باتوں کا خیال نہیں کرتے (۱) جو غم میں مبتلا ہوتے ہیں اور اس آیت کو نہیں پڑھتے لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ کیونکہ خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ (۲) مجھکو ان لوگوں پر تعجب آتا ہے جنہیں کسی کا خوف ہوتا ہے اور حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ نہیں پڑھتے کیونکہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ یَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ (۳) مجھے ان آدمیوں پر تعجب آتا ہے جو کسی کے مکر سے ڈرتے ہیں۔ اور یہ آیت نہیں پڑھتے۔ اُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَى اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ کیونکہ ارشاد ربی ہے فَوَقٰىهُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا۔ (۴) مجھے ان لوگوں پر تعجب آتا ہے۔ جو بہشت کے مشتاق ہیں اور یہ نہیں پڑھتے مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کیونکہ اللہ فرماتا ہے فَعَسٰى رَبِّیْٓ اَنْ یُّؤْتِیَنِ خَیْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ +

(ماخوذ از بزم فرید۔ ترجمہ راحت القلوب)

نیک بیبیوں کی مناجات

حضرت محمد بن مروان رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ایک دن طواف کعبہ سے فارغ ہوکر آرام حاصل کرنے کی غرض سے رکن یمانی کے قریب بیٹھا ہوا تھا۔ کہ ناگہاں چار عورتیں بیت الحرام میں تشریف لائیں اگرچہ میں نے انکی صورت نہیں دیکھی۔ لیکن طرز رفتار ان کی عصمت اور نیک بختی پر شاہد تھی۔ جہاں تک میرا خیال ہے انکی عمر بھی بہت زیادہ نہ تھی۔ اور نہ یہ مساوی العمر تھیں۔ چاروں کی چاروں صحن حرم میں بیٹھ گئیں سب سے پہلے بڑی لڑکی اٹھی اور کعبہ معظمہ کے غلاف کو چمٹ کر عاجزانہ لہجے میں عرض گذار ہوئی،

الہیٰ حجی لا للبیت والحجر ولا طوافی بارکان ولا جدر

الہٰی میرا حج اس گھر یا پتھروں کے لیے نہیں نہ میرا طواف ارکان اور دیواروں کے لیے ہے بلکہ میرا حج اور طواف صرف آپ کے لیے ہے۔"

الٰھی الشوق اقلقنی الیک۔ الہٰی میرے شوق نے مجھے آپکی ملاقات کے لیے بے چین کر دیا۔ آپ کی محبت آپکی جانب گھسیٹ لائی ہے۔ میں اب آپکے سامنے دست بستہ حاضر ہوں۔ الٰھی وان کانت خطایای تقیدنی فاخلاصی فی متابی الی بابک یطلقنی۔ الہٰی اگرچہ میری خطاؤں نے مجکو مقید کر لیا تھا لیکن تیرے دروازے کی کشش نے مجھے چلنے کی قوت عنایت کر دی۔ وان کان ذنبی عن بابک یبعدنی فرجائی فی عفوک یقربنی اگرچہ میرے گناہوں نے تیرے دروازے سے دور پھینکدیا تھا لیکن مجھے میری امید معافی نے پھر نزدیک پہنچا دیا وان کانت ذلتی تطردنی فحبنی الی بابک تجذبنی

اگرچہ میری لغزشیں ستر راہ ہوگئیں نہیں۔ لیکن تیری محبت تیری چوکھٹ تک گھسیٹ لائی
یا انیس المتوحشین ویا حبیب المحبین ویا امان الخائفین ویا راحم المذنبین
ویا قابل التائبین ویا ارحم الراحمین۔ ارحمنی برحمتک واشملنی بمغفرتک
اے غمگساروں کے دوست اور اپنے چاہنے والوں کے چاہنے والے اے
مصیبت زدوں کے پشت پناہ۔ اے گناہ گاروں پر رحم کرنے والے اور توبہ
کے قبول کرنے والے اور اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے مجھ پر رحم کر
اور اپنی مغفرت میں سے حصّہ عطا فرما۔

استغفر اللہ مما کان من زللی ومن ذنوبی وتفریطی واصراری
یا رب ھب لی ذنوبی یا کریم فقد امسکت حبل الرجا یا خیر غفار

میں اپنے تمام صغائر وکبائر چھپے اور کھلے گناہوں سے بخشش مانگتی ہوں اے
میرے پروردگار میرے گناہ بخش دے کیونکہ میں نے امید کی رسی مضبوط پکڑ رکھی ہے

اس مناجات سے فارغ ہوکر یہ لڑکی روتی ہوئی غمزدہ صورت میں بیٹھ
گئی پھر دوسری لڑکی نے غلاف کعبہ کو لپٹ کر رونا شروع کیا۔ اور اپنی مناجات
کو ان الفاظوں سے شروع کیا۔

یا منتہی الامال یا حامل الابرار علی نجب الاعمال یا مسرج قنادیل الود فی
قلوب العارفین یا انیس المتوحشین یا طبیب القلوب اے تمام مقصود
اور امیدوں کی انتہا۔ اور اے نیک بندوں کو اچھے اعمال پر ثابت قدم رکھنے
والے۔ اے عارفوں کے قلب میں اپنی محبت کا چراغ جلانے والے اے
غمزدوں کے دوست اور اے درد دل کے معالج اے گناہوں کے بخشندہ۔
تیری ملاقات کے شوق نے میرے جسم کو گھلا دیا۔ اب مجھے آپ کے سامنے
حاضر ہوتے ہوئے شرم آتی ہے مجھ پر رحم کر اور میری جملہ تقصیرات کو

معاف فرمایا۔

اتیتك اشتكی سقمی ودائی وعندك یا منی قلبی دوائی

فلا احد سواك الیه اشكو فیرحم عبرتی ویری بكائی

فیامولای الوری جد لی بعفو ومن بنظرة فیها شفائی

آپ کے پاس اپنی بیماری اور مرض کی شکایت لیکر حاضر ہوئی ہوں اور میں جانتی ہوں کہ اے طبیب حقیقی میری دوا آپ ہی کے پاس ہے آپ کے سوا میرے لیے کوئی شکایت کی جگہ نہیں پس آپ میرے آنسوؤں پر رحم فرماکر مجھے روتا ہوا دیکھ لیجئے۔ اے میرے آقا مجھپر بخشش اور احسان فرمائیے میری صحت کلی کا دارومدار آپ کی ایک نظر پر موقوف ہے۔

اس کے بعد تیسری نیک بی بی روتی اور چلاتی ہوئی اٹھی۔ اور عرض کرنے لگی الٰھی ذنوبی تطردنی وعن بابك، ودوام لغفلة ابعدنی عن جنابك وقد وقفت ببابك بالذلة والافتقار ورجوت العفو عن ذنوبی والاوزار وقد هربت منك الیك وھا انا بین یدیك الٰہی میرے گناہوں اور غفلت نے آپکے دروازے سے دور کردیا تھا۔ اب میں نہایت عاجزی اور انکساری کے ساتھ گناہوں کی معافی کے لیے حاضر ہوئی ہوں۔ اگرچہ اب تک آپ کی درگاہ سے دور رہی۔ لیکن اسوقت حضوری میں موجود ہوں

ببابك ربی قد اناخت ركائبی وما لی من ارجوه یا خیر واهب

سواك فجد لی بالذی انت اهله لاعطی من الافضال اسنی المواهب

اذا لم امت شوقا الیك وحسرة علیك فلا بلغت منك مآربی

میں نے اپنی سواری آپ ہی کے مکان کے لیے کسی تھی۔ آپ کے سوا مجھپر کامل فضل و بخشش کرنیوالا کوئی دوسرا نہیں جس کے پاس میں امیدوار بنکر جاؤں۔ میں آپ سے ہی

مانگتی ہوں تاکہ آپ اپنے فضل سے خاص حصّہ عنایت فرمائیں۔ میری آرزوئیں مجھی بہاں طورسے جب ہی مل سکتی ہیں کہ جب میں تیرے شوق میں مرجاؤں۔ یہ مناجات سے فارغ ہوکر بیٹھ گئی۔ چونہی لڑکی نہایت غمگین اور دردبھرے لہجے سے آہ آہ کرتی ہوئی اٹھی اور پردے کو جھٹ کر عرض کیا۔ الٰهي امرت المجتهدين بالوقوف على بابك وما اظن عنهم انهي لولا ان العفو من صفاتك لما ابتليت بالذنوب اهل ولا يأتك الٰهي ان كنت غير مستاهلة لما ارجوه من مغفرتك فانت اهل ان تجود علي بسعة رحمتك يا من لا تخفى عليه خافيه ويا من نعمه لم تزل دائبه استر علي ما خفي من ذنوبي فانت نهاية مقصدي ومد املولي الٰہی آپ نے اپنے دروازے پر مجاہدہ کرنے والوں کو اجازت دی ہے اور مجھے یقین ہے کہ میں اس جماعت سے نہیں ہوں۔ اگر آپ کی صفت عفو اس قدر مشہور نہ ہوتی تو میں ہرگز ان گناہوں کی مرتکب ہوتی اور نہ آپ کے دروازے پر آتی۔ الٰہی میں جانتی ہوں کہ مجھ جیسی گنہگار بخشش کے قابل نہیں۔ لیکن آپ بیشک مغفرت اور بخشش کے اہل ہیں آپ کی رحمت میرے گناہوں سے زیادہ وسیع ہے۔ اے وہ ذات کہ جس پر کوئی پوشیدہ سے پوشیدہ چیز بھی مخفی نہیں اور جس کی نعمتوں کو کبھی زوال نہیں۔ میرے تمام گناہوں کو معاف فرما دے تو ہی میری امیدوں اور مقصدوں کی انتہا ہے۔

نعطف بفضل منك يا مالك الورى — فانت ملاذي سيدي ومعيني

لئن ابعدتني عن جنابك زلتي — فان رجائي فيك حسن يقيني

وظني جميل انني منك ارتجي — عواطفك الحسنى فخذ بيميني

اے مخلوق کے مالک اپنے فضل سے مجھ پر بخشش فرما تو ہی میرا مددگار اور حمایت کرنے والا ہے اگرچہ مجھ میری نافرمانیوں نے تجھ سے دور کر دیا تھا لیکن میری امیدیں تیرے ساتھ اسطرح وابستہ ہیں۔ اور میرے لئے اس ہی حسن عقیدت کی وجہ سے امیدوار ہوں کہ تو میری دستگیری اور اعانت فرما۔ چار و ناچار

رشتۂ زنار شد در گردنم موئے حبیبؐ

تضمین بر کلام بلاغت التئام حضرت غریب نواز مولانا خواجہ شاہ الٰہی بخش چشتی عرفان رضی اللہ عنہٗ

رشتۂ زنار شد در گردنم موئے حبیبؐ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ تا بدر تسبیح آمد تارِ گیسوئے حبیبؐ
آمدہ از دامن وحدت مرا بوئے حبیبؐ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ عشقِ اصلِ کل مرا آورد در کوئے حبیبؐ
غیر او شد محو بینم ہر نفس روئے حبیبؐ

ایکہ مرہم بہر زخمِ عاشقاں لابد شدی ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ جانِ عشاقانِ عالم در یدِ تو لابدی
مثل برزخ درمیانِ خلق و خالق آمدی ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ اصلِ کل اصل الحقائق ہست ذاتِ احمدی
جلوہ گر عالم شدہ از جلوۂ روئے حبیبؐ

تا بکی این محنت و غم الغیاث اے ذاتِ بحت ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ تا بکی در این و آنم الغیاث اے ذاتِ بحت
تا بکی این پیچ و این خم الغیاث اے ذاتِ بحت ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ تا بکے اشکالِ عالم الغیاث اے ذاتِ بحت
مرتفع باشد حجب ظاہر شود روئے حبیبؐ

گہ پدیدار آمدی در کسوتِ نابود و بود ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ تفرقہ انداختی در چشم ہر اہلِ شہود

لیک مخفی کے شود از کاسبِ اہلِ وجود　　محو شد اشکالِ عالم روئے مطلق رو نمود

وین نہ بینیم در نظر جز جلوہ روئے حبیب

فکر و اذکار ہجومِ ہجرِ شب گرد غلط　　سوزشِ با دہمومِ ہجرِ شب گرد غلط

دفترِ رنج رقومِ ہجرِ شب گرد غلط　　سنبلستانِ عمومِ ہجرِ شب گرد غلط

گر صبا آرد بمن تارے ز گیسوئے حبیب

در مقامِ عارفاں ہر روز بینیم بعد عصر　　در جمالِ این و آں ہر روز بینیم بعد عصر

از طفیلِ خواجگاں ہر روز بینیم بعد عصر　　در صلوٰۃِ عاشقاں ہر روز بینیم بعد عصر

سرِ وحدت نورِ مطلق جلوہ روئے حبیب

عشق گر گوید غلامِ شاہِ والا می شود　　جان و دل ہم خاک و خوں از تیغِ ہجرش می طپید

گر بگویم سرِ وحدت برہمن بت بشکند　　جنت الفردوس را زاہد تمنا مے کند

خواجۂ عرفان نخواہد مسکن کوئے حبیب

عشق معرفت احمد عبدالحی
قریشی

[illegible]

قطب اکبر

بازیچۂ اطفال ہے دنیا مرے آگے ہوتا ہے شب و روز تماشا مرے آگے
اک کھیل ہے اورنگ سلیماں میرے نزدیک ایک بات ہے اعجاز مسیحا مرے آگے

اس زمانہ میں جیسی کچھ عقل اور حکمت نے ترقی کی وہ محتاج بیان نہیں ناممکن اور ان ہونی باتیں جو کبھی شاعر اور قصہ خوان لوگوں کے دل بہلانے کے واسطے بیان کیا کرتے تھے وہ سچ ہو کر آنکھوں کے سامنے آگئیں بلکہ یورپ کے ایجاد اور کمالات کچھ ان سے بھی بڑھ چڑھ کر حکمت کے طلسم اور عجائبات ہمکو دکھا رہے ہیں اور نرالے نت نئے شعبدہ اور جادو کے تماشے پیدا ہوتے رہتے ہیں اور آگے دیکھئے عقلیں کہاں تک اونچی اڑتی ہیں اور ہم لوگ کہاں سے کہاں تک پہونچتے ہیں آج اگر سامری اور حکیم قسطاس الحکمت اپنی قبروں سے نکل کر دیکھیں تو ان کے ہاتھوں کے طوطے اڑ جائیں مگر افسوس یہ ہے کہ جسقدر سائنس ترقی کرتی جاتی ہے دل اور ارواح بے نور ہوتے جاتے ہیں خدا سے دور ہوتے جاتے ہیں۔ معرفت الٰہی کا ذوق و شوق مٹتا جاتا ہے اس گفتگو سے میری یہ غرض نہیں ہے کہ سائنس بری چیز ہے یا اسے چھوڑ دیا جائے ہرگز نہیں کیونکہ وہ دنیا کے کاموں میں ہماری بڑی مددگار ہے مگر جسقدر دماغ اس کی چھان بین اور چھان پھٹک میں صرف کرتے ہیں اوس سے تہائی چوتھائی توجہ ہم سلوک میں صرف کرتے رہیں تو ہمکو روحانی ترقی بھی حاصل ہو جائے اور اس کے سامنے یہ مادی اور کثیف عروج ہیچ دکھائی دینے لگے اور بجلی جیسی لاکھوں ولایتیں اور انوکھے ملک اور عجیب و غریب مخلوق ایسی دکھائی دے جو نہ کبھی

کانوں نے سنی ہوں نہ آنکھوں نے دیکھی ہوں چنانچہ تمثیلاً بیان کرتا ہوں کہ ایک دن حضرت حریق المحبت فریدالدین گنج شکر قدس سرہ العزیز پاک پٹن میں تشریف رکھتے تھے جو دو شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے جن کی وضع قطع ڈیل ڈول صورت شکل معمولی انسانوں سے خلاف تھی جب قدمبوسی کر چکے تو حضرت نے اون سے پوچھا آپ کہاں کے رہنے والے ہیں اور فقیر کے پاس آنے کی کیوں تکلیف اٹھائی ہے اِن دونوں نے دست بستہ عرض کیا کہ کوہ قاف کے پیچھے آپ کی اس دنیا سے بڑی ایک اور دنیا بنی ہے اور اس میں کافر مسلمان سب قسم کی مخلوق ہے ہم وہیں کے رہنے والے ہیں اور ہم دونوں کو ولایت کا مرتبہ حاصل ہے ایکدن قاف کے سب اولیا ر اکٹھے ہوئے اور یہ تذکرہ ہونے لگا کہ قطب اکبر تمام عالم میں ایک ہوتا ہے اور وہ وقتاً فوقتاً سب مقامات کا دورہ کرتا ہے اگر واقعی قطب اکبر کا وجود ہوتا تو یہاں بھی کبھی نہ کبھی تشریف لاتا اس سے قیاس ہوتا ہے کہ عالم قطب اکبر سے خالی ہے۔ بعض نے کہا قطب اکبر ہے تو ضرور کیونکہ وہ اگر نہو تو نظام عالم میں خلل آجائے۔ مگر ہم تم اس سے خبردار نہیں ہیں آخر کار یہ رائے قرار پائی کہ دو شخص ہم میں سے جائیں اور جہاں میں چل پھر کر قطب اکبر کا پتہ لگائیں اور اس خدمت پر ہم دو شخص مقرر کئے گئے ہم نے مشرق سے مغرب تک اور شمال سے جنوب تک عالم کی سیر کی اور بے شمار فقیروں کو دیکھ ڈالا مگر جس کمال کی تلاش تھی وہ کسی میں نہ پایا۔ البتہ ہر شہر اور ہر ملک میں آپ کے اوصاف حد سے زیادہ سننے میں آئے اور اشتیاق بڑھتا گیا اور دل نے کہا ہوں نہ ہوں آپ ہی قطب اکبر ہوں الحمدللہ کہ ہم مراد کو پہونچ گئے اور ہمارا گمان یقین سے بدل گیا اب یہ تمنا ہے کہ حضور ہم غلاموں کے ساتھ ماورالقاف تشریف لے چلیں اور ہماری قوم کو اپنے جمال سے مشرف فرمائیں بابا صاحب نے اس کا جواب فوراً

انکو نہ دیا اور یہ دونوں قافی حضرت کی خدمت میں ایسے محظوظ ہوئے کہ اپنا گھر بھول گئے اور پاک پٹن میں ہی ڈیرہ ڈال دیے۔ جب یہ دونوں شخص مفقود الخبر ہوگئے تو دو شخص ان کی قوم میں سے پیر قطب اکبر اور ان کی تلاش میں نکلے اور سارے جہان کا چکر کاٹ کر پاک پٹن میں آئے اور بابا صاحب کے کمالات دیکھ کر یہیں رہ پڑے۔ اسی طرح قاف میں جسقدر ولی تھے دو دو چار چار ہو کر سب پاک پٹن آگئے اوس وقت بابا صاحب نے فرمایا کسی ولایت کو انبیا علیہم السلام یا اولیائے کرام کا خالی چھوڑ کر چلا آنا خدا کی ناخوشی کا باعث ہوتا ہے تم سب صاحب اپنے وطن کو جاؤ میں ماورار القاف میں آؤں گا۔ اور جو لوگ میرے مشتاق ہیں اون سے ملوں گا اور سلسلہ عالیہ چشتیہ میں داخل کروں گا ان لوگوں کا جانے کو جی تو نہ چاہتا تھا مگر حضرت کے فرمانے سے چلے گئے کچھ دن کے بعد بابا صاحب نے ماورار القاف کا تہیہ فرمایا اور اپنی ہمراہ مخدوم بہاؤالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ کو لیا دونوں صاحب ملکۂ طیرانی سے جو اولیا ءاللہ کو حاصل ہوتا ہے پرواز کرکے دامن کوہ قاف میں پہونچے یہ مقام جن و انس سے خالی تھا البتہ عجیب وغریب قسم کے چرند اور پرند پھر رہے تھے اور تمام زمین لالہ وگل اور سبزہ اور شادابی سے غیرت فردوس بنی ہوئی تھی اور ایک عظیم الشان مسجد جو سر سے پاؤں تک لعل و یاقوت اور گوہر ومرجان میں مرصع ہو رہی تھی، دکھائی دیتی تھی دونوں صاحبوں نے اوس مسجد میں قیام فرمایا اور ماورار القاف کے باشندوں کو آپ کی تشریف لانے کی خبر ہوئی اور اُن میں سے چند شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کے لیے ایک ایسی سواری لائے جو ہوا میں چلتی تھی بابا صاحب نے مخدوم صاحب کو اوسی مسجد میں کسی مصلحت سے چھوڑا اور خود اون کے ہمراہ ماورار القاف تشریف لے گئے اور عرصہ تک

اون کے شہر میں ٹھیر کر سلسلہ تعلیم جاری کیا مخدوم صاحب کے واسطے دونوں وقت
کھانہ ماورارالقاف سے بیسکروہ لوگ آتے تھے اور کھانہ کھاکر پہر پلیٹ جاتے
تھے ایک دن اوس قوم نے آپ سے وعظ کی درخواست کی اور ایک جواہر نگار
منبر آپ کی نشست کے لیے ایک بڑے میدان میں بچھایا اور بے شمار قانی سننے
کے لیے جمع ہوئے آپ نے کلام اللہ شریف کی ایک آیت کی تفسیر کی اور اسکی
باریکیاں اور اسرار بیان فرمائے تو اوس قوم میں جوش وخروش پیدا ہو گیا۔
بعض اون میں سے بیتاب ہوکر نعرہ مارتے تہے تو معلوم ہوتا تہا شیر دھاڑ
رہا ہے یا بادل گرج رہا ہے بعض اون میں سے تڑپتے تھے تو ہوا کے
اوپر ہوجاتے تھے جب حضور تعلیم وتلقین سے فارغ ہو چکے تو پہراوسی
مسجد میں واپس تشریف لائے اور مخدوم صاحب کو ساتھ لیکر اوسی طرح
پاک پٹن کو معاودت فرمائی یہ ایک ادنی مقام بابا صاحب کے کمال کا ہے
ورنہ آپکے مراتب ایسے عجیب وغریب ہیں جنکو ہم لوگ جان بہی نہیں سکتے ہیں
خواجہ محمد غوث گوالیاری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک رات کو
اپنے حجرہ میں مراقب تہا جو میں نے ایک غیبی آواز سنی ہاتف نے مجھ سے
کہا آنکھیں کھو لدے یہ حضوری کا وقت ہے نہ کہ دوری کا میں نے گبہرا کر آنکھیں
کھولدیں تو سامنے دیکھا سامنے ایک دریا بہہ رہا ہے جس کے کنارہ مشرق اور
مغرب تک پہونچے ہوئے ہیں اور دریا کے بیچ میں ایک نورانی تخت بچھا
ہوا ہے جس کے جواہر اور نگینہ بجلی سے زیادہ چمکدار ہیں تخت پر ایک بزرگ
شاہانہ لباس پہنے ہوئے تشریف رکھتے ہیں جن کے چہرہ کی تجلی پر نظر
ڈالنی معمولی آنکھوں کا کام نہیں ہے اور تخت کے داہنے بائیں دو نور کی پیکریں
کہڑی ہیں دریا میں لاکہوں کروڑوں بلکہ بے شمار انسان گھسے ہوئے ہیں

اور وہ اس تمنا میں ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں کہ تخت تک پونہچ جائیں مگر دریا کا پاٹ اتنا بڑا ہے کہ تخت تک پہونچنا تو در کنار آدہا دریا بھی اون سے نہیں لانگا گیا گر تھی کے دو تین شخص جن سے میں صورت آشنا ہوں وہ تیر کر بیچ دریا میں پہونچ گئے ہیں مگر تخت اون سے بھی ابھی بہت دور ہے توفیق الٰہی نے مجھے ان سب تیراکوں سے آگے بڑھا دیا اور میں تخت کے پاس جا پہونچا بزرگ نے تخت پر سے اوٹھکر مجھے اپنے آغوش میں لیلیا اور اپنا لباس مجھے پہنادیا اور ایک نور کا طباق میرے سر پر اولٹ دیا جس کے اثر سے میری روح اور میرا تن بدن منور ہوگیا۔ میں نے عرض کیا کچھ اور عنایت ہو تو ارشاد ہوا جو کچھ تمہاری قسمت کا تہا وہ تمکو مل گیا زیادہ کی ہوس نہ کرو میں نے گذارش کیا یہ دریا کیا ہے اور یہ تخت کیسا ہے اور حضور کون ہیں اور یہہ دونوں پیکرین کیسی ہیں اور دریا میں تیرنے والے کون ہیں بزرگ نے فرمایا مجھے فریدالدین گنج شکر کہتے ہیں اور یہ دریا ئے توحید ہے اور اسمیں جو لوگ تیر رہے ہیں یہ صوفی ہیں اور تخت اُس ذات پاک کا ہے اور یہ دونوں پیکرین اُس کے جمال اور جلال کی صورتیں ہیں اور میں اس مقام کا نگہبان ہوں جس سالک کی قسمت یاوری کرتی ہے اور وہ یہاں تک پہونچتا ہے تو اوس کی نصیب کا جو فیضان امانت ہوتا ہے وہ میری معرفت اوسے عطا فرمایا جاتا ہے۔ جب میں نے حضرت کا نام سنا تو جھک کر آپ کی قدم بوسی کی۔ اور یہ التماس کیا حضور بذات واحد اس مقام کے محافظ ہیں آپنے فرمایا نہیں میرے علاوہ **خواجہ بایزید بسطامی** اور **حضرت جنید بغدادی**۔ اور **حضرت ذوالنون مصری** کو بھی یہہ خدمت سپرد ہے ہم چاروں نوبت بہ نوبت اور باری باری سے اس کو بجالاتے ہیں ہم چاروں کے دو رنگ باقی میں سے جس

کسی کا وقت طالب پاتا ہے اور یہاں تک اُس کے رسائی ہوتی ہے وہ اسی سے فیضیاب ہوتا ہے اور وہ صاحب خدمت اپنا لباس اُسے پہناکر جمال اور جلال کے فیضان سے مشرف فرماتا ہے چونکہ تمکو ہمارے ساتھ خاص تعلق ہے اس واسطے تم ہماری باری میں یہاں تک پہونچے اور ہمارے کمالات سے حصّہ پایا اس ارشاد پر مجھے شبہ ہوا اور میں نے عرض کیا آپ چار دق حضرات تو رسول خسرازماں صلی اللہ علیہ وسلم کی دورہ نبوت کی آخری وقت میں پیدا ہوئے ہیں اور یہ مقام قدیم ہے اس لیے آپ صاحبوں سے پہلے اُس کی حفاظت کسکو سپرد تھی آپنے جواب دیا اے عزیز ہماری حقیقت قدیم سے اسکی محافظ ہے اور حقیقت کو جسم اور روح اور اول آخر سے کچھ تعلق نہیں ہے ایطرح خواجہ محمد اکرم براسوی رحمۃ اللہ علیہ جو چشتیہ صابریہ طریقہ میں ایسے کامل گذرے ہیں کہ آپ کی کتاب اقتباس الانوار کو بندگی حضرت محمد صادق گنگوہی قدس سرہ العزیز نے عالم مکاشفہ کے اندر حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم کے دربار میں پیش کیا جس میں تمام اصحاب کبار اور اگلے پچھلے اولیاء اللہ خصوصاً حضرت غوث اعظم اور خواجہ بزرگ اور حضرت باباصاحب اور جناب محبوب پاک اور شیخ عبدالقدوس گنگوہی رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین حاضر تھے حضور اقدس نے کتاب ملاحظہ فرماکر ارشاد کیا اس کا مصنف کہاں ہے اور خواجہ محمد اکرم صاحب آگے بڑھکر آداب بجا لائے اور عرض کیا یہ فقیر حاضر ہے فرمایا تم نے یہ کتاب خوب لکھی ہے اور تصوف کے عجیب و غریب اسرار اس کے اندر مرقوم کئے ہیں ہم نے تم کو اور تمہاری کتاب کو قبول فرمایا اور دونوں ہاتھ اوٹھاکر ان کے اور ان کی کتاب کے واسطے فاتحہ پڑھی اور ایک نورانی چادر ان کے کندھوں پر ڈالدی جس پر سورہ اذا جاء نصر اللہ

منقوش تھی۔ یہ بزرگوار فرماتے ہیں کہ میں رمضان شریف کی ستائیسویں کو عشار کی نماز کے بعد **کیمیائے معرفت** کی شغل میں مشغول تھا رات ایک پہر سے زیادہ نہ رہی تھی جو میرے سامنے ایک نوجوان جس کی ڈاڑہی موچھیں ابھی نہ نکلی تھین آن کہڑا ہوا اوس کی آنکھیں شمع سے زیادہ روشن اور آبدار تہیں مینے اوس نوجوان سے پوچھا آپ کون ہیں اوس نے کہا مجھے **امین الاسرار** کہتے ہیں اور آپ کے لینے کے واسطے آیا ہوں تاکہ آپ کو عالم اسرار کی سیر کرواؤں میں نے کہا بہت اچھا اوس نے میرا ہاتہ پکڑ لیا اور عالم بالا کی طرف پرواز کی میں بہی اوس کے ساتہ پر سے پر ملا کر بلے تکلف اڑنے لگا یہاں تک کہ ہم دونوں عرش سے پرے پہونچ گئے اور اپنے سامنے دریائے اسرار کو اس ہیبت کے ساتہ بہتے ہوئے پایا کہ زہرہ کیا جان پانی ہوئی جاتی تھی۔ مینں نے امین الاسرار کہا اس دریا میں نہ جہاز ہے نہ کشتی ہی پار کیونکر اوترا جائے گا امین الاسرار نے کہا میں خود حیران ہوں اور میری حد پرواز بہی ہیں تک تھی میں آگے قدم نہیں رکھہ سکتا ہوں ناگہاں دریا میں ایک بھنور پڑا اور بھنور کے اندر سے دو طاؤس نور کے نکلے جن کی شکل وشمایل حوران جنت سے بھی زیادہ دلفریب تھی اون میں سے ایک طاؤس نے مجھے اپنی گردن پر چڑھا لیا اور دوسرا خالی میرے ساتہ ہولیا جب ایک طاؤس پرواز کرتے کرتے تھک جاتا تھا تو دوسرا مجھے اپنی گردن پر بٹھا لیتا تھا ان کی بلند پروازی اور تیز رفتاری کسی طرح بیان میں نہیں آسکتی ہے جب میں بیچ دریا میں پہونچ گیا تو ایک ایسا موقع آیا جہاں نورانی طاؤسوں کے سکت نے جواب دیدیا اور دونوں کے دونوں ٹہٹک گئے۔ اس مقام کا نام **محک العشاق** تہا اس جگہہ اچھے اچھے فقیروں کی گاڑیاں

انکی پڑی تھیں اور کچھ کرتے دہرتے نہ بن پڑتا تھا میں نے سمجھا کہ میں بھی ان صاحبوں کی طرح اسی جاے پر پڑا اسکا کروں گا۔ مگر شیخ کی توجہ نے مدد فرمائی اور دریا میں سے ایک ایسا پرند نکلا جس کا آدہا دھڑ آگ کا اور آدھا دھڑ نور کا تہا وہ میری پاس آیا اور اوس نے اشارہ کیا میں اوس کے اوپر سوار ہوگیا اوس نے پرواز کی اور مجھے **فضاے ہویت** تک پہونچادیا یہاں ایک اور دریا زور سے بہ رہا تہا جس کا پانی خون کی طرح سرخ تہا اور اس کے کنارونکی زمین یاقوتی رنگ کی تہی اس دریا کے کنارہ پر بہت سے سالک حیران کہڑے تہے جنمیں سے بعض بعض کو میں اچھی طرح پہچانتا تہا اور اون میں سے بعض میرے دوست بہی تھے بحر احمر میں جنبش ہوئی اور ایک بہت بڑی مچھلی لال رنگ کی نکل کر میرے نزدیک آگئی میں اوس کی پشت پر سوار ہوگیا اور وہ مجھے بڑی سرعت کے ساتھ لے چلی یہان تک کہ میں دریا کے کنارہ پر پہونچ گیا اس کنارہ کی زمین بالکل سیاہ تھی اور سامنے ایک سیاہ رنگ کا دریا تہا جس کی تیرگی مشک سے زیادہ روح پرور تھی اور اس کی سیاہی میں بہت تیز انوار چمک رہے تہے میں دریا کو غور سے دیکھ رہا تہا جو تلاطم کے ساتھ بہ رہا ہیں سے اوبہر کر ایک شخص اوپر آیا جس کے سات چہرہ انسان جیسے تہے اور اونکی چمک دمک سے آنکھیں ماند ہوئی جاتی تہیں اس شخص نے مجھے اپنے کندھے پر بٹھالیا اور چوتھے دریا کے کنارہ پر پہونچادیا اس دریا اور اس کے کنارون کی زمین کا کوئی رنگ نہ تہا مگر پہر بھی اس میں ہزاروں رنگ پیدا ہوتے تھے اور غائب ہوجاتے تھے جب میں اس دریا کے کنارہ پر پہونچا تو اسکو دیکھکر میرے ہوش وحواس گم ہوگئے اور دریا کی تموج کو دیکھ کر میرا کلیجہ بلبلوں اوپچھلنے لگا۔ میں دریا کو کہڑا ہکا بکا دیکھ رہا تہا کہ دریا میں سے آواز آئی

اسے درویش ڈھونڈ نہیں اوس نام لیکر دریا میں کود پڑے پکار کر کہا یا ہادی کہاں نام نامی کیا ہے دریا میں سے آواز آئی میرا نام فرید الدین گنج شکر ہے بابا صاحب کا نام سنتے ہی میرے دل میں اُمنگ پیدا ہوئی اور میں دریا میں بے دھڑک گر پڑا میں تھوڑی ہی دور دریا میں گیا تھا جو میں نے دیکھا سامنے اتنا بڑا جہاز کھڑا ہے جس کے سامنے ساتوں زمین ساتوں آسمان اور عرش رائی کے دانہ سے بھی کم چھوٹا ہے اور اوس جہاز کی اوپر اتنا ہی بڑا ایک تخت بچھا ہوا ہے جس کے اندر ہزاروں آفتاب جڑے ہوئے ہیں اور اس تخت پر ایک نورانی بزرگ نور کے کپڑے پہنے رونق بخش ہیں اور آپ کے چاروں طرف چار صورتیں کھڑی ہیں۔ جب میں تخت کے قریب پہونچ گیا تو اوس بزرگ نے میرے حال زار پر بہت شفقت فرمائی اور ارشاد کیا میرے سیدھے ہاتھ کی طرف جو تو صورت دیکھتا ہے یہ غوثی شکل اولیاء اللہ کی ہے اور میرے داہنی طرف جو صورت ہے یہ قطب مدار ولی شکل اولیاء اللہ کی ہے اور میرے آگے جو صورت ہے یہ عامہ کمالات نبوت کی شکل ہے اور میرے پیچھے جو صورت ہے وہ خاصۂ کمالات نبوت و رسالت کی شکل ہے۔ میں جس کو قطب مدار بنانا چاہتا ہوں تو پہلی شکل سے اوسے فیضیاب کرتا ہوں اور جس کو مقام فردیت دینا مجھے منظور ہوتا ہے تو اوسے دوسری شکل سے بہرہ یاب کرتا ہوں اور جسے قطب حقیقت اور محبوب بنانا چاہتا ہوں تو تیسری شکل سے مستفیض کرتا ہوں اور جس کو کمالات محبوبیت اور قطبیت کبریٰ اور غوثیت اور قطب ہدایت وغیرہ کمالات سے سرفراز کرنا ہوتا ہے تو چوتھی شکل سے حصہ دیتا ہوں اس کے بعد اوس بزرگ نے دو چادریں مجھے اوڑھا دیں جن میں سے ایک پر قرآن حمید لکھا ہوا تھا اور دوسرے پر توریت اور زبور اور انجیل تحریر تھی

ارشاد ہوا کہ دونوں چادریں کبریائے ذاتی کی ہے جس پر قرآن منقوش ہے وہ ولایت محمدی کے فیضان کا سرچشمہ ہے اور جس پر اگلی کتابیں لکھی ہوئی ہیں وہ ابنیاء کے ماسبق کے فیضان کا منبع ہے یعنے دونوں قسم کی ولایت بخشے مرحمت فرمائی ہے اس مژدہ سے مجھے جو کچھ مسرت حاصل ہوئی وہ میرا دل جانتا ہے یعنے ونست عرض کیا کہ اپنے نام گرامی سے مجھے آگاہ فرمایئے ارشاد کیا کہ میرا نام گنج شکر ہے اور جس دریا کے اندر تو کھڑا ہے یہ دریائے لاتعین ہے جس کی یہاں تک رسائی ہوتی ہے وہ میری اور سید عبدالقادر جیلانی رض کی توجہ سے ان دونوں نسبتوں کو حاصل کرتا ہے یعنے جن لوگوں کو غوث اعظم رح کے دامن سے وابستہ کیا جاتا ہے وہ اون کی نوبت میں دریائے لاتعین تک لایا جاتا ہے اور فیضیاب کیا جاتا ہے اور جو لوگ خواجگان چشت سے تعلق رکھتے ہیں وہ میری نوبت میں یہاں تک آتے ہیں اور اپنے دامن کو مراد سے بہر لیتے ہیں اس ارشاد کے بعد بابا صاحب نے مجھے لفظ محبت اور نقطۂ معرفت اور نقطۂ ذات کے تینوں شغل تعلیم فرمائے میں نے گستاخانہ پوچھا کہ جناب عالی آپ دونوں حضرات کا ظہور تو اس جہان میں تہوڑی مدت سے ہے اور بحر لاتعین کا فیض ہمیشہ سے پہونچتا رہا ہے اس کا راز کیا ہے آپ نے فرمایا اے درویش ہم دونوں کی حقیقت نور محمدی کے ظہور کے ساتھ ہی اس لیے ہم اولین و آخرین سب سالکوں کو ہمیشہ سے فیض پہونچاتے ہیں اور یاد رکھنا حقیقت کو جسم اور عنصروں اور اول و آخر سے کچھ تعلق نہیں ہوتا ہے فقط

فقیر ناصر نذیر۔ فراق۔ دہلوی

نظم

رام کہانی

پہلے ہم بچے تھے اِک نادان تھے
بے نوا تھے بے سروسامان تھے

بچپنے کے ہاتھ سے مجبور تھے
رات دن کے کھیل میں مسرور تھے

پھر جوانی آئی تو آئی بہار
خوب دیکھی گردشِ لیل و نہار

بے سروسامانیاں جاتی رہیں
اگلی آناکانیاں جاتی رہیں

مستیاں سوجھیں ہوس کی مان لی
ٹھان لی جو کچھ کہ دل میں ٹھان لی

جس نے ٹوکا بے تکلف کہہ دیا
آخرت تو آئے دیکھا جائے گا

ساقیا برخیز و در دہ جام را
خاک بر سر کن غمِ ایام را

علم سیکھا اور ہی کچھ ہو گئے!
رات کے جاگے ہوئے تھے سو گئے

پھر نہ جاگے عمر بھر خواری ہوئی!
قبر میں لیٹے تو بیداری ہوئی

ایسی بیداری سے سونا خوب تھا!
اور اس سونے پہ رونا خوب تھا.

مردماں را سر بسر در خواب داں
گشت بیدار آنکہ او رفت از جہاں

ایک ظاہر تھا نتیجہ اور بھی
ایسے ویسوں نے اُڑایا اور بھی

واہ کیا کہنے ہیں حضرت دیکھئے"
"رحمتِ حق کا تماشا دیکھئے"

اب تو ہر مسجد کے ممبر سج گئے!
اور کیا حضرت کے ڈنکے بج گئے

آپ کو کوشش سے یہ رتبہ ملا
لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعیٰ

مل گئی تقدیر بھی تدبیر سے
آدمی سونا بنا اکسیر سے

ماہر ہر علم حضرت ہی تو ہیں ماحیٔ تقلید و بدعت ہی تو ہیں

آپ کو سچّوں میں سچّا جانیئے!
جانیئے اچھوں کو اچھا جانیئے!

ایسی باتوں سے بڑھا کبر و غرور بڑھتے بڑھتے پڑ گئے رستے سے دور
پہلے رحمت تھے تو زحمت ہو گئے خضر سے گمراہِ اُمت ہو گئے
ہو گئے سرمستِ صہبائے خودی بیخودی میں کچھ نہ سوجھی دور کی
جب ہوائے نفس میں رہنے لگے آدمی کو آدمی کہنے لگے
خود پرستی کی طرح غفلت بڑھی خود کو بھولے غیر سے الفت بڑھی

کاش ہم دلدار پر رکھتے نظر
اعتمادے نیست بر علم و ہنر

جب ہوئی اُس ابتدا کی انتہا ہو گئی اُس انتہا کی ابتدا
اُنگلیاں اُٹھیں تماشا ہو گئے چار سو عالم میں رسوا ہو گئے
ایک نے بڑھکر کہا حضرت یہ کیا؟ آپ ہی ہیں ہادیٔ اُمت یہ کیا؟
خود کو بھولے اور خودی میں آگئے منہ بھی یوں آئے کہ منہ کی کھا گئے
آپ اپنی ذات سے باہر نہیں بات جو مخفی ہے وہ ظاہر نہیں

"مولوی گشتی و آگاہ نیستی
خود کجا و از کجا و کیستی"

معرفت کیا چیز ہے فرمایئے آپ سمجھے ہیں تو کچھ سمجھایئے
ایں روا آں نا روا دانی تو نیک تو روا یا نا روائی بیں تو نیک

تو ہمیدانی یجوز و لا یجوز!
خود ندانی کہ حوری یا عجوز!

مرگ کے ظاہر نشاں ہونے لگے — تیر سے حضرت کماں ہونے لگے
پر نہ سمجھے آپ کو یہ کیا ہوا! — آپ کا کہنا مرا کہنا ہوا!
علم کے دنیا میں جھنڈے گڑ گئے — یہ بھی تو لینے کے دینے پڑ گئے

صد ہزاراں علم دارد از علوم
جانِ خود را خود نداند ایں ظلوم

داغ دکھائے ہیں رونا ایک ہے — آنکھ کا ہونا نہ ہونا ایک ہے
"اے بسا عالم ز دانش بے نصیب — حافظ علم است آنکس نے حبیب"
ہائے سب منطق کا جھگڑا ہیچ ہے — ہیچ ہے صغریٰ و کبریٰ ہیچ ہے
عمر در محمول و در موضوع رفت — بے بصیرت عمر در مسموع رفت
زندگی صغریٰ ہے کبریٰ ہے ممات — حدِ اوسط ہے عذابوں سے نجات

رہ گیا باقی نتیجہ وصلِ دوست"
"ہر دو عالم یک فروغِ روئے اوست"

معرفت کے لفظ نے سمجھا دیا — اک خودی گم ہو تو مل جائے خدا
گھر سے نکلو شکل دیکھو راہ کی — معرفت ہے نفس سے اللہ کی

خود کو پہچانو تو اس کو جان لو
مان لو اے آہ کہنا مان لو — آہ

دربارِ رسول ؐ یہ دی خواجہ حسن نظامی صاحب کا معرکۃ الآرا مضمون جو نظام المشائخ کے رسول نمبر ۱۳۲۹ھ میں چھپا تھا، مولوی ظفر علی خاں صاحب اڈیٹر زمیندار کا مضمون **"اسلام کی برکتیں"** اور علامہ شبلی کی نظم **"تنزلِ اسلام کا اصلی سبب"** کہ یہ دونوں بھی ہمارے پرچہ میں نکل چکے ہیں اب ان سب کو کتاب کی صورت میں شائع کیا گیا ہے قیمت علاوہ محصول ۲؍ منیجر نظام المشائخ دہلی سے منگائیں +

تصوّف اور اہل تصوّف

یہ اولیاء اللہ کے علم کا نام ہے اس کے اہل کو صوفی کہتے ہیں اعرف العرفا حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری ثم اللاہوری علیہ الرحمتہ اپنی کتاب کشف المحجوب میں تصوف کی نسبت تحریر فرماتے ہیں کہ لوگوں نے اس لفظ کی نسبت بہت کچھ لکھا ہے ایک گروہ اس بات کا قائل ہے کہ صوفی کو صوف کا لباس پہننے کے باعث صوفی کہا گیا۔ دوسرے فرقہ کا خیال ہے کہ صوفی کو پہلی صف میں ہونے کے سبب صوفی کہتے ہیں *

بعض کہتے ہیں کہ اصحاب صفہ سے نسبت رکھنے کے سبب یہ نام بلا ہے علیٰ ہذا القیاس اسی قسم کے اور بھی مختلف خیالات ہیں۔ پھر حضرت مذکور فرماتے ہیں کہ یہ باتیں از روئے لغت درست نہیں۔ صفا کدر کی ضد ہے۔ اور اس سے مراد ہے لطیف چیز۔ کدر صفات بشری سے ہے۔ صوفی فی الحقیقت وہ ہوتا ہے جسے کدر سے گذر ہو۔ صفا بشری صفات سے نہیں کیونکہ بشر خاکی ہے اور خاک کو کدر سے گذر نہیں صفا کے لیے اصل ہے اور فرع اصل دل کا قطع کرنا اغیار سے اور فرع دل کو خالی کرنا دنیائے غدار سے صوفی اپنی صفات سے خالی ہو کر صفاتِ باری سے متصف ہو جاتا ہے یعنے فنا فی اللہ بقا باللہ۔

صوفی کے معنے صوف اور پشمینہ پہننے والے کے سہی۔ لیکن سالکوں کی اصطلاح میں صوفی اسے کہتے ہیں جو اپنے دل میں نفسانی اور شیطانی خطرے نہ آنے دے اللہ تعالیٰ کے نور کے سوا اس کے دل میں

غیر کا دخل نہو اور وہ شرع شریف کا پیرو ہو ۔

چون کلیم اللہ دریں راہ مخوف | با صفائے سر خود پوشیدہ صوف
صاف شو با حق نہان و آشکار | صوفیان پاک را نیست کار

کشف اللغات چونکہ اس علم کے اہل مہذب اور اخلاق حسنہ سے ممتاز اور آفات طبعی سے مبرا ہوتے ہیں۔ لہذا یہ اسم ان کے اسمائے اعلام سے ہے۔ حضرت ابوالحسن نوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صوفی وہ ہے جس کی جان بشریت کی کدورت سے صاف اور نفسانی خواہشات سے آزاد ہو حتیٰ کہ پہلی صف اور اعلیٰ درجہ میں اللہ تعالیٰ سے آرام پایا ہوا ہو اور غیر حق سے بری۔ حضرت شیخ ابوبکر شبلی علیہ الرحمۃ کا قول ہے کہ صوفی وہ ہوتا ہے جسے دونو جہان میں اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ سید الطائفہ حضرت شیخ جنید بغدادی و حضرت سہیل تستری علیہما الرحمۃ فرماتے ہیں کہ تصوف حق تعالیٰ کے ساتھ ایسا ہونا ہے کہ اس کی ماہیت کو اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا دوسرا نہ جانے۔ انسان کے دل میں یا اپنے نفس کی محبت ہو گی یا اللہ تعالیٰ کی دونوں کی محبت نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ ایک ساتھ دونوں کی محبت کا جمع ہونا غیر ممکن ہے یہ سوال کہ ایک قلب میں ایک وقت میں چند مطلوب کی الفت دیکھنے میں آرہی ہے۔ مثلاً اولاد۔ زن۔ جاہ و مال کی اور لباس اچھا پہننے اور کھانا عمدہ کھانے وغیرہ کی اس کا جواب یہ ہے کہ انسان کو صرف اپنے نفس کی محبت ہے نفس کے واسطے ہی ان سب اشیاء کی چاہت کرتا ہے جب نفس کی محبت دور ہو جائیگی تو ان سب کی الفت بھی نہ رہے گی اس سے معلوم ہوا کہ ان سب کی محبت نفس کی محبت کے شعبے ہیں مبتلائے ہوا و ہوس کا مقصود صرف نفس کی خواہشات پورا کرنا

ہوتا ہے نہ کہ زمانہ کی کیونکہ زمانہ سے اسکی الفت نہیں ہے اگر ہے تو اپنے ہی نفس سے ہے۔ زمانہ کی چاہت نفس کی چاہت ہے جب نفس سے فنا ہوکر اللہ تعالیٰ کی طرف باقی ہوجاتا ہے تو فقط ذاتِ الٰہی کی الفت رہجاتی ہے اور کسی شئے کا دل میں خیال تک بھی نہیں آسکتا۔ بس اسی مرتبہ کا نام صفوت ہے اسی کے اہل کو صوفی کہا جاتا ہے اللہ تعالیٰ تقدس کی راہ میں اپنے نفس سے زیادہ کوئی چیز حائل نہیں۔ اگر ہے تو صرف اپنا ہی نفس ہے لسان الغیب ترجمان الاسرار شمس الدین محمد حافظ شیرازی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

میانِ عاشق و معشوق ہیچ حائل نیست تو خود حجابِ خودی حافظا ازمیاں برخیز

قطب الصوفیہ امام الاولیا حضرت امیر کبیر سید علیؒ ہمدانی علیہ الرحمۃ ؎

جمالِ یار ندارد نقاب و پردہ ولے غبارِ رہ بنشاں تا نظر توانی کرد

او بار ہستی ما شد پردۂ جمالش ورنہ ز راہِ تحقیق خورشید نیست پنہاں

مست الست شاہ سرمد سرمست علیہ الرحمۃ۔ رباعی ؎

ہرکس نہ خدا دولت و دیں میطلبد یا سیمبرے ماہ جبیں میطلبد

بیچارہ دلم نہ این و آں میطلبد خواہانِ وصالست و ہمیں میطلبد

جب دلمیں اللہ تعالیٰ کی ذات کا خورشید طلوع ہوتا ہے اس میں ظلمتِ کثرت باقی نہیں رہتی وہ نورٌ علیٰ نور ہوجاتا ہے اور اس بزرگ کو صفوت کی صفت سے یعنے صوفی کہکر پکارا جاتا ہے کیونکہ وہ اس کا اہل ہوتا ہے آیۃ کریمہ اللہ نور السمٰوات والارض۔ پ ع۔ نور۔ لطیف چیز ہے کدورت اور اور ظلمت کی ضد ہے۔ جہاں سے کدورت گئی لطافت آئی مومن کے قلب کو اللہ تعالیٰ کا عرش کہا جاتا ہے ؎

منزلِ دل نیست جائے صحبتِ اغیار دیو چوں بیروں رود فرشتہ درآید

ملت عاشق ز ملتہا جدا است — عاشقاں را مذہب و ملت خدا است

دوہرہ

جن گہرے راجا بسو پر جار ہو بجائے — راج بسیر جن گہر تہ پر جا کہاں کمائے

دل گفت مرا علم لدنی ہوس است — تعلیم کن اگر ترا دسترس است

گفتم کہ الف گفت دگر گفتم ہیچ — در خانہ اگر کس است یک حرف بس است

صرف حق تعالیٰ کی محبت اختیار کر کے جمیع کی محبت سے انقطاع حاصل کر لینا چاہیے۔ جب بادشاہ قبضہ میں آگیا تو سلطنت قبضہ سے باہر نہ رہی جب اللہ تعالیٰ اپنا ہو گیا۔ تو خدائی خود قبضہ میں آگئی فقط۔

خاکسار

محمد عبدالحکیم خاں حکیم از ہوڑل

آیندہ کیا کیا انقلاب آنے والے ہیں؟

اگر آپ کو یہ معلوم کرنے کا شوق ہو کہ آیندہ کیا کیا انقلاب آنے والے ہیں تو حکیم جاماسپ کی نایاب کتاب جاماسپ نامہ کا ترجمہ منگا کر دیکھیے جو مُلّا محمد الواحدی اڈیٹر نظام المشائخ نے نہایت فصیح اور سلیس اردو میں کیا ہے اپنے وقت سے لیکر آجتک کی بابت حکیم جاماسپ نے جتنی جتنی پیشین گوئیاں کی تھیں وہ سب ہو بہو پوری اتریں مثلاً حضرت سلیمانؑ۔ سکندر رومی۔ حضرت عیسیٰؑ۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم۔ مولیٰ علیؓ۔ امام حسنؓ۔ امام حسینؓ۔ معرکہ کربلا۔ امیر تیمور۔ ہندوستان میں مغلوں کا عروج و زوال وغیرہ وغیرہ کہ جاماسپ نامہ میں ان تمام کا ذکر ہے حکیم جاماسپ زرتشت بانی مذہب آتش پرستی کا خلیفہ اعظم اور شاہ گشتاسپ کا وزیر تھا جس کے زمانہ کو اب اندازاً پانچہزار برس گزر گئے جاماسپ نامہ کا ترجمہ ۸ر کے ٹکٹ بھیجکر یا بذریعہ ویلیو پے ایبل منیجر نظام المشائخ دہلی سے طلب فرمایئے +

نظم

نیم پیر

درس کا اب دور چلتا ہے نہ وعظ　　بنتے ہیں واعظ گدا، مُلّا فقیر
بے اجازت سب طلب بے سلسلہ　　تیرہ باطن، نام کے روشن ضمیر
نقش و تعویذات کے پھیلائے جال　　عاملوں کی پیٹنے والے لکیر
نت نئے روپ انوکھے بھیس میں　　شاہ بنتے ہیں گرو، چیلے وزیر
شعبدہ بازی ریاکاری میں طاق　　اور دلالی کے فن میں بے نظیر
سیدھے سادے بھولے بھالے ان پہ ہے　　دم میں آتے ہیں بہ تعداد کثیر
ہو رہے ہیں پیر بن تسبیح سے　　ایک اک دانے پہ سو نادان امیر
مالداروں کی بدولت شاہ جی　　تکئے ہیں مسند کے ہیں خاصے پیر
شیشۂ تقویٰ ہوا ہے پاش پاش　　زُہد کا بگڑا ہوا ہے اب خمیر

شیر مالوں سے تنورِ حرص گرم
سرد استغنا کی ہے نانِ شعیر

اگلے درویشوں کے لیتے تھے قدم　　سر جھکا کر صاحبِ تاج و سریر
اب امیروں سے ملاتے ہاتھ خود　　دوڑتے پھرتے ہیں ہزاروں دستگیر
ڈھونڈتے پھرتے ہیں گھر گھر دستِ غیب　　دربدر ہوتی ہے درویشی حقیر
کہدے چھوٹے پاکبازوں سے کوئی　　"کار پاکاں را قیاس از خود مگیر"
اہل صورت اہل معنی میں ہے فرق　　؎ "گرچہ باشد در نوشتن شیر شیر"

؎ ان دونوں بیتوں کے ثانی مصرعے فارسی میں حضرت مولانا رومی کے برگزیدہ مقولے ہیں جن کی تضمین حسب حال بیان ہوگئی ہے ۔۱۲

نقل کو کچھ اصل سے نسبت نہیں — میرزا بنے یا شیخ پیر
پیرو مرشد یوں ہیں ایسوں کے لقب — جسطرح اندہے کو کہتے ہیں بصیر

نیم مُلّا خطرۂ ایمان ہیں ا
خطرۂ ہر آن ہیں یہ نیم پیر

شفق - رضوی قادری چشتی

تعویذ

باعثِ حفظ و اماں نامِ خدا ہے تعویذ — دافعِ سحر ہے اور ردِّ بلا ہے تعویذ
زینتِ بازوئے ہر شاہ و گدا ہے تعویذ — باعثِ رحمت و الطافِ خدا ہے تعویذ
تمکو ابتک نہیں معلوم کہ کیا ہے تعویذ — حلِ مشکل کے لیے عقدہ کشا ہے تعویذ
حافظِ جان بھی ہے یہ مونس تنہائی بھی — کفر و ظلمات میں بھی راہ نما ہے تعویذ
نظرِ بد سے بچے جس کے گلے میں یہ رہے — حافظِ جانِ مریضان بخدا ہے تعویذ
ہوگئی ساری خدائی میں حکومت اسکی — اسمِ اعظم ہے کہ تاثیرِ دعا ہے تعویذ
عارفانِ رہِ حق سے یہ حقیقت پوچھو — جانتے ہیں وہی کیا رازِ خدا ہے تعویذ
کامیابی میں یہ رکھتا ہے اثر اک حدتک — ہیکلِ فتح و ظفر سیفِ خدا ہے تعویذ
کیوں مسیحا بھی نہو اس کے اثر کا قائل۔ — ہر مرض کے لیے داروئے شفا ہے تعویذ
اس کا منکر جو ہے کیا جانے بزرگی اسکی — حیف سمجھا ہی نہیں اوسنے کہ کیا ہے تعویذ

فکر بیماریٔ غم کی نہ کرو تم **حامل**
مرضِ غم کے لیے حکمِ دوا ہے تعویذ

۴۸۶

چوہوں کا پنجرا

بیٹھے بیٹھے میرا جی گھبرایا تو میں نے ایک بڑا کٹہرا بنایا جس کے چاروں طرف مضبوط لوہے کی سلاخیں لگائیں اوس قفس میں میں نے بہت سے چوہے، اور چوہیاں چھوڑ دیں۔ پنجرے کی چھت پر میں نے کی کاریگری سے کام لیکے ایک لیمپ بجلی کا لگایا جس کا بٹن پوشیدہ تھا جب میں بٹن دبا دیتا سارا پنجرہ روشنی سے جگمگا اوٹھتا اور تپش سے گرم ہو جاتا جب بٹن ڈھیلا کر دیتا چراغ گل ہو جاتا پنجرے میں اندھیرا ہو جاتا۔ میں نے ایک ٹھنڈے گلوب والا اور ایک چھوٹا لیمپ پنجرے کے دوسرے کونے پر لگایا اوس میں ایسی کل لگائی کہ وہ لیمپ گھٹتا بڑھتا تھا اور کبھی غائب ہی ہو جاتا میں نے پنجرے کے چھت میں ایک ایسا باریک نل لگایا کہ جب میں کل کو دبا دیتا تو ڈھیروں پانی پنجرے میں گر جاتا۔ پنجرے کے فرش پر ایک ہلکی چادر سی کاغذ کی لگا دی اور اوس کے نیچے ہزاروں خانے پوشیدہ رکھے اون خانوں میں ہر قسم کے پھل پھول میوے اور غلے اور میٹھے نمکین اور پھیکے اور کڑوے کھانے رکھ دیتا۔ میرے چوہوں کے پیٹ میں بھوک کی آگ بھڑکی تو وہ لگے ہاتھ پاؤں مارنے پنجرے کے چاروں طرف وہ پھرے مگر پتہ نہ لگا کہ کدھر سے نکل کر باہر جائیں زمین پر ناخن مارنے لگے اوپر کی تہ ہٹ گئی اور اون کو کوئی مزیدار کھانے کی چیز مل گئی جب تو سب کو پتہ لگا کہ ہاتھ پیر ہلانے سے بڑے بڑے نعمتوں کے خزانے اون کے پاؤں کے تلے سے مل سکتے اور سب یونہیں کرنے لگے اور ہمیشہ فکر کے ساتھ اون کو کھانے

اوسی طریق سے پہونچایا گیا جب پیاس سے اون کا خون گاڑہا ہونے لگا اور
پریشان ہوئے تو میں نے ٹونٹی کا منہ کہول دیا۔ خوب پانی گرا اور اون کا گہر
بہی دہل گیا اور پیاس بہی بجہہ گئی چوہے چوہیاں دن بہر دہما چوکڑی کرتے
تہک جاتے تو میں لیمپ کا بٹن دباکر گل کر دیتا وہ اندہیرا پاکر آنکہہ بند کرکے
سوجاتے اور پہر تازہ دم ہوجاتے ہیں پہر اون کا چراغ روشن کر دیتا
میں نے دیکہا کہ میرے چوہے جنکو میں نے ہی اپنے جادو سے بنایا ہے
ایک قسم کی خوراک کہاتے کہاتے اکتا گئے ہیں تو میں نے طرح طرح کے
مزیدار اور لذیذ کہانے اون کے واسطے پوشیدہ خانوں میں رکہہ دیئے
میں نے جب دیکہا کہ میرے چوہے ایک حالت سے خواہ وہ کیسی ہی اچہی ہو
گہبرا اوٹہتے ہیں تو میں نے پنجرے کی آب و ہوا بدلنی شروع کر دی کبہی
چراغ کی بتی تیز کر دیتا تو خوب گرمی پڑتی کبہی دہیمی کر دیتا سردی ہوجاتی
جب وہ سردی سے تنگ آنے لگتے تو میں پنجرے کو گرم کر دیتا جب
وہ گرمی سے گہبرا اوٹہتے تو میں نل کا منہ کہول دیتا کہ وہ پیاس سے ٹہنڈے
ہوجاتے مجہے اپنے چوہوں کی خاطر داری یہی دہندا رہا وہ مجہے بڑے
پیارے تہے کیونکہ میرے بنائے ہوئے تہے۔ ہاں اپنے پنجرے
میں سیڑہے بہی لگائے تہے۔ اور اوس کو گہاس کہانے پڑتا تہا:

اب چوہوں کا حال سنئے آپس میں باتیں کرنے لگے ایک بولا بہائی جان
ہم تو حیران ہیں کہ ہمکو کس نے بنایا ہے اور یوں قید کیا ہے ہم چاروں طرف
دوڑتے پہرتے ہیں مگر سوائے ہمارے کوئی نظر نہیں آتا۔ کوئی ہے
اور جو اس طرح ہماری ضروریات کو وقت پر بہم پہونچاتا ہے دیکہو وقت
روشنی وقت پر اندہیرا وقت پر دانا وقت پر پانی۔ ہاں ہاں وہ ضرور ہے

اور بڑا کاریگر ہے۔ بڑا پیار کرنے والا ہے بڑا رحم والا ہے دوسرا پکارا اسے یارو
کیا ہمارے سر پر کوئی تالاب ہے جس میں سے پانی ٹپکتا ہے۔ اے دوستوا
اوس کاریگر کو پیار سے یاد کرو جوا دیا ہے کہ ایک تختے کے تلے سے
ہمکو کیسی کیسی نعمتیں دیتا ہے آؤ اوس کے نام پر سر جھکا دیں ایک بولا ارے
پاگل ہو کوئی ہوتا تو ہمارے سامنے تو آتا یہ پنجرہ تو اپنے آپ بنا ہے اپنے آپ
گہومتا ہے ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہے گا گرمی سردی اندھیرا اوجالا کڑوا،
میٹھا کھٹا پھیکا سب اپنے آپ ہیں ہم کسکو پکاریں اور کس کے واسطے سر جھکا
دیں ناحق اپنا وقت ضائع کریں کھاؤ مزے اڑاؤ۔ بس یہی اپنا فرض ہے ایک
بولا بھائی یہ انتظام یہ باقاعدگی یہ دستکاری اپنے آپ تو ہو نہیں سکتی کوئی ہر
ضرور۔ مگر ہم بن دیکھے کیونکہ سر جھکا دیں خدا جانے وہ ہمیں دیکھتا بھی ہے
یا نہیں اچھا آؤ کوئی شکل بناکر سامنے رکھ لیں اور فرض کریں کہ وہ پوشیدہ
کاریگر بس ایسا ہے تاکہ ہمارا جی تو لگے دوسرا بولا واہ تم کاریگر کی صورت
ہماری جیسی بناکر اوس کی توہین کرتے ہو دونو لڑنے لگے اور خوب سر پھٹول
ہوئی۔ میں تماشے چھپا ہوا دیکھتا رہا اور چوہوں کی نادانی اور بھولے پن پر
ہنستا رہا +

ایک چوہا بڑے غور کے بعد بولا بس تم سب پاگل ہو کاریگر تو ضرور کوئی ہے
مگر یہ مت خیال کرو کہ وہ ہم کو کھانے کو دیتا ہے یہ تو ہماری محنت کا پھل ہے
دیکھو تم پنجوں سے زمین نہ کریدو اور تمہارے منہ میں کوئی لذیذ میوہ آکر
پڑ جائے تو جانیں کہ کوئی رحم والا ہے یہ ہماری کوشش کا نتیجہ ہے ہم کیوں
کسی کا احسان مانیں اور کیوں کسی کے سامنے سر جھکا دیں ایک للکارا ہاں
ہاں ٹھیک تو ہے دو چیزیں ملنے سے تیسری چیز آپ بن جاتی ہے

کاریگر کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی یہ جو چھت سے پانی ٹپکتا ہے یہ تو ٹمیپ کی گرمی خاصہ ہے جو ہوا میں مل کر پانی کی بوندیں بنا دیتی ہے پھر سب کے سب چوں چوں کرنے اور لڑنے لگے۔ میں ہنستا رہا اور دیکھتا رہا میں نے ایک روز ایک خاص چوہا بنایا جس میں میں نے زیادہ قوتیں رکھیں اور زیادہ سمجھا کر اوس نحیف پچہ کو میں آہستہ سے چھوڑ دیا اوس نے سارے پنجرے میں شور مچایا سب کو جمع کیا اور پکارا کہ دیکھو کسی بھول میں مت پڑو کاریگر تمہارے سامنے نہیں آتا نہ سہی اوس کی مرضی اوس کی کاریگریاں تو ملتا ہے روبرو ہیں ان پر عشق عشق کرو اور سر کے بل اوس کا نام لیکر گرو بس وہ راضی ہو گا کسی نے مانا کسی نے نہ مانا اوسے بھی پا کر تا یا ایک چوہا غور کرتے کرتے پکار اوٹھا اے کاریگر اپنی کاریگری کا صدقہ اے جادوگر اپنے جادو کا واسطہ اے پردہ نشین اپنی پردہ نشینی کا طفیل مجھے اپنی صورت دکھا ورنہ تو تیری تلاش میں جاؤنگا اور تجھے بن دیکھے نہ رہونگا۔ اس چوہے نے کہا نا پینا سب چھوڑ دیا اور پنجرے کی تیلیوں سے سر پھوڑنے لگا۔ اور اوس کا حال بیحد نڈھال ہوا۔ تو مجھے ترس آیا اپنے ہاتھ ڈال کر اوسے باہر گھسیٹ لیا اور اپنا چہرہ دکھا دیا وہ مگن ہو گیا۔ بس یہی صوفی ہے

حسن الدین خاموش۔ از کھاچی (ملتان)

درد دل { مصنفہ فارسی سرفراز حسین عزمی دہلوی جاپان اس کے ایک حصہ کو ڈاکٹر صاحب سابق کمشنر گورکھپور نے اپنی خوشی سے انگریزی کرکے مشہور تھیاسوفیکل میگزین (امریکہ) میں چھپوایا تھا قیمت علاوہ محصول ۲ر منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی سے طلب کیجئے

نظم

"نعرۂ حق"

عربی زباں ہماری عجمی سخن ہمارا — عرب و عجم ہمارے حلب و ختن ہمارا
کیا شان تھی ہماری وہ یاد ہوگا سب کو — مسلم تھے سب جہاں میں تھا سب وطن ہمارا
شمشیر ہو عرب کی یا تیغ اصفہانی — دنیا میں نامور تھا ہر تیغ زن ہمارا
جو چاہتے تھے کرنا کر ہی گزرتے تھے ہم — یہ عزم تھے ہمارے یہ تھا چلن ہمارا
کعبے کو فخر جس سے طیبہ کو ناز جس سے — کونین کا ہے مالک شاہِ زمن ہمارا
رکھتے ہیں زور بازو یکتا ہے اپنا حامی — آسان نہیں ہے لینا ہم سے وطن ہمارا
گو ہوش میں نہیں ہیں بیہوش بھی نہیں ہیں — لائیگا رنگ اکدن دیوانہ پن ہمارا
ہم کو مٹانے والے خود ہی مٹیں گے اکدن — باقی رہیگا پھر بھی نام و وطن ہمارا
میدان رزم سے ہم ہٹتے نہیں ہیں خالی — ہوتا ہے پیرہن ہی خونی کفن ہمارا
مرنے سے پہلے مرنا ہے زندگی ہماری — دنیا کے دون نہیں ہے کوئی وطن ہمارا
اکدن خزاں سے اپنا لے گی بہار بدلہ — پھولے پھلیگا اکدن اجڑا چمن ہمارا
عسرت کے بعد عشرت اِک روز لازمی ہے — جاتا رہیگا خود ہی رنج و محن ہمارا
غم بھول جائیں گے ہم آیندہ کی خوشی سے — دار السرور ہوگا بیت الحزن ہمارا
گو سرد ہیں بظاہر دل گرم ہیں ہمارے — گرما رہا ہے ہم کو جوشِ کہن ہمارا

جو درد دل سے نکلے نامیؔ وہی ہے نالہ
کیا ہو سکے مقابل چرخِ کہن ہمارا

شاہ نامیؔ کوہسار

محبت کیا ہے؟

سبحان اللہ کیا پیارا اور مزیدار سوال ہے کہ جس کے دیکھتے ہی طبیعت میں جوش اور دل میں ایک محبت ایک عجیب قسم کی گرگراہٹ پیدا ہوگئی ہے کہ بے اختیار جی چاہتا ہے کہ آپ سے محبت کی باتیں کروں اور یہ شعر عرض کروں ؎

اے عندلیب مل کے کریں آہ وزاریاں ۔ تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہائے دل

حضرت یہ سوال کیا ہے گویا سرود بستان یا دہا یندن کا مضمون ہے کہ خواہ مخواہ وجد کرنیکو دل چاہتا ہے پھر کیوں نہ اہل محبت وجد کریں کیونکہ یہ محبت تو وہ چیز ہے کہ ہمارے وجود کی اصل ہے اور ہماری زندگانی کا باعث ہے یہ تو وہ چیز ہے کہ اس کے ساتھ ہمارے سب غم غلط ہو جاتے ہیں اس میں جو لطف و مزہ ہے وہ دنیا کی کسی چیز میں نہیں نہ اچھے کھانے میں نہ عمدہ لباس میں نہ اچھے مکانوں میں رہنے میں۔ یہی وہ چیز ہے کہ کٹھن سے کٹھن کام اسی کی وجہ سے آسان ہو جاتے ہیں یہی وہ چیز ہے کہ دنیا میں باعث امن ہے۔ اسی کی بدولت سلاطین رعایا پروری کرتے ہیں اسی کے باعث ماں باپ اپنی اولاد کو پالتے ہیں وغیرہ وغیرہ اور یہی نہیں کہ حضرت انسان ہی پر اس کا جلوہ ہو بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ زمین سے لیکر آسمان اور انسان سے لیکر حیوانات و نباتات و معدنیات تک یہاں تک کہ چاند و سورج ستارے سب میں اس کا اثر پایا جاتا ہے اور پھر سب سے بڑھکر یہ ہے کہ جس ذات نے اس کارخانہ کو بنایا ہے وہ خود اسکی مبدا ہے کیونکہ حدیث قدسی ہے کنت کنزاً مخفیاً فاحببت ان اعرف یعنے میں خزانہ پوشیدہ تھا مجھے یہ محبوب معلوم ہوا کہ میں پہچانا جاؤں یا میں ظاہر ہو جاؤں چنانچہ اس چاہت کیساتھ

اس عالم کا ظہور ہوگیا تو جب اصل میں ہماری محبت کا وجود ہے تو پھر کیوں نہ ہماری گھٹی میں اس کا اثر ہو بقول حافظ رح ؎

عشق تو در وجودم و مہر تو در دلم — با خون در بدن شد و با جان بدر شود

حضرت مولانا فریدالدین عطار فرماتے ہیں ؎

چند گوئیم ہر چہ بینی در جہاں — سر بسر آنرا تو سِر عشق خواں

چونکہ تمام مخلوقات میں انسان خلاصۂ کائنات ہے اور اسیکو خلافت کا مرتبہ حاصل ہے اسی وجہ سے یہی زیادہ تر محبت کے رنگ میں رنگا ہوا ہے یہی تو وجہ ہے کہ اسکو تمام کائنات پر فضل و شرف کا مرتبہ حاصل ہے چنانچہ کلام پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔ انا عرضنا الامانة علی السمٰوٰت والارض والجبال فابین ان یحملنا واشفقن منہا وحملہا الانسان انہ کان ظلوماً جہولا یعنی ہم نے اپنی امانت کو آسمان و زمین اور پہاڑ سب کے سامنے پیش کیا سب نے اوس کے تحمل سے انکار کیا اور ڈر گئے مگر حضرت انسان نے اوسکو اٹھالیا کیونکہ یہ ظالم اور جاہل تھے (یعنے اپنے نفس پر ظلم اور ماسوائے اللہ سے نادان) جب یہ ایسا تھا تب ہی تو اس مرتبہ سے سرفراز ہوا حافظ شیرازی نے خوب کہا ہے ؎

آسماں بار امانت نتوانست کشید — قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

غرض کہاں تک محبت کی باتیں کروں اور کہاں تک اسکی خوبیاں بیان کروں بقول شخصے ؎

دامانِ نگہ تنگ گلِ حسن تو بسیار — گلچینِ بہار تو ز داماں گلہ دارد

اتنی باتیں تو صرف محبت کا لفظ دیکھتے ہی قلم سے نکل گئیں آیئے اب ہم اور آپ محبت کی اصلیت کیطرف رجوع کریں اور اسکی تحقیق کریں کہ یہ کیا بلا ہے جسکی وجہ سے ایک عالم دیوانہ بن رہا ہے دیکھئے اصل میں تمام عالم میں قدرت نے ایک دوسرے کو ایک کشش کے ساتھ وابستہ کر دیا ہے جسکی وجہ سے یہ انتظام عالم آپ موجودہ حالت میں

دیکھتے ہیں جیسے آفتاب کی کشش زمین کے ساتھ اور ستاروں کے ساتھ اور چاند کیساتھ ہے و دیگر
سب میں ایک قسم کی کشش پائی جاتی ہے۔ اسی طرح انسان کے اندر بھی یہ قوت ہے
اسی قوت مقناطیسی کو محبت کیساتھ تعبیر کرتے ہیں مگر انسان میں یہ خصوصیت سے
اشیکئے ہوئے ہے خصوصیت کے لفظ کو معنے اسیوجہ سے عرض کیا کہ اور بہت
سی چیزوں میں حیوانات نباتات معدنیات میں قوت مقناطیسی موجود ہے۔ مگر
اس میں سب سے زیادہ ہے اس کے ہاتھ پیر آنکھ ناک آواز چال ڈھال تقریر تحریر
غرض اوسکا سراپا اس قوت مقناطیسی کا ظہور ہو رہا ہے۔ مگر ان تمام اعضا رسی بڑھکر
جس عضو میں یہ قوت ہے وہ قلب ہے کیونکہ جب اوس کی قوت مقناطیسی ور
کرتی ہے تو ایک عالم کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ جب اس میں یکسوئی ہوتی ہے
اوسوقت اس کے کرشمہ دیکھنے کی قابل ہوتے ہیں یہ ظاہر ہے کہ انسان
جب کوئی اچھی چیز دیکھتا یا سنتا ہے خواہ مخواہ اوس کی طلب کا خیال اول۔
دل میں آتا ہے اس کے بعد قوت نفسانی کی جو ایک قسم محرکہ ہے۔ کام شروع کرتی
ہے اس کی دو قسمیں ہیں۔ باعثہ۔ فاعلہ۔ باعثہ کو شوقیہ بھی کہتے ہیں قوت شوقیہ
کی دو قوتیں خادم ہیں۔ قوت شہوانی۔ قوت غضبانی یعنے جب دل میں محبوب کی طلب
کا خیال آتا ہے تو قوت محرکہ مع قوت شوقیہ و قوت شہوانیہ خدمت کے لیے
تیار ہوکر قوت فاعلہ کو برانگیختہ کرتے ہیں اور انسان کے ہاتھ پیر اوسکی طلب کے
لیے چلنے لگتے ہیں۔ اسیطرح قوت غضبانی دفع مضار کے لیے کوشش کرتی
ہے پس یہ کام دل و دماغ سے ہوتے ہیں۔ بہر حال جب انسان کسی چیز کو دیکھتا
ہے تو وہ دو حال سے خالی نہیں یا بھلی معلوم ہوگی۔ یا بُری۔ پس جو چیز اوسکو
بھلی معلوم ہوتی ہے تو اوس کی دل میں ایک قسم کی کشش پیدا ہو جاتی ہے
یا یوں کہو اوس چیز میں کشش ہوتی ہے۔ بہر حال اگر دونوں طرف کشش کو

تسلیم کریں تو کچھ بیجا نہیں ہے۔ مثل مشہور ہے ؎

عشق اول در دلِ معشوق پیدا مے شود

پس اس کشش کا نام محبت ہے یہ کیفیت قلبی ہے جس کا احساک بھی ایسا ہی ہوتا ہے جیسا اور قوتوں کا مثلاً ذائقہ سامعہ شامہ باصرہ لامسہ۔ کہ ہر ہر قوت اپنا اپنا کام کرتی ہے اور انسان ان سب قوتوں سے ادراکات خوب سمجھتا ہے۔ ہر قسم کے مزہ ہر قسم کے رنگ ہر قسم کی بو ہر طرح کے اوزان اور سردی گرمی سب محسوس کرتا ہے اور اپنے احساس کو ٹوٹے پھوٹے الفاظ سے ظاہر کرتا ہے مگر اصلیت اوسکی بیان نہیں کر سکتا مثلاً مزہ کے ہی متعلق سمجھئے کہ فلاں چیز کا مزہ سیٹھا یا میٹھا یا کڑوا ہے پھر جو شخص ان کو محسوس کر رہا ہے وہ سوائے ان الفاظ کے اُن کی کیفیت کچھ بھی نہیں بیان کر سکتا بہت کچھ آپ اُس سے کہیں گے تو یہ جواب دیدے گا۔ حضرت خود چکھ لیجئے اسی طرح اور قوتوں کا حال ہے ایسے ہی محبت کی کیفیت ہے وہ بھی ایسے الفاظ بیان کر دے گا کہ میرے دل میں آگ لگ رہی ہے یا میرا دل کھنچا جاتا ہے، یا یوں سوز ہے یوں گداز ہے سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہہ سکتا پس اصلی کیفیت تو وہی جان سکتا ہے اور وہی خوب محسوس کرتا ہے جو اسمیں مبتلا ہوتا ہے دوسرونکو بھلا اسکی کیا کیفیت معلوم ہو سکتی ہے ایک صاحب اسی محبت کے متعلق کہتے ہیں ؎

شاید اسی کا نام محبت ہو شیفتہ ایک آگ سی ہے سینہ کے اندر لگی ہوئی

ایک صاحب کہتے ہیں ؎

عاشقی چیست بگو بندۂ جاناں بودن دل بدست دگرے دادن و حیران بودن

مجنوں اپنے عشق و محبت کی کہانی یوں سناتے ہیں +

تعشقت من لیلی وھی غیرۃ صغیرۃ وکنت ابن سبع مابلغت تمانی

فشاب بنو لیلیٰ وشاب بنیتہا وحرقۃ لیلیٰ فی فوادی کما ھی

یعنے مجھے لیلیٰ سے اوس زمانہ سے محبت ہے جب وہ بہت چھوٹی اور بالکل ناتجربہ کار تھی اور میری عمر بھی سات برس کی تھی آٹھویں میں نہیں پہونچا تھا اب باوجود اس کے کہ لیلیٰ کے بیٹے جوان ہوگئے اور اوس کی بیٹی بچے بیٹے جوان ہوگئے مگر لیلیٰ کی محبت کی آگ ویسی ہی میرے قلب میں موجود ہے ایک صاحب کہتے ہیں ؎

زعم ابن سینا فی اصول کلامہ ان المحب دواءہ الالحان
ووصال مثل حبیبہ من جنسہ والنقل والمشروب والبستان
فصحبت غیرک للتداوی مرۃ واعانی المقدور والامکان
فعلمت ان الحب داء قاتل فیہ ابن سینا طبہ ھذیان

یعنے بوعلی سینا نے عاشق کے علاج کی بابت لکھا ہے کہ اوسکی دوا خوش آوازی سے گانا سننا ہے اور محبوب جیسے محبوب کے ساتھہ وصال ہونا اور لوزیات اور عمدہ اشربہ پینا اور باغمیں رہنا خیر میں بغرض علاج اپنے محبوب کے علاوہ اور محبوب کے پاس رہا اور اس علاج و سامان کی مجکو خدا نے قدرت بھی دی تھی مگر تجربہ کے بعد معلوم ہوا کہ اس مرض کا علاج نہیں یہ مرض قاتل ہے اس کے علاج میں ابن سینا کی طب بکواس ہے۔

غرض محبت ایک کیفیت قلبی ہے انسانی دنیا کی حالت اس میں مختلف اور علٰحدہ علٰحدہ ہوتی ہے جو واقعی محبت رکھتے ہیں وہ تو ایسے ہوتے ہیں جیسے مجنون باقی نفس پروری اور شہوانی محبت رکھنے والے ہیں اپنے نفس سے محبت رکھتے ہیں ایسی محبت قابلِ اعتبار نہیں ہوتی۔ ایں خمار خوردن گندم بود کا مضمون ہوتا ہے ان لوگوں کی حالت تو ایسی ہوتی ہے کہ جہاں کہیں کوئی تروتازہ

محبوب نظر آیا بس اوس کے سر ہو گئے جب وہ مرجھا گیا دوسرا تلاش کر لیا۔ اب ہم آپ کو اصلی محبت کا مزا چکھاتے ہیں اصلی محبت اور اصلی ہماری کشش یہی ہے کہ اپنے مرکز کیطرف ہو کیونکہ جتنے صفات کمالیہ ہیں اور جسقدر حسن کی خوبیاں ہیں سب اوسمیں موجود ہیں باقی مصنوعات کیطرف جو کشش ہوتی ہے اوسکی اصلیت بھی یہی ہے بقول مولنا روم ؎

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما ۔ اے دوائے جملہ علتہائے ما
اے دوائے نخوت و ناموس ما ۔ اے تو افلاطون و جالینوس ما
عاشق صنع خدا باقی بود ۔ عاشق مصنوع ما کافر بود

اس محبت میں جو لطف و کیفیت ہے نقلی محبت میں اس کا عشر عشیر بھی نہیں ہے مگر یہ محبت خاص ہی لوگوں کو عنایت ہوتی ہے ؎

تا یار کرا خواہد میلش بکہ باشد

محبت کے مراتب (۱) شناسائی۔ اس حالت میں انسان اپنے محبوب کو جانتا ہے خواہ دیکھنے سے خواہ سننے سے گویا ایک قسم کا لگاؤ پیدا ہو جاتا ہے۔ (۲) درجہ حب کا ہے یعنے دوستی اسمیں پہلی حالت سے ترقی کرتا ہے اور فی الجملہ دل میں جگہ ہو جاتی ہے اور کچھ اخلاص (۳) مرتبہ عشق کا ہے اس حالت میں دوسرے مرتبہ سے بہت زیادہ ترقی ہوتی ہے اس حالت میں اپنے تن بدن کا ہوش نہیں رہتا محبوب کی ہر چیز اوسکو مرغوب اور محبوب نظر آتی ہے اوس کے فراق میں آہ سرد رنگ زرد چشم تر کی حالت ہو جاتی ہے کھانا پینا سونا بات چیت کرنا حرام ہو جاتا ہے (۴) تیمیہ حالت اس سے بھی زیادہ ہوتی ہے جنوں کی شان ہو جاتی ہے۔ عربی کا مقولہ ہے تامته فلانه ای عبدته یعنی فلاں شخص کو فلاں عورت نے اپنے محبت میں غلام بنایا

یہ غایت ہی غلبہ عشق کی حالت ہے۔ اسیطرح عشق حقیقی کے درجات ہیں پہلے مرتبہ کو جذب سے تعبیر کرتے ہیں جذب کے بعد سب پر محبت ہوتی ہے۔ اس حالت میں فنا ر انا کا مرتبہ حاصل ہوتا ہے اس کے بعد فنا رعناصر ہوتے ہیں اور عنصر خاک میں فنا ہوکر کمالات نبوت کے پرتو سے سرفراز ہوتا ہے اس حالت میں بالکل ہی مٹ جاتا ہے اس کے بعد ایک ہیبت و جدائی رہ جاتی ہے جب کمالات رسالت و کمالات اولوالعزم کی برکات سے مستفید ہوتا ہے جب محبت کے اتنے مراتب طے کرلیتا ہے اب اس قابل ہوتا ہے کہ غلامی کا مرتبہ حاصل ہو اور بندگی کرنے کی قابلیت ہوجائے اس کے لیے حقائق کے انکشاف کی ضرورت ہوتی ہے تاکہ عبادت کے لیے ایک جہت ہو۔ لہٰذا حقیقۃ کعبہ انوار و برکات سے منور ہوتا ہے اس کے بعد حقیقۃ قرآن کے انوار و برکات سے منور ہوتا ہے جب کعبہ کو پہچان لیا قرآن کو پہچان لیا اب نماز کی حقیقۃ کھلتی ہے اس حالت میں پورا عشق ہوتا ہے اب اپنے معبود کے درباری خلعت سے سرفراز ہونیکا وقت آگیا مگر اول جب صرفہ جو باعث ایجاد عالم ہے اوس کا پورا پورا اثر ہوکر عجب بر و یقین کا مرتبہ ہوجاتا ہے جس سے عجیب قسم کی تسکین اور سرور ہوتا ہے کہ بیان میں نہیں آسکتا اس کے بعد بیرنگی کے رنگ میں رنگ جاتا ہے۔ یہ بیرنگی عجیب چیز ہے اس کا مرتبہ خاص ہی لوگوں کو ملتا ہے مگر یہ ساری کیفیتیں اور یہ سب محبت کے لطف جب ہی حاصل ہوتے ہیں جب حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اختیار کرتا ہے بغیر آپ کے وسیلہ کے ان مراتب پر پہونچنا ناممکن ہے بقول سعدی علیہ الرحمۃ ؎

محال است سعدی کہ راہ صفا   تواں رفت جز در پئے مصطفیٰ

اس مرتبہ پر پہونچنا ہر ایک کا کام نہیں ہے یہ وہ مرتبہ ہے کہ اس میں شریعت

محمدی پر پوری پوری استقامت ہوتی ہے نہایت ذوق وشوق سے منتظر رہتا ہے
کہ کب اذان ہو اور کب حاضر ہونیکا موقع ہاتھ لگے پھر کس خوبی سے وضو کرتا ہے
کہ کوئی مستحب رکن بھی نہیں چھوڑتا اور کیسی محبت اور تسکین قلب کے ساتھ باجماعت
نماز پڑھتا ہے راتونکو اٹھکر تہجد پڑھتا ہے۔ اشراق چاشت فی زوال کی نمازیں
پڑھتا ہے ہر شخص سے نہایت اخلاق سے پیش آتا ہے لوگ اوسکو تکلیفیں دیتے
ہیں وہ نہایت صبر وتحمل سے کام لیتا ہے ایسے شخص پر حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم
کی خاص عنایت ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ جو کچھ ہوتا ہے آپ کی ہی نسبت کے اثر سے
ہوتا ہے آپ کی ذات میں تمام وہ کمالات جو اور انبیاؤں میں تھے جمع تھے
جو شخص تمام انبیا اور رسولوں کی کیفیات اور اون کے ذوق وشوق وعشق ومحبت
سے لطف اٹھانا چاہے وہ حضور کا دامن پکڑ لے آپکے مرتبہ کے بیان کے
لیے میری قلم میں طاقت نہیں مولانا سعار الدین رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے ؎

موسےٰ از ہوش رفت بیک پرتو صفات ۔۔۔ تو عین ذات بنگری در تبسمی

مولانا فریدالدین کیا خوب فرماتے ہیں ؎

مصطفےٰ آمد دریں رہ مرد عشق ۔۔۔ ایں کسے داند کہ دارد درد عشق
مصطفےٰ آمد دریں رہ پیشوا ۔۔۔ پیشوائے انبیا و اولیا
مصطفےٰ آمد دریں رہ نور پاک ۔۔۔ جملہ ظلمات را کردہ ہلاک
مصطفےٰ آمد دریں رہ با وصال ۔۔۔ واصلان از جمال او کمال
مصطفےٰ را نور حق میداں یقیں ۔۔۔ تا رسی در قرب رب العالمیں
مصطفےٰ آمد دریں شاہ دیں ۔۔۔ قطب عالم رحمۃ للعالمین
مصطفےٰ آمد دریں رہ غیب داں ۔۔۔ سر معنے را بدیدہ او عیاں
مصطفےٰ آمد دریں رہ شہریار ۔۔۔ حکم او بر ہر دو عالم پائیدار

[illegible]

۱۵۶

ماہتاب برزخ

نہیں صفائے یطون سے ترا حجاب میں چاند
بنا ہے تیرہ دروں آگیا سحاب میں چاند

فروغ نور مجسم ہے جلوۂ برزخ
ہوا ہے پیش نظر نشۂ شراب میں چاند

فنائے قلب میں ہے جلوۂ بقائے دوام
اگر ہو شوق قمر چمکے آفتاب میں چاند

ہوا ہے محو تماشا خبر نہیں کچھ خاک
ہوئے جو اہل نظر دیکھتے ہیں آب میں چاند

تو دیکھ نسخۂ مکر و فریب عالم کو
سمجھ کے دیکھ ترے دل کی کتاب میں چاند

کبھی ہے جلوے میں حیرت کبھی ہے شوق کرم
کبھی قرار ہے دل کو کبھی شتاب میں چاند

یہ حبیب عشق کا دریا ہے صحو و محو ہو موج
بنا جو شکر بنور حبیب گیا حباب میں چاند

چلے جو ہیں ملکوتی روش وہ ہیں مستور
سفر وطن میں ہوا چشم نیم خواب میں چاند

وہ شوخ جو حرم دل کا پردہ دار ہوا
اسی حجاب سے روپوش ہے نقاب میں چاند

تمہارا حسن ملائک فریب ہے بے مثال
تمہارے آگے ہے اک مہر کس حساب میں چاند

کمال حسن کا ہے عشق کا ہبوط و زوال
عروج کا ہے شرف جلوۂ شباب میں چاند

وہ مہر کو کہ ہے شہسوار توسن ناز
نجوم حلقہ بگوش اور ہے رکاب میں چاند

خراب حال شب تار غم میں تھے غمناک
ہوا طلوع دل خانماں خراب میں چاند

سلوک عشق ہوا خضر رہنما ہم کو
وہ حسن جذبہ نما ہے رہ نقاب میں چاند

ہوئے جو ساقی سرمست بحر بے ساحل
تلاش وہ نہیں کرتے کبھی سراب میں چاند

ساقی دہلوی

اَدْعِیَہ وَنَوَافِل لَیْلَۃُ الْبَرَاۃ

(۱) وقت غروب آفتاب چالیس بار لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ پڑھے (۲) غسل کرے۔ (۳) سیدھی آنکھ میں تین مرتبہ اور بائیں آنکھ میں دو مرتبہ سرمہ لگائے (۴) رکوع وسجود میں تسبیح بہت کہے (۵) بعد نماز عشاء تیس رکعت ہر رکعت میں بعد فاتحہ قل ہو اللہ تین بار انا انزلنا ایکبار بعد فراغ ایکبار لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ اور سو مرتبہ درود شریف اور تین مرتبہ آیۃ الکرسی اور ایک مرتبہ یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ یَا رَبِّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ بِوَجْھِکَ الْکَرِیْمِ اِنْ کُنْتَ کَتَبْتَنِیْ فِیْ اُمِّ الْکِتَابِ شَقِیًّا فَامْحُنِیْ وَاِنْ کُنْتَ قَدَّرْتَ عَلٰی سُوْءٍ فَاصْرِفْہُ عَنِّیْ وَاعْصِمْنِیْ اِلَی السَّنَۃِ الْمُسْتَقْبِلَۃِ وَاجْعَلْ لِیْ نَصِیْبًا مِنْ کُلِّ خَیْرٍ قَسَمْتَہٗ بَیْنَ عِبَادِکَ الصّٰلِحِیْنَ (۶) ۴ رکعت ہر رکعت میں بعد فاتحہ جو سورۃ چاہے ضم کرے اور بعد فراغ فاتحہ و اخلاص ومعوذتین چار چار مرتبہ پڑھے۔ اور آیۃ الکرسی ایک بار لَقَدْ جَآءَکُمْ دو ایکبار بعدہ دعا کرے۔ (۷) بارہ رکعت ہر رکعت بعد فاتحہ قل ہو اللہ پچاس بار۔ (۸) دو رکعت ہر رکعت میں بعد فاتحہ آیۃ الکرسی ایکبار اور قل ہو اللہ ۱۵ بار پڑھے (۹) دو رکعت ہر رکعت میں بعد فاتحہ قل ہو اللہ سو بار پڑھے (۱۰) چار رکعت ہر رکعت میں بعد فاتحہ قل ہو اللہ پچاس بار (۱۱) ۱۲ رکعت ہر رکعت

میں بعد فاتحہ قل ہو اللہ دس بار۔ (۱۲) سو رکعت ہر رکعت میں بعد فاتحہ قل ہو اللہ دس بار پڑھے۔ (۱۳) ایکبار یہ دعا پڑھے اَللّٰهُمَّ يَا ذَا الْمَنِّ وَالْإِحْسَانِ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ يَا ذَا الطَّوْلِ وَالْإِنْعَامِ يَا لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ يَا ظَهْرَ الْمُسْتَجِيْرِيْنَ وَيَا جَارَ اللَّاجِيْنَ وَيَا صَرِيْخَ الْمُسْتَصْرِخِيْنَ وَيَا أَمَانَ الْخَائِفِيْنَ وَيَا غِيَاثَ الْمُسْتَغِيْثِيْنَ وَيَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ اَللّٰهُمَّ إِنْ كُنْتَ كَتَبْتَنِيْ فِيْ أُمِّ الْكِتَابِ عِنْدَكَ شَقِيًّا فَقِيْرًا فَامْحُ عَنِّيْ اسْمَ الشِّقَاءِ وَاثْبِتْنِيْ عِنْدَكَ سَعِيْدًا وَإِنْ كُنْتَ كَتَبْتَنِيْ فِيْ أُمِّ الْكِتَابِ عِنْدَكَ مَحْرُوْمًا وَمُقَتَّرًا عَلَيَّ مَا رَزَقْتَنِيْ فَامْحُ عَنِّيْ حِرْمَانِيْ فِيْ تَقْتِيْرِ رِزْقِيْ وَاكْتُبْنِيْ عِنْدَكَ سَعِيْدًا غَنِيًّا مُوَفَّقًا لِلْخَيْرِ مُوَسَّعًا عَلَيَّ رِزْقِيْ فَإِنَّكَ قُلْتَ فِيْ أُمِّ الْكِتَابِ يَمْحُو اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيُثْبِتُ وَعِنْدَهٗ أُمُّ الْكِتَابِ (۱۴) سو بار يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ بِرَحْمَتِكَ أَسْتَغِيْثُ پڑھے (۱۵) سورہ یٰسین ایکبار درازی عمر کی نیت سے ایک بار افزونی رزق کی قصد سے اور ایک بار بلاؤں سے محفوظ رہنے کے ارادے سے پڑھے (۱۶) دو ہزار بار سورہ اخلاص باتسمیہ پڑھے (۱۷) پندرھویں تاریخ میں روزہ رہے۔

گذارندہ

کمترین عاصی محمد قمر الدین مددگار پولیس سرجن حیدر آباد دکن

رباعی

اللہ جمیل ست و جمالش احمد — اللہ جلیل ست و جلالش احمد

با نقطۂ میم گشت ظاہر چو احد — شد مظہر ذات با کمالش احمد

تازہ نعتیں اور غزلیں

(۱)

(از حضرت مولانا محمد عزیز اللہ شاہ صاحب صفی پوری)

مقام کنت کنزاً سے اوٹھا غل آمد آمد کا
نقاب کن سے چمکا نور تصویر محمدؐ کا

جب آیا عالم کثرت میں ختم الانبیاؐ بنکر
مقام جمع ہے وحدت میں کل افراد مفرد کا

وہی تنہا اور وہی ہے اور وہی ہوگا قیامت میں
مربی ہے وہ ہر عالم میں ارواح مجرد کا

تماشا ہی اگر دیدار حاصل ہو صفائی سے
کہ نور مطلق آئینہ ہے اوس حسن مقید کا

وہ نور آفرینش ہے نگاہ عین بینش ہے
وہی مشہود اول ہے وہی شاہد ہے مشہد کا

وہی ہادی وہی مرشد اوسی پر سبکو تکیہ ہے
وہی قبلہ محمد کا وہی کعبہ معتقد کا

جلا طور اور گرے بیہوش ہو کر حضرت موسےؑ
تحمل کسکو ہو خارج میں اوس کے نور بیحد کا

حرم ہو یا کلیسا ہو اوسیکی ذات مونس ہے
ہے اس عالم سے باہر عالم اِس عیش مخلد کا

اوسی کے نور وحدت سے ظہور مظہر آدمؑ
اوسی کی شان کثرت سے تجدد ہر مجدد کا

اوسی کے مصحف رخ کی تلاوت ورد عالم ہے
تسلسل کیا ہے شیرازہ ہے اجزائے مجلد کا

پرے دن میں اوس کے گرد افضل سمجھکر حج اکبر کو
جو ہے ذوق لب احمدؐ سے بوسہ سنگ اسود کا

عزیز اوس کی اطاعت ہے خدائے پاک کی طاعت
وہی اللہ کا بندہ ہے جو بندہ ہے احمدؐ کا

سلہ دور توقف شے بر نفس خود یا توقف دو شے بر یکدگر کہ لازم و ملزوم بود و تسلسل لازمہ تسلسل وجود سلسلہ او غیر متناہی در یک وقت بر سبیل توقف کہ وجود آنہا بر ہمدگر وابستہ چنانچہ مراتب اعداد ۱۲

(۲)

(از جناب پروفیسر امراؤ علی صاحب جمالی الوری)

فصاحت نثارِ کلامِ محمدؐ — بلاغت گرفتارِ دامِ محمدؐ
مشیت نے تخلیقِ آدم سے پہلے — لکھا بابِ جنت پہ نامِ محمدؐ
بلندی میں فضل و شرافت میں افزوں — کہیں عرش و کرسی سے بامِ محمدؐ
اولوالعزم جیسا کہیں نفسی نفسی — وہاں دیکھنا احتشامِ محمدؐ
مطافِ فلک سجدہ گاہِ ملک ہے — شب و روز بیت الحرامِ محمدؐ
شفاعت سے محروم ہوگا نہ کوئی — یہ امت پہ ہے لطفِ عامِ محمدؐ
کہاں ایسی قسمت کہ روضہ پہ جاکر — پڑھوں میں درود و سلامِ محمدؐ
فرشتے اترتے ہیں عرشِ بریں سے — لیا جائے جس جا کہ نامِ محمدؐ

ادھر بھی کوئی ابرِ رحمت کا چھینٹا
جمالی ہے یا رب غلامِ محمدؐ

(۳)

(از جناب سید محمد مہدی صاحب اکبر آبادی)

سفر دشوار ہے اہلِ وطن سے دور جاتا ہوں — پریشاں خستہ دل افسردہ و رنجور جاتا ہوں
نہیں پاس اپنے سامانِ سفر اور دور ہے منزل — سرائے دہر سے میں بیکس و مجبور جاتا ہوں
حضورِ داورِ محشر لیے جاتے ہیں محشر میں — نگاہیں شرم سے نیچے کیے معذور جاتا ہوں
خدا کے حکم سے دار الفنا سے کوچ ہے میرا — نہیں مشتاقِ فردوسِ بریں و حور جاتا ہوں
ہے دل میں آرزوئے دید وا ہے چشمِ شوق آگیں — مثالِ حضرتِ موسیٰ بسوئے طور جاتا ہوں
شرابِ بیخودی پی کر ہوا ہوں ایسا متوالا — حسابِ عمر دینے کے لیے مخمور جاتا ہوں
نظر آیا نہ اس ظلمتکدہ میں جلوۂ جاناں — خیالِ دید میں اب سوئے دار النور جاتا ہوں

رہا دنیا میں جب تک غم سے کب فرصت ملی مہدی
رہا دار المحن سے ہو کے اب مسرور جاتا ہوں

(۴)

(از جناب اخگر صاحب)

کس طرح دل و جاں نہ ہو قربانِ مدینہ
ہیں جانِ جہاں حضرت سلطانِ مدینہ

میخانۂ توحید ہے ایوانِ مدینہ
کیا عشق ہیں سرشار ہیں مستانِ مدینہ

اللہ رے حسن مئے گلرنگ نبوت
ہے میکدۂ عشق یہ بستانِ مدینہ

کیا حسن ملاحت ہے نمک پاشِ جراحت
ہے عشق نبی چاشنیِ خوانِ مدینہ

ہاں کھینچ کے لیجائیں مجھے اے شوق حضوری
نکلے تو کبھی دل سے یہ ارمانِ مدینہ

کیا نغمہ سرا ہے حسین باغ نبی میں
طوطیِ خوش الحانِ گلستانِ مدینہ

اے طائر جاں بس قفسِ تن سے نکل کر
جا بیٹھ سرِ گوشۂ ایوانِ مدینہ

وحشت کا مری جیب و گریباں ہو ابھی چاک
یا جاؤں جو دامانِ بیابانِ مدینہ

ہے سر میں سراسیمگی شوق کہ یارب
بنجائے درِ دل درِ ایوانِ مدینہ

ہو جائے نمک پاش کہیں زخم جگر پر
ہے جانِ ملاحت نمک خوانِ مدینہ

حاصل ہے مرے تجھکو شرف کون و مکاں میں
پہنے ہے جو طوقِ سگِ دربانِ مدینہ

العشق و انا العشق کا مصداق ہو اخگر
گر ہو کرم حضرتِ سلطانِ مدینہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیان خسرو

ترکوں کا ایک قبیلہ لاچین کے لقب سے مشہور ہے، حضرت امیر خسرو رح[1] اسی قبیلے سے ہیں، ان کے والد کا نام سیف الدین محمود ہے، ترکستان میں ایک شہر کش ہے وہاں کے رہنے والے اور اپنے قبیلے کے رئیس تھے، فرشتہ، اور دولت شاہ نے لکھا ہے کہ بلخ کے امرا میں سے تھے۔ چنگیز خاں کا فتنہ جب اٹھا

---

[1] حضرت امیر خسرو کا حال تمام تذکروں میں کسیقدر تفصیل سے پایا جاتا ہے، تاریخ فرشتہ میں بھی دلچسپ واقعات ہیں لیکن خود امیر صاحب نے غرۃ الکمال کے دیباچہ میں جو مختصر حالات لکھے ہیں وہ سب سے زیادہ قابل اعتبار ہیں جہاں تک اس میں مذکور ہیں میں نے اسیکو اپنا ماخذ قرار دیا ہے، امیر صاحب کی دیگر تصنیفات سے بھی ان کے واقعات معلوم ہوتے ہیں چنانچہ موقع بموقع ان کے حوالے دیئے جائیں گے ڈاکٹر ریو نے برٹش میوزیم لندن کی قلمی کتابوں کی جو فہرست مرتب کی ہے اس میں حضرت امیر خسرو کی تصنیفات سے ان کے حالات مرتب کیے ہیں کہیں کہیں اس سے بھی مدد لیگئی ہے،

وسیف الدین ہجرت کرکے ہندوستان میں آئے اور سلطان محمد تغلق کے دربا
میں ایک بڑے عہدہ پر مامور ہوئے، محمد تغلق ان کی نہایت قدر ومنزلت کرتا
تھا، ایک مہم میں کفار سے لڑکر شہید ہوئے،

لیکن صاحب بہارستان سخن، تاریخی استدلال سے اس واقعہ کا ناممکن ہونا
ثابت کرکے لکھتے ہیں،

پس آنچہ دولت شاہ در تذکرہ خود نوشتہ کہ پدر امیر خسروؒ
در عہد سلطان محمد تغلق شہید شدہ وامیر خسروؒ را در حق وے قصائد
غرا است خلاف صریح و محض غلط است غالباً شاہزادہ سلطان محمد شہید را
کہ حاکم ملتان بود و بعلت اشتراک اسمی سلطان محمد تغلق خیال کردہ"

بہر حال سیف الدین کے تین بیٹے تھے، اعز الدین علی شاہ، حسام الدین، اور
امیر خسرو، سیف الدین کے انتقال کے وقت امیر صاحب کی عمر [۱] برس کی تھی،
امیر صاحب کی والدہ عماد الملک کی بیٹی تھیں جو مشہور امرائے شاہی میں تھے،
اور دس ہزار فوج کے افسر تھے، امیر صاحب ۶۵۱ھ میں بمقام پٹیالی [۲]
پیدا ہوئے، قدیم خوش اعتقادی نے یہ روایت پیدا کی کہ جب وہ پیدا ہوئے

[۱] والہ داغستانی اپنے تذکرہ میں لکھتے ہیں کہ امیر خسرو، باپ کے ساتھ غزنین کے اطراف سے ہندوستان
میں آئے، پھر لکھتے ہیں کہ بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ امیر خسرو کی ماں حاملہ آئی تھیں، خسرو دہلی میں پیدا
ہوئے، لیکن پہلی روایت بظاہر صحیح ہے" تمام واقعات تاریخی سے ثابت ہے کہ خسرو ہندوستان
نژاد ہیں، لیکن والہ داغستانی کو کیونکر گوارا ہو سکتا ہے کہ ہندوستان کی خاک سے ایسا شخص پیدا ہو۔

[۲] پٹیالی ضلع ایٹہ کمشنری آگرہ میں چھوٹا سا قصبہ ہے، پہلے یہی مقام ضلع کا صدر تھا،
اب ایٹہ ہے، کبھی زمانے میں دریائے گنگ اس کے نیچے بہتا تھا، لیکن اب میلوں کا فاصلہ
ہے، یہاں اب اسٹیشن بھی ہے، ۱۲

تو امیر سیف الدین ایک خرقہ میں لپیٹ کر ایک مجذوب کے پاس لے گئے، مجذوب نے دور ہی سے دیکھکر کہا کہ وہ شخص آتا ہے جو خاقانی سے بھی دو قدم آگے جائیگا، مجذوب صاحب کے کمالات معنوی کا ہم انکار نہیں کرتے، لیکن ان کے شاعرانہ مذاق کا تسلیم کرنا مشکل ہے، خاقانی کو امیر خسرو سے کیا نسبت۔

جب انہوں نے ہوش سنبھالا تو ان کے والد نے ان کو مکتب میں بٹھایا اور خوشنویسی کی مشق کے لیے مولانا سعدالدین خطاط کو متقرر کیا لیکن امیر صاحب کو پڑھنے لکھنے کے بجائے شعر گوئی کی دُھن رہتی تھی، جو کچھ موزوں ناموزوں کہہ سکتے تھے کہتے تھے اور وصلیوں پر اسکی مشق کیا کرتے تھے، خواجہ اصیل کوتوال کے نائب تھے، وہ کبھی کبھی سعدالدین خطاط کو خطوط وغیرہ لکھوانے کے لیے بلا لیا کرتے تھے، ایک دن بلایا تو امیر صاحب بھی ساتھ گئے، خواجہ اصیل صاحب کے مکان پر خواجہ عزیز الدین بھی تشریف رکھتے تھے، سعدالدین نے خواجہ صاحب سے کہا کہ یہ لڑکا ابھی سے کچھ غوں غاں کرتا ہے، معلوم نہیں کہ موزوں بھی کہتا ہے یا نہیں؟ آپ ذرا اس کے کلام کو سُن لیجئے، خواجہ عزیز کے ہاتھ میں اشعار کی بیاض تھی، امیر صاحب کو دی کہ کوئی شعر پڑھو، امیر صاحب نے نہایت خوش الحانی سے پڑھا، چونکہ آواز میں قدرتی تاثیر تھی لوگوں پر اثر ہوا، سب کی آنکھیں بھر آئیں، اور سب نے بے ختیار تحسین کی، ان کے استاد نے کہا شعر گوئی میں امتحان لیجئے خواجہ عزیز الدین نے چار بے جوڑ چیزوں کا نام لیا کہ ان کو ملا کر شعر کہو۔ مو، بیضہ، تیر، خربزہ۔ امیر صاحب نے برجستہ کہا۔

هر موے که در دو زلف آن صنم است صد بیضهٔ عنبرین بر آن موے ضم است
چوں تیر بدان اس دلش راز یرا که چوں خربزہ دندانش درون شکم است

ساله جس نسخه سے یہ رباعی نقل کی ہے وہ غلط تھا میں نے اسی طرح نقل کر دیا۔

خواجہ عزیز الدین کو سخت حیرت ہوئی، پوچھا نام کیا ہے؟ انہوں نے کہا خسرو، باپ کا نام پوچھا انہوں نے اصل نام کے بجائے قبیلہ کا نام بتایا یعنی لاچین، خواجہ صاحب نے ظرافت سے کہا لاچین یعنی "چین نہیں" پھر کہا "ترک خطاست" یعنی ان کو ترک کہنا خطا ہے،" انہوں نے اسی لفظ کو الٹ کر کہا "بے خطا ترک است" یعنی قطعاً وہ ترک ہے، خواجہ صاحب نے کہا چونکہ تم کو دربار سلطانی سے تعلق ہے اس لیے تم کو سلطانی تخلص کہنا چاہیئے، چنانچہ تحفۃ الصغر کی اکثر غزلوں[۱] میں یہی تخلص ہے،

امیر صاحب کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ عربی کی تحصیل تمام تھی لیکن تذکرہ نویسوں نے اس کے متعلق کچھ تفصیل نہیں لکھی تاہم یہ قطعی ہے کہ ۱۵، ۲۰ برس کی عمر میں یہ تمام درسی علوم و فنون سے فارغ ہو چکے تھے،

درباری تعلقات امیر خسرو صاحب سن رشد کو پہنچے تو دلی کے تخت پر سلطان غیاث الدین بلبن صدر نشین تھا جو ۶۶۴ھ میں تخت حکومت پر بیٹھا تھا، اس کے امرائے دربار میں سے کشلو خاں معروف بہ چھجو[۲] بہت بڑے رتبہ کا امیر تھا وہ سلطان کا بھتیجا اور باربکی کے عہدے پر مامور تھا،

---

[۱] یہ تمام حالات اپنے امیر صاحب نے خود تحفۃ الصغر میں لکھے ہیں،

[۲] چھجو خاں کا نام تاریخوں میں اس طرح مختلف لقب اور خطاب سے آتا ہے کہ دھوکا ہوتا ہے کہ ایک شخص ہے، یا کئی ہیں، امیر خسرو غرۃ الکمال کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ میں نانا کی وفات کے بعد سب سے پہلے خان معظم کشلو خاں عرف چھجو کے دربار میں پہنچا، اس سے اس قدر ثابت ہوا کہ کشلو اور چھجو ایک ہی شخص ہیں، بدایونی (صفحہ ۵۰ اجلد اوّل) میں ہے کہ چھجو آخر میں کڑہ مانک پور کے ساتھ سامانہ کا حاکم مقرر ہوا تھا، اور سلطان معز الدین کیقباد نے اس کی بیٹی سے شادی کی تھی،

فرشتہ میں لکھا ہے کہ مجلس آرائی اور جود و کرم کی وجہ سے حاتم کی طرح مشہور ہوگیا تھا اور مصر، شام، روم، بغداد، عراق، خراسان، ترکستان وغیرہ سے اہل کمال اور شعرا اس کے دربار میں آتے تھے اور کامیاب ہوکر جاتے تھے، بارہا ایسا اتفاق ہوا کہ جو کچھ نقد اسباب سامان تھا سب لٹا دیا، یہاں تک کہ خود اس کے بدن پر پیرہن کے سوا کچھ نہ رہا،

امیر صاحب کو جیسا کہ خود غرۃ الکمال کے دیباچہ میں لکھا ہے، سب سے پہلے اسکے دربار میں رسائی حاصل ہوئی اور دو برس تک اس کے دربار میں ملازم رہے، چنانچہ اکثر قصیدے اسکی مدح میں لکھے ہیں، ایک قصیدہ میں مدح کی تمہید لکھتے ہیں

بود پنہاں آفتاب آن دم کہ صبح — ہمدمی با باد عنبر بو نمود
صبح را گفتم کہ خورشیدت کجاست — آسماں رشک ملک چھجو نمود

امیر صاحب نے مثنوی نہ سپہر میں لکھا ہے:-

ز شاہاں کسے کاو لم کرد یاد — معز الدنیا بودش کیقباد

لیکن اس سے کشلو خاں کی اولیت پر حرف نہیں آتا، کشلو خاں امرا میں سے تہا، بادشاہ نہ تھا بادشاہوں میں سے البتہ سب سے پہلے جس نے امیر صاحب کی قدردانی کی وہ معز الدین کیقباد تہا، امیر صاحب اکثر کشلو خاں کے دربار میں قصیدے لکھکر لیجاتے تھے اور مجلس گرم کرتے تھے،

ایک دن اتفاق سے بغرا خاں (سلطان غیاث الدین بلبن کا بیٹا) بھی موجود تہا

(بقیہ صفحہ ۵۲) فرشتہ میں لکھا ہے کہ علاء الدین محمد بن اعز الدین، سلطان غیاث الدین بلبن کا برادرزادہ تہا، سلطان نے اسکو باربک مقرر کرکے خان اعظم کو کشلی خاں خطاب دیا، بدایونی (صفحہ ۱۰۴) میں ملک چھجو کو برادرزادہ سلطان غیاث الدین لکھکر لکھا ہے کہ اس کو کشلو خاں خطاب ملا تہا، ان تمام عبارتوں کو ملاؤ تو ثابت ہوگا کہ علاء الدین، کشلو خاں، چھجو ایک ہی شخص ہیں۔ ۱۲

اور شعر و شاعری کے چرچے ہو رہے تھے، شمس الدین دبیرؔ اور قاضی اثیرؔ جو مشہور شعرا میں سے تھے وہ بھی حاضر رہتے تھے، امیر صاحب نے اپنی زمزمہ سنجی سے وہ سماں باندھا کہ بغرا خاں نہایت متاثر ہوا، اور صلہ کے طور پر لگن بھر کر روپے دیے، کشلو خاں کو یہ ناگوار ہوا کہ اس کا وابستۂ دولت دوسرے دربار کا احسان اٹھائے چہرہ سے ملال کے آثار ظاہر ہوئے، امیر صاحب نے اس کے بعد بار بار مختلف موقعوں پر اس کی تلافی کرنی چاہی لیکن کشلو خاں کے دل سے وہ پھانس نہ نکلی،

بغرا خاں سامانہ کا حاکم تھا، امیر صاحب نے ملک چھجو سے مایوس ہو کر سامانہ کا قصد کیا، بغرا خاں نے نہایت قدر و عزت کی اور ندیم خاص بنایا،[۱] اسی زمانے یعنی ۶۷۸ھ میں لکھنوتی (بنگال) میں طغرل نے بغاوت کی اور شاہی لشکر کو بار بار شکستیں دیں، بالآخر سلطان غیاث الدین بلبن نے خود اس مہم پر جانے کی طیاریاں کیں اور بغرا خاں کو ساتھ لیا، امیر صاحب بھی اس سفر میں ساتھ گئے[۲] سلطان غیاث الدین اس بغاوت کو فرو کر کے دلی واپس آیا اور بنگالہ کی حکومت بغرا خاں کو عنایت کی، امیر صاحب کو اب زیادہ امن و اطمینان کا موقع حاصل تھا، دربار کے شعرا شمس الدین دبیر اور قاضی اثیر بھی ان کے قیام پر مصر تھے لیکن وہ دلی کو بنگال کے معاوضہ میں نہیں دے سکتے تھے، چنانچہ رخصت لیکر دلی میں آئے، اتفاق سے اسی زمانے میں سلطان غیاث الدین کا بڑا بیٹا

---

[۱] یہ تمام حالات خود امیر صاحب نے غرۃ الکمال کے دیباچہ میں لکھے ہیں۔

[۲] تاریخ فرشتہ

[۳] امیر خسرو نے غرۃ الکمال کے دیباچہ میں ان واقعات کو خود لکھا ہے لیکن اس قدر پیچیدہ لکھا ہے کہ بڑی مشکل سے اور تاریخوں کے باہم مقابلہ کرنے سے اصل حال کا پتہ چلتا ہے، ایک اور دقت یہ ہے کہ غرۃ الکمال کا جو نسخہ میرے پیش نظر ہے وہ سخت غلط اور گویا بالکل مسخ ہے ۱۲-

ملک محمد قاآن (مشہور بہ خان شہید) دلّی میں آیا تھا، وہ نہایت قابل، صاحب علم فیاض اور قدر دان علم و فن تھا، تہذیب و متانت کا حال تھا کہ جب دربار میں بیٹھتا تو گو کبھی کبھی دن کا دن گزر جاتا تھا، لیکن زانو نہیں بدلتا تھا، اس کی مجلس میں ہمیشہ شاہنامہ، دیوان خاقانی، انوری، خمسہ نظامی کے اشعار پڑھے جاتے تھے، ایک بیاض تیار کی تھی جس میں اپنے مذاق کے موافق بیس ہزار شعر انتخاب کرکے درج کیے تھے، تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ ان اشعار کے حُسن انتخاب پر امیر صاحب اور خواجہ حسن دہلوی بھی داد دیتے تھے،

یہ بیاض ایسی نادر چیز تھی کہ جب شاہزادہ کا انتقال ہوا تو سلطان غیاث الدین نے اپنے خاص دوات دار امیر علی کو دی، امیر علی کے بعد امیر صاحب کے ہاتھ آئی، ارباب ذوق اس کی نقلیں لیتے تھے اور بیاضوں میں درج کرتے تھے[1]

امیر صاحب کی شاعری کا شہرہ ہوچکا تھا، سلطان محمد نے ان کو بلا کر شعرائے خاص میں داخل کیا، اور جب وہ ملتان کا حاکم مقرر ہو کر گیا تو ان کو اور ان کے ساتھ خواجہ حسن دہلوی کو بھی ساتھ لیگیا، پانچ برس تک یہ اس کے دربار میں رہے اس زمانہ میں ہلاکو خاں کا پوتا ارغو خاں ایران کا حکمراں تھا، اس کے امراء میں سے تیمور خاں بیس ہزار سوار لیکر لاہور اور دیبال پور کو فتح اور غارت کرتا ہوا ملتان کی طرف بڑھا، سلطان محمد قاآن نے ملتان سے نکلکر تیمور خاں کو شکست دی، لیکن چونکہ ظہر کی نماز نہیں پڑھی تھی ایک تالاب کے کنارے پانچسو آدمیوں کے ساتھ نماز میں مشغول ہوا، یہ موقع پا کر تاتاریوں نے دو ہزار کی جمعیت کے ساتھ حملہ کیا، سلطان محمد نے انہی نمازیوں کے ساتھ نماز

[1] تاریخ فرشتہ۔

فارغ ہوکر تاتاریوں کا مقابلہ کیا، اور گو بار بار ان کو شکستیں دیں، لیکن اتفاق سے ایک تیر آکر لگا اور زخم کھا کر مرگیا[۱]

امیر صاحب اور خواجہ حسن دہلوی بھی اس معرکہ میں شریک تھے، چنانچہ تاتاری ان کو گرفتار کرکے بلخ لے گئے، یہ واقعہ ۶۸۳ھ میں پیش آیا[۱] امیر صاحب نے نہایت پُراثر مرثیے لکھے اور دلی بھیجے مہینوں تک لوگ گھر گھر ان مرثیوں کے اشعار پڑھتے تھے اور اپنے مقتول عزیزوں پر نوحہ کرتے تھے چند اشعار ہم ذیل میں درج کرتے ہیں،

واقعہ ست ایں یا بلا از آسماں آمد پدید ۔۔۔ آفت ست ایں یا قیامت درجہاں آمد پدید

راہ در بنیادِ عالم داد سیلِ فتنہ زا ۔۔۔ رخنہ کاماں در ہندوستاں آمد پدید

مجلسِ یاراں پریشاں شد چو برگِ گل ز باد ۔۔۔ برگ ریزی گوئی اندر بوستاں آمد پدید

بسکہ آبِ چشمِ خلقے شد رواں در چار سو ۔۔۔ پنج آبے دیگر اندر مولتاں آمد پدید

جمع شد سیارہ در چشم مگر طوفاں شود ۔۔۔ چوں بہ برج آبی انجم را قراں آمد پدید

من نخواہم جز ہماں جمعیت ایں کے شود

خود محال ست ایں بنات النعش پرویں کے شود

تا چہ ساعت بُد کہ شاہ از مولتاں لشکر کشید ۔۔۔ تیغ کافر کُش برائے کُشتنِ کافر کشید

انچہ حاضر بود لشکر، لشکرِ دیگر نہ جُست ۔۔۔ زانکہ رستم را نشاید منت لشکر کشید

چوں خبر کردندش از دشمن بداں قوت کہ داشت ۔۔۔ بے محابا خشم در سر کرد و رایت بر کشید

یک کشش از مولتانش تا بہ لاہور اوفتاد ۔۔۔ یعنی اندر عہد من کافر توانَد سر کشید

آنچناں رنگیں کنم اسمان خاک از خونِ شاں ۔۔۔ کز زمیں باید شفق را گونۂ احمر کشید

او دریں تدبیر و آگہ نے کہ تدبیر فلک ۔۔۔ صفحۂ تدبیر را خط مشیت در کشید

[۱] تاریخ فرشتہ ۱، ۵۰ بدایونی صفحہ ۱۳۱ - ۱۲

تا چہ ساعت بُد کہ کافر بر سر لشکر کشید
جوق جوق از آب یکگزشتند و ناگہ در کشید

بہت بڑا مرثیہ ہے اور لڑائی کی تمام کیفیت لکھی ہے، اخیر کے بند، جہاں شاہزادہ کی شہادت کا ذکر ہے نہایت پُر اثر ہیں،

دو برس کے بعد امیر صاحب نے کسی طرح تاتاریوں کے ہاتھ سے رہائی پائی، اور دلّی میں آئے خاں شہید کے مرثیے پر جو مرثیہ لکھا تھا، غیاث الدین بلبن کے دربار میں جا کر پڑھا، دربار میں کہرام پڑگیا، کسیکو کسیکا ہوش نہ تھا، سلطان اس قدر رویا کہ بخار آگیا اور بالآخر اسی صدمہ میں انتقال کرگیا،

امیر دلّی سے پٹیالی میں آئے اور گنگا کے کنارے قیام پذیر ہوئے ۶۸۶ھ میں سلطان غیاث الدین بلبن نے وفات پائی اور درباریوں نے اس کے خلاف وصیت، اس کے پوتے کیقباد کو جو بغرا خاں کا بیٹا تھا تخت نشین کیا،

کیقباد نے امیر صاحب کو دربار میں طلب کیا لیکن چونکہ عنان سلطنت ملک نظام الدین کے ہاتھ میں تھی، اور وہ امیر صاحب سے صاف نہ تھا، امیر صاحب نے تعلق پسند نہ کیا اور خاں جہاں جو امرائے شاہی میں تھا اس کی ملازمت اختیار کی،

خان جہاں اودہ کا صوبہ دار مقرر ہوا اور امیر صاحب کو ساتھ لیگیا، چنانچہ خود قرآن السعدین میں فرماتے ہیں

خاں جہاں حاتم مفلس نواز　　گشت بہ اقطاع اودہ سرفراز
من کہ بُدم چاکر او پیش ازاں　　کرد کرم آنچہ کہ بدبیش ازاں
تا زچناں بخشش خاطر فریب　　بندہ شدہ لازمہ آں رکیب

درا ودم برده زلطف چناں | کیست کہ از لطف بتابد عناں
دراوده از بخشش اوتا دو سال | ہیچ غم و نالہ نبود از منال

دو برس تک اودہ میں رہے، ان کی والدہ کو ان سے حد سے زیادہ محبت تھی، وہ دلی میں تھیں، اور اُن کے خطوط آتے رہتے تھے کہ میں تم سے دور رہ کر زندہ نہیں رہ سکتی، امیر صاحب کو بھی ماں سے بے انتہا محبت تھی، چنانچہ سب تعلقات چھوڑ کر دلی میں آ گئے، ماں نے گلے سے لگا لیا اور آنکھوں سے محبت کے دریا بہائے،

مادرم آں خستہ تیمار من | چوں نظر افگند بہ دیدار من
پردہ ز روئے شفقت برگرفت | اشک فشاں گہ بہ برم در گرفت

کیقباد جب تخت سلطنت پر بیٹھا تو عیاشی اور رندی شروع کی، اسکا باپ بغرا خاں بنگال میں تھا، یہ حالت سنکر بنگال سے روانہ ہوا، کیقباد نے ناخلفی سے باپ کا مقابلہ کرنا چاہا چنانچہ ایک عظیم الشان فوج تیار کر کے دلی سے روانہ ہوا، راہ میں نامہ و پیغام ہوتے رہے، آخر صلح پر خاتمہ ہوا اور کیقباد دلی کو واپس گیا،

امیر صاحب نے باپ بیٹے کے اتحاد اور مصالحت پر ایک قصیدہ لکھا جس کے چند شعر یہ ہیں،

زہے ملک خوش چوں دو سلطاں یکے شد | زہے عہد خوش چوں دو پیماں یکے شد
پسر بادشاہے، پدر نیز سلطاں، | کنوں ملک بر ہر دو سلطاں یکے شد
ز مہر جہانداری و بادشاہی، | جہاں را دو شاہ جہاں باں یکے شد
یکے ناصر عہد محمود سلطاں | کہ فرمانش در چار ارکاں یکے شد
دگر شہ معز جہاں کیقباد سے | کہ در ضبطش ایران و توراں یکے شد

کیقباد چاہتا تہا کہ یہ واقعات نظم کے پیرایہ میں آئیں، امیر صاحب کو بلاکر یہ خواہش ظاہر کی، چنانچہ امیر صاحب نے چھ مہینے کی مدت میں قران السعدین لکھی جس میں باپ بیٹے کے مراسلات اور ملاقات کا حال تفصیل سے لکھا ہے، اسوقت امیر صاحب کی عمر ۳۶ برس کی تھی اور سنہ ہجری ۶۸۸ تھا چنانچہ خود فرماتے ہیں،

ساختہ گشت از روش خامہ　　　از پس شش ماہ چنیں نامہ

در رمضان شد بہ سعادت تمام　　　یافت قران نامہ سعدین نام

انچہ بہ تاریخ ز ہجرت گزشت　　　بود سن ششصد و ہشتاد و ہشت

سال من امروز اگر بر رسی　　　راست بگویم ہمہ شش بود و سی

کیقباد عیاشی میں بیمار ہوکر تین برس حکومت کے بعد ۶۸۹ھ میں مرگیا یا مار اگیا، اس کے بعد اسکا تین برس کا بیٹا شمس الدین کیکاوس تخت نشین ہوا، وہ بالکل بچہ تہا، تین مہینے کے بعد امرائے دربار نے تخت سے اتار کر قید کر دیا، اب خاندان میں کوئی شخص دعویدار سلطنت نہیں رہا تہا اس لیے ترکی امرائے دربار میں سے ملک فیروز شایستہ خاں خلجی جس کی عمر ۷۰ برس کی تہی اور جس نے دربار میں بڑا اثر حاصل کیا تہا تخت سلطنت پر بیٹھا، اور سلطان جلال الدین خلجی کے نام سے مشہور ہوا، وہ بڑے عظمت و اقتدار وجاہ و جلال کا بادشاہ تہا اس کے ساتھ نہایت صاحب مذاق، رنگین طبع، خوش صحبت، تہا شعر بھی کہتا تہا، چنانچہ بدایونی[۵] نے اس کے دو شعر بھی نقل کیے ہیں،

آن زلف پریشانت ژولیدہ نمے خواہم　　　واں روی چو گلنارت تعنیدہ نمے خواہم

بے پیر منت خواہم یک شب بکنار آئی　　　ہاں بانگ بلند ست ایں پوشیدہ نمے خواہم

احباب اور شریک صحبت بھی جس قدر رکھے، سب قابل، اہل فن، موزوں طبع

---

۵ بدایونی ۱۲

اور رنگین مزاج تھے، مثلاً ملک تاج الدین کرچی، ملک فخر الدین، ملک اعز الدین، ملک قرا بیگ، ملک نصرت، ملک حبیب، ملک کمال الدین، ابو المعالی، ملک نصیر الدین کرانی، ملک سعد الدین، انیس اور ہم صحبت تھے،

اسی طرح اکثر بڑے بڑے اہل کمال ندیمی کے لیے انتخاب کیے تھے چنانچہ تاج الدین عراقی، خواجہ حسن دہلوی، موید جاجرمی، موید دیوانہ، امیر ارسلان، اختیار الدین باقی، ندمائے خاص میں تھے، ساقی، مغنی اور مطرب بھی وہ لوگ تھے جو زمانہ میں انتخاب تھے، مثلاً امیر خاصہ، حمید، راجہ، نظام، محمد شاہ، نصیر خاں، ابر...

ایسے گوناگوں صاحب مذاق بادشاہ کے دربار کے لیے امیر صاحب سے زیادہ کون موزوں ہو سکتا تھا وہ عالم بھی تھے، فاضل بھی، مغنی بھی، مطرب بھی، اور شاعر تو تھے ہی، معز الدین کیقباد کے زمانہ میں جب سلطان جلال الدین عارض تھا اسی وقت اس نے میر صاحب کو قدردانی کی نگاہ سے دیکھا تھا، چنانچہ معقول مشاہرہ مقرر کر کے خاص اپنا لباس عنایت کیا تھا تخت پر بیٹھا تو امیر صاحب کو ندیم خاص بنایا اور مصحف[۱] داری اور امارت کا عہدہ دیا، اس کے ساتھ جامہ اور کمربند جو امرائے کبار کا مخصوص لباس تھا ان کے لیے مقرر کیا، امیر صاحب امیر کے خطاب سے پکارے جاتے ہیں، اس کی وجہ یہی ہے،

امیر صاحب نے جلال الدین خلجی کے تمام فتوحات نظم کیے، اور تاج الفتوح نام رکھا اسکی تفصیلی کیفیت آگے آئے گی، جلال الدین خلجی کو اس کے بھتیجے سلطان علاء الدین خلجی نے ۶۹۵ھ میں دھوکے سے قتل کرا دیا، اور خود تخت نشین ہوا، سلطان علاء الدین نے اگرچہ دغا اور بے رحمی سے تخت سلطنت حاصل کیا تھا اور اگرچہ سخت دلی اور سفاکی اس کی طینت کا جوہر تھا تاہم بہت بڑے عزم و استقلال

---

[۱] فرشتہ ص ۲ جسکو قرآن مجید رکھنے کی خدمت سپرد ہوتی تھی اسکو مصحف دار کہتے تھے ۱۲

شوکت وشان کا سلسلہ رواگزرا ہے، تعجب انگیز فتوحات اور انتظامی کارناموں کو چھوڑ کر علمی فیاضیاں بھی کچھ کم حیرت خیز نہیں، اس کا دربار فقرا علما ر فضلا ر شعراسے ہر وقت معمور رہتا تھا، ان میں بعض کے نام حسب ذیل ہیں۵

قاضی فخرالدین ناقلہ، قاضی فخرالدین کرمانی، مولانا نصیرالدین، حنی، مولانا تاج الدین مقدم، قاضی ضیاء الدین، مولانا ظہیرالدین لنگ، مولانا ظہیرالدین بھکری، قاضی زین الدین ناقلہ، مولانا شرکتی، مولانا نصیرالدین رازی، مولانا علاء الدین صدر شریف، مولانا میران بابک کلہ، مولانا نجیب الدین بیانوی مولانا شمس الدین، مولانا صدرالدین، مولانا علاء الدین لاہوری، قاضی شمس الدین کازرونی، مولانا شمس الدین بخشی، مولانا شمس الدین، مولانا صدرالدین پادہ، مولانا معین الدین لولوئی، مولانا افتخارالدین رازی، مولانا منیرالدین اندپتی، مولانا نجم الدین، مولانا حمیدالدین بلوری، مولانا علاء الدین کرک، مولانا حسام الدین سادہ، محی الدین کاشانی، مولانا کمال الدین کولوی، مولانا وجیہ الدین کابلی، مولانا منہاج الدین، مولانا نظام الدین کلاتی، مولانا نصیرالدین کرہی، مولانا نصیرالدین یوبی، مولانا علاء الدین تاجر، مولانا کریم الدین جوہری، مولانا محب ملتانی، مولانا حمیدالدین، مولانا برہان الدین بھکری، مولانا افتخارالدین، مولانا حمید الدین ملتانی، مولانا گل محمد شیرازی، مولانا حسام الدین سرخہ، مولانا شہاب الدین ملتانی، مولانا فخرالدین نسوی، مولانا فخرالدین شقاقلی مولانا علیم الدین،

قراء: مولانا نشاطی، مولانا علاء الدین سفری، خواجہ زکی،

خطیب: مولانا حسام الدین درویش، مولانا شہاب الدین، مولانا کریم،

۵ یہ فہرست بدایونی سے ماخوذ ہے ۱۲

شعرا۔ خواجہ حسن دہلوی، صدر الدین عالی، فخر الدین قواس، حمید الدین راجہ، مولانا عارف عبد الحکیم، شہاب الدین، لیکن امیر صاحب کے آفتاب کمال نے ان ستاروں کو بے نور کر دیا تھا،

چنانچہ اس وسیع مرقع میں صرف امیر صاحب کی تصویر نمایاں نظر آتی تھی ان کے بعد اگر کسی کے خط وخال پہچانے جاتے ہیں تو وہ خواجہ حسن ہیں کہ وہ بھی امیر صاحب ہی کا فیض ہے علاء الدین نے امیر صاحب کا ایک ہزار سالانہ ٹنکہ مقرر کیا تھا[۱] امیر صاحب نے سلطان علاء الدین کی تمام فتوحات کو نہایت تفصیل سے لکھا، جس کا نام خزائن الفتوح ہے تفصیل اسکی آگے آئیگی۔

۶۹۸ھ میں امیر صاحب کی والدہ اور ان کے بھائی حسام الدین نے انتقال کیا، چنانچہ لیلی مجنوں میں اس واقعہ کو نہایت پُردرد مرثیہ کی صورت میں لکھا ہے،

نظامی کی پنج گنج کا جواب اسی زمانہ میں لکھا، چنانچہ ہر کتاب سلطان علاء الدین کے نام سے معنون ہے، سب سے آخری مثنوی ہشت بہشت ہے جو ۷۰۱ھ میں تمام ہوئی،

اسی زمانہ میں امیر صاحب نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء (محبوب الٰہی) کے ہات پر بیعت کی چنانچہ تفصیل آگے آئے گی، سلطان علاء الدین نے ۲۱ برس کی حکومت کے بعد ۷۱۶ھ میں وفات پائی، اس کے بعد اس کا بیٹا شہاب الدین (مدت حکومت ۳ ماہ) اور اس کے بعد ۷۱۶ھ میں قطب الدین مبارک بن علاء الدین خلجی، بادشاہ ہوا، وہ اگرچہ نہایت عیاش، بے مغز، اور سبک سر تھا، لیکن امیر صاحب کی قدر دانی سب سے بڑھ کر کی، چنانچہ امیر صاحب نے جب

---

[۱] تاریخ فرشتہ، غالبًا یہ طلائی سکہ ہوگا،

۷۱۸ھ میں اس کے نام پر مثنوی نہ سپہر لکھی تو ہاتی برابر تول کر روپے دیے، خود امیر قطب الدین کی زبان سے لکھتے ہیں،

بتاریخ ہمچوں من اسکندرے ۔ کند ہر کہ آرایش دفترے
زگنج گراں مایۂ بے شمار ۔ دہم بار بخشش نہ آں پیلبار
مرا خود دریں رہ پدر شد دلیل ۔ کہ میداد زر، ہم ترازوئے پیل
شناسد کسے کش خرد رہنموں ۔ کہ از پیلبار است وزنش فزوں
چو میراث شد پیل زر دادنم ۔ نہ زیبا است زیں سہل تر دادنم
شہا گنج بخشا! کرم گسترا! ۔ معانی شناسا سخن داورا
چنیں بخششے کز تو ہم یافتم ۔ در ایام پیشینہ کم یافتم
کنوں لامد از سحر سنج چو من ۔ بہ اندازۂ بخشش ما آمد سخن

قطب الدین خلجی نے ایک ہندو نومسلم غلام کو خسرو خاں کا خطاب دیکر قلمدان وزارت عطا کیا تھا، اس نے ۷۲۰ھ میں قطب الدین کو قتل کر کے خود تخت حکومت پر جلوس کیا، چونکہ اس نے دربار میں تمام ہندو بھر دیے اور خاندان شاہی پر طرح طرح کے ظلم کیے، امرا نے بغاوت کی، چنانچہ چار مہینے کی حکومت کے بعد ۷۲۰ھ میں غازی ملک کے ہات سے قتل ہوا، اب خلجی حکومت کا خاتمہ ہو گیا، اور امراے دربار میں سے غازی ملک نے جس کا باپ سلطان غیاث الدین بلبن کا ترکی غلام اور ماں اس کی ہندنی تھی دربار میں پکار کر کہا کہ مجکو تخت سلطنت کی آرزو نہیں خاندان شاہی سے کسیکو تخت نشین کیا جائے، لیکن چونکہ خلجی خاندان میں سے کوئی شخص باقی نہیں رہا تھا اور ملک غازی کی خدمات کا تمام دربار معترف تھا، اس لیے سب نے باتفاق اسی کو بادشاہ بنایا، وہ سلطان غیاث الدین تغلق کے نام سے مشہور ہوا، اس نے

نہایت عدل و انصاف سے حکومت کی اور نئی نئی فتوحات حاصل کیں، تغلق آباد
کا مشہور قلعہ اسی کی یادگار ہے، امیر صاحب کی اس نے نہایت قدردانی کی
اور اُن کو دولت اور مال سے نہال کردیا، امیر صاحب نے بھی اس کے احسانات
کا حق ادا کیا چنانچہ اس کے نام پر تغلق نامہ لکھا، جو تغلق کے عہد حکومت کی
مفصل تاریخ ہے،

تغلق نے جب بنگال کا سفر کیا تو امیر صاحب ساتھ گئے، تغلق واپس آیا
لیکن امیر صاحب وہیں رہ گئے، اسی اثنا میں خبر مشہور ہوئی کہ حضرت خواجہ
نظام الدین اولیا نے انتقال کیا، امیر صاحب یلغار کرتے ہوئے دلی میں آئے
اور جو کچھ زر و مال پاس تھا، خواجہ صاحب کے نام پر نثار کردیا، ماتمی سیاہ کپڑے
پہن کر خواجہ صاحب کی قبر پر مجاور ہو بیٹھے، چھ مہینے کے بعد ذیقعدہ
۷۲۵ھ میں انتقال کیا، خواجہ صاحب نے وصیت کی تھی کہ خسرو کو میرے
پہلو میں دفن کرنا، لوگوں نے اس وصیت کی تعمیل کرنی چاہی، لیکن ایک خواجہ
سرا نے جو وزارت کا منصب رکھتا تھا کہا کہ لوگوں کو دونوں قبروں کی تمیز
کرنے میں دھوکا ہوگا، غرض خواجہ صاحب کے پائنتی دفن کیا، اور اس سے
بڑھکر ان کی کیا خوش قسمتی ہوسکتی تھی؟[1] ان کا مقبرہ مہدی خواجہ نے جو
سلطان بابر کے امرا میں سے تھا تعمیر کرایا اور مُلّا شہاب معمائی نے تاریخ لکھ کر
لوح پر کندہ کرائی،

شد عدیم المثل یک تاریخ او واں دگر شد طوطی شکر مقال

امیر صاحب کو خدا نے فرزندان معنوی کے علاوہ اولاد ظاہری بھی عنایت
کی تھی، ان کے ایک صاحبزادہ کا نام ملک احمد ہے، وہ شاعر تھے اور سلطان

[1] خزانہ عامرہ ۵۲، فرشتہ حالات خسرو ۱۲

اخوان نظام المشائخ

جناب مکرم السلام علیکم - ریاست کشن گڈھ میں متعدد مرقع ہیں جن کے اسماے گرامی آپکی خدمت میں بھیجتا ہوں براہ نوازش و بندہ نوازی کوئی صاحب ان کے تاریخی حالات کہ کون کہاں پیدا ہوئے کہاں کب وفات پائی - ان کے سوانح زندگی کیا ہیں وغیرہ وغیرہ تحریر فرما کر مجھے ممنون کریں -

۱	شاہ زکی فقیر -	۱۵	حضرت شاہ حسن
۲	شاہ مرتضیٰ آفندی -	۱۶	ملا جامی -
۳	شاہ الٰہی اولاد شاہ نعمت اللہ ولی	۱۷	شاہ پیر -
۴	شاہ حسین دہدہ	۱۸	خواجہ حسین -
۵	ابو سعید	۱۹	شاہ پیراں خدانما -
۶	شاہ دلربا -	۲۰	حضرت میر مادہو -
۷	شیخ شہاب الدین سہروردی	۲۱	شیخ ناظر -
۸	ذوالنون مصری	۲۲	شاہ نظام الدین
۹	خواجہ ابرار	۲۳	میراں محی الدین
۱۰	نواب ہمدانی	۲۴	حضرت ملان شاہ
۱۱	شاہ برہان	۲۵	حضرت میاں باری
۱۲	زلفوض کبرست	۲۶	حضرت شاہ احمد زمجی
۱۳	حضرت شاہ محمود	۲۷	حضرت گدا افضل
۱۴	گدا طاؤس -	۲۸	حضرت شاہ نعمت اللہ ولی -

۲۹	حضرت شاہ دولہ دریائی	۳۰	سلطان احمد رند فیل۔

راقم سید محمد یوسف علی وکیل ریاست ٹونک
اجمیر شریف۔ ڈگی بازار

جناب من۔ مندرجہ ذیل سوالات ارسال کر کے ملتجی ہوں کہ ناظرین نظام المشائخ کے سامنے جواب کے لیے پیش کر دیجئے +

(۱) ایک جماعت کے عقائد یہ ہیں کہ علم سینہ یعنی معرفت و حقائق وہ علم ہے جسکو زبان ادا نہیں کر سکتی۔ کان سن نہیں سکتے۔ حروف عبارت کے تحت میں نہیں لا سکتے۔ اِس جماعت کا ایسا کہنا کہاں تک حق بجانب ہے۔

(۲) جو علوم کہ باری تعالیٰ نے حضرت جبرئیلؑ کے ذریعہ رسالت مآب کو عطا فرمائے اور جنکو کہ جبرئیلؑ نے تلفظ میں ادا کیا اور حضور نے انہیں سُنا اور پھر کاتب وحی سے قلمبند کرایا۔ پس کیا وہ علوم سینہ جسکو علوم معرفت و حقائق کہتے ہیں۔ اس قلمبند شدہ عبارت یعنی قرآن پاک میں آسکے یا نہیں +

(۳) کیا انسان اس کتاب پاک کا مطالع کامل غور و فکر سے کر کے ہی اُن علوم معرفت و حقائق کیطرف راہ پا سکتا ہے یا نہیں ؟

(۴) مشاہدہ باریتعالیٰ اس جسم عنصری کے ساتھ ہو سکتا ہے یا نہیں اگر ہو سکتا ہے تو کس طرح اور نہیں ہو سکتا تو کیوں نہیں +

عبداللہ شاہ۔ صوفی۔
محلہ راگھو مزرعہ۔ پٹیالہ

نظام المشائخ کی نسبت اسکے پڑھنے والے کیا کہتے ہیں

کوئی میرے دل سے پوچھے ترے تیر نیم کش کو　　یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

انگلستان کی مشہور اور لاثانی مصنفہ میری کوریلی کے دلچسپ اور اثر سے بھرے ہوئے ناولوں نے میرے مردہ دل میں کچھ جان ڈالی تھی کہ نظام المشائخ رسولنما نمبر ۳ سنہ ۱۳۳۱ کے مطالعہ کا اتفاق ہوا۔ اسوقت سے اب تک برابر دیکھتا ہوں۔ میں کیا تھا، اور کیا ہوگیا یہ آپ بیتی حلقہ میں قبلہ خواجہ صاحب اور مولانا واحدی سے روبرو مفصل عرض کیا جاچکا ہے۔ مندرجہ صدر شعر بالکل میرے حسب حال ہے۔ وضاحت ضروری نہیں۔ جو بات ایک شان اور فصیح البیان ناصح سے بہ مشکل ہوتی نظام المشائخ اسے بطریقہ لطیف جویانِ حق کے دلوں پر نقش کالحجر کردیتا ہے۔

قادری

جب سے میں نے رسالہ کو جاری کرایا ہے میری حالت میں برابر ایسی تبدیلی ہو رہی ہے کہ میں ہی جانتا ہوں غصہ تو ایکدم رفو چکر ہوگیا۔ اور ہر ایک سے الفت اور محبت کرنا میں اب اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ ہر ماہ روحانی قوت کا ایک نہ ایک کرشمہ ظاہر ہوتا ہے +

آپکا تابعدار محمد اشرف نظامی خریدار نمبر ۱۰۶۴

از رنگون

آپکے رسالہ کے متعلق آپ کو کوئی رائے دینا گویا آفتاب کو چراغ دکھانا ہے۔ مگر تاہم امید ہے کہ آپ مجھے اس مشورہ کے لیے معاف فرماویں گے کہ جہاں آپ رسالہ پر اتنا خرچ کرتے ہیں۔ اگر اسکی کٹوائی بھی کرادیا کریں۔ تو

تو اسکی خوبصورتی کو چار چاند لگ جائیں بعض اصحاب محض کشائی نہ ہونے کے سبب سے تمام
مضامین نہیں پڑھتے +

آپکا صادق۔ خاکسار **طالب علی**
اڈیٹر رسالہ رہنمائے تعلیم لاہور

جب سے میں رسالہ نظام المشائخ کا خریدار ہوا ہوں اسکو دیکھ رہا ہوں رسالہ کا ہر پرچہ آب و تاب سے شائع ہوتا ہے
اور لکھائی چھپائی کاغذ وغیرہ کل پہلوسے اعلیٰ نکلتا ہے۔ اپنی مقاصد کو بوجوہ احسن ومرغوب پورا کرتا ہے
ہاں بزرگان دین اور اولیائے کرام کی سوانح عمریاں کم ہوتی ہیں ان کیلیے چند ورق مخصوص
ہوجانے چاہیں۔ باقی جملہ لحاظ سے رسالہ عمدہ ہے۔

راقم سید **بہاول شاہ** گیلانی۔ قادری مدرس اول مدرسہ کہرلا کنگرہ

نظام المشائخ کی تعریف میں کچھ کہنا چھوٹا منہ بڑی بات ہے مجھے وہ الفاظ نہیں ملتے جن سے
اس کی مدح سرائی کیجائے سہ

دامان نگہ تنگ گل حسن تو بسیار گلچین بہار تو ز دامان گلہ دارد

میں بادہ زمانہ سے نظام المشائخ کا خریدار نہیں ہوں اسلیے صرف جمادی الآخر ۱۳۲۸ھ ہی کے بعض
مضامین کے متعلق عرض کرتا ہوں جو چمن رسالہ کی بہاریں اور تصوف کے نورانی عارض کا آئینہ یہ مضامین
حق کی جانب سالکوں کے دل کھینچنے کیلئے مقناطیس کا حکم رکھتی ہیں اور جذب الٰہی پیدا کرتے ہیں
شکریہ یورپ۔ اس نظم کی خواجہ حسن نظامی صاحب نے داد دی ہے۔ لہذا خواجہ صاحب کے بعد اسکی بابت کچھ کہنا فضول ہے
بے تار کا تار۔ اس مضمون کا مطلب کچھ وہی سمجھ سکتے ہیں جن کے قلب برق محمدی کے آماجگاہ بنے ہوئے ہیں
تصوف۔ اور سیدنا عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالےٰ عنہ۔ یہ مضمون سراسر نور ہے کیوں نہو سلطان الانبیا
ماہ الاصفیا کے خلیفہ خاص کا تذکرہ ہے۔
خواجہ خضر علیہ السلام۔ نظام المشائخ میں حضرت خضر علیہ السلام کا تذکرہ بہت ہی انسب ہے کیونکہ آپ علم
لدنی کے پیر ہیں۔ **محمد عبد الحکیم خاں** حکیم۔ از قصبہ بھورال

مختصر فہرست کتب دکان غلام نظام الدین تاجر کتب متصل فوارہ چاندنی چوک دہلی

مقامات غوثیہ اردو	۸ر	حکایات الصالحین	۴ر	دیوان غالب اردو	۳ر
عوارف المعارف اردو دو جلد	عہ	قصص الکاملین	۴ر	دیوان ذوق اردو	۴ر
کشف المحجوب اردو	عہ	عین الولایت	۴ر	دیوان مومن اردو	۸ر
تذکرۃ الاولیاء اردو کانپوری	عہ	**کتب دواوین**		مجموعہ قوالی چار حصہ	۴ر
حدیقۃ الاولیاء اردو	۶ر	دیوان حضرت شمس مغربی فارسی	۲ار	دیوان مخفی یعنی زیب النساء	۴ر
فوائد الفواد اردو	عہ	دیوان منصور حلاج فارسی	۸ر	**کتب اعمال**	
افضل الفواد اردو	۱۲ر	کلیات جامی فارسی	عہ	اعمال یوسفی	۲ر
اسرار الاولیاء اردو	۶ر	کلیات سعدی فارسی	عہ	اعجاز یوسفی	۸ر
کلیات طیبات فارسی	۱۲ر	دیوان احمد جام	۶ر	اعمال مجربہ سورہ یٰسین شریف	۴ر
معرفۃ السلوک فارسی	۴ر	رباعیات عمر خیام	۴ر	اعمال مجربہ سورہ مزمل شریف	۴ر
شواہد نظامی سوانح عمری کلاں		دیوان شمس تبریز	۱۴ر	اعمال مجربہ سورہ اخلاص شریف	۲ر
حضرت محبوب الٰہیؒ	عہ	دیوان عراقی	۱۰ر	اعمال مجربہ آیہ کریمہ شریف	۲ر
خلاصہ تاریخ مشائخ چشتیہ	۴ر	کلیات امیر خسروؒ	عہ	مفتاح الرزق	۱ر
سوانح عمری بو علی شاہ قلندر		دیوان خواجہ معین الدین چشتیؒ	۳ر	مفلسی کا علاج	۱ر
راہبر راہ حق سوانح اسرار الکامل محبوب	۸ر	دیوان غوث الاعظمؒ	۲ر	حرز سلیمانی	۶ر
سوانح بندہ نواز گیسو دراز	۸ر	دیوان خواجہ قطب الدینؒ	۸ر	لوح سلیمانی کامل	۸ر
مقامات امام ربانی مجدد الف ثانی	۱۰ر	دیوان نیاز	۳ر	رسالہ حل المشکلات	ر
سراج السالکین امام غزالیؒ	۸ر	دیوان حافظ جلی قلم	عہ	دیوان مصطفےٰ اوراد مصطفےٰ	۲ر
سراج الفقراء	۴ر	دیوان ظہیر فاریابی	۱۰ر	نیز ہر قسم کی کتابیں موجود ہیں	

عرض حال

منظور ہے گذارش احوال واقعی
اپنا بیان حسن طبیعت نہیں مجھے۔

رسالہ الناظر اردو زبان کا ایک خدمت گزار اور قوم کے اخلاق و معاشرت کی اصلاح کا سچا معین و مددگار ہے۔ اسمیں ماہ بماہ ہر قسم کے علمی، تاریخی، ادبی، اور معاشرتی مضامین نثر و نظم شائع ہوتے رہتے ہیں جنکی قدر و منزلت کا اندازہ معزز معاصرین اور ارباب علم و فن کی اعلیٰ درجہ کی ریویوں سے ہوسکتا ہے۔ اس کا متین اور سنجیدہ لہجہ اور سیاسی حریت پسندی و قوم پرستی کی استوار پالیسی دنیائے اخبار نویسی میں کافی شہرت رکھتی ہے اور ملکی ہمدردی کی مہم وقت اشاعت کی پابندی نے تو ماہواری رسالوں کی زندگی میں ایک نیا باب اضافہ کر دیا ہے +

فہرست مضامین الناظر بابت جولائی ۱۳ء

۱	عالم فطرت میں انسان کا مقام	مولوی معشوق حسین خاں۔ بی۔ اے
۲	فلسفۂ عشق (نظم)	سید کلب احمد مانی جائسی۔
۳	فطرت کا اخلاق	مولوی سید محمد ضامن کنتوری۔
۴	ناکام حیات (نظم)	سید محمد یوسف قیصر بھوپالی۔
۵	عمر قید سے رہائی	"ابوالرشاد"
۶	ہلال (نظم)	مولوی موسیٰ حسین اختر بلال آبادی
۷	نشتر سخن۔ اور امیر مینائی کا سفر دکن	حضرت احسن مارہروی
۸	تضمین غزل جلیل	مولوی امین احسن بسمل موہانی
۹	الناظر پر نظر	سید سلطان حیدر جوش
۱۰	الناظر کو مراسلہ	مولانا شفیق عماد پوری
۱۱	نظرے خوش گزرے	اڈیٹر۔
۱۲	محاربات صلیب مسلسل کتاب	مولوی معشوق حسین خاں۔ از صفحہ ۱۳۷۔ لغایۃ ۱۷۹

نوٹ۔ یہ پرچہ خاص طور پر ملاحظہ کے قابل ہے کچھ کم سات جزو کے حجم پر شائع ہوا ہے

خاکسار منیجر الناظر لکھنؤ

آتینک نگرہ گولیاں

ہماری آتینک نگرہ گولیوں کی شہرت کا چارسو ڈنکا بج رہا ہے۔ لاکھوں سرٹیفکیٹ موجود ہیں گولیاں ہر قسم کی کمزوری کو طاقت کیساتھ و بڑھاپے کو جوانی کے ساتھ و ضعف اعصاب کو قوت مردی کے ساتھ بدلدیتی ہیں۔ اکثر بے اولادوں کو صاحب اولاد کر دیا ہے۔ حافظہ کو تیز کرنا۔ عمر کو دراز کرنا تندرستی کا محافظ رہنا ان گولیوں کا خاص کام ہے۔ مردوں عورتوں کو ہر موسم میں یکساں فائدہ بخش ہیں۔ نباتاتی اجزا سے مرکب ہیں۔ کوئی کشتہ دھات پارہ وغیرہ کا جز اس میں نہیں۔ بہت احتیاط و صفائی سے ہمارے روبرو بنتی ہیں۔ ہاتھ لگانے کا کام نہیں پڑتا مشین کے ذریعہ بنائی جاتی ہیں مادہ تولید کے نقصانات کو دور کرنے میں اس سے بہتر دوا آپکو ملنا دشوار ہے صرف ایک گولی صبح و ایک شام کو کھانی پڑتی ہے۔ ہندوستان تو کیا بلکہ غیر ممالک تک میں صدہا پارسل روزانہ ہمارے برانچ آفسوں سے جو بڑے بڑے مشہور شہروں بمبئی۔ کلکتہ۔ پونا۔ مدراس رنگون سیلون۔ کراچی وغیرہ میں بھی روانہ ہوتی رہتی ہیں قیمت ۳۲ گولیاں فی ڈبیہ ایک روپیہ عہ

مزید احوال معلوم کرنے کے لیے آپ ہماری کتاب رہنمائے صحت یعنی **کام شاستر** ہم سے مفت پیڈ منگوا کر مطالعہ فرماویں جو اردو۔ انگریزی۔ ناگری۔ گجراتی۔ مرہٹی۔ بنگالی۔ تامل تیلگو۔ کنری۔ برہمی وغیرہ دس زبانوں میں مختلف ترجمہ کرا کر چھاپی گئی ہیں جس زبان میں آپکو مہارت ہو وہی ترجمہ منگوا لیجئے۔ ہم اب تک اسکی ۸ لاکھ کاپیاں مفت تقسیم کر چکے ہیں محصول ڈاک بھی اپنے پاس سے ہی اب تک دیتے رہتے ہیں۔ اس کے مطالعہ کرنے سے زندگی کو صحت کے ساتھ گزارنے کے طریقے و جدید معلومات آپکو حاصل ہونگی۔

ہمارا پتہ۔ ویدشاستری منی شنکر گووندجی۔ جام نگر۔ کاٹھیاواڑ

تپ دق و سل

بمقام انڈیا میں سب سے نمبر اول بلحاظ موت و کثرت کے مریضوں میں پایا جاتا ہے جب یہ اُن لوگوں میں پیدا ہو جن کے ماں باپ دق یا سل سے مرے ہوں یا جب موٹی آنکھ۔ ذہین۔ خوبصورت۔ نرم چمڑے والا ہو تو اس کا انجام علی الخصوص جبکہ طبیب ناتجربہ کار بے علم ہو تو سوء تدبیر معالجہ سے بڑا کر بخار کہنہ ہونے سے لاغری۔ کمی اشتہا۔ کمزوری ہاتھ پاؤں میں جلن اور کھانے کے بعد بھی رکا ز دو ہو جاتا ہے۔ یہ ایسی کہنہ اور خراب بخار کے لیے آزمودہ دوا ہے۔ اس دوا سے کئی ایک مریض ایسے معرکہ کے اچھے ہوئے ہیں جن کے واسطے ایک بڑا بھاری جلسہ کر کے مشتہر کو خلعت ملا۔ رقعہ مطبوعہ حسب ذیل ہے۔

رقعہ بعد حمد خالق ارض و سما و نعت سرور کے جنہوں نے پیدا کر کے بیدا فاکسی انسان کو اشرف المخلوق کا عرض خدمت میں یہ ہے کہ کلیہ احوال یہ ہے کہ حلیہ نیا ایسی فرمائیں لطف و کرم جمع ہونگے سب عزیز و اقربا سبحان اللہ کیا شان خدا ہے۔ کہ جس کی ہر صنعت پر دل فدا ہے اور محیط آسمان ہے۔ دیدہ نرگس حیران ہے فرش زمرد میں بچھا ہے موسم بہار کا تکیہ لگا ہے گل کھلکھلا رہے ہیں طفل غنچہ مسکرا رہے ہیں۔ سوسن سوسنی میں گل بہار رہا ہے نرگس نرگسین آنکھیں دکھا رہا ہے۔ دایہ صبا طفل غنچہ کو مہد بہار میں لے رہی ہے۔ عندلیب خستہ دل ہجر کی داستان سنا رہی ہے۔ ہجر گل کب تلک صدمے اُٹھائے عندلیب ؏ ایسا پتھر دل کہاں سے روز لائے عندلیب آج بہ تقریب صحتیابی والدہ برخوردار رحمت اللہ جو عرصہ ۳ سال سے بعارضہ بخار وغیرہ بیمار تھی اور بہ علاج جناب حکیم جالینوس زماں افلاطون دوراں حکیم **غلام نبی زبدۃ الحکما**۔ لاہور بہ عنایت ایزدی صحتیاب ہوئی ہے مجلس منعقد ہے۔ لہٰذا ملتمس خدمت ہوں کہ آج بتاریخ ۱۰ جون غریب خانہ پر رونق افروز ہو جائیے۔ والسلام۔ **المکلف** حاجی عبداللہ خاں۔ مالک وکٹوریہ ہوٹل **لاہور**

نوٹ مریضان دق و سل جلدی نہ کریں اور استقلال سے علاج کرائیں۔ پھر شافی مطلق کی قدرت کا کرشمہ دیکھیں۔ **قیمت** دوائی چار روپے ۔ .. .. .. (للعہ)

شربت مقوی اعصاب

کیا خدا ایسے والدین سے مواخذہ نہ کریگا جو شہوانی لذات بیہودہ کے لیے جان بوجھ کر اپنی آیندہ نسلوں کو کمزور ناتوان بیکار بناتے ہیں اور ان کی حفاظت کے لیے کوئی چارہ نہیں کرتے۔ جو لوگ اپنے ہاتھوں اپنی مٹی خراب دعیاشی۔ کثرت مسکرات وغیرہ سے کرتے ہیں وہ نادان نہیں جانتے کہ مادہ حیات جسم سے نکلا نہ تو عقل درست رہتی ہے نہ یاد کام آتی ہے۔ نہ معدہ ہضم درست کرتا ہے جسم دبلا اور منہ پھیکا پڑ جاتا ہے۔ سر درد کمر نے لگ جاتا ہے چلنے میں ٹانگیں بے لگام اور منہ سے کچھ نہ کچھ نکلتا ہے۔ چہرے کی رونق کوسوں دور بھاگتی ہے۔ دل کو کوئی چیز پسند نہیں آتی۔ آنکھوں کا نور دور ہو جاتا ہے۔ غرضیکہ تمام چہرہ ڈھیلا پڑ جاتا ہے۔ ان بلاؤں سے اگر بچنا چاہتے ہیں تو اس شربت کو منگا کر استعمال کریں۔

قیمت فی شیشی چار روپے (للعہ)

پتہ شہنشاہی سند یافتہ دربار پٹیالہ جوشی حکیم ڈاکٹر حاجی غلام نبی زبدۃ الحکما لاہور (موجد)

تالیفات نواب صدر الدین حسین خاں صاحب دہ نشین بڑودہ

قال الرسول

جس میں ہمدردی کی تاکید، حلم کی فضیلت، نفاق کی برائی طلب معیشت، تعلیم معاشرت، فضائل سخاوت وغیرہ کے بارے میں منتخب حدیثیں جمع کی گئی ہیں قیمت ۳ مع محصول۔

علاج معصیت

نہایت دلچسپ، پرمعنی، اور مفید کتاب ہے۔ ایمان فروشی الحاد۔ ایذارسانی۔ انانیت۔ اغوا۔ افترا۔ انتقام۔ اوہام پرستی۔ آوارگی بت پرستی۔ باطل پرستی، بدعت، بدمعاشی، بدنیتی، بدگوئی، بدزبانی، بدمزاجی، بدگمانی۔ بدعہدی۔ بدنظمی۔ بداعتقادی۔ بدخواہی۔ بدباطنی۔ بدپرہیزی، بددماغی۔ اتنے دین و دنیا سے کھونے والے مرضوں سے بچنا چاہتے ہیں لے منگائیے قیمت ۳ آنے مع محصول ڈاک

اسلام کی حمایت

اس میں پیشوایان قوم کو ان کے فرائض بتائے ہیں چار گروہوں سے خطاب ہے (اول) واعظوں سے (دوم) جاہل پیرزادوں سے (سوم) نقلی صوفیوں اور درویشوں سے (چہارم) امراء اغنیا سے کہ انہیں کے ہاتھ سارے مسلمانوں کی باگ ہے قیمت صرف ۲ مع محصول ڈاک

اسلام کی حسنات

مضمون نام سے ظاہر ہے قیمت ۲ آنے مع محصول ڈاک۔

اسلام کا اتالیق

ناجائز رسم و رواج کی مذمت میں ہے قیمت ۱ آنہ۔ مع محصول ڈاک۔

منیجر

رسالہ نظام المشائخ و دیوڈین پریس الحسنی دہلی سے طلب کیجیے

حضرت سلیمانؑ۔ سکندر رومی۔ حضرت عیسیٰؑ۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم۔ مولیٰ علیؑ۔ امام حسنؑ امام حسینؑ۔ معرکۂ کربلا۔ امیر تیمور۔ ہندوستان میں مغلوں کا عروج و زوال وغیرہ کے حالات کا ذکر ہے۔ حکیم جاماسپ نامہ میں ان تمام کا ذکر ہے حکیم جاماسپ زرتشت بانی مذہب آتش پرستی کا خلیفہ اعظم اور شاہ گشتاسپ کا وزیر تھا جس کے زمانہ کو اب اندازاً پانچہزار برس گزر گئے ضخامت ۳۲ صفحے قیمت ۲/ علاوہ محصول

دربار رسولؐ

سیدی خواجہ حسن نظامی کا معرکۃ الآرا مضمون جو نظام المشائخ کے رسول نمبر ۱۳۲۹ھ میں چھپا تھا۔ اور مولوی ظفر علی خان بی۔ اے ایڈیٹر زمیندار کا مضمون "اسلام کی برکتیں" اور شمس العلما مولانا شبلی کی نظم "تنزل اسلام کا سبب اصلی" کہ یہ دونوں بھی ہمارے پرچے میں نکل چکے ہیں۔ اب ان سب کو کتاب کی صورت میں شائع کیا گیا ہے۔ ضخامت ۳۲ صفحے۔ قیمت ۲/ علاوہ محصول ڈاک

خون شہادت کے دو قطرے

یعنی منصور (۱) و سرمد (۲) کے پر خروش مگر صحیح اور مستند حالات مولفہ (۱) ملا محمد الواحدی ایڈیٹر نظام المشائخ و (۲) مولانا ابوالکلام ایڈیٹر الہلال ضخامت ۳۲ صفحے قیمت ۲/ علاوہ محصول

بزم فرید

ملک المشائخ حضرت بابا فرید الدین گنجشکر قدس اللہ سرہٗ کے ملفوظات کل صوفی اور غیر صوفی مسلمانوں کے پاس رہنے کے لائق کتاب جسے سلطان الاولیا محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین نے فارسی میں راحت القلوب کے نام سے ترتیب دیا تھا اب ملا محمد الواحدی ایڈیٹر نظام المشائخ نے اسے اردو کا لباس پہنا دیا ہے ضخامت ۶۱ صفحے قیمت ۸/ علاوہ محصول ڈاک

شکوہ و فریاد

اللہ اور اللہ کے رسول سے راز و نیاز کی باتیں ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ایم۔ اے۔ بیرسٹر ایٹ لا۔ لاہور۔ اور مولانا سیماب اکبر آبادی کا پرجذب کلام۔ درویش پریس کی چھپائی کا بہترین نمونہ ضخامت ۳۲ صفحے۔ قیمت ۲/ علاوہ محصول ڈاک

درد دل اسلام اور زندگی کی پاکیزگی کی نسبت قیمتی خیالات از قاری محمد سرفراز حسین عزمی دہلوی ضخامت ۳۲ صفحے قیمت ۲ر علاوہ محصول ڈاک ۔

شرح چہل کاف مولوی محمد نجم الغنی صاحب رامپوری نے تمام عالم غیبر پراحسان کیا ہے کہ اس مشہور و معروف چیز کی شرح لکھ دی چہل کاف کو بعض لوگ حضرت امیر المومنین مولیٰ علیؑ سے منسوب کرتے ہیں اور بعض حضرت غوث پاک سے لیکن مولوی صاحب نے اپنی تحقیقات علمی کے زور سے اسکو قرآن و حدیث کی سند دلوائی ہے۔ بہر حال قابل دید کتاب ہے ضخامت ۲۸۔ صفحے۔ قیمت ۲ر علاوہ محصول ڈاک ۔

تذکرہ حضرت ابو النجیب حضرت ابو النجیب عبد القاہر السہروردی رحمۃ اللہ کی مفصل سوانح عمری جو مولانا شاہ حسن میاں صاحب پھلواروی نے حلقہ نظام المشائخ دہلی کی فرمایش پر لکھی ہے ضخامت ۱۵۴۔ صفحے۔ قیمت ایک روپیہ (عہ) علاوہ محصول ڈاک ۔

سوانح بندہ نواز حضرت خواجہ سید محمد بندہ نواز گیسو دراز رحمۃ اللہ علیہ گلبرگوی خلیفہ خاص حضرت شاہ نصیر الدین محمود روشن چراغ دہلی قدس سرہ مصنفہ مولوی حکیم محمد عمر صاحب صبیح الہ دہلوی ضخامت ۰۰ اصفحے قیمت ۸ر علاوہ محصول ڈاک

در بے بہا دوسرا نام آئینہ باصفا۔ یہ کتاب مولانا حکیم محمد علی میرزا بیگ صاحب ؒ نے مذہبی تحقیقات کے طور پر لکھی۔ مذہب اسلام پر جو آریوں وغیرہ کی طرف سے حملے اور اعتراض کیے جاتے ہیں ان کے ایسے مدلل جواب دیے گئے ہیں اور اسلام کی صداقت اور برتری کو عمدگی سے ثابت کیا گیا ہے۔ پیرایہ نہایت دلچسپ اور صوفیانہ ضخامت ۴۸ صفحے قیمت ۸ر علاوہ محصول ڈاک ۔

لوح ہمزاد تقدس مآب حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی کے ارشاد فرمودہ عمل ہمزاد کے

علاوہ وجود ہمزاد کا ثبوت، تاثیر عمل نہ ہونے کے اسباب اور انکی اصلاح، بزرگان سابق کے طریق عمل خوانی کا بیان، سعد و نحس کی تشریح اور تسخیر کے تمام پہلوؤں پر مفصل بحث کرنے کے بعد اس میں تسخیر کواکب، تسخیر جنات، تسخیر ملوک، تسخیر طیور، تسخیر اسلحہ، تسخیر حیوانات، تسخیر عامہ خلائق وغیرہ وغیرہ کے مستند عمل درج کیے گئے ہیں جبکو حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کی خاص اجازت سے معہ انکی تحریر کردہ ہدایات متعلق ہمزاد مولوی مقبول احمد صاحب نظامی نے مرتب کیا ہے۔ ضخامت ۹۰ صفحے قیمت ۸ر علاوہ محصول ڈاک

حل مشکلات یعنی دست غیب حصہ دوم لوح ہمزاد مصنفہ مولوی مقبول احمد صاحب نظامی دست غیب پر مفصل بحث بزرگوں کے ارشادات۔ دست غیب کے معنی۔ دست غیب کے عملیات۔ فتوحات رزق۔ حصول رزق کے طریقے۔ بزرگان سابق کے حالات اور ان کے تعلیم فرمودہ آسان عمل تنگی اور مشکل کے حل کرنے والے عمل حضرت مولانا خواجہ حسن نظامی نے جن طریقوں کی تعلیم فرمائی ان کا بیان کرنے کے بعد مصنف نے اپنے ذاتی تجربات اور عملیات کو نہایت شرح و بسط سے لکھا ہے۔ ضخامت ۲۴ صفحے قیمت ۴ر علاوہ محصولڈاک

الحُب والبغض لوح ہمزاد کا تیسرا حصہ، بغض اور تفریق کے طریقے۔ مدافعت دشمن کے بے نظیر عمل بغض اور باہمی تفریق جن موقعوں پر جائز ہے اُن کا بیان جہاں استعمال نہ چاہیئے۔ اُن کی تشریح مصنف کے تجربہ شدہ عمل جو کبھی خطا نہیں کرسکتے۔ خواب بندی زبان بندی وغیرہ کے علاوہ حب و تسخیر کے عملیات بھی نہایت تفصیل سے بتلائے گئے ہیں جس سے طالب فن کو ہر طرح کی آسانی ہوگی۔ ضخامت ۲۴ صفحے۔ قیمت ۴ر علاوہ محصولڈاک

ہندوستان میں عرفان کی پہلی تجلی یعنے حضرت خواجہ خواجگان سلطان الہند غریب نواز خواجہ

معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی اور اُن کی شاندار خدمات اسلام کا بیان۔ مصنفہ مولوی مقبول احمد صاحب نظامی ضخامت ۴۸ صفحہ قیمت ۴؍ علاوہ محصولڈاک

شواہد نظامی

اس کے مضامین کی نسبت اُمرت سرکا مشہور و معروف اخبار وکیل تحریر فرماتا ہے کہ یہ کتاب سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہیؒ کی مفصل و مکمل لائف ہے جس میں آپ کی مبارک زندگی کے پورے حالات درج کیے گئے ہیں اسکے پڑھنے سے اگلے بزرگوں کے دینی و دنیاوی مشاغل کا اندازہ ہو سکتا ہے کہ دنیاوی حشمت کے باوجود وہ کس طرح خدا کی یاد میں منہمک تھے اول بتایا گیا ہے کہ آپ کے اجداد کس طرح ہندوستان میں آئے۔ پھر آپ کی پیدایش اور تعلیم و تربیت کا ذکر ہے۔ حیرت ہے کہ اس یتیم ہونہار کو والدہ صاحبہ نے اس عمدگی سے لکھایا پڑھایا کہ آجکل کے مردوں سے بھی ممکن نہیں بدایوں سے دہلی جانا اور پاکپٹن شریف میں حاضر ہو کر بابا فریدالدین گنجشکرؒ سے بیعت ہونا۔ پھر خلافت پانا۔ اور ولایت دہلی پر مقرر ہو کر واپس آنا خوب وضاحت سے لکھا گیا ہے اس کے بعد فتوح اور خلقت کی رجوعیت اور آپ کے ابتدائی خیالات کا بیان ہے۔ شاہان دہلی کی عقیدت اور امرائے سلطنت کی گرویدگی اور آپ کا برتاو قابل دید تذکرہ ہے۔ سلطان قطب الدین خلجی کے قتل کی جسپر یورپین مورخوں کو خیال ہو گیا ہے کہ آپ کی سازش سے ہوا اصل حقیقت اور شرح واقعہ اسی طرح سلطان غیاث الدین تغلق کی مخاصمت اور موت کا تاریخی قصہ اور اس کی اصلیت ظاہر کی گئی ہے۔ آپ کے ذکر کے علاوہ اُن اسی بزرگوں کے مختصر و مجمل حالات ہیں جو آپ کے مشائخ یا مریدین یا ہمعصر تھے۔ آپ کے خاص اعمال و وظائف کی بھی معقول مقدار شامل کی گئی ہے۔ غرضیکہ واقعات اور نفس مضمون کے لحاظ سے یہ ایک مفید اور جامع کتاب ہے ضخامت ۱۶۰ صفحے۔ قیمت ایک روپیہ (عہ) علاوہ محصول ڈاک

کشف بائیس خانہ عقل

ایسی عجیب و غریب کتاب دیکھنے میں نہیں آئی ہوگی۔ جدت طراز مصنف نے ابجد ہوز حطی کلمن وغیرہ کے

مقررہ اعداد سے مبہوت کرنے والے نتائج نکالے ہیں جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق اور مسائل اسلام کی حقانیت ظاہر ہوتی ہے۔ مثلاً "حبیب محمدؐ" اور "مدینہ" دونوں کے عدد مساوی یعنی ۱۰۱ ہیں اس سے یہ راز کھلا کہ حبیب محمدؐ وہی ہیں جو مدینے میں رونق افروز ہیں۔ یا "حیات دل" اور "محمد رسول اللہ" کے عدد چار چار سو آتے ہیں نتیجہ یہ کہ دل کی حیات محمد رسول اللہ کی اتباع پر منحصر ہے۔ پوری کیفیت کل کتاب کے پڑھے بغیر سمجھنی ممکن نہیں۔ ضخامت ایکسو چھیانوے صفحے قیمت صرف ایک روپیہ (عہ) محصول ڈاک علاوہ۔

اسواط التعزیر علی منکر السماع بالمزامیر مسئلہ سماع کے متعلق یہ ایک لاجواب رسالہ ہے جس میں اولاً احادیث حسن سماع کا ضعف منکران سماع کے دلائل باطلہ کا بطلان پھر احادیث صحیحہ اور اقوال ائمہ کے جواز کا ثبوت آخر میں ان اصحاب کرام و تابعین عظام کے اسمائے گرامی کی فہرست جن سے سماع کا سننا ثابت ہے لکھائی چھپائی و تقطیع مثل نظام المشائخ قیمت صرف ۱؍

حلال طیب کتاب الامتاع کا اردو ترجمہ جس میں نہایت وضاحت اور خوبی کے ساتھ سماع بالمزامیر پر بحث کی گئی ہے اور شرعی دلائل سے حق کو حق اور باطل کو باطل کر دکھایا ہے ۲۰×۲۶ سائز ۳۲ صفحے قیمت ۱؍

حیات المسلمین حضرت مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل ولادت باسعادت کے بیان میں منشی محمد سالم سونی پتی نے لکھی ہے ۲۰×۲۶ سائز ۱۰۰ صفحے قیمت بارہ آنے (۱۲؍) علاوہ محصول۔

طلب صادق شہزادہ سلیم کی فلسفیانہ جستجوئے الوہیت اور منازل دنیا کا گوناگوں تجربہ۔ بزنگ ناول مضمون۔ لکھائی۔ چھپائی کاغذ سب عمدہ قیمت ایک روپیہ (عہ) علاوہ محصول۔

فضائل مکہ معظمہ خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کون شخص ہے جو آپ کو نہیں جانتا یہ اُن کی تصنیف ہے، آجتک کبھی کوئی کتاب تابعین میں سے کسی کی شائع نہوئی تھی، خواجہ مصلح الدین صاحب کو اس کا فخر ہے کہ انہوں نے فضائل مکہ معظمہ کا ترجمہ کرکے مع اصل چھاپدیا۔ بڑی تقطیع ۱۶ صفحے قیمت ۲؍ علاوہ محصول

فضائل غوثیہ جناب غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ کی نسبت بڑی تقطیع ۲۴ صفحے قیمت ۲؍ علاوہ محصول۔

مشائخ چشتیہ خاندان چشت اہل بہشت کے کارنامے اور حضرت محمد سلیمان تونسوی کے ملفوظات بڑی تقطیع ۵۶ صفحے قیمت ۷؍ علاوہ محصول

قصیدہ بردہ عاشقان محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑھنے اور تڑپنے کے لئے خانصاحب پیرزادہ مولوی محمد حسین ایم اے سشن جج صاحب کی نظم بڑی تقطیع ۱۲ صفحے قیمت ۱؍ علاوہ محصول۔

نفائس القصص چیدہ چیدہ حکایتوں نصیحت آمیز و عبرت انگیز روایتوں کا مجموعہ منظوم ۲۰×۲۶/۸ سائز ۱۲۸ صفحے قیمت ۸؍ علاوہ محصول

نغمۂ کبریٰ حضرت صابر صاحب کلیری رحمۃ اللہ علیہ کے حالات پاک ۲۰×۲۶/۸ سائز ۸۰ صفحے قیمت ۴؍ علاوہ محصول

سلطان التواریخ یہ ملا محمد نوری کاشانی قدس سرہٗ کی کتاب مطلع الانوار کا اُردو ترجمہ ہے، رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت، آثار نبوت جو بچپن میں دیکھے گئے، ابتدائے نزول وحی، اظہار پیغمبری، ایذا رسانی قریش، ہجرت حبشہ، وفات خدیجۃ الکبریٰ، رحلت ابو طالب، معراج، حکم صلوٰۃ خمسہ، ہجرت مدینہ منورہ، جنگ بدر، جنگ اُحد، جنگ بنی قریظہ، جنگ بنی نضیر، جنگ تبوک، جنگ خیبر، جنگ حنین، جنگ طائف، فتح مکہ وغیرہ کا تفصیلی ذکر لکھا ہو خلفائے راشدین، شہادت امام حسین

کے حالات معلوم کرنے ہوں تو سلطان التواریخ کو قطعی منگوائیے۔ علاوہ مذکورہ بالا بناء کعبہ، ابرہہ حبشی اور پتھروں کے برسنے کی کیفیت اس میں موجود ہے، تذکرہ آخرت، سوالات قبر، مقام ارواح، علامات قیامت، دجال، دابۃ الارض، نزول عیسے علیہ السلام بعث وحشر، حساب وکتاب، میزان وصراط، جنت ودوزخ، دیگر عنوانات ہیں چھوٹی تقطیع ۱۶۵ صفحے قیمت ایک روپیہ دعہ، علاوہ محصول۔

روح الارواح ترجمہ انیس الارواح جسے خواجہ خواجگان اجمیری نے اپنے پیرو مرشد خواجہ عثمان ہارونی کے ملفوظات کے طور پر مرتب فرمایا تھا آنکھوں سے لگانے اور دل میں رکھنے کی چیز ہے، جتنی قدر کرو تھوڑی ہوگی۔ آخر میں آپ نے اپنے اوراد بھی تحریر کئے ہیں۔ بڑی تقطیع ۵۰ صفحے قیمت ۶ر علاوہ محصول۔

ترتیب صادق یعنی تذکرۃ الاسلاف تبصرۃ الاخلاف۔ حواشی میں اسلامی تاریخ کے درخشاں واقعات۔ ۸ر علاوہ محصول۔

انشاء فیض منشاء مضمون نگاری انشاء پردازی وغیرہ پر قابل قدر کتاب ہے۔ قیمت ۸ر علاوہ محصول۔

توبۃ النصوح ایک مشہور قیمتی کتاب ہے جس کا یہ ستائیسواں اڈیشن غریبوں کے مطلب کا ہے قیمت ۸ر علاوہ محصول

رفیق نوجوانان نونہالان ملک وملت کا سچا رفیق قیمت ۸ر علاوہ محصول

خیالات دربارۂ مستورات۔ اسم بامسمٰی۔ قیمت صرف ۸ر علاوہ محصول

جملہ کتب منیجر درویش پریس ایجنسی دہلی سے طلب کیجئے

یہ بزم فرید کے ٹائیٹل کی نقل ہے۔ بالکل ایسا ہی کاغذ ایسی ہی لکھائی ایسی ہی چھپائی دیکھ لیجئے گا +

بزم فریدؒ

۱۳۳۱ھ

ملک المشائخ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر قدس اللہ سرہ کے اعمال و اقوال کا مجموعہ

کل صوفی اور غیر صوفی مسلمانوں کے پاس رہنے کے لائق کتاب

جسے

سلطان الاولیاء محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فارسی

میں راحت القلوب کے نام سے ترتیب دیا تھا

اب

ملا محمد الواحدی اڈیٹر نظام المشائخ

و مترجم جاماسپ نامہ انوار التحقیق وغیرہ نے اسکو سلیس اور بامحاورہ اردو

کا لباس پہنایا۔ اور خادم الفقراء سید منظور احمد عبادی نے مترجم موصوف کے

درویش پریس دہلی میں چھپوا کے

دفتر نظام المشائخ دہلی سے شائع کیا،

دنیا کی آبادی میں تین چوتھائی جماعت صوفی مشرب لوگوں کا ہے

رجسٹرڈ نمبر ایل ۷۲۱

نظام المشائخ

افضل الذکر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ

قسم دوم

قسم دوم

روحانی تسلی و تسکین کا ماہوار رسالہ

جو ہر چاند کی پہلی چھٹی تاریخ کو سیدی خواجہ حسن نظامی صاحب خواجہ زادہ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رحمۃ علیہ کی سرپرستی و نگرانی میں شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر

خادم الفقرا محمد الواحدی دہلوی

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک (۱۲) ششماہی (۹) نمونہ (۴)

مقام اشاعت دہلی دفتر رسالہ

مطبوعہ عالی گلشن پریس دہلی

رمضان سنه ۱۳۳۱ هجری

جمعه	۰	۵	۱۲	۱۹	۲۶
شنبه	۰	۶	۱۳	۲۰	۲۷
یکشنبه	رویت هلال	۷	۱۴	۲۱	۲۸
دوشنبه	۱	۸	۱۵	۲۲	۲۹
سه‌شنبه	۲	۹	۱۶	۲۳	۳۰
چهارشنبه	۳	۱۰	۱۷	۲۴	۰
پنجشنبه	۴	۱۱	۱۸	۲۵	۰

۷۸۶

سولہ صفحے

ماہ شعبان سے

شمس العلما مولانا شبلی نعمانی کی عطا کردہ کتاب

بیان خسرو

کے لیے مخصوص کر دیے گئے ہیں۔ یہ محبوب المحبوب حضرت امیر خسرو رحمۃ اللہ علیہ کی مکمل سوانح عمری ہے۔ اس کے خاتمہ پر سیدی خواجہ حسن نظامی کا دل چسپ و مبسوط دیباچہ پیش کیا جائے گا جس میں علاوہ مزید معلومات اُن چند باتوں کے جواب بھی ہوں گے جو کہیں کہیں فاضل مصنف کی قلم سے ارادۃً یا غیر ارادۃً عقاید درویشی کے خلاف نکلے ہیں لیکن ان چند باتوں کے سبب ہم آپ کی مساعی کو پشت نہیں ڈال سکتے آپ نے ایسے گرامی قدر بزرگ کے حالات جمع و مرتب کر کے صوفیوں پر بڑا احسان کیا ہے۔

محمد الواحدی

(ایڈیٹر نظام المشائخ دہلی)

پانچ روپے والا نظام المشائخ ڈھائی روپے میں

جو اصحاب نظام المشائخ کو کچھ عرصے سے دیکھ رہے ہیں انہیں معلوم ہوگا کہ میں نے اسے کبھی وجہ تجارت نہیں بنایا۔ ابتدا میں یہ کل تین جزو کا نکلتا تھا۔ پھر ساڑھے تین کا ہوا۔ اس کے بعد چار کا ساڑھے چار کا۔ حتٰی کہ اب پانچ ساڑھے پانچ کی نوبت ہے۔ یعنی جوں جوں توسیع اشاعت ہوتی گئی اور مالی آمد بڑھی ووں ووں اس کی ضخامت وغیرہ کو ترقی دی۔ جتنا آیا اسی پر لگا دیا۔ مگر یہ معمولی معمولی امور اس لائق نہ تھے کہ انکی طرف ناظرین کی توجہ مبذول کرائی جاتی البتہ آج کا اعلان ضرور مستحق ہے کہ آپ اس پر غور فرمائیں اور اسے غفلت کا شکار نہ ہونے دیں۔ ماہ شعبان سے قسم دوم کے رسالے میں وہ کاغذ لگ رہا ہے اور وہ چھپائی ہو رہی ہے جو پہلے آپ صرف قسم خاص کے رسالے میں پاتے تھے۔ مطلب یہ کہ آئندہ برابر ڈھائی روپے میں پانچ روپے والا رسالہ ملا کرے گا۔ اور پانچ روپے اور ساڑھے تین روپے والے (قسم خاص اور قسم اول کے) رسالے اور اچھی شکل میں نکلیں گے۔ کوئی نہیں بتا سکتا کہ اس نے اردو زبان میں ہر اعتبار سے اتنا عمدہ پرچہ اس قیمت میں لیا ہو۔ میں اللہ کے بھروسے سے یہ عظیم الشان بار اپنے سر لیتا ہوں جسے قدرت ہے کہ آپ سبھوں کے دلوں میں احساس پیدا کرے اور آپ ہمیشہ سے زیادہ مستعدی کے ساتھ میرا ہاتھ بٹانے کو تیار ہو جائیں۔ ہر شخص ایک ایک خریدار اسی مہینے میں بہم پہونچا دینا اپنے ذمے فرض جان لے تو بیڑا بسہولت پار ہو سکتا ہے۔ ورنہ خیر میں تو سودا مول لے ہی چکا۔

محمد الواحدی۔ مالک و ایڈیٹر نظام المشائخ دہلی۔

تالیفات نواب میر صدالدین حسین خان صاحب سجادہ نشین ٹرونؒ

قال الرسول

جس میں ہمدردی کی تاکید، علم کی فضیلت، نفاق کی برائی طلب معیشت، تعلیم معاشرت، فضائل سخاوت وغیرہ کے بارے میں منتخب حدیثیں جمع کی گئی ہیں۔ قیمت ۳ر مع محصول۔

علاج معصیت

نہایت دلچسپ، پر معنی، اور مفید کتاب ہے۔ ایمان فروشی الحاد۔ ایذا رسانی۔ انانیت۔ اغوا۔ افترا۔ انتقام۔ اوہام پرستی۔ آوارگی۔ بت پرستی۔ باطل پرستی۔ بدعت۔ بدمعاشی۔ بدذہنی۔ بدگوئی۔ بدزبانی۔ بدمزاجی بدگمانی۔ بدعہدی۔ بدنظمی۔ بداعتقادی۔ بدخواہی۔ بدباطنی۔ بدپرہیزی۔ بددماغی جاننے دین و دنیا کے کھونیوالے مرضوں سے بچنا چاہتے ہیں تو اسے منگائیں قیمت تین آنے مع محصولڈاک۔

اسلام کی حمایت

اس میں پیشوایان قوم کو ان کے فرائض بتائے ہیں چار گروہوں سے خطاب ہے (اول) واعظوں سے (دوم) جاہل پیرزادوں سے (سوم) نقلی صوفیوں اور درویشوں سے (چہارم) امراء و اغنیا سے کہ انہیں کے ہاتھ سارے مسلمانوں کی باگ ہے قیمت صرف ۲ر آنے مع محصولڈاک

اسلام کے حسنات

مضمون نام سے ظاہر ہے قیمت ۲ر آنے مع محصولڈاک۔

اسلام کا اتالیق

ناجائز رسم و رواج کی مذمت میں ہے قیمت ۱ر آنہ مع محصولڈاک۔

منیجر

رسالہ نظام المشائخ و درویشن پریس الحسینی دہلی سے طلب کیجئے

قسطنطنیہ کا انجام

معلوم کرنا ہو تو مولائی خواجہ حسن نظامی کی نئی تصنیف

فیضان سنوسی

منگا کر دیکھئے جو رسالہ شیخ سنوسی کا تیسرا حصہ ہے اور جس میں حسب ذیل عجائبات ہیں۔ (۱) حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کے سب چھ قصاید (۲) حیدرآباد کی ایک نہایت پوشیدہ کتاب کا اقتباس جس میں آیندہ زمانہ کی پیشین گوئیاں ہیں (۳) شیخ سنوسی کے وظایف اور مخفی اعمال (۴) مشہور منجم شاہ مشتاق احمد دہلوی کی عجیب و غریب پیشین گوئیاں (۵) حضرت مولانا حکیم محمد حسن صاحب امروہی کی تفسیر غایۃ البرہان کی شہرہ آفاق پیشین گوئیوں کا وہ حصہ جس میں قسطنطنیہ کے انجام کا اشارہ ہے (۶) فرانس میں ظہور مسیح (۷) چینی اور روسی مسلمانوں کے جوش و خروش۔ قیمت صرف ۶ر

شیخ سنوسی یعنی فیضان سنوسی کا پہلا حصہ قیمت - - - - - - ۴ر

کتاب الامر ایضاً حصہ دوئم قیمت - - - - - - - - ۴ر

دہلی میں غدر } کے وقت دہلی کے بادشاہ اور ان کے گھر والوں پر کیا کیا مصیبتیں پڑی ہیں اس کے دردناک قصے مجموعہ مضامین حضرت خواجہ حسن نظامی میں ہیں۔

ڈھائی سو صفحے کی نہایت دلچسپ مؤثر اور عبرت انگیز کتاب ہے قیمت صرف - - ۱۲ر

سفرنامہ ہندوستان۔ از مولائی خواجہ حسن نظامی نہایت دلچسپ کتاب ہے قیمت ۸ر

اسلام کا انجام۔ مصری شیخ المشائخ کی زبردست پیشین گوئیاں قیمت۔ - - ۴ر

رسول کی عیدی امت کے بچوں کو۔ بچوں کیلئے بہت ہی مفید کتاب ہے۔ ۲ر

اسرار۔ مخفی بھیدوں کا خزانہ قیمت - - - - - - - - - ۴ر

کارکن حلقہ نظام المشائخ دہلی سے طلب کیجئے

رسالہ نظامِ المشائخ دہلی کے قواعد و ضوابط

۱- رسالہ نظام المشائخ ہر چاند کی ٹھیک چھٹی تاریخ کو جو حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز مولانا معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا یوم عرس ہے شائع ہوتا ہے لیکن اسے کسی ایک سلسلہ سے خصوصیت نہیں۔ یہ تمام خاندانوں اور خانوادوں کا یکساں خدمتگذار ہے مضامین اس میں علمی تاریخی مذہبی اخلاقی اصلاحی مگر سب صوفیانہ رنگ میں رنگے ہوئے ہوتے ہیں۔ تحریروں میں انشاء پردازی اور دیگر دلچسپیوں کا پورا خیال رکھا جاتا ہے حجم کم از کم ۸۰ صفحے مقرر ہے۔ سال میں ۸۰×۱۲=۹۶۰ صفحوں سے زیادہ ہو جائیں تو ہو جائیں لیکن اس میں تخفیف کبھی نہیں ہوتی +

۲- اگر رسالہ ۷ یا ۸ تاریخ تک نہ پہونچے تو دیر سویر کا خیال کرکے ۱۰-۱۲ تک انتظار کریں۔ اس کے بعد فوراً اطلاع دینی چاہئے ورنہ دوبارہ پرچے کی قیمت لیجائے گی +

۳- جن صاحبان کی ایک مقام سے دوسرے مقام کو تبدیلی ہو وہ براہ عنایت چوتھی ملاقات سے پہلے پہلے دفتر رسالہ میں اس کی خبر دیویں ورنہ پرچہ نہ پہونچنے کے وہ خود ذمہ دار ہونگے عارضی نقلِ مکان کی اطلاع اپنے گاؤں یا شہر کے ڈاک خانے کو کر دینی کافی ہے۔

۴- رسالے کے متعلق تمام خط و کتابت منیجر رسالہ کے نام ہو۔ میرے پاس صرف مضامین ارسال کئے جائیں خط و کتابت میں اپنا نام و پتہ صاف و خوشخط لکھئے اور خریداری کا نمبر ضرور بتائیے۔ ورنہ تعمیل محال ہے جوابی امور کے لئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ بھیجئے +

خاکسار محمد الواحدی

(ایڈیٹر نظام المشائخ دہلی)

نظام المشائخ

جلد بابت رمضان المبارک سنہ ۱۳۳۱ھ عدد ۹

فہرست مضامین

شمارہ	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	دل شادماں کی حمد	ہز ایکسیلنسی مہاراجہ سرکشن پرشاد صاحب شاد کے سی ایس آئی	۱
۲	جھولی والے فقیر کی بھیک	سیدی خواجہ حسن نظامی صاحب	۳
۳	فریاد اسلام	مولوی حکیم نواب علی صاحب برق اسسٹنٹ سکرٹری آلیات	۶
۴	رسالت کی ضرورت	مولانا شاہ سید محمد نذیر الحسن صاحب فتح الٰہی ایرانی	۱۱
۵	اے فخر بذات تو عرب او عجم را	مولانا الحاج شاہ سید حمزہ صاحب رحمۃ اللہ	۲۵
۶	فقیروں کا رمضان۔	یادگار خواجہ میر دردؒ۔ مولوی حکیم ناصر نذیر صاحب فراق	۲۶
۷	چند روز	مولوی محمد ناصر صاحب نقوی دہلوی	۳۸
۸	ادعیہ نوافل رمضان المبارک	ڈاکٹر محمد قمر الدین صاحب۔ حیدرآبادی	۳۹
۹	بیان خسرو	شمس العلماء مولوی شبلی صاحب نعمانی	۴۱
۱۰	اخوان نظام المشائخ	مولوی محمد اکرم صاحب و مولانا میر افضل علی صاحب	۵۷
۱۱	نظام المشائخ کی نسبت رائیں	اخبار آزاد۔ ایس۔ ایم۔ رضا علی صاحب و محمد صدیق صاحب	۶۵
۱۲	بزم فریدیہ دعاخانہ ...	سیدی خواجہ حسن نظامی صاحب ماخوذ از اخبار توحید	۶۷

ہمارے معاونین

جنھوں نے اس مہینے رسالہ نظام المشائخ کی توسیع اشاعت میں سعی فرمائی ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں

جناب ڈاکٹر محمد قمر الدین صاحب حیدر آبادی	۱	جناب میر فضل الرحمٰن صاحب حیدر آبادی	۱
جناب مرزا محمد علی بیگ صاحب انسپکٹر بینا	۲	جناب مولوی غلام محمد صاحب پریزیڈنٹ کونسل فرید کوٹ	۱
جناب مولانا محمد یوسف صاحب پیرزادہ مہرولی شریف	۱	جناب مولوی سید احمد صاحب پیر نگری	۱
جناب محمد صدیق صاحب	۱	جناب ڈاکٹر فیروز الدین صاحب راولپنڈی	۲
جناب منشی فرید احمد صاحب سب رجسٹرار	۱	جناب منشی نظام الدین صاحب بمبئی شاہ احمد آباد	۱

جو خود خریدار ہوئے وہ یہ ہیں

جناب محبوب خان صاحب گارڈ بریا + جناب سکرٹری صاحب ریڈنگ روم جھجر + جناب محبوب خاں صاحب سوداگر ارجونی + جناب قاضی کریم الدین صاحب رئیس نندیال + جناب مولوی سید فخر الدین صاحب روضہ کرلوگیری + جناب شیخ محبوب بخش صاحب گرداور قانون گو احمد پور شرقیہ + جناب سید محمد عبد القیوم صاحب محلہ مرو ہنگان بجنور + جناب مولوی وقار الحسن صاحب عباسی مانگرول + جناب بشیر حسن خاں صاحب سپرنٹنڈنٹ ریڈنگ روم لاہور + جناب مولوی شریف اعظم صاحب ڈپٹی + جناب قاضی نذیر احمد صاحب ناظر عدالت سرگودھا + جناب خواجہ قاضی فیاض الدین صاحب رئیس قصبہ ملکاپور + جناب محمد یاور جنگ صاحب خطیب مکہ مسجد حیدر آباد دکن + جناب مولانا محمد حسین صاحب بلہاری + جناب باپا میاں نبی میاں صاحب طالب علم + جناب مولوی سید نور الحسن صاحب بی۔اے (علیگ) سب رجسٹرار مظفر نگر + جناب مولوی جلال الدین صاحب چشتی لاہور +

شکر گزار۔ محمد الواحدی

بسم اللہ

نظام المشائخ

دل شادمان کی حمد

یا رب زمیں بنائی اور آسماں بنایا | اک لفظ کن سے تو نے کون و مکاں بنایا
اے لامکاں کے والی ہے شان لاابالی | بخشا شرف یہ دلکو اپنا مکاں بنایا
انسان کو ملک پر بخشا شرف کا خلعت | اور اپنا خاص اسکو سر نہاں بنایا
دی عقل سی جو دولت اور عشق سی جو نعمت | صد شکر اس بشر کو کیا کامراں بنایا
گر درد تو نہ دیتا ہوتی نہ قدر دل کی | اس درد ہی نے دلکو مقصود جاں بنایا
اس خاک کے کہنڈر میں گل لہلہاتے ہیں ہزاروں | کیا خوشنما چمن یہ اے باغباں بنایا
پتلا بنایا خاکی اور اسمیں جان ڈالی | اپنی قضا کو اس کا پہرہ پاسباں بنایا
کافی تھا تیرا سایہ پھر کس لئے خدایا | گنبد کی طرح ہم پر یہ آسماں بنایا
اک جان کے لیے ہیں لاکھوں ہی آرزوئیں | کیا کیا بنے ہیں ساماں کیا کارواں بنایا

دوزخ بنا کے تو نے تنبیہ کی بُروں کو — نیکوں کے واسطے کیا باغِ جناں بنایا
حور و پری و غلماں سب عیش کے ہیں ساماں — انسان کی خوشی کو کیسا مکاں بنایا
ہر اوج کیلئے ہے لازم ہمیشہ پستی — فصلِ بہار آئی دورِ خزاں بنایا

اپنا بنا کے اس نے بیکر کر دیا شاد
ہر طرح شاد ہوں میں دل شادماں بنایا

شاد۔ از حیدر آباد

رسول نمبر سنہ ۲۹ء

رسالہ نظام المشائخ کا ایک خاص پرچہ جسکی اشاعت پر ہمیں تمام اسلامی اخبارات کی طرف سے متفقہ داد ملی تھی ضخامت قریباً ڈیڑھ سو صفحے لکھائی چھپائی اور کاغذ غیر معمولی عمدہ قیمت ۱۲ فہرست مضامین حسبِ ذیل ہے۔ انتساب از خواجہ حسن نظامی۔ رسول نما نمبر از محمد الواحدی۔ استقبال رسول از خواجہ حسن نظامی ماہ رسول کی شان از مولوی سید احمد مارہروی۔ ذکر رسول از شاہ نذیر الحسن فلسفہ رسالت از ابو عطا محمد۔ تبلیغ رسالت از میرزا سلطان احمد۔ رسول اللہ کی سرکار دیکھو از مہاراجہ کشن پرشاد۔ ہجرت رسول۔ از مولوی مقبول احمد۔ رسول کا تیسرا ساتھی از ریورنڈ سی ایف اینڈریوز ایم اے۔ کلام اکبر از مولانا اکبر۔ رسول غیروں میں مقبول از برقی بی اے۔ صغیر ایم اے۔ و محمد الواحدی۔ رسول اسلام کا درجہ از لالہ لاجپت رائے۔ رسول کی امانت داری از مسز اینی بسینٹ۔ کلمات الرسول۔ از حکیم فرید احمد۔ دربار رسول از خواجہ حسن نظامی طبِ رسول از حاذق الملک۔ مرقع رسول نما از سیماب۔ رسول کی دو نعتیں از فصیح و آزاد۔ حلقہ کی فریاد۔ از حفیظ۔ رسول پرستی از پربھو دیال عاشق۔ مخبر وفات رسول از مولانا شفیق۔ بزرخ رسول از پنڈت ساقی۔ ہفت درود۔ از مولوی اسمٰعیل۔ عید میلاد الرسول۔ از خواجہ حسن نظامی ہے

منیجر نظام المشائخ دہلی سے طلب کیجئے

۵۸۶ء

جھولی والے فقیر
کی
بھیک

تو ہی جانتا ہے۔ رمضان میں کونسی رات ہزار راتوں کے برابر ہے کسکو تونے خطاب قدر عطا فرمایا ہے۔ مجکو ہزار۔ لاکھ۔ یا سو۔ پچاس۔ سے غرض نہیں میں اس کی بھی پروا نہیں کرتا۔ کہ وہ رات خطاب یافتہ ہے یا نہیں۔ اس کا شوق بھی نہیں ہے کہ نزول ملائکہ اور روحوں کی ملاقات والی شب میسر آئے۔

میں تو اے بڑی اور اونچی چوکھٹ والے بادشاہ تجکو مانگتا ہوں۔ تیری آرزو دل سر شام سے نہیں سویا۔ چاہے تو رمضان میں مل یا شوال میں۔ رمضان کے عشرہ آخرہ میں جلوہ افروز ہو یا بیچ کی اور کسی رات میں۔ مجھے اس سے کچھ بحث نہیں۔ میں ہر حال میں راضی برضا ہوں۔

قربان اس دروازہ کے جسپر چشم لاہوت کو ہاہوتی نوشتہ نظر آتا ہے۔ دل کہتا ہے میں جبروتی ہوں روح کہتی ہے میں ملکوتی ہوں۔

ہاتوں کا اصرار ہے کہ ہم ناسوتی ہیں تو کیوں نہ اس دروازہ کے راز کو عالم ناسوت میں فاش کردیں۔ کبتک اقلیم ہاہوت پردہ خفا میں رہے گی۔

مگر نہیں میرے باپ۔ میرے امام۔ میرے مرشد ابوالحسن سیدنا علی نے تو وعدہ کرلیا تہا کہ راز کو مخفی رکہوں گا۔ تو مجکو بھی یہ رمز نہ ظاہر کرنی چاہیئے۔ اچھا تو اے وہ جس کے پاس جانے کے لیے ہاہوت جیسے گم۔ اور گم کرنے والے دروازہ سے گذرنا پڑتا ہے۔ دور سے میری آواز سن۔ میں ناسوت کے عالم خواہشات میں ہوں

وہیں سے پکارتا ہوں۔ پانچ پردوں کی دوری ہے مگر جانتا ہوں کہ تو وہاں بھی سن لیتا ہے۔ ناسوت میں ہوں۔ اس کے بعد ملکوت ہے۔ پھر جبروت ہے۔ پھر لاہوت ہے پھر یاہوت کا دروازہ ہے۔ مگر تو سب میں ہے۔ اول بھی آخر بھی۔ ماہوت میں بھی ناسوت میں بھی۔ پس تو میری سن میں اپنے سر کو تیری چوکھٹ پر جھکاتا ہوں میں تیرا بندہ ہوں۔ یہ میرے دونوں ہاتھ کنڈی کھٹکھٹاتے ہیں۔ تو بخشش وکشائش کے دروازہ کو کھول جب تو دیتا ہے۔ اور دیسکتا ہے تو مجکو بھی دے جب تیرے ہاں کسی بات کی کمی نہیں تو میرے لیئے دیر کیوں ہے۔ دست رحمت بلند کر اور بندہ فقیر کی جھولی میں کچھ ڈال دے۔ یہ جھولی والا فقیر گھر بہ گھر نہیں جاتا اسی دروازہ پر آتا ہے اسی پر آیا ہے۔ اسی پر آتا رہے گا۔ کسی نے کہا وہ نوالہ دینے کے بہانے سے اپنے مشتاقوں کو دیدار دکھا دیتا ہے اور یہ شعر پڑہا۔

آمد بروں ز خانہ چو آواز ما شنید،

بخشیدن نوالہ گدا را بہانہ ساخت،

تو یہ بھکاری بندہ صدا لگاتا ہے۔ بھیک کا ٹکڑا مانگتا ہے۔ دروازہ کے فقیر کو مایوس نہ کر۔ وَاَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْهَرْ کا خیال رکھہ۔ اور میری جھولی میں خیرات ڈالنے کے لیئے دروازہ پر آجا۔ تاکہ میں رمضان کے روزے تراویح۔ نوافل شب بیداریاں غرض تمام نیکیاں جو مینے اور تیرے سب بندوں نے کی ہیں تجہپر قربان کرکے پھینکدوں۔ اور پھر تیرے قدموں کو پکڑ لوں۔ اگر وہ نہوں اور یقیناً نہیں ہیں کیونکہ تو اعضائے جسمانی سے پاک ہے۔ تو اپنے خیال وتصور سے تیرے مثالی پاؤں بناؤں۔ انکو چوموں۔ انپر سر لگاؤں۔ آنکھیں ملوں۔ اور جبتک تو میری جھولی نہ بہردے ان قدموں کو نہ چھوڑوں۔

رمضان کے روزہ دار فقیر کی آواز سن جو کہتا ہے۔

میری جھولی بھر دے ـــــ میرا آنچل بھر دے۔

تیری جنت کی خیر۔ اس کی فرحت کی خیر۔ شاخِ طوبےٰ کی خیر۔ حورِ حمرا کی خیر۔ ٹھنڈی نہروں کی خیر۔ اُجلی لہروں کی خیر۔ تیرے جلوے کی خیر۔ دید میلے کی خیر۔

میری جھولی بھر دے ـــــ میرا آنچل بھر دے۔

تیری دوزخ آباد۔ اس کا برزخ آباد۔ طوق بھاری آباد۔ شعلے ناری آباد۔ قہر و خفگی آباد۔ طیش و ترشی آباد۔ گرز و ہنٹر آباد۔ دُکھ کے سنتر آباد۔

میری جھولی بھر دے ـــــ میرا آنچل بھر دے۔

تیری کرسی رہے۔ اس کی بستی رہے۔ عرشِ اعظم رہے۔ حکم محکم رہے۔ لوحِ محفوظ رہے۔ نقشِ ہستی رہے۔ نورِ نیر رہے۔ شانِ اختر رہے۔

میری جھولی بھر دے ـــــ میرا آنچل بھر دے۔

تیرے دریا بہیں۔ موجیں ہر جا اٹھیں۔ کوہ و جنگل رہیں۔ چپ کے دنگل لگیں۔ مرنے والے مریں۔ جینے والے جئیں۔ عقل والے رہیں۔ بھولے بھالے رہیں

میری جھولی بھر دے ـــــ میرا آنچل بھر دے۔

سنا! تیرا فقیر بندہ تیری ہر چیز کی سلامتی چاہتا ہے۔ خیر و شر۔ نور و ظلمت قہر و رحم۔ کا یکساں خیر طلب ہے تو تو بھی اس پر مہربان ہو۔ اور اس کی خالی جھولی میں ایک غیبی ٹکڑا ڈال دے۔ آمین۔

حسن نظامی

نظم

فریادِ اسلام

(بدرگاہِ خیر الانام علیہ التحیۃ والسلام)

اُٹھ اے شاہنشہِ یثرب کہ نازل مجھ پہ آفت ہے — مدد اے رحمتِ عالم کہ ہنگامِ قیامت ہے
تری توحید کا ماہِ مبین محصورِ ظلمت ہے — مسلماں مٹ گئے خطرہ میں اب تیری امانت ہے

یہ فریادی سوادِ ہند سے سرکار میں آیا
لٹا کر کارواں اپنا ترے دربار میں آیا

یہ وہ دن ہیں کہ باطل کی صداقت پر چڑھائی ہے — گھٹا تثلیث کی توحید کے مطلع پہ چھائی ہے
بگڑ کر خود مسلمانوں نے یہ حالت بنائی ہے — مٹائے دیتے ہیں ظالم محمد کی دہائی ہے

نکل او سبز گنبد والے اب وقتِ اعانت ہے
کہ دستِ کفر سے تاراج گلزارِ رسالت ہے

ترا اسلام ہوں میں جس پہ بیدینوں کا نرغا ہے — تری ملت ہوں اہلِ کفر و کیں نے جس کو گھیرا ہے
تری توحید ہوں میں مشرکوں کا جس پہ حملا ہے — ترا حصنِ حصیں ہوں دشمنوں کا جس پہ دھاوا ہے

بچایا تو نے مجھ کو زندگی بھر دستِ اعدا سے
میں وہ پودا ہوں جو سینچا گیا خونِ صحابا سے

تری اصحاب نے میرے لیے سر تک کٹائے تھے — ترے انصار نے میرے لیے گھر تک لٹائے تھے
وہی ہوں جس نے تیرے عاشقوں سے گھر چھڑائے تھے — وہی جس کے لیے خود تو نے پتھر تن پہ کھائے تھے

ترے منہ سے مگر ایسی گھڑی میں بھی دعا نکلی
مصیبت پر ہمیشہ ترے منہ سے مرحبا نکلی

اشاعت کی مری دشتِ عرب میں تیری ہمت نے — بٹھایا روم پر سکہ مرا خالد کی جرأت نے

کیا غالب مجھے ایراں پہ فاروقی جلالت نے
علم اونچا کیا اندلس میں طارق کی شجاعت نے

سرِ قیصر اپنا تاج خاقان تخت جم اپنا
جہاں کے واسطے تھا آیۂ رحمت علم اپنا

محمد ابن قاسم سندھ میں میرے لیے آیا
آبی کبشہ کی ہمت نے سوادِ چین میں پہونچایا

علم تھا جو مرا پرینیز کی چوٹی پہ لہرایا
مرا سیلاب اُٹھ کر بحرِ اٹلانٹک سے ٹکرایا

بہایا شرک کو بہتے ہوئے دریائے وحدت نے
ڈبویا کفر کو اُٹھتی ہوئی موجِ ہدایت نے

تری اُمت نے گو ظاہر میں میری پاسبانی کی
حفاظت میں مری پڑی نہی لذت زندگانی کی

ولیکن تھی کشش مجھ میں حیاتِ جاودانی کی
تو میں نے بت پرستوں کے دلوں پر حکمرانی کی

دلِ عالم کو کھینچا میں نے جذبِ حق نما بنکر
اُجالا کردیا سینوں میں نورِ باصفا بنکر

محاسن مجھ میں پیدا تھے تری پاکیزہ صورت کے
اثر مجھ میں ہویدا تھے تری بے مثل سیرت کے

نہاں گنجِ گراں تھے مجھ میں اسرارِ حقیقت کے
ودیعت تھے خزانے مجھ میں تکمیلِ نبوت کے

جہاں کی بزم میں میں لیکے جب ام الکتاب آیا
گئے ایامِ طفلی نوعِ انساں کا شباب آیا

مگر پھر بھی مجھے تیرے نمونوں کی ضرورت تھی
ترے اخلاق کامل کی ہمیشہ مجھکو حاجت تھی

نفوسِ قدسیہ پر منحصر میری اشاعت تھی
ارادے جنکے اونچے تھے مقدس جنکی نیت تھی

اُنہیں نے مجھکو پھیلایا جہاں کا مقتدا ہوکر
مرے داعی بنے وہ سرگروہِ اولیا ہوکر

ضیا گستر ہوئی توحید میری مہرِ جیلاںؒ[1] سے
عجم کو زندگانی مل گئی اس غوثِ دوراں سے

[1] اس سے مراد شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو تعلیم باطن کے بعد اپنے مریدین کو تبلیغ ظاہر و باطن

ہوا تاتار بھی روشن جمالؒ[1] شیخ ذی شان سے — مرا جھنڈا گڑا اجمیر میں سلطانؒ عرفان سے

کیا تھا ہند کو تاریک جب باطل کی زشتی نے

اُجالا کر دیا آکر معینؒ[2] الدین چشتی نے

غرض میں نے مٹائے نقش سب باطل پرستی کے — مسلمانوں سے میں نے کھو دیے آثار پستی کے

مرے باعث وہ مالک بن گئے پہنائے ہستی کے — مرے دم سے وہ قابض ہو گئے صحرا کی بستی کے

مری برکت سے تھی عالم میں اُنکی حریت زندہ

مرے صدقہ میں تھی دنیا میں اُنکی قومیت زندہ

یہی مسلک ضمانت تھی نجات نوعِ انساں کی — یہی شانِ سیادت تھی جہاں میں اہل ایماں کی

یہی سچی شہادت تھی حق و باطل میں فرقاں کی — یہی رونق تھی دنیا میں نبوت کے گلستاں کی

زمانہ میں علو شان سے عزت کا مرادف تھا

غلامی کا مذاہب میں بھی میں پہلا مخالف تھا

مگر اب کیا ستم ہی مجکو چھوڑا تیری اُمت نے — مجھے برباد کر ڈالا مسلمانوں کی غفلت نے

حفاظت سے جو منھ موڑا ہی ارباب حفاظت نے — اشاعت سے کیا اعراض پیران طریقت نے

(بقیہ نوٹ صفحہ ۷) کے لیے مختلف ممالک میں بھیجدیتے تھے ۱۲

[1] اس سے مقصود شیخ جمال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہیں جنہوں نے [illegible]ھ میں تغلق تیمور خاں سلطان کاشغر کو مسلمان کر کے ملک تاتار میں اسلام پھیلا دیا جس سے تاتاری مغل اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے (پریچنگ آف اسلام ۱۲)

[2] حضرت معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہند میں جا کر اسلام پھیلاؤ۔ خدا میرے اور تیرے ارادتمندوں کی ہمت سے اسلام کو اس ملک میں پھیلا دے گا۔ بموجب ارشاد حضرت مخدوم اجمیر میں تشریف لائے اور جے پال جوگی راجہ اجمیر کے گرو کو پہلے مسلمان کیا اسکے اسلام لانے سے راجپوتانہ میں اسلام پھیلا مشہور ہے کہ ایکدفعہ اثنائے سفر دہلی میں سات سو آدمی ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئے ۱۲

بظاہر اب مرا کوئی نہ وارث ہے نہ والی ہے
اسی موقع پہ اعدا نے عداوت بھی نکالی ہے

اگلتے زہر ہیں کفار توحید الٰہی پر — غضب سے ڈالتے ہیں خاک وہ حق کی گواہی پر
بہت نازاں ہیں وہ ناحق پرستی کی سیاہی پر — بنے ہیں رہنما دنیا کے اس گم کردہ راہی پر
مگن ہیں اوج پر اس عہد میں باطل پرستی کے
نتائج ہیں مگر یہ سب مسلمانوں کی سستی کے

دیار ہند میں رہ کر لٹا ہے کارواں اپنا — نہ میر قافلہ اپنا نہ کوئی پاسباں اپنا
کیا برباد دور چرخ نے سب آشیاں اپنا — بجز اک بیکسی کوئی نہیں ہے مہرباں اپنا
یہاں احباب ہی دشمن ہیں غیروں کی حکایت کیا
بنے جب خضر ہی رہزن تو اعدا کی شکایت کیا

مسلمانوں کی ہمت بٹ گئی ہے فرقہ سازی میں — یہ سمجھے ہیں کہ قوت ہو نہاں تفریق بازی میں
خلل ڈالا انہوں نے آہ خود دین حجازی میں — مقید ہیں بہت سے دام تہذیب مجازی میں
بلا سے ان کی گر یہ امت اسلام مٹ جائے
بھلا ہو جائے ان کا گو کہ تیرا نام مٹ جائے

گرفتار غرض ہے جس کو کچھ احساس ملت ہے — فدائے جاہ ہے للہیت سے سخت نفرت ہے
جماعت کام کی ہے جو اسیر دام شہرت ہے — کسی کی نکتہ چینی عیب جوئی صرف عادت ہے
نہ ایثار صحابہ ہے نہ جوش تابعین ان میں۔
نہیں شان خلوص رحمۃ للعالمین ان میں

رچہ یاس افزا ہے بہت حال زبوں انکا — گرا ہے اوج سے گو آج بخت واژگوں انکا
حریفوں کے مقابل ہو گیا ہے سرنگوں انکا — مگر امید ہے اب بھی کہ تو ہے رہنموں انکا
اٹھا دے ہاتھ رحمت کے کہ بیڑا پار ہو جائے

جہاں کا مطلع تاریک پھر انوار ہو جائے

چمک ہاں ہاں چمک اے جلوۂ انوار یزدانی
دکھا ہاں ہاں دکھا پھر رحمت تکمیل انسانی

نمایاں کر دکھا پھر آثار قرن اول و ثانی
کہ مٹ جائے دل مسلم سے زنگ نامسلمانی

سر حقانیت کو اوج عالم پر فروزاں کر
محیط ارض سے تاریکی باطل گریزاں کر

دعا کر کے انہیں آپ پیش صدق و صفا کر دے
دل و جاں سے انہیں تسلیم مذہب پر فدا کر دے

خیال ما سوا ان کے تخیل سے جدا کر دے
انہیں نفسانیت کی قید سے آقا رہا کر دے

بدل اے رحمت حق جلد حالت باغ ویراں کی
کہ بے پر ہو رہی ہیں بلبلیں اجڑے گلستاں کی

برق

رسالت کی ضرورت

وَمَا أَرْسَلْنٰكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ط

محمد از تو میخواہم خدا را
خدایا از تو دیدار محمد

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ آلِهٖ بِقَدْرِ حُسْنِهٖ وَجَمَالِهٖ

ہماری عقل کی رسائی جیسی ہے وہ ظاہر ہے ہمارا نفس لوامہ ہی ہمیں یوم الجزا و سزا کی خبر دے رہا ہے۔ یہ خیال ضرور ہمارے دلمیں کانٹے کی طرح کھٹک رہا ہے کہ ایک دن محاسبہ نفسی ہوگا اور ضرور ہوگا جو کچھ تھوڑی بہت عقل ملی ہے اوس کا محض یہی منشا نہیں ہے کہ صرف اس عارضی فانی انتظام دنیا کے لیے ہو أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ۔ کیا تم نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے تم کو یونہی بیکار پیدا کر دیا اور تم ہمارے پاس واپس نہیں آؤ گے۔ فطرت انسانی اَلدُّنْيَا مَزْرَعَةُ الْآخِرَةِ (دنیا آخرت کی کھیتی ہے) کے قبول کرنے میں ذرا بھی پس و پیش نہیں کرتی۔ ان قواعد کے بتانے اور اس الجھن کے مٹانے کے لیئے کن کن ذرائع سے ہم حیات ابدی کے مستحق ہو سکتے اور وہ کون کون سے طریقے ہیں جن سے دونو جہان کی لذتیں ہمیں نصیب ہو سکیں اوس محسن حقیقی رحیم و کریم نے محض ہماری ادھوری عقل ہی پر نہ چھوڑ کر اپنے مبارک برگزیدہ اور مقبول بندوں انبیاء علیہم السلام سے تبلیغ رسالت کا کام لیا جو اپنے اس فرض منصبی کے پورا کرنے میں باوجود بے حد تکلیفیں اوٹھانے مصیبتیں سہنے کے بھی اپنے آخر دم تک مشغول و سرگرم اور

بے لوثی سے یہی فرماتے رہے۔ ما اسئلکم علیہ من اجر ان اجری الا علی رب العلمین[۵۱] ما سئلتکم من اجر فھو لکم ان اجری الا علی اللہ[۵۲]۔ ان مقدس حضرات انبیا علیہم السلام سے خداوند تعالے ایسے ایسے کام کراتا ہے کہ اور لوگ اس کے انجام دہی بلکہ سمجھنے سے بھی عاجز و مجبور محض ناچار رہتے ہیں (یعنے معجزات) اس میں بھی اوس کی (یعنے خدا کی) شفقت و رحمت اپنے بندوں پر مدنظر ہوتی ہے کہ وہ (یعنے بندے) اون برگزیدہ حضرات کو سچا سمجھکر اون کے تابع حکم کہ جو دراصل حکم خدا ہے رہکر اس صورت سے نجات ابدی و حیات جاودانی کے مستحق ہوں اور ہمیشہ باقی و قایم رہنے والی لذات سے بہرہ مند و کامیاب رہیں۔ انہیں احکام مجموعی کو اوس پیغمبر کی شریعت کہتے ہیں۔ پس انکار شریعت انکار پیغمبر ہے اور انکار پیغمبر انکار خدا۔ توریت زبور۔ انجیل۔ قرآن اور صحیفے انبیوں کے ہیں ان سب کو کتب مقدسہ کہتے ہیں۔ اثبات توحید۔ رد شرک و کفر جزائے آخرت کا ذکر سب طرح کی نصیحتیں حکمتیں اور تمام پرہیزگاری کی باتیں کیے جانے کا ذکر کتب مقدسہ میں ہے۔ قرآن مجید سب سے آخر نازل ہوا اور بموجب ارشاد خداوندی۔ وانا لہ لحفظون (اور ہم اس کے محافظ ہیں) ہر قسم کی تبدیل تحریف سے محفوظ رہا ہے اور رہے گا) اور چونکہ پہلے احکام پچھلے احکام سے منسوخ ہوجاتے ہیں اور اس کے برعکس نہیں ہوسکتا اس لیے قرآن مجید جملہ کتب مقدسہ کا ناسخ[۵۳] اور شریعت محمدی اکمل الشرائع ہے کہ اب تا قیام قیامت قرآن مجید ہی کے احکام پر عمل درآمد رہے گا اور پیروی دین محمدی ہی میں نجات کی صورت متصور ہے۔

[۵۱] ہم تم سے اس کام کا کچھ بدلہ نہیں چاہتے۔ ہمارا اجر تو خدا تعالیٰ دیگا۔

[۵۲] ہم تم سے جو کچھ چاہتے ہیں وہ صرف تمہارے لیے ہے (ورنہ) ہمارا اجر تو خدا کے ذمہ ہے

[۵۳] ناسخ۔ یہ مراد نہیں کہ وہ احکامات غلط اور غیر ضروری تھے۔کسی نبی کا آنا زمانے اور زمانے والوں کی حالت کے مناسب ہوتا ہے۔ زمانے کی ضرورتیں یکساں نہیں تغیرات ضروری ہیں۔

علاوہ بریں بعض شریعت میں افراط بعض میں تفریط تھی بعض میں احکام ظاہری پر زور تھا احکام باطنی سلوک طریقت تصفیۂ باطن تزکیۂ نفس اور تہذیب اخلاق کے واسطہ نہ تھا۔ بعض میں یہ احکام شدت کے ساتھ تھے اور احکام ظاہری میں تقلیل شریعت محمدی ہی نے توسط و اعتدال کے ساتھ ظاہر و باطن کی پابندیاں سکھائیں۔ اسلام ہی نے اخوت و ہمدردی انسانی کی راہیں بتائیں راستبازی اور نیک کرداری کا سچا حامی خدا تک پہونچانے کا ذریعہ ہوا جیسا کہ قرآن خود ناطق ہے وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ۔ وہ پیغمبر یعنے محمد صلے اللہ علیہ وسلم سکھاتے ہیں تمکو کتاب یعنے احکام شریعت ظاہریہ اور حکمت یعنے اسرار باطن حقائق اور معارف پر اس اصلاح ظاہر و باطن فلاح دین و دنیا کے علاوہ کہ جس پر انسانی حیات و ممات کا دار مدار اور بالآخر اسی پر انجام کار ہے اب اور کون سی حالت منتظرہ باقی رہی جب نہیں رہی اور یقیناً نہیں رہی تو لامحالہ بانی اسلام محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہوئے اور شریعت محمدی آخری شریعت۔ یہ ہے خلاصہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰهِ اور اس حکم خداوندی کا وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ (اور جو شخص اسلام کے سوا کسی دین کو چاہتا ہے تو اسکی خواہش مقبول نہیں ہوتی۔ اور آخرت میں اسکو خسارہ رہتا ہے) سب انبیا علیہم السلام کے معجزے ایک وقت خاص میں ظاہر ہو کے معدوم ہو جاتے تھے۔ ہمارے حضور اقدس خاتم المرسلین کا عمدہ ترین معجزہ قرآن مجید ہے کہ ابتدائے نزول سے اب تک کہ صدیاں گزر گئیں باقی ہے اور قیامت تک باقی رہے گا۔ اذبار بسم اللہ تا سین والناس تبدل و تحریف تغیر و تصحیف سے مبرا و معرا۔ یہی سبب ہے کہ از شرق تا غرب واز جنوب تا شمال ایک ہی انداز و چال پر ہے۔ لفظ و حرف

تو کیا لفظ و عراب میں بھی فرق نہیں۔ قرآن میں خدا کی صفات کاملہ کا بیان ہے۔ اوس کا واحد قدیم ازلی ابدی قادر عالم سمیع بصیر متکلم حکیم خبیر اور آسمان و زمین کا خالق ہونا رحیم رحمٰن صبور عادل قدوس محی یعنے جلانے والا ممیت یعنے مارنے والا۔ وغیرہ ذلک تمام صفات کمالیہ کا جامع ہونا اور جملہ عیوب و نقصانات سے بری و منزہ ہونا مثلاً حادث ہونے سے عاجز ہونے سے جاہل ہونے سے ظالم ہونے سے وغیرہ ذلک یہ کلام مجید کا پہلا سبق ہے جو اوسکے پیروی کرنے والے کو دیا جاتا ہے۔

قرآن توحید خالص کی دعوت کرتا شرک سے مطلق منع کرتا بلکہ سخت بیزاری ظاہر کرتا ہے۔ قرآن میں پیغمبروں کا تذکرہ اونپر ایمان لانے والوں کی مدح اون کے منکروں کی مذمت عقبیٰ کی تعریف اور اوس کے پائیداری کا مذکور چیزوں کے حلال حرام ہونیکا بیان نہایت شرح وبسط کے ساتھ ہے۔ اللہ و اللہ والوں کی محبت پر اوبھارتا اور عبادت بدنی و مالی میں نیت خالص خدا کے واسطے رکھنے کی ہدایت کرتا ہے قرآن میں ایسی چیزوں کا ذکر ہے جو خدا تک پہونچانے کی ذریعہ ہیں۔ قرآن فاجر فاسق کی صحبت ہمنشینی سے منع کرتا ہے۔ ریا وغیرہ سے دور رہنے کی ہدایت کرتا تہذیب اخلاق کی مجملاً ومفصلاً تاکید کرتا اخلاق ذمیمہ پر بالاجمال تہدید کرتا، اخلاق حسنہ حلم تواضع کرم وسخاوت شجاعت وعفت وغیرہ کی شرح کرتا۔ اخلاق قبیحہ غصہ غضب کبر وبخل۔ نامردی وظلم وغیرہ کی مذمت کرتا۔ تقوے ولی۔ و پرہیزگاری پر اوبھارتا اور نہایت شدومد سے یاد خدا اور عبادت خدا کی رغبت دلاتا ہے۔

قرآن میں قوانین عبادات معاملات بیان اخلاق مہلکات اور منجیات

سراپا دانائی کی باتیں بھری ہوئی ہیں۔ بقول مسٹر گبن قرآن مجید اوقیانوس سے گنگا تک مجموعہ قوانین مانا جاتا ہے۔ قرآن مسائل نجات روح وحقوق عامہ وحقوق شخصی ونفع رسانی خلایق وغیرہ پر حاوی ہے۔ وہ کون سی نصیحتیں حکمتیں ہیں جو کلام ربانی میں نہ پائی جاتی ہوں۔ ولقد صرفنا للناس فی ھذا القرآن من کل مثل (ہم نے اس قرآن میں انسانوں کے لیے ہر قسم کی مثالیں بیان کر دی ہیں) قرآن مجید میں علم وحکمت نظری خصوصاً علم الہیات مبدء ومعاد اور کائنات الجو، کا اس خوبی وخوش اسلوبی سے بیان ہے کہ باید وشاید حکمت علیہ جو افراط وتفریط سے معرا۔ تدبیر منزل سیاست مدن۔ تہذیب۔ اخلاق۔ تطہیر باطن۔ صلہ رحمی امانت داری۔ راست بازی رحم دلی علم وحلم۔ رفق تواضع مروت۔ زہد وتقوے ریاضت عبادت تسکین وعمل شجاعت سخاوت۔ ورع ووقار عفت قناعت صبر وعفو۔ عدالت۔ الفت تسلیم ووفا شفقت۔ دیانت۔ حیا وثبات ہمت رقت۔ گویا ہر علم کا معدن ہر فن کا مخزن قرآن مجید وفرقان حمید ہی ہے لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین۔ (سب خشک وتر قرآن میں مذکور ہے) قرآن مجید انسانی تعلیم وتربیت پند وہدایت فصاحت وبلاغت میں اپنا آپ نظیر اور ہمارے پیشوا وآقا حضور محمد رسول اللہ علیہ وسلم کے نبی برحق ہونے کا سچا گواہ ہے۔

بانی اسلام روحی فداہ کو کسی نے پڑھایا نہ لکھایا۔ حضور کے والد قبل ولادت ہی انتقال کر چکے تھے والدہ کو بھی بحالت ہوش نہ دیکھا نہ کسی حکیم وفلاسفر کی صحبت سے واسطہ رہا۔ ان حالات پر ایسی مکمل شریعت کا ظاہر ہونا اور قرآن جیسی کتاب فصیح وبلیغ جامع جمیع فوائد دین ودنیا کا نازل ہونا معجز ہے

نہیں تو اور کیا ہے ؎

یتیمے کہ ناکردہ قرآن درست کتب خانۂ چند ملت بشست

ایسی یتیمی مسکینی حالت میں تمام جزیرۂ نما عرب میں اس زور شور سے کلمۂ توحید کا ڈنکا بجنا دین اسلام کا تمام دنیا میں پھیل جانا بڑے بڑے بادشاہوں کا مطیع فرمانبردار ہونا قدموں پر گرنا صاف صاف اور کھلی ہوئی دلیل دین اسلام کے منجانب اللہ ہونے آنحضرت صلعم کے سچے نبی ہونے اور قرآن کے کتاب ربانی ہونے کی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ حضور کا امی ہونا ہی دلیل نبوت ہے

یا بی انت وامی یارسول اللہ یا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ؎

زباں پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے میری زباں کیلئے

یا صاحب الجمال ویا سیّد البشر من وجھک المنیر لقد نور القمر
لایمکن الثناء کما کان حقہٗ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ہمارے حضور کی ذات مبارک میں اخلاق حسنہ اوصاف جمیلہ اور کمالات علمیہ وعملیہ سب موجود تھے جن کا اعتراف غیر اقوام کے منصف مزاج مصنفین بھی اپنی اپنی تصنیفات میں بڑی دھوم دھام سے کر رہے ہیں والفضل ما شہدت بہ الاعدا (اور بزرگی وہ ہے کہ دشمن اسکی شہادت دیں)۔

جب مدینہ طیبہ میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تشریف آوری کا غل ہوا حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ بھی جو یہود کے بہت بڑے عالم متبحر تھے۔ حضرت صلعم کو دیکھنے آئے۔ وہ فرماتے ہیں کہ دیکھتے ہی میرے دل میں۔ خیال پختہ جم گیا واللہ ماھذا الوجہ کذاب خدا کی قسم ان کے چہرے سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ جھوٹ کہنے والے نہیں۔ بالآخر مشرف اسلام

مشرف ہوئے۔ اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ
خدا تعالیٰ ایمان لانے والوں کا ولی ہے ان کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے۔
ہمارے حضور حضرت ہیں جملہ اخلاق حسنہ اعمال حمیدہ اور صفات محمودہ سے بدرجہ اکمل متصف تھے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ بِقَدْرِ حُسْنِهٖ وَجَمَالِهٖ

اخلاق شریف سے عقل کامل وعلم شامل حضور اقدس کا معلوم وظاہر۔ اسلیے کہ اخلاق کا منبع ومنشا عقل ہے عقل نور روحانی ہے کہ علوم ضروریہ نظریہ اوس سے دریافت ہوتے ہیں۔ کمال علم وعقل حضور اقدس کا اس مرتبہ پر تھا کہ کسی بشر کو یہ مرتبہ نصیب نہوا۔ ہمارے حضور کو نہ تعلیم ومدارست سے تعلق رہا نہ ممارست وملازمت کتاب سے واسطہ ایسی امیت کی حالت میں عزوجل وحوش شاردہ محض جاہل ونادان صاحب طبائع متنافرہ متباعدہ تھے کس طرح راہ ضلالت سے دور ہوکر کیسے مہذب وشایستہ کیسے اعلیٰ درجہ کے فلاسفر وحکیم کیسے موحد کیسے محقق ہوئے کہ اور تو اور خود یورپ کے بڑے بڑے مورخین محققین اون کی شاگردی کا اعتراف کرتے اور اپنی منصفانہ رائے کو اپنی اپنی تحریرات میں لاتے ہیں۔ جس سے ہمارے پیشوا وآقا کے علم شامل وعقل کامل کا پورا پتہ چلتا اور ظاہر ہوتا ہے کہ حضور اس سے بھی زیادہ تھے جو بشری خیال میں آسکے اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ بِقَدْرِ حُسْنِهٖ وَجَمَالِهٖ

صبر ہمارے حضور اقدس میں بدرجہ غایت تھا۔ سب صبروں سے بڑا اور صعب صبر حضور کا غزوہ احد میں تھا کہ کافر محاربہ ومقاتلہ کرتے طرح طرح کے آزار وتکلیف دیتے تھے حتے کہ چہرہ اقدس خون آلود اور دندان مبارک بھی شہید ہوئے باوجود ان مصائب شدیدہ کے ازراہ شفقت ورحم اونہیں معذور رکھکر اون کے حق میں فرماتے اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ کفار سے

کرتا ہے۔ یہی جیسی تکلیفیں حضور کو ہوئیں انبیائے سابقین میں سے کسیکو اتنے صدمے
و ایذائیں نہیں پہونچیں جو حضور کا ارشاد پاک ہے ما اوذی نبی مثل ما اوذیت
حضور اقدس نے قضیہ مال و منال وغیرہ میں اپنے نفس کے واسطے انتقام نہ فرمائے
مگر اوس صورت میں کہ کوئی شخص حلال کو حرام اور حرام کو حلال سمجھے۔
(یعنی خدا واسطے انتقام فرماتے) مقابلہ جہل میں حضور کا حلم زیادہ ہوتا۔ (جس قدر
کوئی جہل کرتا آپ حلم زیادہ فرماتے) چنانچہ ایک یہودی نے بوعدہ معین حضور سے
خرمے خریدے اور تسلیم خرمے سے قبل اوسکی قیمت دیدی۔ مگر وعدہ معینہ
سے پہلے خرما لینے آیا اور تقاضائے شدید کیا۔ دامن قمیص مبارک اور چادر
پکڑ لی۔ نظر تیز و تند سے دیکھکر کہا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم حق میرا نہیں دیتے
اور تم اے اولاد عبد المطلب ادائے حقوق میں حیلہ گر ہو۔ فاروق اعظم نے فرمایا اے
دشمن خدا میرے سامنے پیغمبر خدا کی شان میں ایسے کلمات گستاخانہ و بے ادبانہ
کہتا ہے قسم خدا کی اگر مجھے حضور کا ادب مانع نہ ہوتا تو تیرا سر ابھی تلوار سے جدا
کر دیتا۔ اور حضور رسول خدا بآرام و آہستگی دیکھتے اور از راہ تبسم فرماتے اے عمر
(رضی اللہ عنہ) تمہیں لایق تہا کہ مجھکو بہ حسن ادا اور اس مرد کو بہ حسن تقاضہ امر کرتے
جاو حق اس کا ادا کر دو اور بیس صاع زیادہ اس کے حق سے دو کہ تمنے
اسے ڈرایا اور تہدید کی۔ فاروق اعظم نے حسب فرمان عمل کیا۔ یہودی نے
کہا کہ سب علامات نبوت نبی آخر الزماں توریت سے میں جانتا تہا مگر یہ دو فضیلتیں
کہ اس کا اب امتحان کیا یہ کہا اور مسلمان ہوگیا (اسلام اسطرح پہیلا ہے بزور شمشیر
نہیں پہیلا) حضور اقدس کا حلم اس مرتبہ تہا کہ قرآن مجید میں اور انبیاء علیہم السلام
کو نرمی کا حکم اور ہمارے حضور کو تاکید پر تاکید کہ سختی کیجئے۔
نرم خوئی یہاں تک تہی کہ اللہ تعالی نے تعریف فرمائی فبما رحمۃ من اللہ لنت لہم

ہمارے حضور رحمۃ للعلمین ہمیشہ برائی کے بدلے عفو ورحمت فرماتے ۵

بدی را بدی سہل باشد جزا — اگر مردی احسن الیٰ من اسا

اَللّٰھُمَّ صلِّ علیٰ محمدٍ و آلہ بقدر حسنہٖ وجمالہٖ

تواضع۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں دس برس خدمت مبارک میں رہا۔ کا ہے حضور نے اُف نہ کیا اپنے کسی بات پہ جھڑکا نہیں اور نہ فرمایا کہ یہ کام کیوں کیا اور وہ کیوں نہ کیا۔ ملاقات میں تقدیم سلام کی فرماتے منتظر اس بات کے نہ رہتے کہ وہ شخص سلام کرے۔ سب سے بتازہ روئی کشادہ پیشانی پیش آتے۔ جو کوئی حضور کو پکارتا اوس کے جواب میں لبیک فرماتے جب کوئی حضور سے سرگوشی چاہتا سر مبارک جھکا دیتے جب تک وہ اپنے عرض حال سے فارغ نہ ہوتا سر مبارک بلند نہ فرماتے جس مجلس میں تشریف لیجاتے کنارہ مجلس میں بیٹھ جاتے صدر مجلس و بالانشینی کا قصد نہ فرماتے زانوے مبارک کسی کے زانو سے ملا کر نہ بیٹھتے۔ اور نہ مجلس میں پائے مبارک دراز فرماتے۔ اگر کوئی شخص حضور کا ہاتھ پکڑ لیتا جب تک وہ نہ چھوڑتا خود نہ چھڑاتے۔ بڈھی عورتیں اپنے کام کے لیے حضور کو ساتھ لے لیتیں ساتھ ہو لیتے اور کام کر دیتے۔ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کر لیا کرتے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دس برس میں نے حضور کی خدمت کی قسم خدا کی سفر و حضر میں جس قدر میں حضور کا کام کرتا تھا اوس سے حضور میرا کام زیادہ کر دیتے تھے۔ اصحاب کے ساتھ کام میں شریک ہو جاتے۔ جو کوئی حضور کے پاس آتا اکرام کرتے اور اپنا کپڑا اُس کے لیے بچھا دیتے۔ فقرا کے ساتھ مجالست فرماتے مساکین کی عیادت کرتے۔

ہیبت۔ حضور کے جمال میں بدرجہٗ غایت تھی لیکن باوجود اس کے تواضع وخلق اس مرتبہ تھا کہ مجرد ملاحظہ آثار رعب وہراس حضور کمال التفات سے

تسکین فرماتے تھے حضور ایسے خوش خلق و متواضع تھے کہ اگر مدینہ منورہ کی ایک باندی بھی حضور کا ہاتھ پکڑ لیتی تو جہاں وہ چاہتی اُس کے ساتھ چلے جاتے حاجتمندوں کو ناخوش و نارضامند نہ فرماتے۔ ساکنان مدینہ طیبہ اپنے ظروف پانی سے بھر کر بیماروں کے واسطے حضور کی خدمت میں لایا کرتے اور حضور اقدس بپاس خاطر عین موسم سرما میں ہر ایک ظرف پانی میں جدا جدا ہاتھ ڈالتے تاکہ کسی کی دلشکنی نہ ہو، گو افراط سردی سے دست مبارک کو گزند پہونچے۔ حضور کا برتاؤ سب کے ساتھ نہایت درجہ بہتر تھا بالخصوص مساکین و اضیاف ارامل و ایتام کی جیسی دلجوئی و شفقت فرماتے اوس سے زیادہ کسی بشر کی امکان میں نہیں

اللھم صل علی محمد و آلہ بقدر حسنہ و جمالہ۔

جود و سخا۔ بعد باری تعالیٰ اجواد الاجودین حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ہمارے حضور احسن الناس و اجود الناس و اشجع الناس جامع جمیع کمالات حسی و روحی اور حاوی خوبی و صورت و سیرت تھے۔ شان اقدس یہ کہ سوال سائل رد نہ فرماتے۔ لفظ لا زبان حق ترجمان پر جاری نہ ہوتا۔ کسی نے ایک عربی شعر کا ترجمہ خوب کیا ہے ؎

نہ رفتہ لا بزبان مبارکش ہرگز
مگر در اشہد ان لا الٰہ الا اللہ

سخاوکرم حضور کا ایک طرح پر نہ تھا۔ انواع مختلفہ اور انحائے متنوعہ سے سائلین کو مالامال و استغنا فرماتے۔ وقتے بطریق ہبہ و گاہے بطور صدقہ کبھی برسبیل قرض اور گاہے بطریق ہدیہ۔ ایک روز کوئی عورت ایک طبق خوانچے ترکہ مرغوب الطبع تھا حضور میں لائی۔ حضور نے عوض ہدیہ زر و زیور کہ فتح حُنین کو آیا تھا دست مبارک بھر کر دے دیا۔ غرض ہر حال میں ذات

شریف پر تکلیف و رنج اوٹھاتے مگر غیر کو راحت و آرام پہونچاتے۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ علیٰ محمد و آلہٖ بقدر حسنہٖ و جمالہٖ +

حیا۔ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ حیا روجود خوف و ہیبت سے دل انسان ضعیف یا وحشت و ندامت بسبب پیش آنے امور ناشایستہ بجناب باری عزاسمہ۔ اور کہا ہے الحب ینطق والحیاء یسکت والخوف یقلق۔ حضرت یحییٰ بن معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔ جو کوئی شرم رکھتا ہے خدا سے طاعت و عبادت میں۔ اوس سے خدا بھی حیا رکھتا ہے معصیت و تعذیب میں۔ اور حیا کا صدور کبھی کرم کے سبب ہوتا ہے۔ طعام ولیمہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا میں جو لوگ حاضر تھے اونکی نشست عرصے تک رہی حضور کو تکلیف ہوئی۔ لیکن حیا کے سبب کچھہ نہ فرمایا۔ حق تعالیٰ نے ایذا ئے حضور سے اوس قوم کو تنبیہ فرمائی کما فاذا طعمتم فانتشروا ولا مستانسین لحدیث ان ذالکم کان یؤذی النبی فیستحیی منکم واللہ لا یستحیی من الحق۔ حیا حضور کی ذات کریمہ میں بدرجۂ کمال تھی کہ گاہے کسی کو معین و مخاطب ٹھراکر نہی و نصیحت نہ فرماتے اور نام لیکر منع نہ کرتے بلکہ بکلام عاملہ و عبادت شاملہ بنا بر منع ارتکاب مناہی نصیحت فرماتے۔ اور غرض اس ارشاد کنایہ سے یہ تھی کہ کوئی مرتکب مناہی اپنے ہم چشموں میں شرمندہ و خجل نہو۔ حضور مقدس کلام فاحش یعنے نامشروع اور الفاظ مکروہ بالطبع زبان مبارک پر نہ لاتے تھے۔ بازاروں میں آواز بلند نہ فرماتے۔ اگر کوئی بدی و بدگوئی و بدزبانی کو پیش آتا عفو و درگزر فرماتے۔ اللّٰھم صل علیٰ محمد و آلہٖ بقدر حسنہٖ و جمالہٖ +

شفقت۔ رحمت۔ رحمت۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ۔ لقد جاءکم رسول من انفسکم عزیز علیہ

ما عنتم حریص علیکم بالمومنین رؤف الرحیم۔ ہمارے حضور یہاں تک رقیق القلب تھے کہ اگر کسی لڑکے کے رونے کی آواز کہ ماں اوسکی شریک جماعت ہوتی سنتے تو قرات کو سبک فرمادیتے۔ حال تصفح حضور کا اس مرتبہ تھا کہ قریش صرف تکذیب ہی پر اکتفانہ کرتے تھے طرح طرح کی ایذائیں دیتے۔ راستوں میں کانٹے ڈالتے حضور کی عداوت و دشمنی میں مال تک ضائع کیا جانیں تک تلف کیں۔ ہوتے ہوتے یہاں تک نوبت ہوا کہ قتل کرنے کے مشورے ہونے لگے بالآخر ہجرت کی نوبت پہونچی اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا۔ واذ یمکربک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک ویمکرون ویمکراللہ واللہ خیرالماکرین۔ یہ سب کچھ تھا مگر حضور یہی فرماتے کہ میں اس قوم کی ہلاکت نہیں چاہتا بلکہ حق تعالےٰ سے یہ امیدرکھتا ہوں کہ ان کے اصلاب آبائے ایسی اولاد پیدا کرے کہ خالص خدا کی عبادت کریں اور اوس کے ساتھ کسیکو شریک نہ کریں۔ اور مقتضائے شفقت و رحمت یہ ہے کہ حضور کبھی کبھی لوگوں کو پند و نصیحت فرمایا کرتے نہ ہرروز کہ سامعین پراگندہ و منتشر ہوں۔ اللھم صل علیٰ محمد و آلہ بقدر حسنہ وجمالہ +

صدق عفت عدل۔ و امانت حضور صلی اللہ علیہ وسلم بڑے امانت دار بڑے عادل نہایت درجہ پارسا اور اس مرتبہ راست گو تھے کہ دشمن بیگانہ سب مقر تھے کہ صفات ستودہ ہیں حضور اپنا عدیل نہیں رکھتے پیش از نبوت حضور کو موسوم بہ محمد الامین کرتے تھے۔ چنانچہ قصہ حجر اسود کے اوٹھانے کا معروف و مشہور ہے۔ اکثر وقائع میں قبل از اسلام قریش حضور کو اپنا حکم کرتے چنانچہ یہ قول حضور کا اسپر شاہد عدل ہے واللہ انی لامین فی السماء وامین فی الارض عفت و پارسائی ذات ستودہ صفات میں اس مرتبہ تھی کہ دست

مبارک حضور سے ایا تا ہاتھ کسی عورت اجنبیہ کا مس نہیں کیا۔ اللھم صل علی محمد و آلہ بقدر حسنہ وجمالہ +

وقار صمت۔ مروت۔ وقار حضور کا سب سے زیادہ تہا۔ مجلس میں کبھی ہاتھ پاؤں پائے مبارک دراز کرنا عادت شریف نہ تہی۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کثیر السکوت تھے۔ بے حاجت تکلم نہ فرماتے۔ کلام حضور فصیل تہا یعنے رشتہ مروارید نہ کہ درہم زدہ۔ حضور ایسا کلام و جیز و مختصر فرماتے کہ اگر کوئی چاہتے کلمہ جدا جدا گن لیتا۔ حضور کا سکوت چار چیزوں پر منحصر تہا۔ حلم۔ حذر۔ تقدیر۔ تفکر۔ مجلس منیف ہمیشہ حلم و حیا سے آراستہ رہتی۔ کوئی آواز بلند نہ کرتا مذاکرہ کلمات قبیحہ سے اجتناب ضروری سمجھتا اور جب حضور دُرر ریز مواعظ و نصائح ہوتے سامعین ایسے سرافگندہ و سرنگوں ہوتے کہ گویا ان کے سروں پر پرند بیٹھے ہیں۔ اللھم صل علی محمد و آلہ بقدر حسنہ وجمالہ +

زہد و تقویٰ۔ حضور کا ارشاد ہے۔ المعرفہ راس مالی والعقل اصل دینی۔ والحب اساسی۔ والشوق مرکبی وذکر اللہ انیسی والثقۃ کنزی والحزن رفیقی۔ والعلم سلاحی والصبر ردای۔ والرضا غنیمتی والفقر فخری۔ والزھد حرفتی والیقین قوتی۔ والصدق شفیعی۔ والطاعت حسبی والجہاد خلقی۔ وقرۃ عینی فی الصلوۃ وثمرۃ فوادی فی الذکر وغمی لاجل امتی وشوقی علی ربی ؎

اے ز تو ہر مرتبہ عالی مقام — مرتبہائے ہمہ قست از تو دوام
طاعت تو برہمہ ہا فرض عین — پیروئے امر تو بر جملہ دین
مائدہ معرفت از خوان تست — آیت ایں مرتبہ در شان تست

اللھم صل علی محمد و آلہ بقدر حسنہ وجمالہ +

جس نے تاریخی دنیا میں اپنا قدم رکھا اور اوس کی سیر کی ہے وہ خواہ کتنا ہی تعصب کی کیچڑ اور عناد کی دلدل میں پھنسا ہو مگر اوس کا نفس لوامہ (کانشنس) لعنت ملامت چیٹر چھاڑ کر اوسے یقینی اس کہنے پر بالکل مجبور محض بے بس کر دیتا ہے کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق اچھا بہت اچھا اور ایسا اچھا تھا جو آپکی نبوت رسالت پر برہان قاطع و دلیل ساطع ہے اور کیوں نہ ہو کہ ہمارے حضور سرور دو جہاں کی نسبت خود خالق دو جہاں انک لعلی خلق عظیم ارشاد فرماتا ہے خلقہ القرآن حضور کا خُلق قرآن تہا ۔

وصف خُلق کسے کہ قرآن ست　　　خلق را وصف او چہ امکان ست

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بعثت لاتمم مکارم الاخلاق صاف تو یہ ہے کہ جس ذات ستودہ صفات کا مودب قرآن عظیم ہو پہر کسطرح وہ مکارم اخلاق و محاسن افعال کا جامع نہو۔

فتح الٰہی

بزم فریدیہ

(کشمیری میگزین لاہور قمطراز ہے)

درویش پریس دہلی نے یہ کتاب ۱۶۰ صفحہ پر اردو میں شائع کی ہے یہ کتاب حضرت بابا فرید الدین گنج شکر قدس اللہ سرہٗ کے اعمال و اقوال کا مجموعہ ہے مخصوص صوفیوں کے ہی لیئے مفید نہیں ہے بلکہ غیر صوفی اور عام مسلمانوں کے لیے بہی اس سے فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ اسکو فارسی میں سلطان الاولیا محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین رح نے ترتیب دیا تہا اب ملا محمد الواحدی صاحب اڈیٹر نظام المشائخ دہلی نے اس کو اردو کا جامہ پہنایا ہے باوجود ان تمام خوبیوں کے ۱۰ مع محصول قیمت ہے دفتر نظام المشائخ دہلی سے مل سکتی

نعت

اے فخر بذاتِ تو عرب را و عجم را

اے فخر بذاتِ تو عرب را و عجم را — شہرہ بجہاں کردہ حدوثِ تو قدم را

شاہی بہ تو زیبد کہ شہنشاہِ دو کونی — در بارگہت بار نشد خسرو و جم را

گردد ورقِ نامۂ اعمال معطر — ہر گہ کہ دہد نعتِ تو صد طیب رقم را

صد مایۂ لذت ز ثنائے تو زبان را — صد پایۂ عزت ز مدیحِ تو قلم را

صد تاب ز روئے تو بود مہرِ فلک را — صد نور ز حسنِ تو بود شمعِ حرم را

صد ناز بپائے تو کند عرشِ معلّیٰ — صد زیب ز خاشاکِ درت باغِ ارم را

بیجا نبود ناز بہ تو جملہ رسل را — صد فخر بود بر شرفِ شاہِ حشم را

سوزِ عجبے یافت بعہدِ تو محبت — این ذوق نبود است گہے کاوشِ غم را

گنجینۂ رحمت کہ نہان بود بہ دی شب — امروز بدست است شہنشاہِ امم را

در چار سوئے دہر بجز خاکِ رہِ او — کحلے نتوان یافت دگر چشمِ قسم را

شوقِ دلِ عشاق رسد تا بہ کمالے
تاخیرِ قدوم است ہمیں امرِ اہم را

حمزہ

ھو الناصر

فقیروں کا رمضان اور فقیروں کی عید

حضرات صوفیہ رحمہم اللہ فرماتے ہیں تخلقوا باخلاق اللہ سے روزہ مراد ہے کیونکہ نکھانا اور نہ پینا باری تعالیٰ کی خاص صفت ہے خدا فرماتا ہے اسے بندہ تو گیارہ مہینہ رسول کے اخلاق کی پیروی کرتا ہے یعنی کہاتا پیتا ہے ایک مہینہ رمضان میری روش بھی اختیار کر لیا کرتا کہ تجھے فنائیت حاصل ہو اور تو مجھ تک پہونچ جائے اسی لیے دوسری حدیث میں آیا ہے الجوع طعام اللہ یعنی بھوک اللہ کا کہانا ہے خلطوں کی زیادتی سے روح بھی بھدی ہو جاتی ہے اور عالم بالا کو پرواز نہیں کر سکتی ہے جب صوفی کہانا پینا چھوڑ دیتا ہے اور تابڑ توڑ روزہ رکہتا ہے تو بساندی رطوبتیں اور غیر طبعی خلط جل جاتے ہیں روح ہلکی پھلکی ہو جاتی ہے عقل و ادراک میں توانائی آجاتی ہے اور عرش سے پرے کی خبر لاتی ہے

قلۃ الطعام قلت الکلام قلۃ المنام قلۃ الصحبۃ مع الانام

درویشی کے لیے لازم ہیں مگر قلت الطعام کو سب سے پہلے اس لیے بیان کیا ہے کہ فقر کی سب سے پہلی سیڑھی کم کہانا ہے حضرت ذوالنون مصریؒ فرماتے ہیں جس معدہ میں غذا ہر وقت ٹھسی رہتی ہے اوس میں حکمت نہیں سماتی حضرت بایزید بسطامیؒ سے لوگوں نے عرض کی آپ بھوک کی بہت تعریف کرتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے آپ نے فرمایا اگر فرعون بھوکا رہتا تو انا ربکم الاعلیٰ اوس کے منہ سے نہ نکلتا حضرت ابو الحسنؒ فرماتے ہیں کہ خدا کا ایک خاص خزانہ ہے جس سے راضی ہوتا ہے اوسکو عطا فرماتا ہے

جب آدمی کو بھوک لگتی ہے تو نفس کی ساری خواہشیں مر جاتی ہیں اور جب آدمی کا پیٹ بھر جاتا ہے تو نفس کی ساری خواہشیں جی جاتی ہیں حضرت ابو اسحٰق ابراہیم جنکا وصال ۲۹۱ھ میں ہوا اور آپ شہر رے میں آسودہ ہیں آپکو رئیس المتوکلین اسیواسطے کہا جاتا تہا کہ آپ کچھہ کہاتے پیتے نہ تہے سیب کی خوشبو سونگھہ کر سیر ہو جاتے تہے اور بے نکان منزلوں چلے جاتے تہے حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگلے زمانہ جیسے صابر فقیر تو ہماری وقت میں کہاں سے آئے، مگر ایسے تو ضرور موجود ہیں جو ایک مہینہ میں ایک بادام کہا کر اپنا وقت گزار لیتے ہیں حضرت خواجہ محمد ناصرؒ (جو خواجہ میر درد دہلوی کے والد بزرگوار اور پیر و مرشد ہیں) ہر صبح کو دعا کیا کرتے رہتے تہے الٰہی اگر میں اصل نسل بنی فاطمہؓ ہوں تو ایک دن بیچ میرے گہر میں فاقہ ہو جایا کرے۔ اور ایسا ہی ہوتا تہا حضرت خواجہ میر درد دہلویؒ کے گہرانہ کا ڈیڑہ فاقہ دلی میں اب تک مشہور ہے یعنی خواجہ میر درد صاحب اور آپ کی اہلبیت کو ایکبار ایس دن کا اور ایک بار چودہ دن کا فاقہ ہوا اور کسی چہوٹے بڑے کے مُنہ میں اوڑ کہیل تک نہیں گئی مگر کسی نے اُف تک نہیں کی

لیلۃ الفاقۃ للفقیر لیلۃ المعراج ایک مژدہ ہے تو جب اتفاق فاقہ سے فقیر کو معراج ہوتی ہے۔ تو سبحان اللہ جو روزے نفل یا سنت یا فرض بالارادہ رکہے جاتے ہیں اونکی برکتوں سے صوفی پر کیا کیا مقامات کہلتے ہونگے حضرت فرید الحق والدین مسعود گنج شکر رضی اللہ عنہ جناب محبوبؓ پاک کی زانو پر سر مبارک رکہے ہوئے قیلولہ فرماتے تہے حضور محبوب پاک رضؓ کی دل میں خیال آیا کہ خدا جانے ہمیشہ روزہ رکہنے سے فقرا کو کیا نفع پہونچتا ہے

باباصاحب بیدار ہوں گے تو دریافت کروں گا۔ باباصاحب نے فوراً آنکھیں کھول کر فرمایا مولانا نظام الدین صاحب تہائی کشایش مقامات معرفت کی روزہ رکھنے پر منحصر ہے حضرت شاہ مینا صاحبؒ اپنے مریدوں کو روزہ کی طرف رغبت دلانے کے لیے اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے ؎

جوع طعام خویش کن تا بقبول حق رسی
چونکہ قبول حق شدی بر ہمہ خلق ناز کن

میر عبدالواحد بلگرامی اپنی کتاب سبع سنابل میں ایک بزرگ کا مقولہ نقل کرتے ہیں الدنیا یومٌ ولنا فیھا صَومٌ یعنے دنیا ایک دن ہے اور ہمارے لیے اوس میں ایک روزہ ہے ایک وہ حضرات تھے جو دنیا کی لمبی چوڑی عمر کو ایک دن تصور کرتے تھے اور روزہ دار کی طرح بے کہائے پئیے صبر کے ساتھ کاٹ کر چلے جاتے تھے۔ ایک ہم ہیں آجکل برسات کا موسم ہے ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چلتی ہے ٹکے سیر برف بکتی ہے ہر طرح کی نعمتیں خدا نے مہیا کر دی ہیں مگر رمضان کا ایک روزہ نہیں رکھتے فقہ حدیث۔ تفسیر۔ سلوک۔ تصوف سب کچھ کھنگال بیٹھے ہیں مگر روزہ کی فلاسفی ابتک نہیں کھلی حدیث میں آیا ہے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کے حلقہ میں رونق افروز تھے، اور صحابہ مودب بیٹھے ہوئے تھے حضور نے ارشاد کیا۔ عبدالرحمن اگر تم کہو تو ہم تمہیں ایک وظیفہ بتائیں عبدالرحمن نے کہا روحی فداک اس غلام کو وظیفہ ضرور بتایا جائے حضور نے فرمایا عبدالرحمن تم رمضان المبارک میں قرآن پڑھا کرو۔ مسجد کے گوشہ میں ایک اعرابی بیٹھا ہوا تھا حضور کے فرماتے پر اوسے بے اختیار رونا آگیا حضور نے اوسے تسلی دی اور فرمایا تم کیوں روتے ہو اعرابی نے کہا حضور میں اپنی بدنصیبی پر روتا ہوں مجھے قرآن یاد نہیں ہے ورنہ میں بھی قرآن شریف رمضان میں پڑھا کرتا

حضور نے فرمایا تمہیں سورہ اخلاص ہی یاد ہے اعرابی نے کہا جی ہاں سورہ اخلاص یاد ہے حضور نے فرمایا تم رمضان میں سورہ اخلاص پڑھا کرو تمہارے لیئے کفایت کرے گی اعرابی نے گذارش کی سورہٗ اخلاص رمضان میں پڑھنے سے مجھے کیا ثواب حاصل ہوگا آپ نے ارشاد کیا جو شخص سورہ اخلاص رمضان میں پڑھے گا اوس کے واسطے ۱۰ شہر جنت میں بنائے جائیں گے اور ہر شہر میں ۶۰ محل عجیب و غریب اوس کے لیے ہوں گی اور ہر محل میں ۶۰ تخت بے بہا ہوں گے اور ہر تخت پر ایک حور عین بیٹھی ہوگی۔ ایک حدیث میں آیا ہے رمضان میں جو شخص سجدہ کرتا ہے اوسے ایک ہزار سات سو سجدوں کا ثواب ملتا ہے حجر اسود سب پتھروں سے افضل ہے حضرت موسیٰ علیہ السّلام کا عصا سب عصا اور لکڑیوں سے افضل ہے حضرت یونس ؑ کی مچھلی سب مچھلیوں سے افضل ہے حضرت سلیمان ؑ کی انگوٹھی ساری دنیا کی انگوٹھیوں سے افضل ہے مکہ سب شہروں سے۔ بیت المقدس سب وادیوں سے افضل ہے اور محمدؐ رسول اللہ۔ سارے عالم سے افضل ہیں صلی اللہ علیہ علیٰ آلہ و اصحابہ وسلم ایک شخص نے حضرت امام ابو حنیفہ کوفی رضی اللہ عنہ سے امتحاناً سوال کیا ایک شہر ہے جس کے ساٹھ محلہ ہیں جس میں سے تیس محلوں (شب قدر) کے اندر روشنی رہتی ہے اور تیس محلوں میں اندھیرا رہتا ہے اور اوس کا ایک محلہ ہزار شہروں سے بڑا ہے اس سے کیا مراد ہے۔ آپ نے فرمایا وہ رمضان کا مہینہ ہے جس کے تیس محلوں میں روشنی رہتی ہے وہ اوس کے تیس دن ہیں اور جن تیس محلوں میں اندھیرا رہتا ہے وہ اوس کی تیس راتیں ہیں اور اوس کا ایک محلہ جو ہزار شہروں سے بڑا ہے وہ لیلۃ القدر ہے جس کی نسبت خدائی تعالیٰ فرماتا ہے لیلۃ القدر خیر من الف شہر ؕ رمضان کی ہر ساعت میں ۶ لاکھ گنہگار آزاد کیئے جاتے ہیں

اور جتنے سارے رمضان میں گنہگار آزاد کیئے جاتے ہیں اوتنے لیلۃ القدر کی ہر ساعت
میں گنہگار آزاد ہوتے ہیں کعب احبار سے مروی ہے کہ صحابہ نے جب سنا
کہ بنی اسرائیل میں ایک نبی کی دعا سے ایک شخص کے گہر میں ایک ہزار لڑکے پیدا ہوئے
اور سب کے سب پروان چڑہے جوان ہوئے اور خدا کی راہ میں شہید ہو گئے
اور اون کے بعد انکا باپ بہی اللہ کے رستہ میں مارا گیا تو صحابہ کو بڑی حسرت
ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت فیضدرجت میں عرض کرنے لگے کاش
ہم لوگ بہی ایسی بڑی بڑی عمریں پاتے اور ہمارے گہر میں ہزار ہزار بیٹے پیدا ہوتے
توہم کو بہی اُن لوگوں کی طرح عظیم الشان ثواب حاصل ہوتا حضور نے ابہی اس کا
جواب نہیں دیا تہا جو حضرت جبریل علیہ السلام سورۃ قدر لیکر نازل ہوئے اور
حضور نے صحابہ سے فرمایا تم کو یہ مژدہ مبارک ہو کہ خدا نے تمہارے دل
ٹہنڈے کر دیئے تمہارا کڑہنا اوسے گوارا نہ ہوا اور لیلۃ القدر تمہارے لیے
اون باپ بیٹوں کے اجر سے بہی زیادہ مقرر کر دی صحابہ اس خبر پر شاد ہو گئے
اور خوشیاں منانے لگے سعد بن مصیب فرماتے ہیں جس نے عشا کی نماز جماعت
کے ساتہہ پڑہ لی اوس نے شب قدر کا حق ادا کر لیا اس رات کو جبریل امین
فرشتوں کی فوج ساتھ لیکر آسمان سے اوترتے ہیں اور ایک جہنڈا حضور پرنور
کے روضہ پاک پر نصب کرتے ہیں جس کا نام لوائے مغفرت ہوتا ہے دوسرا
جہنڈا بیت المقدس پر لگاتے ہیں جس کا نام لوائے کرامت ہوتا ہے تیسرا
جہنڈا کعبہ کے اوپر گاڑ دیتے ہیں جس کا نام لوائے رحمت ہوتا ہے
چوتہا جہنڈا آسمان اور زمین کی درمیان قایم کرتے ہیں جس کا نام لوائے الحمد
ہوتا ہے جو شخص اس رات کو جاگتا ہے اوسپر جبریل علیہ السلام سلام کرتے
ہیں اور جو شخص اس رات کو جاگتا بہی ہے اور عبادت بہی کرتا ہے اوسے

حد اسلام کرتا ہے اور جو مسلمان اوس رات کو سوتا ہے اوس پر ملائکہ سلام کرتے
ہیں اور چلے جاتے ہیں حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ نے اپنے
پیر و مرشد کی وفات کے بعد سید فرید صاحب کے خط کا جواب لکھا ہے
چونکہ رمضان کا موسم تھا اس سبب سے اوس میں چند فضائل رمضان کے بھی
آپنے تحریر کیے ہیں۔ چنانچہ یہ فقیر تیمناً و تبرکاً یہاں نقل کرتا ہے۔ آپ ارقام کرتے
ہیں یہ مہینہ بہت بزرگ ہے اس میں نماز ذکر صدقہ وغیرہ جو عبادتیں نفل ادا کیجاتی
ہیں اور مہینوں کے فرضوں کے برابر اون کا ثواب ملتا ہے اور جو فرض عبادتیں
اس میں ادا ہوتی ہیں اون کا ستر فرض عبادتوں کے برابر عطا کیا جاتا ہے
جو اور موسم میں علاوہ اس ماہ مبارک کے بجالائے جائیں جو شخص اس مہینہ
میں کسی روزہ دار کا ایک روزہ کہلوا دیتا ہے اوس کے (افطار) گناہ معاف
کر دیئے جاتے ہیں اوسکی گردن دوزخ سے آزاد ہو جاتی ہے اور جتنا روزہ دار
کو روزہ کا ثواب ملتا ہے اوتنا ہی روزہ کہلوانے والے کو بھی ثواب دیا
جاتا ہے مگر روزہ دار کے ثواب میں اصلا کمی نہیں آتی ہے اس مہینہ میں جو
شخص اپنے ماتحتوں سے کم خدمت لیتا ہے اور اوسکے روزہ کا لحاظ کرتا ہے اللہ
تعالیٰ اوس کے گناہ معاف کر دیتا ہے اور آتش دوزخ سے آزاد کر دیا جاتا ہے
حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں قیدیوں کو چھوڑ دیتے تھے جو شخص
اس مہینہ میں نیک کام اور خیرات کرتا ہے برس دن تک اوسکی گھر میں امن
رہتا ہے اور اگر اس مہینہ میں کچھ خلش پیدا ہو جاتی ہے تو برس دن
تک نقصان قضیہ اور پریشانی میں مبتلا رہتا ہے اس لیے جہاں تک ہو سکے
آدمی رمضان میں جمعیت کے واسطے کوشش کرے اور اس مہینہ کو غنیمت
سمجھے۔ اس مہینہ میں لاکھوں گنہگار دوزخ سے آزاد کیے جاتے ہیں اس

مہینہ میں بہشت کے دروازہ کہولدیے جاتے ہیں اور دوزخ کے دروازہ بند کردیے جاتے ہیں اس مہینہ میں شیطان قید میں ڈالے جاتے ہیں اور رحمت کے دروازہ کھلے رہتے ہیں افطار میں جلدی اور سحری کہانے میں دیر کرنی سنت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سحری کی تاخیر اور افطار کی جلدی کی یہ فلاسفی ارشاد کی ہے کہ اس سے بندہ کی عاجزی ظاہر ہوتی ہے رمضان میں تراویح اور قرآن کا ختم بہی سنت موکدہ ہے جس سے بہت ساری برکتیں اور ثواب حاصل ہوتے ہیں **سحری** جو شخص سحری کہاتا ہے تمام ملایکہ ملکر درگاہ خداوندی میں عرض کرتے ہیں الٰہی اپنے اس بندہ پر رحم اور کرم کر۔

ایک شب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سحری نوش فرما رہے تہے جو حضرت بلال حاضر ہوئے اور عرض کی **اصبحت یارسول اللہ** یعنے اب سحری کا وقت نہیں رہا کہانے سے ہات کھینچ لیجے حضور نے حضرت بلال کے کہنے پر توجہ نہ کی اور سحری تناول فرماتے رہے حضرت بلال نے دوبارہ عرض کی **لقد اصبحت یارسول اللہ** یعنی یارسول اللہ بالتحقیق صبح ہوگئی آپ نے اب بہی حضرت بلال کے کہنے پر التفات نہ کیا تیسری بار حضرت بلال نے عرض کیا **واللہ لقد اصبحت یارسول اللہ** یعنے خدا کی قسم یارسول ضرور صبح ہوگئی اس دفعہ حضور نے کہانا چھوڑ دیا جس طرح پروانہ شمع کو نہیں چھوڑتے ہیں اسی طرح صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین بہی دم بہر حضور کے قدموں سے جدا نہیں ہوتے تہے اور حضور کے حرکات وسکنات کو عقیدت اور غور سے دیکہتے رہتے تہے اور ہلکی سے ہلکی بات کو بہی حضور سے بے پوچھے نہ رہتے تہے اس لیئے حضور سے گذارش کرنے لگے کہ حضور نے دوبار بلال کے کہنے پر کیوں خیال نہیں فرمایا اور تیسری بار اون کے کہنے سے سحری حضور نے کیوں

چھوڑ دی آپ نے تبسم کرکے فرمایا میری نظر وہاں نہی جہاں آفتاب تہا اور مجھے
معلوم تہا کہ آفتاب نکلنے میں ابھی بہت دیر ہے اور رات باقی ہے اس لیے
میں نے بلال کے کہنے پر التفات نہیں کیا مگر جب بلال نے قسم کہاکر کہا کہ
صبح ہوگئی تو خدا نے آفتاب کو حکم دیا کہ تو جلد نکل آ تاکہ بلال کی قسم جھوٹی نہو چنانچہ
بلال کے واللہ کہتے ہی آفتاب طلوع کے قریب آگیا سحری کا وقت نرہا اور مجھے
کہانا چھوڑنا پڑا۔ الٰہی اقائے نامدار خداوند نعمت جنکے غلاموں کی قسم کا
پاس کیا جاتا ہے اور آفتاب وقت سے پہلے نکل آتا ہے جب مسلمان تیس روزہ
رکھ لیتا ہے اور عیدگاہ میں جاکر دوگانہ ادا کرچکتا ہے تو خدائے تعالے
اسپنے مقرب فرشتوں سے مخاطب ہوکر فرماتا ہے جو مزدور اپنے کام کو
پورا کرے اوسکو مزدوری کس طرح دینی چاہیئے فرشتہ عرض کرتے
ہیں رب العالمین ایسے مزدور کو پوری اُجرت دینی چاہیئے خدا ارشاد کرتا
ہے بیشک۔ میرے بندہ نے تیس روزے پورے کیئے ہیں اوسکا
پورا پورا معاوضہ دونگا میں اس سے راضی ہو جاؤنگا اس کے سب گناہ
معاف کردونگا۔ عید کے دن جناب امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو
لوگوں نے دیکھا جو کی سوکہی روٹی بیٹھے کھا رہے ہیں لوگوں نے کہا
جناب عالی آج برس کے برس دن بہی آپ جو کے سوکہے ٹکڑے کہاتے
ہیں حضور نے فرمایا تم لوگوں کے لیے آج عید آئی ہے اور میرے ہاں
ہر روز عید رہتی ہے۔ لوگوں نے کہا یہ کیونکر آپنے فرمایا جب میرا دن
بے گناہ اور بے خطا کے گزر جاتا ہے تو میں عید کی جیسی خوشی مناتا
ہوں۔ اس لیے میرے ہاں ہر روز عید ہوتی ہے اور اس خوشی میں
مجھے جو کی سوکہی روٹی بہی ہزار نعمتوں سے زیادہ مزہ دیتی ہے حضرت

ابونصر سراج طوسی کاملین اولیاء اللہ سے گذرے ہیں آپنے سری سقطی اور سہیل تستری جیسے حضرات کو دیکھا ہے اتفاقاً رمضان کی چاند رات کو بغداد میں وارد ہوئے اہل شہر نے ہاتھوں ہاتھ لیا اور مسجد شونیزیہ میں آپ کو لے گئے جہاں اولیاء اللہ کا جمگھٹ تھا اور ولایت کے سینکڑوں آفتاب اور ماہتاب اکٹھے ہو رہے تھے آپکے رہنے کیلیے ایک خلوت خانہ تجویز کر دیا گیا اور سب فقراء نے ملکر یہ درخواست کی کہ رمضان بہر امامت آپ ہی کریں کیونکہ آپ حافظ کلام اللہ بھی ہیں آپنے بہت عذر کیا مگر دوستوں اور عقیدت مندوں نے نہ مانا اور آپ پانچوں وقت نماز پڑھانے لگے مغرب سے پہلے ایک غلام آتا اور جو کی ایک روٹی خلوۃ خانہ کی چوکھٹ کے پاس رکھہ جاتا آپ اوسے اوٹہا کر خلوۃ خانہ میں لیجاتے۔ رات کو بلاناغہ تراویح میں پانچ قرآن ختم کر دیتے۔ تیس روزہ پورے ہوئے۔ عید آئی۔ آپ دوگانہ پڑھکر اہل بغداد سے رخصت ہو کر تشریف لے گئے۔ تیسرے چوتھے دن جو غلام نے جاکر خلوۃ خانہ میں جھاڑو دی تو معلوم ہوا تیس دن کی تیس روٹیاں جوں کی توں طاق میں رکھی ہیں معلوم ہوا کہ آپنے سارا رمضان صرف پانی پی کر کاٹا اور روٹی کا ایک بھورہ بھی منہ میں نہیں ڈالا **شمس الدین التمش** شاہنشاہ دہلی حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی اوشی چشتی رضی اللہ عنہ کے مرید تھے۔ مہرولی میں لاٹھ کے نیچے آپکا مزار اتبک موجود ہے۔ شاہنشاہ مرشد برحق کی توجہ سے اکسیر بن گئے تھے۔ بڑے متقی بڑے پرہیزگار تھے۔ سلطنت کے خزانہ سے اپنی اور اپنے بیوی بچوں کے خرچ کے لیے ایک حبہ نہ لیتے تھے بادشاہ سلامت کوئی کتاب یا قرآن شریف لکھتے۔ بیگم کچھہ کشیدہ کاڑھتیں سلائی سیتیں جب وہ لوبا بیزیں ہدیہ ہو جاتی اور اون کی قیمت آتی تو اناج منگوایا جاتا۔ بیگم اپنے ہاتھہ کی پیستی کوٹتیں۔ سانٹہ پلٹ گئی بگیہ کے سات روٹی کہا کر آپ اور بیوی بچہ اوٹہہ بیٹھتی

اور خدا کا شکر بجا لاتے گزی گاڑھے کے کپڑے خود بھی پہنتے اور بچوں کو بھی ایسا ہی موٹا جھوٹا پہناتے رمضان آخر ہوا عید قریب آئی بچوں کو نئے کپڑوں کا چاؤ ہوا۔ بادشاہ کے پاس آ کر کہنے لگے حضرت اباجان عید آگئی اور ہمارے پاس نئے کپڑے نہیں ہیں ہم کیا پہنیں گے۔ اور عید کیونکر منائیں گے حضور والا نے بچوں سے کہا بھئی ہم کچھ فکر کریں گے اگر بندوبست ہو گیا تو تمہارے لیے نئے کپڑے بنا دیں گے نہیں وہی پرانے دھرانے کپڑے پیوند پارہ کرکے گلے میں ڈال لینا بچے منہ بسورتے ہوئے چلے گئے۔ آپ نے خزانچی کو ایک رقعہ لکھا بچے عید کے لیے نئے کپڑوں کی ضد کرتے ہیں اور ہمارے پاس ایک چھنچی کوڑی بھی نہیں ہے اگر تم سلطنت کے بیت المال میں سے بیس روپے قرض دیدو تو بچوں کا تہوار خوشی سے ہو جائے انشاء اللہ تعالیٰ تین مہینہ میں ہم یہ قرضہ ادا کریں گے تمسک کے واسطے یہ ہمارا رقعہ اپنے پاس رکھ لو" خزانچی نے اس رقعہ کے جواب میں لکھا۔ بندگان عالی آپ ظل اللہ اور شاہنشاہ ہیں بیت المال میں جس طرح چاہے تصرف کیجئے بیس روپے دیتے ہیں کچھ عذر نہیں ہے جب چاہے منگوا لیجئے مگر تین مہینہ میں مجھے یہ روپے ادا ہوتے نہیں دکھائی دیتے ہیں کیونکہ جہاں پناہ اور جناب عالیہ بیگم صاحبہ جو کچھ ریاضت کرکے پیدا کرتے ہیں وہ آپ دونوں صاحبوں اور بچوں کے کھانے پینے کے لیے کافی نہیں ہوتا ہے اس لیے اٹھواڑہ میں ایک آدھ فاقہ بھی گزر جاتا ہے پھر فرمائیے یہ روپے کس گھر سے آئیں گے اور حضور والا کس طور سے ادا کریں گے اور فرض کیا حضور نے اور بیگم صاحبہ نے چوٹی کا پسینہ ایڑی تک بہایا اور یہ چاہا کہ جس طرح ہو سکے یہ قرض ادا کر دیں مگر آپ نے یہ کیونکر جانا کہ تین مہینہ تک آپ زندہ بھی رہیں گے اور اس دین کو ادا کرکے جنت کو سدھاریں گے۔ خزانچی کا جواب

پڑھکر بہت روئے اور اوسے لکھا میں تمھاری اِس ہمدردی کا بڑا احسان مند ہوں کہ تم نے صاف صاف لکھا اور قرض کے نقصان جتا دیے تم میرے سچے دوست ہو میں تم سے بہت خوش ہوا بچے ضرور روئیں دہوئیں گے۔ مگر ہم اونہیں بہلا پھسلالیں گے باتوں میں پرچالیں گے اور جس طرح غریب آدمی عید کرتے ہیں ہم لوگ بھی عید کرلیں گے دلی کے دیندار بادشاہ اِس طرح عید کیا کرتے تھے۔ ایک ہم دلی کے رہنے والے ہیں جن کے گہر میں چوہے قلابازیاں کہاتے ہیں ذات کرید نے کو تنکا نہیں رکھتے چھپر پر پھوس نہیں مگر عید اس ہوم دہام اس شان وشوکت کے ساتھ منانے کا ارادہ ہوتا ہے کہ جشن جمشید ہی بھی اُس کے سامنے پھیکا ہوجائے روزہ ایک نہیں رکھتے مگر عید کا انتظار رمضان کی پہلی سی کرتے ہیں بقول داغ ؎

لو محتسب کا مشربِ رندانہ کھل گیا
پہلے ہی عید سے درِ میخانہ کھل گیا

کپڑہ تو پھول والوں کی سیر کے لیے بنائے جاتے ہیں۔ قرض لیکر ساٹ جوتی لیس یا سلمے ستارہ کی چمکی کے کام کی ٹوپی جاپان سلک کی اچکن زری کے ساز کی مخملی صدری نبوائی گئی سیر منائی گئی اور اسی کے طفیل میں عید بھی سلونی ہوگئی تین صد پیسہ کو بگی کرایہ کرتے ہیں اور ننہے ننہے چہوٹے بڑے لڑکے لڑکیوں کو اوس میں لاد کر عید گاہ پہونچتے ہیں عید گاہ کے چبوترہ پر بڑی سی چاندنی بچھا کر اور بچے کو لیکر نواب بنکر ٹہتے سے بیٹھتے ہیں۔
پلٹتے ہیں تو قسم قسم کی مورتیں اور کھلونے خرید کر لاتے ہیں اور بچوں کے دل میلانہ ہونے کے واسطے اونہیں اونچے اونچے طاقوں میں رکھکر مکان کو بتخانہ بنادیتے ہیں دل کنکوہ بازی میں پڑا ہوتا ہے اس لیے اندہے بگلو کی طرح

کچھ دودھ سویاں کچھ کباب کچھ کچوریاں کچھ لونگ چڑے قلمی بڑے کہاپی اچکہ گڈیاں لیکر باہر تشریف لاتے ہیں اور شام تک پہنچ ہوتے ہیں۔ تین چار پانچ روپیہ اپنی اپنی حیثیت کے موافق اس میں بھی غارت کر دیتے ہیں اور بیٹے بھتیجے بھانجے۔ چھوٹے بھائی کو بھی شریک کرکے بداعمالی کی نشہ دیتے ہیں اور اسکو ڈور پر لگاکر اون کے اخلاق کا نیواں ناس کرڈالتے ہیں عید سے دوسرے دن ٹر کا میلہ ہوتا ہے۔ یاروں کی عید تو سچ مچ آج ہوتی ہے باغ میں فسق و فجور کے سب سامان سرانجام ہوتے ہیں گانا بجانا ناچ رنگ باجا گاجا سب ہی کچھ ہوتا ہے فلاں جان اور فلاں جان۔ غرض چاوڑی کی ساری حوریں بہشتی حلہ پہنے طاوس ملناز کی طرح چھم چھم کرتی اس روش سے اس روش پر اور اس پٹری سے اس پٹری پر آتی جاتی ہیں اور ان کی چال کے ساتھ یاروں کے دل لپے جاتے ہیں۔ رند گلے ملتے ہیں اور کہتے ہیں ؎

ساقی بیار بادہ کہ ماہ صیام رفت — در دہ قدح کہ موسم ناموس نام رفت
وقت عزیز رفت بیا تا قضا کنیم — عمرے کہ بے حضور صراحی و جام رفت

افسوس صد افسوس ؎

وائے بر من وائے بر رمضان من — عار دارد کفر از ایمان من

فقیر ناصر نذیر فراق دہلوی

ایجنٹوں کی ضرورت ہے

نتیجہ

چند روز

اے عزیزو یہ جہاں ہے چند روز — یہ زمیں یہ آسماں ہے چند روز
تابکے یہ بانکپن اور شوخیاں — تو جوانی اے جواں ہے چند روز
جسم ہوگا لقمۂ اک دن گور کا — ہائے جانِ ناتواں ہے چند روز
زد میں اب مٹ جائے گی شوکت تری — اس طرح تو کامراں ہے چند روز
دولتِ اٹلی تو ہے مغرور کیوں؟ — فتحمندی کا نشاں ہے چند روز
مال پر غرہ ترا ہے کوئی دن — تیری شوکت اے فلاں ہے چند روز
سب حکومت خاک میں مل جائے گی — مال و جاہِ خسرواں ہے چند روز
سرو فرمانروا ہو یا غریب — اس جہاں میں میہماں ہے چند روز
دور تیرا اکدن ہوگا خزاں — یہ چمن بس گلفشاں ہے چند روز
ہیچ ہے دنیا کا سب لطف و بہار — غافلو یہ بوستاں ہے چند روز
جمگھٹا عشاق کا ہے کوئی دن — اور بہارِ گلرخاں ہے چند روز
شاخِ گل پر اب خزاں کے خوف سے — بلبل نوحہ کناں ہے چند روز
عیش پر دنیا کے کیوں بھولے ہو تم — زندگی کی داستاں ہے چند روز
کس لیے ہو مدتوں کا انتظام — ہمکو رہنا جب یہاں ہے چند روز
کون واپس اس جگہ پھر آئے گا — لطفِ صحبت مہرباں ہے چند روز

میہمانی اس کی کر لو دوستو
ناصرِ شیریں زباں ہے چند روز

ابو الحسنات ناصر نقوی۔ دہلوی

ادعیہ و نوافل شہر رمضان المبارک و لیلۃ القدر

(۱) افطار کے وقت پڑھے یَا وَاسِعَ الْمَغْفِرَۃِ اغْفِرْ لِیْ ذَنْبِیَ الْعَظِیْمَ فَاِنَّہٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ الْعَظِیْمَ اِلَّا رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ؕ

(۲) سحر کے وقت سات بار پڑھے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ الْقَآئِمُ عَلٰی کُلِّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ ؕ

(۳) رمضان شریف کے ہر رات دن میں دس بار پڑھے - اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَیْہِ ؕ اور ۲۶۳ بار سورہ اخلاص مع بسم اللہ پڑھے +

(۴) ہر شب کو دو رکعت اور ہر دن میں چار رکعت پڑھے - ہر رکعت میں بعد فاتحہ سورہ اخلاص تین بار پڑھے +

(۵) ہر جمعہ میں دس رکعت پڑھے - ہر رکعت میں بعد فاتحہ سورہ اخلاص گیارہ بار پڑھے -

(۶) تیئسویں شب کو سورہ عنکبوت اور سورہ روم پڑھے - اگر پڑھنا نہ جانتا ہو تو پڑھنے والے سے سنے +

لیلۃ القدر

(۱) نماز کی نیت سے غسل کرے +

(۲) دو رکعت پڑھے - ہر رکعت میں بعد فاتحہ سورہ قدر ایک بار اخلاص تین بار +

(۳) دو رکعت پڑھے - ہر رکعت میں بعد فاتحہ سورہ قدر ایک بار - اخلاص سو بار پڑھے - بعد فراغ ایک سو بار درود شریف پڑھے -

(۴) دو رکعت میں بعد فاتحہ سورۂ قدر ایک بار اخلاص ۲۵ بار پڑھے اور بعد فراغ اکیس بار استغفار اکیس بار درود شریف پڑھے +

(۵) چار رکعت پڑھے۔ ہر رکعت میں بعد فاتحہ سورۂ قدر ایکبار اخلاص ۲۷ بار پڑھے۔

(۶) بارہ رکعت پڑھے۔ ہر رکعت میں بعد فاتحہ سورۂ قدر تین بار اخلاص دس بار پڑھے اور بعد فراغ ایک سو بار سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ پڑھے

(۷) سو رکعت پڑھے۔ ہر رکعت میں بعد فاتحہ سورۂ قدر تین بار اخلاص دس بار پڑھے ہر دس رکعت کے بعد تسبیح پڑھے +

(۸) ایک بار یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ وَالْمُعَافَاۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ اَللّٰھُمَّ اِنَّکَ عَفُوٌّ وَتُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنَّا یَا عَفُوُّ یَا غَفُوْرُ اَللّٰھُمَّ ارْزُقْنِیْ حُبَّکَ وَحُبَّ مَنْ اَحَبَّکَ وَحُبَّ مَنْ اَحَبَّکَ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ

(۹) سات سو بار اِنَّا اَنْزَلْنٰہُ پڑھے +

(۱۰) ایک سو بار قل ہو اللہ پڑھے اور پڑھتے وقت کسی سے بات چیت نہ کرے

(۱۱) وقت سحر چار رکعت پڑھے۔ ہر رکعت میں بعد فاتحہ سورۂ قدر تین بار سورۂ اخلاص پچاس بار پڑھے اور بعد فراغ سجدہ میں جاکر اکتالیس بار سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھکر دعا مانگے +

گزرانیدہ کمترین عاصی محمد قمر الدین مددگار پولس سرجن
حیدر آباد دکن

فیروز شاہ کے دربار میں ندیم تھے، ان کی شاعری نے چنداں فروغ حاصل نہیں کیا لیکن شعر اور شاعری کے دقائق سے خوب واقف تھے، اشعار کے عیب و ہنر کو خوب پرکھتے تھے، اور نہایت نازک اور دقیق نکتے پیدا کرتے تھی چنانچہ اکثر اساتذہ کے اشعار پر جو حرف گیریاں کیں عموماً اہل فن اسکو تسلیم کرتے تھے ظہیر کا شعر ہے،

کلاہ گوشہ حکم تو از طریق نفاذ　　ربودہ از سر گردون کلاہ جباری

ملک موصوف نے ربودہ کو فگندہ سے بدل دیا جس سے مصرع کی ترکیب چست ہوگئی،

بخیل کی ہجو میں مشہور شعر ہے،

این سہل بود کہ گوگر دسرخ خواست　　گرنان خواجہ خواستی آں راچہ کردے

ملک صاحب نے یوں اصلاح دی،

این سہل بود کہ آب حیات خواست　　گرنان خواجہ خواستی آن راچہ کردے

نان کے ساتھ آب حیات کے مقابلہ نے لطف پیدا کر دیا،

ایک اور شعر تھا،

گر مشک خواند خاک درت را فلک مرنج　　نرخ گہر بطعن خریدار نشکند،

ملک موصوف نے پہلے مصرع کو یوں بدل دیا،

گر لعل خواند سنگ درت مشتری مرنج،

لیکن انصاف یہ ہے کہ امیر صاحب کی یادگار سے ہم اس سے زیادہ توقع رکھتے ہیں بدایونی نے اِن اصلاحوں کو نقل کر کے سچ لکھا کہ" ملک احمد چونکہ خسرو کی یادگار تھے اس لیے بادشاہ اور درباری اسکو بھی امیر کا تبرک سمجھتے تھے اور غنیمت جانتے تھے، امیر صاحب کی ایک صاحب زادی تھیں لیکن سخت افسوس ہے کہ اس زمانہ میں عورتوں کی ایسی بیقدری تھی کہ امیر کو اُن کے پیدا ہونے کا رنج تھا، جب وہ

وہ سات برس کی ہوئیں تو امیر صاحب نے لیلی مجنون لکھی، اُس میں صاحبزادی سے خطاب کرتے ہیں

اے رفعت فگندہ برقع نور ۔ ہم عفیفہ بنام و ہم مستور
کاش ماہ تو ہم پسر بودے ۔ در حرم طفل ہشت ماہ بودے
لیکن چوں دادہ خدائی رواست ۔ با خداوندگان ستیزہ خطاست
من پدیر فتم آنچہ یزداں داد ۔ کا بچہ اوداد بازنتواں داد
پدرم ہم زمادر است آخر ۔ مادرم نیز دختر است آخر

پہلے آرزو کی ہے کہ کاش تم پیدا ہوتیں، یا ہوتیں تو بیٹی کے بجائے بیٹا ہوتیں پھر طرح طرح کی تاویلوں سے دل کو تسلی دی ہے کہ خدا نے دیے کو کون ٹال سکتا ہے اور آخر میرا باپ بھی تو عورت سے پیدا ہوا، اور میری ماں بھی تو آخر عورت ہی تھی

صاحبزادی کو جو نصیحتیں کی ہیں اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ اُس زمانہ میں عورتوں کی حالت نہایت پست تھی، امیر صاحب اس قدر صاحبِ دولت و ثروت تھے، لیکن بیٹی سے کہتے تھے کہ خبردار چرخہ کا تنا نہ چھوڑنا، اور کبھی موکھے کے پاس بیٹھ کر ادہر اُدہر جھانکنا۔

دوک و سوزن گزاشتن نہ فن است ۔ کالت پردہ پوشی بدن است
پا بہ داماں عافیت سر کن ۔ رو بہ دیوار و پشت بر در کن
در تماشائی روزنت ہوس است ۔ روزنت چشم سوزن تو بس است

امیر صاحب کو اپنی والدہ سے بے انتہا محبت تھی، بڑی عمر کو بھی پہنچکر وہ اس جوشِ محبت سے ماں سے ملتے تھے جس طرح چھوٹے بچے ماں سے لپٹ جاتے ہیں اودہ کی معقول ملازمت صرف اس بنا پر چھوڑ دی کہ ماں دلّی میں تھیں اور ان کو یاد کیا کرتی تھیں، اودہ سے جب دلّی میں آئے ہیں تو ماں سے ملنے کا حال اس جوش سے لکھا ہے کہ لفظ لفظ سے محبت کی شراب ٹپکتی ہے؛

یک موقع پر جب ماں سے ملے ہیں اور ماں نے سینہ سے لگایا ہے تو ایک شعر بے اختیار زبان سے نکلا ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ماں کا سینہ بہشت ہے، چنانچہ دو نہریں دودہ کی اس میں جاری ہیں ۶۹۸ھ میں انہوں نے انتقال کیا، اسی سال ان کے چھوٹے بھائی حسام الدین نے بھی انتقال کیا، لیلیٰ مجنون میں دونوں کا مرثیہ ایک ساتھ لکھا ہے،

امسال دو نور ز اخترم رفت ہم مادر و ہم برادرم رفت
یک ہفتہ ز بخت عشر من گم شد دو مہ دو ہفتہ من
بخت از دو شکنجہ داد پیچم چرخ از دو طپانچہ کرد ہیچم
ماتم دو شد و غمم دو افتاد فریاد کہ ماتمم دو افتاد
سیف است دو داغ چون نہم را یک شعلہ بس است خرمنے را
یک سینہ دو بار بر نگیرد یک سر و دو مار بر نگیرد
چون مادر من بزیر خاک است گر خاک بسر کنم چہ باک است
اے مادر من کجائی آخر روی از چہ نمی نمائی آخر
خندان ز دل زمین بروں آئی بر گریہ زار من بہ بخشائی
ہر جا کہ ز پائے تو غبارے است ما را ز بہشت یادگارے است
ذات تو کہ حفظ جان من بود پشت من و پشتبان من بود
روزے کہ لب تو در سخن بود پند تو صلاح کار من بود
امروز منم بمہر پیوند خاموشی تو ہمی دہد پند

اڑتالیس برس کی عمر میں ماں کو اس طرح یاد کرتے ہیں جس طرح کمسن بچہ ماں کے سینے بلکتا ہے، اس سے آگے بھائی کے مرثیہ کے شعر ہیں اور وہ بھی خون جگر سے رنگین ہیں،

امیر صاحب اگرچہ خاندان کے اثر سے شاہی دربار سے تعلق رکھتے تھے اور اسی قسم کی زندگی بسر کرتے تھے جو عام دنیاداروں کا طریقہ ہے، لیکن یہ امر ان کی اصل فطرت کے خلاف تھا، دربارداری، خوشامد اور شخص پرستی سے اُن کو طبعی نفرت تھی اور موقع بموقع یہ خیالات بے اختیار ان کی زبان سے نکل جاتے تھے، لیلیٰ مجنون ۶۹۸ھ میں لکھی تھی جب ان کو سلطان علاء الدین خلجی جیسے جبار بادشاہ سے تعلق تھا، تاہم خاتمہ میں لکھتے ہیں،

شب تا سحر و صبح تا شام ۔۔۔ در گوشۂ غم نگیرم آرام
باشم ز بہائے نفس خود رائے ۔۔۔ پیش چو خودے، ستادہ بر پائے

اسپر مزید یہ ہوا کہ ان کے والد نے ان کو آٹھ برس کی عمر میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیا کے قدموں پر ڈال دیا تھا اور برکت کے لیے بیعت کرا دی تھی، حضرت خواجہ کی روحانی تاثیر چپکے چپکے اپنا کام کرتی جاتی تھی، امیر صاحب کی طبیعت میں عشق و محبت کا مادہ بھی ازلی تھا، وہ سراپا عشق تھے اور یہ بجلی ان کی رگ رگ میں کوندتی پھرتی تھی، آخر یہ نوبت پہنچی کہ ۷۱۰ھ میں جیسا کہ خود افضل الفوائد میں لکھا ہے خواجہ صاحب کے ہات پر دوبارہ بیعت کی، خواجہ صاحب نے چار گوشہ کی ٹوپی جو اس سلسلہ کی نشانی تھی، عنایت کی اور مریدان خاص میں داخل کیا، قدرت اللہ قدرت نے طبقات الشعرا میں لکھا ہے کہ امیر صاحب نے جب خواجہ صاحب سے بیعت کی تو جو کچھ نقد اور اسباب تھا، سب لٹا دیا اور پا بدامن ہوکے بیٹھ گئے،

خواجہ صاحب سے امیر صاحب کی ارادت اور عقیدت، عشق کے درجہ تک پہنچ گئی تھی ہر وقت ساتھ ساتھ رہتے تھے، اور گویا اُن کا جمال دیکھکر جیتے تھے، خواجہ صاحب کو بھی ان کے ساتھ یہ تعلق تھا کہ فرمایا کرتے تھے، "کہ جب قیامت میں سوال ہوگا کہ نظام الدین کیا لایا ہے تو خسرو کو پیش کر دونگا، دعا مانگتے تھے تو خسرو کی طرف اشارہ کرکے

فرماتے تھے، الٰہی! بہ سوز سینہ ایں ترک مرا بہ بخش،

ایک دفعہ خواجہ صاحب لب دریا ایک کوٹھے پر بیٹھ کر، ہندوؤں کی عبادت اور اشنان کا تماشا دیکھ رہے تھے، امیر خسرو صاحب بھی حاضر تھے، خواجہ صاحب نے فرمایا دیکھتے ہو! ع

ہر قوم راست راہے دینے و قبلہ گاہے،

اُسوقت خواجہ صاحب کی ٹوپی ذرا ٹیڑھی تھی امیر صاحب نے اُس کی طرف اشارہ کرکے برجستہ کہا، ع

ما قبلہ راست کردیم بر طرف کج کلاہے،

جہانگیر نے، تزک جہانگیری میں لکھا ہے کہ میری مجلس میں قوال یہ شعر گا رہے تھے، میں نے اُس کا شان نزول پوچھا، ملّا علی احمد مہر کن نے واقعہ بیان کیا، مصرع آخر کے ختم ہوتے ہوتے مُلّا کی حالت بدلنی شروع ہوئی یہاں تک کہ غش کھا کر گرے دیکھا تو دم نہ تھا،[۱]

خواجہ صاحب نے امیر صاحب کو تُرک اللہ کا خطاب دیا تھا، اور اسی لقب سے پکارتے تھے امیر صاحب نے جا بجا اسپر فخر کیا ہے، چنانچہ ایک قصیدہ میں جو خواجہ صاحب کی مدح میں ہے فرماتے ہیں،

برزبانت چوں خطاب بندہ ترک اللہ رفت　　　دست تُرک اللہ گیرو ہم بہ اللہش سپار

خواجہ صاحب نے وصیت کی تھی کہ خسرو کو میری قبر کے پہلو میں دفن کرنا، یہ بھی فرمایا کرتے تھے کہ اگر ایک قبر میں دو لاشوں کا دفن کرنا جائز ہوتا تو میں اپنی ہی قبر میں ان کو بھی دفن کراتا،

امیر صاحب نے تصوف میں جو مدارج حاصل کیے اُن کو ہم نہ جان سکتے اور نہ بیان

---

[۱] تزک جہانگیری صفحہ ۱۸۱ مطبوعہ علی گڈھ،

کر سکتے ہیں، یہ البتہ نظر آتا ہے کہ امیر صاحب کا شعر جو بجلیاں گراتا ہے، وہ اسی وادی ایمن کی شرر باریاں ہیں،

امیر صاحب کی صوفیانہ زندگی کا ایک بڑا واقعہ حسن دہلوی کے تعلقات ہیں، حسن نہایت صاحب جمال تھے اور نان بائی کا پیشہ کرتے تھے، امیر صاحب کا عین شباب تھا کہ ایک دن اتفاق سے ان کی دوکان کے سامنے سے گزرے، آفتاب حسن کی شعاعیں ان پر بھی پڑیں، وہیں ٹھہر گئے اور پوچھا کس حساب سے روٹی بیچتے ہو، حسن نے کہا کہ ایک پلڑے میں روٹی رکھتا ہوں اور خریدار سے کہتا ہوں کہ دوسرے میں سونا رکھے سونے کا پلہ جھک جاتا ہے تو روٹی حوالہ کردیتا ہوں، امیر نے کہا اور خریدار مفلس ہو؟ حسن نے کہا تو سونے کے بدلے درد اور نیاز لیتا ہوں، اس انداز گفتگو نے امیر صاحب کو اور بھی بے اختیار کر دیا، فوراً حضرت نظام الدین اولیاء کی خدمت میں آئے اور واقعہ بیان کیا حسن نے گو ناوک اندازی کی تھی، لیکن خود بھی شکار ہو گئے، اسی وقت دوکان بند کرکے خواجہ صاحب کی خدمت میں پہنچے، اور اپنے ولدادہ امیر خسرو سے ملے اسی تعلق سے خواجہ صاحب کی خدمت میں اکثر آتے جاتے رہتے تھے،[1]

امیر صاحب سے اس قدر تعلقات بڑھے کہ دونوں ایک دم کے لیے بھی جدا نہیں ہوتے تھے امیر صاحب جب خان شہید کی ملازمت کی تو حسن بھی ساتھ ملازم ہوئے، چنانچہ جب ملتان میں خان شہید کو تاتاریوں نے ہلاک کیا تو امیر صاحب

---

[1] یہ واقعہ اکثر تاریخوں اور تذکروں میں منقول ہے۔ لیکن صاحب بہارستان سخن نے اس کی معقول بنا پر تکذیب کی ہے اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی یہ عبارت نقل کی ہے "بہ قیاس چناں درسے آید کہ حسن را بہ نسبت امیر خسرو گونہ تقدم باشد، چہ امیر حسن را در مدح سلطان غیاث الدین بلبن، قصائد غراست و در کلام امیر خسرو در مدح سلطان کمتر چیزے میتوان یافت" ۱۲

کے ساتھ حسن بھی اس موقع پر موجود تھے دونوں کے تعلقات کا چرچا زیادہ پھیلا تو لوگوں نے خان شہید سے شکایت کی امیر صاحب نے اس واقعہ پر یہ غزل لکھی

ایں دل خود کام کار من بہ رسوائی کشید　　خسروا فرمان دل بردن نمی باید آورد

خان شہید نے بدنامی کے خیال سے حسن کو امیر صاحب کے ملنے سے منع کر دیا، لیکن کچھ اثر نہ ہوا۔ خان شہید نے غصہ میں آکر حسن کے ہات پر کوڑے لگوائے حسن سیدھے امیر صاحب کے پاس گئے، خان شہید کو اسی وقت پرچہ لگا، نہایت متحیر ہوا اور امیر صاحب کو بلوا بھیجا، آتے تو کہا کیا حالت ہے؟ امیر نے آستین سے ہات نکال کر دکھایا اور کہا، ع

گواہ عاشق صادق در آستیں باشد

دیکھا تو جہاں حسن کے کوڑے لگے تھے، وہیں امیر صاحب کے ہات پر بھی کوڑے کے نشان تھے لہ '

چونکہ حسن کا تذکرہ ہم الگ نہیں لکھتے، اور صنف غزل پر ان کا خاص احسان ہے، اس لیے ان کے شیدائی، امیر صاحب ہی کے تذکرہ میں ان کے اشعار نقل کرتے ہیں،

خلق گویند، دل از صبر بجا آور بائے　　ای دل از صبر نشانے دہ اگر جائے ہست
ایکہ نظارہ دیوانہ نہ کردی ہرگز　　قدمے رنجہ کن این سو کہ رسوائے ہست

بر چوں تو، کسے دگر گزیدن　　کارے دگر ست، کار من نیست
گفتی کہ چرا جدائی از من،　　ایں از فلک ست، از حسن نیست

باد ایں لم بہ سوی دلارام می رود　　از دام جستہ، باز سوئے دام می رود

ایام در نیامدہ با ما بہ دوستی، واں شوخ ہم بہ سیرتِ ایام می رود

اے خواجہ! در محلہ تقویٰ قیام گیر در کوئے عاشقی نتواں نیک نام شد
عقلم کہ زیں بر ابلقِ ایام سے نہاد آخر سوار یاز عشق تو رام شد

طرفہ سرو کارے است کہ با وعدۂ معشوق صابر نتواں بود و تقاضا نتواں کرد

اے حسن ایں چہ سوال ست کہ معشوق تو کیست ایں سخن را چہ جواب است، تو ہم می دانی

دوسہ بار، با تو گفتم کہ مرا بہ پیچ لبستاں نہ شد اتفاق، شاید کہ بہ ایں بہا گرانم

تلخ کردم جہاں بیانِ اخواب زاں دعاہا کہ مستجاب نبود
اے حسن یار گر خطائے کرد ہم شکایت ازو، صواب نبود

بہ تقویٰ نام نیکو بردہ بودم نکو رویاں، مرا بدنام کردند

گفتی کہ چرا حالِ دلِ خویش نہ گوئی من خود کنم آغاز بہ پایاں کہ رساند؟

ان اشعار سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ جو سوز و گداز، اور جذبہ و اثر، ان کے کلام میں موجود ہے ان کے کشتۂ محبت (امیر صاحب) ایسی ہی نہیں،

جامعیت اور کمالات

ہندوستان میں چھ سو برس سے آجتک، اس درجہ کا جامع کمالات نہیں پیدا ہوا، اور سچ پوچھو تو اس قدر مختلف اور گوناگوں، اوصاف

کے جامع، ایران، و روم کی خاک نے بھی ہزاروں برس کی مدت میں دو ہی چار پیدا کئے ہوں گے، صرف ایک شاعری کو لو تو ان کی جامعیت پر حیرت ہوتی ہے، فردوسی، سعدی، انوری، حافظ، عرفی، نظیری بے شبہ اقلیم سخن کے جم و کے ہیں لیکن ان کی حدود حکومت، ایک اقلیم سے آگے نہیں بڑھتی فردوسی مثنوی سے آگے نہیں بڑھ سکتا، سعدی، قصیدہ کو ہات نہیں لگا سکتے انوری، مثنوی اور غزل کو چھو نہیں سکتا، حافظ، عرفی، نظیری غزل کے دائرہ سے باہر نہیں نکل سکتے، لیکن امیر صاحب کی جہانگیری میں غزل، مثنوی قصیدہ رباعی، سب کچھ داخل ہے، اور چھوٹے چھوٹے خطہ ہائے سخن یعنی تضمین، مستزاد اور صنائع و بدائع کا تو شمار نہیں، تعداد کے لحاظ سے دیکھو تو اس خصوصیت میں کسی کو ان کی ہمسری کا دعوی نہیں ہو سکتا، فردوسی کے اشعار کی تعداد کم و بیش ستر ہزار ہے، صائب نے ایک لاکھ شعر سے زیادہ کہے ہیں لیکن امیر صاحب کا کلام کئی لاکھ سے کم نہیں، اکثر تذکروں میں خود امیر صاحب کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ان کا کلام تین لاکھ سے زیادہ اور چار لاکھ سے کم ہے، لیکن اس میں غالبًا ایک غلط فہمی ہے، امیر صاحب نے ابیات کا لفظ لکھا ہے اور قدماء کے محاورہ میں بیت ایک سطر کو کہتے ہیں، چنانچہ نثر کی کتابوں کے متعلق یہ تصریح جا بجا نظر آتی ہیں کہ اس میں اس قدر بیتیں ہیں،

ان سب پر مستزاد یہ کہ اوحدی نے تذکرہ عرفات میں لکھا ہے کہ امیر صاحب کا کلام جس قدر فارسی میں ہے اسی قدر برج بھاکا میں ہے کس قدر افسوس ہے کہ اس مجموعہ کا آج نام و نشان بھی نہیں،

مختلف زبانوں کی زباندانی کا یہ حال ہے کہ ترکی اور فارسی اصلی زبان ہے عربی میں ادبائے عرب کے ہمسر ہیں،

سنسکرت کے ماہرین، چنانچہ مثنوی نہ سپہر میں تواضع کے لہجہ میں اسکا ذکر کیا ہے ع

من قدرے برسرایں کارشدم،

شاعری کے بعد نثاری کا نمبر ہے، اسوقت تک کسی نے نثر لکھنے کے اصول اور قاعدے نہیں مرتب کیے تھے، انہوں نے ایک مستقل کتاب اعجاز خسروی تین جلدوں میں لکھی، اور اگرچہ افسوس ہے کہ زیادہ تر زور، صنائع و بدائع پر بیکار گیا، لیکن ان کی طباعی اور ذہانت سے کون انکار کرسکتا ہے،

موسیقی میں یہ کمال پیدا کیا کہ نایک کا خطاب، ان کے بعد آجتک پھر کوئی شخص حاصل نہ کرسکا، چنانچہ اس کی تفصیل مستقل عنوان میں آتی ہے،

ان مختلف الحیثیات، مشغلوں کے ساتھ فقر و تصوف کا یہ رنگ ہے کہ گویا، عالم قدس کے سوا دنیائے فانی کو نظر اٹھاکر نہیں دیکھا، چنانچہ اس کا ذکر بھی الگ عنوان میں آئیگا،

ان سب باتوں کے ساتھ جب اسپر نظر کیجاتی ہے کہ ان کو ان کاموں میں مشغول ہونے کے لیے وقت کس قدر ملتا تھا، تو سخت حیرت ہوتی ہے وہ ابتدا سے ملازمت پیشہ تھے اور دربار وں میں تمام تمام دن حاضری دینی پڑتی تھی، کام جو سپرد تھا، وہ شاعری نہ تھی، بلکہ اور اور اشغال تھے، لیلی مجنون کے خاتمہ میں لکھتے ہیں،

مسکین من مستمند مدہوش | از سوختگی چو دیگ پرجوش
شب تا سحر و ز صبح تا شام | در گوشۂ غم نہ گیرم آرام
باشم ز برائے نفس تو دراے | پیش چو خودی ستادہ بر پاے

یعنی نفس پروری کی وجہ سے اپنے ہی جیسے کے آگے صبح سے شام تک مؤدب کھڑا رہتا ہوں،

تا خوں نہ رود ز پائے تا سر		دستم نہ شود ز آب کس تر

جب تک ہاتھ پاؤں کا پسینہ سر تک نہیں پہنچتا، کھانا کھانے کو نہیں ملتا،

ان حالات کے ساتھ اگر صانع قدرت اُن کے پیدا کرنے پر ناز کرے تو چنداں ناموزوں نہ ہوگا،

موسیقی امیر صاحب کی ہمہ گیر طبیعت نے اس نازک اور لطیف فن پر بھی توجہ کی اور اس درجہ تک پہنچایا کہ چھ سو برس کی وسیع مدت نے بھی ان کا جواب پیدا نہ کیا، ان کے زمانہ کا مشہور جگت اُستاد جو تمام ہندوستان کا اُستاد تھا، نایک گوپال تھا، اس کے بارہ سو شاگرد تھے جو اس کے سنگھاسن یعنی تخت کو کہاروں کی طرح کاندھے پر لیکر چلتے تھے، سلطان علاء الدین خلجی نے اس کے کمال کا شہرہ سُنا تو دربار میں بلایا، امیر صاحب نے عرض کی کہ میں تخت کے نیچے چھپ کر بیٹھتا ہوں، نایک گوپال سے گانے کی فرمایش کیجائے نایک نے چھ مختلف جلسوں میں اپنا کمال دکھایا، ساتویں دفعہ امیر صاحب بھی اپنے شاگردوں کو لیکر دربار میں آئے، گوپال بھی ان کا شہرہ سُن چکا تھا، ان سے گانے کی فرمایش کی، امیر صاحب نے کہا میں مغل ہوں، ہندوستانی گانا کچھ یونہی سا جانتا ہوں، پہلے آپ کچھ سُنائیں تو میں بھی کچھ عرض کروں گا،

گوپال نے گانا شروع کیا، امیر صاحب نے کہا یہ راگ تو مدت ہوئی میں باندھ چکا ہوں، پھر خود اسکو ادا کیا، گوپال نے دوسرا راگ شروع کیا، امیر صاحب نے اسکو بھی ادا کرکے بتایا کہ مدتوں پہلے میں اسکو ادا کر چکا ہوں، غرض گوپال جو راگ گا اگتی اور سُر ادا کرتا تھا، امیر صاحب اسکو اپنا ایجاد ثابت کرتے جاتے تھے، بالآخر کہا کہ یہ تو عام بازاری راگ ہے، اب میں اپنے خاص ایجادات سُناتا ہوں، پھر جو گانا شروع کیا تو گوپال مبہوت ہو کر رہ گیا۔[۱]

امیر صاحب چونکہ ہندی کے ساتھ فارسی راگوں سے بھی واقف تھے، اس لئے اُنہوں نے دونوں موسیقی کو ترکیب دیکر ایک نیا عالم پیدا کر دیا، چنانچہ اُن کے ایجاد کردہ راگ حسب ذیل ہیں[1]،

نام راگ ہائے مخترع امیر خسرو	کن راگوں سے مرکب ہے
مجیر،	غار اور ایک فارسی راگ سے مرکب ہے،
سازگری،	پوربی، گورا، کنگلی اور ایک فارسی راگ
زمزمۂ سازگری در عراق،	قران السعدین میں اس کا ذکر کیا ہے چنانچہ کہتے ہیں کردہ بہ گلبانگ عراق اتفاق
ایمن،	ہنڈول اور نیریز،
عشاق،	سارنگ اور بسنت اور نوا
موافق،	ٹوڑی و مالوی و دوگاہ و حسینی
غنم،	پوربی میں ذرا تغیر کر دیا ہے،

(نوٹ صفحہ ۲۷) عالمگیری علماء میں فقیر اللہ جس کا لقب سیف خاں تھا ایک مشہور امیر تھا، ناصر علی نے اسی کی شان میں کہا ہے

گفتگوی طوطی از آئینہ می خیزد علی | گر نباشد سیف خاں ما را نفس در کار نیست

وہ موسیقی کا بڑا ماہر تھا، فن موسیقی کی ایک مستند کتاب مانک سوہل تھی، فقیر اللہ نے اس کا فارسی میں ترجمہ اور اور بہت سے فوائد اضافہ کیئے اور اس کا نام راگ درپن رکھا، چنانچہ مآثر الامراء جلد دوم صفحہ ۷۹، مطبوعہ کلکتہ میں بتفصیل مذکور ہے، اس کتاب کا ایک قدیم نسخہ میرے پاس ہے اور ایک ندوہ کے کتب خانے میں ہے گوپال کا واقعہ اور آئندہ امیر خسرو کی ایجادات میں نے اسی کتاب سے لیے ہیں،

[1] راگ درپن کے دو نسخے جو میرے استعمال میں ہیں دونوں غلط ہیں اس لیے اکثر نام صحیح نہیں پڑھے گئے اس لیے کہیں کہیں میں نے صرف صورت نویسی کر دی ہے

نام راگہائے مخترعۂ امیر خسرو	کن راگوں سے مرکب ہے،
زیلف	کہٹ راگ میں شہناز کو ملایا ہے،
فرغنہ	کنگلی اور گورا میں فرغانہ ملایا ہے،
سرپردہ	سارنگ، بلاول، اور راست کو ترکیب دیا ہے،
باخرز	دیسکار میں ایک فارسی راگ ملا دیا ہے،
فردوست (یا)، پیردوست	کانڑا، گوری، پوربی، اور ایک فارسی راگ سے مرکب ہے،
ستم	کلیان میں ایک فارسی راگ شامل کیا ہے،

راگ درپن میں لکھا ہے کہ ان راگوں میں سازگری باخرز، عشاق اور موافق میں، موسیقی کا کمال دکھایا ہے، باقی راگوں میں کچھ یوں ہی اول بدل کرکے دوسرا نام رکھدیا ہے۔ قول، ترانہ، خیال، نقش، نگار، بسیط، تلانہ، سوہلہ، یہ سب بھی امیر صاحب کی ایجاد ہیں، ان میں سے بعض خاص اُن کی ایجاد ہیں، بعض کے نام ہندی میں پہلے موجود تھے امیر صاحب نے ان میں کچھ تصرف کرکے [نا]م بدل دیا،

تصنیف، | جامی نے نفحات الانس میں لکھا ہے کہ امیر صاحب نے ۹۲ کتابیں تصنیف [کیں ...] یہ بھی مشہور ہے کہ امیر صاحب نے خود کسی کتاب میں تصریح کی ہے کہ میرے [اشعار ...] لاکھ سے کم اور چار لاکھ سے زیادہ ہیں،

[امیر] صاحب کی کثرت تصنیف سے کسکو انکار ہو سکتا ہے؟ لیکن یہ بات [م]بالغہ سے خالی نہیں، چار پانچ لاکھ اشعار کی یہ کیفیت ہے کہ قدیم [زمانہ میں] سطر کو بیت کہتے تھے، اور یہ استعمال نہایت کثرت سے مروج ہے [...] اُن کی ہر قسم کی تصانیف کی ۴-۵- لاکھ سطریں ہوں، تو چنداں تعجب

نہیں، لوگوں نے بیت اور شعر کو مرادف سمجھ کر بیت کی جگہ شعر لکھ دیا، ہندی کلام مدون نہیں ہوا، اس لیے مبالغہ کے لیے کافی موقع ہے، بہرحال جس قدر تصنیفات آج ملتی ہیں وہ بھی کم نہیں، اُن کی تفصیل حسب ذیل ہے،

دیوان تحفۃ الصغر[1] — اس کے دیباچہ میں خود لکھتے ہیں کہ یہ سب سے پہلا دیوان ہے جس میں ۱۶ برس کی عمر سے ۱۹ برس تک کا کلام ہے۔

دیوان وسط الحیات — اس میں ۲۰ برس کی عمر سے ۳۲ یا ۳۴ برس تک کا کلام ہے، اس میں جو قصائد ہیں، سلطان شہید کشلو خاں وغیرہ کی مدح میں ہیں،

غرۃ الکمال — یہ دیوان اپنے بھائی علاء الدین علی خطاط کے اصرار سے مرتب کیا، ۳۴ برس کی عمر یعنی ۶۸۳ھ سے تقریباً ۶۹۵ھ تک کا کلام ہے، دیباچہ میں اپنی مختصر سی سوانح عمری لکھی ہے، سلطان معز الدین کیقباد، اور جلال الدین خلجی کے مدحیہ قصائد ہیں، ۶۹۳ھ میں اسکی ترتیب دی اور دیباچہ لکھا،

---

[1] امیر صاحب نے اپنے چاروں دیوانوں کے دیباچوں میں تصنیف کے متعلق کچھ کچھ حالات بھی لکھے ہیں، تحفۃ الصغر اور غرۃ الکمال کا دیباچہ اسوقت میرے پیش نظر ہے، اور دیوانوں کے دیباچے بھی نظر سے گذرے ہیں، لیکن اسوقت سامنے نہیں اس لیے اُن کی نسبت میں جو کچھ لکھتا ہوں وہ ڈاکٹر ریو (آر۔ ای۔ وی) کے اس ریویو سے ماخوذ ہے جو انہوں نے برٹش میوزیم کے کتب خانہ کی فہرست میں لکھے ہیں، اس اطلاع کے متعلق میں مولوی عبد القادر پروفیسر پونا کالج کا ممنون ہوں،

بقیۂ نقیہ	بڑھاپے کا کلام ہے، تاریخ تالیف مذکور نہیں لیکن، سلطان علاء الدین خلجی کا مرثیہ اس میں موجود ہے، اس لیے کم از کم ۷۱۵ھ کے بعد تک کا کلام ہے،
نہایۃ الکمال	پانچواں دیوان ہے، اس میں غزلوں کے علاوہ قطب الدین مبارک خلجی المتوفی ۷۲۰ھ کا مرثیہ اور اس کے ولی عہد کی مدح میں ایک قصیدہ میں ۷۲۵ھ کا ایک واقعہ مذکور ہے اور اسی سن میں جناب خسرو نے انتقال کیا ہے،
قران السعدین	سب سے پہلی مثنوی ہے ۶۸۸ھ میں جبکہ مصنف کی عمر ۳۶ برس کی تھی لکھی، کیقباد، اور بغرا خاں کے مراسلات اور صلح و ملاقات کا حال ہے،
مطلع الانوار	مخزن الاسرار کا جواب ہے، سلطان علاء الدین خلجی کے نام پر لکھی، ۳۳۱۰ شعر ہیں، دو ہفتہ میں تمام ہوئی، سال اختتام ۶۹۸ھ ہے تصوف کے مضامین ہیں اور پنج گنج کے سلسلہ کی پہلی کتاب ہے،
شیریں خسرو،	رجب ۶۹۸ھ میں تمام ہوئی ۴۱۲۴ شعر ہیں،
آئینہ اسکندری	سکندر نامہ کا جواب ہے، سال اختتام ۶۹۹ھ ہے اشعار کی تعداد ۴۴۵۰،
لیلیٰ مجنون	۲۶۶۰ شعر ہیں، ۶۹۸ھ میں ختم ہوئی،

ہشت بہشت

سلسلہ پنج گنج کی سب سے اخیر مثنوی ہے ہفت پیکر
نظامی کا جواب ہے ۷۰۱ھ میں تمام ہوئی
۲۸۳۳-۳ شعر ہیں،
پورا خمسہ سلطان علاء الدین خلجی کے نام پر ہے
کل ۱۸ ہزار شعر ہیں، خمسہ نظامی میں ۲۸
ہزار شعر ہیں، پانچوں کتابیں دو برس کی
مدت میں تمام ہوئیں ،

مفتاح الفتوح

سلطان جلال الدین فیروز شاہ کی تخت نشینی
کے سال اوّل یعنی ۶۸۹ھ سے جمادی الآخر
۶۹۰ھ تک کے حالات ہیں، اور اسی سنہ
میں یہ مثنوی تمام بھی ہوئی، مطلع یہ ہے۔
سخن بر نام شاہے کردم آغاز

نہ سپہر

قطب الدین خلجی کے نام پر ہے، نو باب
ہیں اور ہر باب جداگانہ بحر میں ہے، اس
مناسبت سے نہ سپہر نام رکھا ہے، اسوقت
امیر خسرو کی عمر ۶۵ برس کی ہو چکی تھی ۷۱۸ھ
میں تمام ہوئی،

دول رانی خضر خاں

دول رانی۔ گجرات کے راجہ کی لڑکی تھی،
خضر خاں سلطان علاء الدین کا بیٹا تھا،
وہ دول رانی پر عاشق ہوگیا تھا اور اس سے
شادی کی، خضر خاں نے خود یہ حالات لطور

اخوان نظام المشائخ

مولانا وہاج الدین صاحب کی وفات

یہ خط آج سے دو مہینے پہلے چھپ جانا چاہئے تھا اور چھپ جاتا کیونکہ دفتر رسالہ میں بر وقت پہنچ گیا تھا لیکن ہمیں مولانا وہاج الدین صاحب مرحوم و مغفور کے متعلق تجسس کرنا پڑا کہ آیا واقعی اُن کا ذکر اس قابل ہے کہ اُسے نظام المشائخ کے صفحات دیئے جائیں؟ کافی تحقیقات کے بعد معلوم ہوا کہ حضرت موصوف لاثانی بزرگ تھے۔ سیدی خواجہ حسن نظامی نے ایک مستند شخص کے حوالے سے کہا کہ انہوں نے سینکڑوں درویش دیکھے مگر اس ڈپٹی کلکٹر فقیر کے مقابلے کا کسی کو نہ پایا۔ مولوی محمد اکرم صاحب کی خدمت میں گذارش ہو کہ وہ مولانائے مغفور کے حالات زندگی بھی عنایت فرمائیں۔ امید ہو کہ ناظرین اسے اور اُسے ذوق شوق کے ساتھ پڑھیں گے۔ (محمد الواحدی)

بناکردند خوش رسمے بخون و خاک غلطیدن
خدا رحمت کند این عاشقانِ پاک طینت را

یوں تو یہ امر ظاہر ہے کہ جو پیدا ہُوا اُس کو مرنا ہے اور سوائے ذات باریتعالیٰ کے کوئی ہمیشہ ہمیشہ نہیں رہیگا۔ مگر جب کوئی بزرگ دُنیا سے رخصت ہوتا ہے تو خود دنیا اور اہل دُنیا اُس کا ماتم کرتے ہیں اس میں شک نہیں کہ جن لوگوں نے اپنی زندگی دوام مشغولی فی التوحید میں گذار دی اور مدارج عرفان پر فائز ہو کر اپنی حقیقت میں جا ملے۔ دوئی کا پردہ پھاڑ کر محلِ وحدت میں مقیم ہوئے وہ زندہ ہیں اور قید دُنیوی سے آزاد اور بالکل مختار ہیں اور ان کی طرف متوجہ ہونے سے ویسا ہی فیض ملتا ہے جو زندگی میں ملتا تھا۔ مگر چونکہ ہم تعین انسانی میں ہیں اور ظاہر تعلقات جسم ظاہری کے ساتھ ہیں اس لئے اُس کا دل خراش

اثر اپنا کام کرتا ہے اور غم میں رونا مقتضائے انسانیت ہے اگرچہ اُس پر ٹھیرنا عارف کا نقص ہے
حضرت مولانا مولوی محمد و ہاج الدین صاحب قلندر رتنے وقتاً ووُ روز علیل ہوکر سفر آخرت
فرمایا ۱۳ جمادی الاولی ۱۳۳۲ھ روز جمعہ ایک بجے شب کا وقت تھا کہ حبیب اپنے حبیب سے جا ملا۔
میں کچھ مختصر حالات اِس واقعہ روح فرسا کے تحریر کرتا ہوں اِس درمیان میں جناب ممدوح مظفرنگر
سے جہاں وہ ڈپٹی کلکٹر تھے دو برس کی چھٹی لے کر تشریف لائے تھے حالت رندی آزادی
و جلال وانانیت روز بروز ترقی پر تھی۔ اِسی عرصہ میں کاکوری سے لکھنو جانیکا اتفاق ہوا۔
اُس روز طبیعت پر مسرت کا اس قدر اثر تھا جو بیان سے باہر ہے لکھنؤ میں آپ کے چھوٹے بھائی
جناب مولوی محمد تاج الدین صاحب جج عدالت خفیفہ ہیں اور وہیں حضرت ممدوح کی ہمشیرہ
صاحبہ جو علیل تھیں قیام فرما تھیں وہاں تشریف لے گئے اور جج صاحب سے فرمایا کہ ہمارا وقت انتقال
آگیا کیونکہ دنیا میں رہکر تشویشات سے نجات نہیں آج عاصم کی والدہ اچھی ہوئی ہیں اور کوئی علیل ہوگا
تو ہم اپنے اوقات میں ان ترددات کی وجہ سے کہاں تک رخنہ ڈالیں اور فطرتی تعلق سے مجبوری
ہے۔ جج صاحب موصوف نے جن کی طبیعت میں مزاح بھی بہت ہے خوشامدیں کرنے لگے اور ٹال گئے
یہ امرکس کے وہم وگمان میں تھا کہ چوتھے ہی روز یہ آفتاب عالمتاب موت کی بدلی میں پوشیدہ
ہو جاوے گا طبیعت اُس روز بلحاظ صحت جسمانی کے بہت ہی اچھی تھی اور کسی قسم کی شکایت
موجود نہ تھی اُس روز ہولیاں اور غزلیں خوب سُنیں اور بہت زیادہ مسرور رہے شام کو مکان
پر واپس تشریف لے گئے۔ جمعہ کی صبح کو اپنے ایک عزیز سے جو موجود تھے یہ فرمایا کہ شب کو مجھے
بدہضمی ہی ڈکاریں خراب آتی ہیں اور اب نفخ ہے "ہم بیمار ہیں" حکیم صاحب بلائے گئے۔ کچھ
دوائیں تجویز ہوئیں مگر اُن کے استعمال سے نہ کچھ اثر ہونا تھا نہ ہوا۔ آپ نے ایک عزیز کو حکم دیا
کہ کتاب انسان کامل پڑھیں وہ پڑھتے رہے اتفاق سے کتاب کھولتے ہی جو بیان اُس کتاب
میں نکلا وہ "کمال" کے متعلق تھا جس کو سُن کر اُن پر اچھا اثر نہیں پڑا کیونکہ اُس کل عبارت کا
خلاصہ یہ تھا کہ "جناب باری خود اپنے کمال ذاتی کا احاطہ نہیں کرسکتا" وہ فرمایا کرتے تھے کہ

مجھے مرنے جینے کا اختیار مل چکا ہے کچھ تمات الٰہی ملنے کی امید باقی ہے اس وجہ سے میں نرم ہوں بعد ان کے حصول کے اگر میرا جی چاہے گا تو ٹھیروں گا ورنہ اختیار ہے قصہ مختصر اس فقرہ کو سُنتے ہی اُن پر ایک حالت یاس ہی طاری ہوئی اور تسلی اُٹھ کر فوراً قریب نو بجے دن کے قے ہوئی یہ جمعہ کا روز تھا دو گھنٹے کے بعد پھر قے ہوئی پہلے قے میں غذا ثبت نکلی پھر مُنہ بھر کر خون آیا دوسری قے محض خون کی ہوئی ان دونوں قیوں میں قریباً دو سیر خون جسم سے نکل گیا ضعف ضرور ہو گیا لیکن طبیعت کی چاقی وچلت وپھرت میں کچھ فرق نہ آیا اُس قے سے کپڑے خون آلود ہو گئے کسی نے کہا کہ آپنے یہ کیا ہولی کھیلی فرمایا کہ بھیا عشق بازی کا کام بغیر ہولی کے نہیں چلتا لکھنؤ سے ڈاکٹر و حکیم طلب ہوئے ہر طرح سے اطمینان دلایا دوائیں دیں طبیعت کسی قدر ٹھیری اِتنے میں اُن کے ایک دوست بغرض عیادت تشریف لائے اُن کے ہمراہ جو ملازم تھی وہ گانا جانتے تھے اُن سے فرمایش ہوئی کہ ہولی گاویں اُنھوں نے حضرت مولانا شاہ تراب علی صاحب قلندر قدس سرہٗ کی یہ ٹھمری گائی۔

پھاگ رچیوں اکیلی پیا سنگ جھرمت سوں موری جائے بلائے
دکھوئے آہوں پیا کی چرن کی عبیر گولال کا دھول اڑائے

جس کا تمام تر مضمون تنزیہ واستغنا سے مملو تھا اس پر بہت ذوق آیا بار بار فرماتے تھے۔ کہ عبیر و گولال کو اُڑا دیا کچھ کام ہے۔ کچھ مطلب ہے چھیتھڑے اڑا دیئے۔ اثنا سے سمع میں جناب حضرت شاہ حبیب حیدر صاحب قلندر دام فیوضہٗ سجادہ نشین خانقاہ قلندریہ کاکوری موجود تھے اور اُنہیں کی چارپائی پر تشریف فرما تھے جناب ڈپٹی صاحب مغفور نے اُن سے درخواست کی کہ وہ قیس سرک آیش وہ سر کے کہا اور سرک آئیے اس طرح پر دو تین بار فرما کر اُن کے ہاتھ میں اپنے ہاتھ کو دیا اور بیان کیا کہ میں مقام فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر کی صف اول میں مشاہدہ کر رہا ہوں کہ جو لوگ اُس مقام پر فایز ہیں اُن کے خور و نوش اور بیع و شرا اور باہمی معاملت و معاشرت یہ ہے کہ ایک شخص دوسرا شخص ہو جاتا ہے تب مجھے

پتہ ہی نہیں چلتا کہ حضرت شاہ حبیب حیدر قلندر کون ہیں اور محمد و ملاح الدین کون ہیں اسی درمیان میں طبیعت کچھ چاق معلوم ہوئی اٹھ کر آرام کرسی پر بیٹھے بیٹھتے ہی پھر قے ہوئی تو فرمایا اللہ بس باقی ہوس اور اثنائے قے میں فرمایا کہ "یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید" یہ آیت معمولاً اُس وقت پڑھتے تھے جب تصرف کرنا منظور ہوتا تھا چنانچہ علالت سے جب کبھی تندرست ہوئے ہیں تو اثنائے تصرف میں یہ آیت پڑھی ہے۔ اِس قے سے تمام کپڑے لہولہان ہو گئے۔ اور غش سا آگیا اور ہاتھوں پر اٹھا کر پلنگ پر لٹائے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد پھر ہوش آیا اور اُس کے بعد جو قے آئی وہ خاتمہ کی قے تھی چنانچہ قطرہ دریا سے جزو کل سے جا ملا۔ ڈیڑھ بجے شب کو وصال ہوا اور دوسرے روز دوشنبہ کو قریب مغرب وہ گوہر معرفت سپرد خاک کیا گیا۔ اُن کا جسم نورانی جس سرزمین سے تو ُر بنا تھا اسی نورانی زمین میں ملا دیا گیا یعنی بموجب "منہا خلقنٰکم و فیہا نعیدکم" حضرت شاہ علی انور قلندر قدس سرہٗ کے بائیں پہلو میں بیرون روضہ و اندرون حریم جگہ پائی انا للہ و انا الیہ راجعون۔ وقت دفن جملہ حاضرین کو اُس چہرہ نورانی کا شوق زیارت تھا اور ہر ایک فرطِ محبت سے بیتاب۔ واقعی عجیب نورانی صورت تھی۔ حضرت قلندر صاحب نے بعد غسل گیروا دوپٹہ اپنا سر پر باندھ دیا تھا جو عجیب و غریب شان دکھلا رہا تھا۔ حاضرین میں سے کسی نے کیا خوب شعر پڑھا ؎

در غمت ذوالحسنان مذہب و دین گم کردند
زان سبب کہ حسن اندر حسنی

اس وقت منشی شکور احمد صاحب موجود تھے اُن کا بیان ہے کہ مجھے اپنے حال پر سخت افسوس تھا کہ نابینا ہونے کی وجہ سے زیارت سے محروم ہوں۔ فوراً میں نے دیکھا کہ گلابی ساڑھی باندھے ہوئے اور سر پر شال کی ٹوپی رکھے ہوئے میرے برابر آ کر میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو گئے ... فرمایا کہ منشی جی ان ناصوتی بکھیڑوں کو دیکھتے ہو کہ کیا ہو رہا ہے

محمد اکرم از محمد آباد

خواجہ حسن نظامی اور مولانا شاہ سلیمان توجہ فرمائیں

درکفے جام شرابے درکفے سندان عشق
ہر ہوسناکے نداند جام و سندان باختن

نظام المشائخ جاری کیا گیا تو اسی غرض سے کہ طریقت و شریعت دونوں پہلو قائم رہیں اور وہ نئی روشنی کے چشم و چراغ جن کو کتب تصوف اور سیر دیکھنا نصیب نہیں ہوا اور مادیت کے دلدادہ اور روحانیت سے متنفر ہیں اُن کی آنکھیں روشن کر دی جائیں تاکہ ایک غیر زبان میں اسلام کا تصوف بیان کرنے کیلئے خم ٹھوک کر کھڑے ہو جائیں اس کے علاوہ یہ بھی مقصود تھا کہ صوفیان خام کار کو پختہ و با اثر بنائیں اور اُن کے آپس کے نزاعات کو دور کر کے اُن میں وہ اتفاق و محبت و یگانگت پیدا کر دی جائے جو ایک راستے کے چلنے والے اور ایک منزل کے پہونچنے والے ہم سفیروں میں ہوا کرتی ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ ابتدائی اشاعت سے کم و بیش دو ڈھائی سال تک اکثر مضامین اسی جھلک اور اسی روشنی کو اپنے بر میں لیئے ہوئے تھے اس کے بعد یہ باتیں کسی قدر کم ہو گئیں فیاض احمد صاحب انصاری کی رائے سے اس حد تک مجھے بھی اتفاق ہے۔ مگر ایک بات ضرور عرض کرنے کے قابل ہے اور جس زمانہ میں خاکسار دفتر نظام المشائخ میں حاضر ہوا اور مولانا واحدی سے ملاقات مسرت آیات حاصل ہوئی تھی اُس وقت بھی اس امر کو گوش گذار کیا تھا وہ یہ ہے کہ محض تصوف کے بیان اور بزرگوں اور صوفیوں کے تذکرہ ہی سے دلدادگان مادیت کو روحانیت کے پہلوان بنانا ممکن نہیں۔ اگر کسی خاص شخص پر کوئی خاص اثر کسی قصہ یا تذکرہ سے ہو جائے تو وہ ہمارے مقصد کیلئے کافی دلیل نہیں ہے بلکہ یہ ضرور ہے کہ اُن کی تربیت کا کوئی ایسا عالمگیر سلسلہ جاری کیا جائے کہ

جس سے شریک ہونے والوں کو سچا صوفیانہ مذاق حاصل ہو۔ اُن کو "لم یذق لم یدرک" کا جذبہ سنانے کی ہر کسی کو جرات نہ ہو۔ اس کیلئے حلقہ نظام المشائخ دہلی کام شروع کرے جس قدر اہل حلقہ ہیں اُن کے لئے ایک خاص روز اور ایک خاص فرصت کا وقت مقرر کیا جائے اور کوئی بزرگ اُن کے قلوب پر اپنی توجہ کا اثر ڈالیں ہر شہر میں لایق صوفی اور لایق اور کار کردہ سجادہ نشین بھی موجود ہیں پس اگر اُن کے ذریعے سے ہر مقام اور ہر شہر کیلئے ایک حلقہ تربیت صوفیانہ مقرر کیا جائے اور اس میں نہ صرف نئی روشنی کے پہلوان ہی داخل ہوں بلکہ وہ صوفی بھی۔ جو محض نام کے صوفی اور نام کے متصوف ہیں اور اپنے خاندانی سلسلہ کی عظمت و شان کے سوائے کوئی کمال ذاتی نہیں رکھتے سیکڑوں کو مرید اور گمراہ کرتے ہیں وہ بھی شریک کئے جائیں حلقہ نظام المشائخ صدر حلقہ کہلائے ہر ضلع یا مقام کے حلقہ میں جو مشکلات پیش آئیں اور میر حلقہ اُن مشکلات کو حل نہ کر سکے وہ برابر صدر حلقہ نظام المشائخ دہلی میں پہنچتے رہیں اور یہاں اُن کو حل کیا جائے بفضلہ تعالےٰ دہلی میں مولانا سید حسن نظامی صاحب اور دوسرے کامل و مکمل صوفی موجود ہیں اُن کی توجہ سے یہ ساری مشکلات حل ہوں گی تشکوک رفع ہوں گے اور بصورت مناسب ترغیب و تحریص کی نیت سے نظام المشائخ کے چند اوراق اس کام کے لئے مخصوص کر دیئے جائیں تو مجھے یقین کامل ہے کہ دو تین سال کے عرصہ میں ایک جماعت اُن حضرات کی تیار ہو جائے گی جو روحانیت کے اثر سے مالا مال رہیں گے اور پھر اس جماعت کے حضرات جہاں جائیں گے اپنے اثر سے سامعین کو متاثر کر نیوالے ہوں گے اور اس کا چرچا بہت تھوڑے عرصہ میں عالمگیر ہو جائیگا اور اسلام کی شبانی اور گلہ بانی کیلئے صد ہا شبان و گلہ بان ایسے موجود ہو جائیں گے جو نہ صرف اپنے ملک کے ہمزبان ناواقف لوگوں کی تربیت کے لئے ایک ممتاز قابلیت رکھنے والے ہوں گے بلکہ دوسرے ممالک اور غیر زبان والوں کی تربیت اور تعلیم کے لئے اور اُن کو اپنے گلہ میں داخل کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہیں گے اور اس کام کی قوت اور قابلیت اُن میں پیدا ہو جائیگی۔

اِس میں کوئی شک نہیں کہ آج کل کے زمانہ میں کتب متداولہ تصوف کی طرف نظر اٹھا کر کون دیکھتا ہے۔ نظام المشائخ میں ایسے معتبر و مستند کتب کا خلاصہ شائع ہو کر ہدیۂ ناظرین ہوا کرے اور اُس کا سلسلہ جاری رہے لاکن میں اس بات کا قایل نہیں ہوں کہ محض تحریر مضامین اور اُن کے پڑھنے ہی سے جو بات اور جو قوت و قابلیت حاصل ہونی چاہیئے وہ سب کچھ حاصل ہو جائے گی کسی بیان کے شائع کرنے سے اُس کے پڑھنے والوں کے قلوب کا تصفیہ اور نفوس کا تزکیہ جیسا کہ چاہیئے حاصل ہو جانا بعید از قیاس ہے یہ تو کرنے کی بدیا ہے یہاں باتوں ہی سے وہ ذوق حاصل نہیں ہو جاتا جو ریاضت و محنت اور ایک خاص طریقہ کی تربیت سے حاصل ہو سکتا ہے۔ مولانا نہ وہ زمانہ رہا نہ وہ لوگ رہے جیسے جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ جن کا کلام قال صحیح تھا جن کو منبر پر بیان کرنے کا حکم ہوا تھا۔ اور جو اُن کے سامعین ہوتے تھے اُن کے قلوب کی تربیت بھی انہی تذکیر کے ذریعہ ہوا کرتی تھی۔ گویا کہ ایک حلقہ اہل شغل و ذکر و فکر کا تھا کہ جس میں چاروں طرف سے خیال کو قطع کر کے ایک ہی مرکز پر مجتمع کیا جاتا تھا پہلے تو کہنے والے کی شخصیت موجود ہوتی تھی جو مضمون اور اس کی اشاعت میں دیر و نہیں ہوتا اور تخیل پر بوجھ ڈالنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ پھر وہ حضرات باہیبت و قوت و تقوے ہوا کرتے تھے۔ کہ اپنے تذکیر کے شائق اشخاص کے قلوب کو اپنی مٹھی میں لئے ہوئے تھے۔ اور جس بات کا اظہار کیا جاتا اُس کا گہرا اور پورا اثر اُن کے قلوب پر ہو جایا کرتا تھا۔
مرقومۃ الذکر حضرات کے حالات میں درج ہے کہ جب اُن کی قابلیت ایک درجہ تک پہنچ گئی تو انہیں باطنی ہدایت ہوئی تھی کہ تم منبر پر جاؤ اور بیان کرو اور یہ دیر تک اپنے آپ کو ناقابل کار سمجھ کر پیچھے ہٹتے رہے لیکن بار بار وہی حکم ہوا تھا۔ غرض یہ کہ محض ملاؤں کا سا وعظ نہیں تھا۔ ذاکر ایک خاص قابلیت و قوت کا شخص ہوا کرتا تھا اور جو بات کہہ جاتا اُسی کے ضمن میں حصول مقصد کی امید ہوتی تھی۔ نہ وہ مقدس حضرات اب ہیں نہ وہ طریقہ تذکیر

مروج ہے۔ لہذا بہترین تدبیر اِس وقت یہی ہے کہ حلقۂ نظام المشائخ سے اس کی آغاز کیجائے اور اہل حلقہ کی تربیت کی جانب توجہ کی جائے اِس طرح ہر شہر و مقام میں ایک ضلعی حلقہ قایم کیا جائے۔ اب رہا یہ کہ ہر مقام و شہر کیلئے کوئی ایسا شخص مقرر کیا جائے کہ جس میں جامعیت اور پوری صلاحیت اس کام کی ہو۔ وہ لوگ نہ ہوں جو محض "قادری" اور "چشتی" الفاظ ہی کے پیچ میں مبتلا ہوں۔ خود مبتلا ہوں تو دوسروں کی تربیت کیا کرینگے بلکہ ایسے حضرات ہوں کہ نصب العین ان کا ان سطحی ابواب سے کہیں بلند ہو۔ اس انتخاب میں مولانا خواجہ حسن نظامی اور مولانا شاہ سلیمان پھلواڑی سے مدد لیجائے۔ تو نزاع و فساد و غیبت کا موقع پیش نہ آئیگا۔ والسلام۔ امیر انصار علی از حیدرآباد دکن۔

نظام المشائخ کی نسبت سے پڑھنے والے کیا کہتے ہیں

نظام المشائخ کا رجب ۴۷ خدا کو مان لے بندے خدا کے" اس عنوان کے ایک مضمون سے شروع ہوتا ہے جو قابلیت سے لکھا گیا ہے۔ اس رسالہ کا اصل مقصد علوم جدیدہ کا ابطال اور عقاید اسلام کی تائید ہے اس صفت سے اس کا کوئی مضمون خالی نہیں ہے نظموں میں شمس العلما مولانا شبلی کی نظم ہر طرح قابل داد ہے جو ایک اخلاقی واقعہ پر مبنی ہے۔ آخر میں چند اعتقادیہ غزلیں بھی درج ہیں پرچہ کافی محنت اور قابلیت سے تیار کیا جاتا ہے۔

(احیاء آزاد)

نظام المشائخ سے تمام ناظرین خوش اس کی ترتیب اس کا نظام اس کا کاغذ لکھائی چھپائی سب اعلےٰ وعمدہ۔ مگر میں چاہتا ہوں کہ جہاں کہیں عربی عبارت یا آیت یا حدیث آئے اس پر اعراب یعنے زیر۔ زبر پیش ضرور ہوں۔ اور وہ عبارت عربی رسم الخط میں لکھی جائے۔ رسالہ جمادی الاول گذشتہ میں "مجلس مولد نبوی" میں تمام حدیثیں فارسی خط میں تھیں اور اعراب سے خالی۔ نظام المشائخ کے تمام ناظرین منشی فاضل یا مولوی فاضل نہیں ہیں کہ ایسی عربی عبارت کو صحیح پڑھ سکیں ایسی عبارت کا اردو ترجمہ بھی ہونا چاہیئے تاکہ مطلب سمجھا جا سکے۔ اگر نظام المشائخ کے ابتدا میں کسی مشہور معروف درویش یا صوفی کی عکسی تصویر اور اس کی پاکیزہ زندگی کے حالات درج ہوں تو رسالہ کی شان و شوکت کو چار چاند لگ جائیں اور ایسا ضرور ہونا چاہیئے۔ بسم اللہ پڑھ کر سب سے پہلے سیدی مولائی خواجہ حسن نظامی کو پکڑ لیجئے۔

نیازمند ایس ایم رمضان علی زندہ دل
قادری نوشاہی از بھاٹون (ابر ہجا)

جناب جدی صاحب السلام علیکم بتعمیل ارشاد جناب کہ نظام المشائخ کی کن کن باتوں سے خوش کیا اور کن کن سے ناخوش" عرض ہے کہ اس وقت میرے سامنے نظام المشائخ کی قریب جلدیں برابر برابر پڑی ہوئی رکھی ہیں اور میں یکے بعد دیگرے اُن سب کی قدمبوسی حاصل کر رہا ہوں نظام المشائخ پیر صحبت ہے نظام المشائخ مخلص اور دانا دوست ہے امراض روحانی کی دوا تسکین و تسلی کا منبع۔ نظام المشائخ ہی ہے جو مے نوش رند کو تسبیح مصلے والے زاہد کے ساتھ شیر و شکر کرتے کرتے اپنے رنگ میں رنگ لیتا ہے اور راہ راست دکھا دیتا ہے۔
نظام المشائخ کو خطیب جمعہ کے دن نمازیوں کو سناتے ہیں اور اُن کی آنکھوں سے آب رحمت برسنے لگتا ہے۔

احقر محمد صدیق چشتی سلیمانی خاکپائے سگان

دیار تونسہ شریف

السلام علیکم جب سے میں خریدار نظام المشائخ ہوا ہوں نہیں جانتا کہ اس کلیجہ پر کیا اثر ہے واللہ باللہ یہی ایک ایسا رسالہ ہے جس کے ذریعہ وہ راز جو پہلے سینہ بسینہ چلے آتے تھے اب عام ہو رہے ہیں پس غور و تعمق اور تفکر کے ساتھ رسالہ نظام المشائخ کا مطالعہ کیا جائے تو انسان مکاشفہ قلبی کے علاوہ یکا موحد اور عاشق رسول بن سکتا ہے مگر چند در چند امور ہیں کہ اُن کی طرف آپکی توجہ مبذول ہوئی تو انشاء اللہ آپکو ایک درجہ آرام اور ناظرین کو فرحت پہونچیگی یعنی جس طرح ایک گذشتہ پرچہ میں "مدینہ کی حور اور جنت کا دولہ" مضمون ناول کے پیرایہ میں شائع کیا گیا تھا اسی طرح کچھ آیات کلام ربانی کی تفسیر خواہ وہ مختصر ہی ہو جاری کر دیجائے۔ اب تک جو کچھ خدمت آپکے فیض رقم قلم سے اور سیدنا و مولانا خواجہ صاحب کے مضامین کیفیت بخش سے ہوتی رہی ہے وہ ہر وقت بلاجیانی ناظرین کی زبانوں پر ہے مولے آپکو اجر دے

محمد یٰسین از کوئٹہ

بزم فرید [1]

نام سے ظاہر ہے کہ اِس کتاب میں حضرت بابا فریدالدین گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی محفل کا ذکر ہوگا۔
دراصل یہ حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی کا جمع کیا ہوا ملفوظ ہے جس کو عزیزم ملا سید
محمد الواحدی صاحب ایڈیٹر نظام المشائخ دہلی نے سلیس اردو کا جامہ پہنایا ہے۔

صوفیائے کرام کے ملفوظ جس پیرایہ سے جمع کئے جاتے تھے وہ آج کل بھی باوجود تمادی ایام کے نہایت
عجیب اور دلچسپ پیرایہ ہے۔ طریقہ یہ ہوتا تھا کہ ایک مرید اپنے مرشد کی صحبت میں حاضر ہوتا اور وہاں جو کچھ سنتے
قلمبند کر لیتے جس میں وقت مقام تاریخ اور حاضرین بزم کے نام بھی لکھے جاتے تھے۔ اس سے کسی خلیفہ کے ملفوظ پڑھ کر
لکھنے والے صاحب ملفوظ کی زندگی اور اس کے اوقات کا پتہ چل جاتا تھا نیز یہ معلوم ہو جاتا تھا کہ کون کون سے بزرگ شیخ کے ہم نشین یا حاضر باش رہتے تھے۔

ایک بات آج کل کی حالت کے لحاظ سے دل کو متاسف کرتی ہے کہ اُس زمانہ میں ہر بزرگ کی مجلس میں مسائل تصوف و حقایق دین پر
گفتگو ہوا کرتی تھی مگر اب یہ حالت ہے کہ کسی پیر و مرشد کی محفل میں جاؤ تو مقدمہ بازی یا گلا شکوہ کے سوا اور کوئی ذکر فکر سننے میں نہیں
آتا۔ ہم نے تو بہت سے مقدس سفر کئے اس کا مشاہدہ کیا سوائے دو چار مقامات مخصوص کے ہر جگہ یہی عالم نظر آیا۔

بزم فرید کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بابا صاحب حیات انسانی کے طبیعی اور مشاہدات کے حالات بیان فرماتے تھے تو ان میں بھی یہی پہلو مدنظر ہوتا تھا۔
جس کو پڑھنے سے دل پر عجیب اثر ہوتا ہے اور چشم تصور میں سلطان المشائخ کا زمانہ آنکھوں میں پھر جاتا ہے۔ اللہ اللہ کیا بابرکت زمانہ تھا اور کیا پاکیزہ صحبتیں تھیں جن میں
خدا رسیدہ بزرگ مسائل دینیہ کی گفتگو ہوتی تھی اور اُن کی محفل میں جلوہ حق تھا۔ ارشاد کئے جاتے ہیں مقامات سلوک کا بیان ہوتا ہے اور آنکھیں آنسوؤں سے بھری چلی آتی ہیں۔
سبحان اللہ بزم فرید کے کیا کہنے جس میں حضرت گنج شکر جیسے یگانہ عصر مرشد کے الفاظ دُر بار محبوب الٰہی کے جمع کئے ہوئے
ہیں مگر اس کتاب کی خوبی کا اظہار کرنا اور اس کی تعریف کرنا ہے کہ انہوں نے اس کتاب کا ترجمہ کر کے اردو لٹریچر میں ایک نہایت مقدس اضافہ کیا ہے +
کتاب بہت اچھے کاغذ پر نہایت اعلیٰ چھپائی اور کتابت کی بہترین نمونہ ہے ان حضرات کے لئے جو دینی کتابیں خاص کر ملفوظات اور صوفیائے کرام کے تذکرے بہت
شوق سے پڑھتے ہیں کاغذ پر چھاپی ہے جس سے کتاب کی عظمت بڑھ گئی ہے۔ صحت و صفائی اور کتاب کی طرف نمائی سے وہی تعلق ہے جو ایک سلیقہ کیلئے
اور صاحب ذوق کے سامنے تمازت یا فکر شامل میں پہلو اول اللہ کرنا ممکن ہو کتا ہے مگر حضوری کا ذوق شوق کم کم نہیں ہوتا +
کتاب بزم فرید کی قیمت الاماں کیف کے لحاظ سے کچھ زیادہ نہیں ہے۔ منیجر صاحب پریس کھنکی دہلی سے ملیگی (تنقید)

---

[1] بواسطہ منشی حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب کے۔

دُعاخانہ

نالہ تلنگی ڈاک خانہ پٹن چیرو کے ایک صاحب دو قرضوں سے خلاصی پانی چاہتے ہیں پانچ پانچ روپے منت۔ محمد مراد خان صاحب کو ترقی ملے حسب حیثیت دیں گے میر برکت علی صاحب کے بیٹے میر محمد حسین عہدہ ضلعداری حاصل کرلیں پانچ روپے۔ محمد فرحت اللہ صاحب چشتی کو پریشانیوں سے نجات ہو۔ منت ایک روپیہ چار آنہ۔ صفدر علی صاحب امتحان منشی فاضل میں کامیاب ہوں۔ محمد سلطان کا بیٹا اچھا ہو جائے احمد بیگ صاحب کی کوئی دلی مراد ہے وہ پوری ہو تو نظام المشائخ دو مستحق اور غریب طالب علموں کے نام جاری کرائیں گے۔ سید حسین صاحب کا م چل نکلے تو وہ ایک خریدار نظام المشائخ کا چندہ دیں گے۔ گل محمد صاحب مسمم پوری کیلئے بھی دعا کیجئے۔

مولوی حبیب اللہ صاحب حیدر آباد دکن سے لکھتے ہیں کہ تین معاملوں میں دعا کا خواستگار ہوں۔

(۱) برائے حصول صحت محمد سمیع اللہ صاحب منت دو روپیہ (۱ پیشگی)
(۲) برائے حصول حاجات محمد عبد اللہ صاحب منت عہ (۱۰ پیشگی)
(۳) برائے حصول حاجات بشیر احمد صاحب منت عہ (۱۰ پیشگی)
پیشگی کی رقمیں وصول ہوگئیں۔

فضل حسین صاحب کی شادی حسب دلخواہ ہو جائے تو وہ ایک روپیہ چار آنہ دیں گے۔ پیارے لعل صاحب کے ہاں اولاد ہو تو وہ بھی پانچ روپے منت کے دیں گے۔ مولوی محمد عزت نظامی اچھے ہو جائیں۔ اکرام حسین الہ آبادی روپیہ منت مانتے ہیں

مختصر فہرست کتب دکان غلام نظام الدین تاجر کتب متصل فوارہ چاندنی چوک دہلی

الہامات غوثیہ اردو	۸ر	حکایات الصالحین	۴ر	دیوان غالب اردو	۳ر
عوارف المعارف اردو دو جلد	عہ ۴ر	قصص الکاملین	۴ر	دیوان ذوق اردو	۴ر
کشف المحجوب اردو	عہ ۴ر	عین الولایت	۲ر	دیوان مومن اردو	۸ر
تذکرۃ الاولیا اردو کلاں نفیس	عہ ۱۲ر	**کتب دواوین**		مجموعہ قوالی چہار حصہ	۴ر
حدیقۃ الاولیا اردو	۶ر	دیوان حضرت شمس مغربی فارسی	۱۲ر	دیوان مخفی یعنی زیب النسا	۴ر
فوائد الفواد اردو	عہ	دیوان منصور حلاج فارسی	۸ر	**کتب اعمال**	
افضل الفواد اردو	۱۲ر	کلیات جامی فارسی	عہ ۴ر	اعمال یوسفی	۲ر
اسرار الاولیا اردو	۶ر	کلیات سعدی فارسی	عہ ۴ر	اعجاز یوسفی	۸ر
کلیات طیبات فارسی	۱۲ر	دیوان احمد جام	۶ر	اعمال مجربہ سورۂ یٰسین شریف	۳ر
مونس السلوک فارسی	۴ر	رباعیات عمر خیام	۴ر	اعمال مجربہ سورۂ مزمل شریف	۴ر
خواجہ نظامی سوانح عمری کلاں		دیوان شمس تبریز	۱۴ر	اعمال مجربہ سورۂ اخلاص شریف	۳ر
حضرت محبوب الٰہی رح	عہ	دیوان عراقی	۱۰ر	اعمال مجربہ آیۂ کریمہ شریف	۳ر
ملفوظات تاریخ مشائخ چشتیہ	۴ر	کلیات امیر خسرو رح	عہ	مفتاح الرزق	۱ر
سوانح عمری بو علی شاہ قلندر		دیوان خواجہ معین الدین چشتی رح	۴ر	مفلسی کا علاج	۱ر
راہبر راہ حق ۱۳ رسالوں کا مجموعہ	۸ر	دیوان غوث الاعظم رح	۴ر	حرز سلیمانی	۲ر
سوانح بندہ نواز گیسو دراز	۸ر	دیوان خواجہ قطب الدین رح	۸ر	گنج سلیمانی کامل	۸ر
مقامات امام ربانی مجدد الف ثانی	۱۰ر	دیوان نیاز	۴ر	رسالہ حل المشکلات	۰ر
سراج السالکین امام غزالی رح	۸ر	دیوان حافظ حلی قلم	عہ	دیوان مصطفٰی اردو ...	۲ر
سراج الفقرا	۴ر	دیوان ظہیر فاریابی	۴ر	نیز ہر قسم کی کتابیں موجود ہیں	

بُری حالت ہے۔ روگ کا گھر کھانسی

سے بچے ضعیف ہر ایک کے لئے کھانسی باعث ہلاکت شروع
ہی میں اگر یہ کھانسی کی خبر نہیں لی جاوے تو یہ اچھے
بدن ہی کو ایک دم ضعیف الجثہ بنا دیتی ہے۔ بعدہٗ
اسی سے دمہ اور سل وغیرہ کا مہلک عارضہ
ہو جاتا ہے۔ اس لیئے کھانسی ہوتے ہی اسکی
تدبیر کر لی چاہیے۔ اور تدبیر بھی بہت
ہی سہل ہے۔ ڈاکٹر ایس کے برمن کی

کف وکھانسی کی دوا

ایک شیشی لیکر گھر میں رکھدو
اس میں یہ فوائد ہیں (۱)
سردی کو ہضم کرنا۔
(۲) کھانسی کو دبانا
(۳) کف کو
پتلا کرنا (۴)
کف کو نکالنا
(۵) سُستی کو روکنا
سردی کھانسی کیلئے یہ
نہایت ہی اکسیر دوا ہے
قیمت شیشی کلاں عہ محصولڈاک
۲ چھوٹی شیشی ۸ محصولڈاک ۵

اِس دوا پر مہاراجہ صاحب کی

رائے۔ مہاراجہ دل گنجن سنگھ دیو بہادر
فیوڈیری چیف پٹنہ اسٹیٹ بولانگیر ضلع
سمبھلپور سے کہتے ہیں۔ جنابمن آپکی روانہ کردہ
کھانسی کی دوا کے لئے مشکور ہوں اس دوا سے
ہماری کھانسی بالکل دفع ہو گئی مجھے صرف سات خوراک سے
زیادہ پینے کی درکار نہ ہوئی کھانسی مجھے بہت دنوں سے تکلیف دے رہی تھی۔
اس وجہ سے دوبارہ آپکا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ نوٹ۔ ہر جگہ اور ہر شہر میں ایجنٹ لینے منظور ہیں

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تاراچند دت اسٹریٹ کلکتہ کو

تپ دق وسل

بخار انڈیا میں سب سے نمبر اول بلحاظ موت و کثرت مریضوں میں پایا جاتا ہے جب یہ اُن لوگوں میں پیدا ہو جن
ماں باپ دق یا سل سے مرے ہوں یا جب موتی آنکھ دانت سفید خوبصورت۔ جوان عمر پتلے دبلا ہو تو اسکا انجام عمی
جبکہ طبیب ناتجربہ کار بے علم ہو تو سو تدبیر معالج سے بگڑ کر بخار کہنہ ہو کے لاغری کمی اشتہا۔ کمزوری بلغم یا خون
جلن اور دکھانیکے بعد بخار کا زور ہو جاتا ہے یہ ایسے کہنہ اور خراب بخار کیلئے آزمودہ دوا ہے۔ اس دوا سے کئی ایک
ایسے موذی مرض سے اچھے ہوئے ہیں جن کیواسطے ایک بڑا بھاری جلسہ کر کے مشتہر کو خلعت ملا۔ دو مطبوعہ رقعہ

رقعہ } بعد حمد خالق ارض و سما منبع فیض سخی جس کے جہاں پیدا ہوا + کر کے پیدا خاک سے انسان کو + تم کو بھی اشرف المخلوقات
عرض ہے خدمت میں سب جناب کے + کلبۂ احزاں میں ہو جدینا + آپ کرائیں لطف کرم + جمع ہوں گے سب عزیز و ا

سبحان اللہ کیا شان خدا ہے۔ کہ جس کی ہر ہر صنعت پر دل فدا ہے ابر بجبۂ آسمان ہے۔ دیدۂ نرگس ترحیران ہے فرش زمرد
بچھا ہے موسم بہار کا تکیہ لگا ہے۔ گل کھلکھلا رہے ہیں طفل غنچہ مسکرا رہے ہیں۔ سوسن سوسن زبان بھلا رہے ہیں نرگس
نرگس آنکھیں دکھا رہے ہیں۔ دایۂ صبا طفل غنچہ کو مہد بہار میں لے رہی ہے۔ عندلیب خستہ دل ہجر کی داستان سنا رہی ہے
ہجر گل کب تلک صدمے اٹھائے عندلیب + ایسا پتھر دل کہاں سے روز لائے عندلیب + آج
صحت پائی ہو والدہ برخوردار رحمت اللہ جو عرصہ تین سال سے بعارضہ بخار وغیرہ بیمار تھی اور بعلاج جناب حکیم جالینوس
زماں افلاطون دوراں حکیم غلام نبی زبدۃ الحکماء لاہور بعنایت ایزدی صحت یاب ہوئی ہے مجلس منعقد
لہذا مکلف خدمت ہوں کہ آج بتاریخ ۱۰ جون غریب خانہ پر رونق افروز ہو جائیے۔ والسلام۔

المکلف حاجی عبداللہ خان۔ مالک وکٹوریہ ہوٹل لاہور

نوٹ مریضان دق وسل جلدی نہ کریں اور استقلال سے علاج کرائیں پھر شافی مطلق کی
کا کرشمہ دیکھیں **قیمت** دوائی چار روپے — — — — — **ا للعہ**

شربت مقوی اعصاب

کیا خدا ایسے والدین سے مواخذہ نہ کریگا جو شہوانی لذات
کے لیئے جان بوجھ کر اپنی آیندہ نسلوں کو کمزور ناتوان
بناتے ہیں اور اُن کی حفاظت کے لیے کوئی چارہ نہیں
کرتے۔ جو لوگ اپنے ہاتھوں اپنی مٹی خراب (عیاشی۔ کثرت مسکرات وغیرہ سے) کرتے ہیں وہ نادان
نہیں جانتے کہ مادۂ حیات جسم سے نکلا تو عقل درست رہتی ہے نہ یاد کام آتی ہے نہ معدہ ہضم درست
ہے جسم زبلا اور منہ پھیکا پڑ جاتا ہے۔ سر درد کمر ہونے لگتا ہے۔ چلنے میں ٹانگیں بیکام اور منہ سے کچھ نہ کچھ نکلتا ہے
کی رونق کوسوں دور بھاگتی ہے دل کو کوئی چیز پسند نہیں آتی۔ آنکھوں کا نور دور ہو جاتا ہے۔ غرضیکہ تمام جسم
ڈھیلا پڑ جاتا ہے۔ ان بلاؤں سے اگر بچنا چاہتے ہیں تو اس شربت کو منگا کر استعمال کریں۔

قیمت فی شیشی چار روپے **ا للعہ**

پتہ شہنشاہی سنہری سند یافتہ بارہا جیوشی حکیم ڈاکٹر حاجی غلام نبی زبدۃ الحکما لاہور

یہ بزم فرید کے ٹائیٹل کی نقل ہے۔ بالکل ایسا ہی کاغذ ایسی ہی لکھائی ایسی ہی چھپائی دیکھ لیجئے گا +

بزم فرید

۱۳۲۱ ھ

ملک المشائخ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر قدس اللہ سرہ کے اعمال و اقوال کا مجموعہ

کل صوفی اور غیر صوفی مسلمانوں کے پاس رہنے کے لائق کتاب

جسے

سلطان الاولیاء محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فارسی

میں راحت القلوب کے نام سے ترتیب دیا تھا

اب

ملا محمد الواحدی ایڈیٹر نظام المشائخ

و مترجم جاماسپ نامہ و انوار التحقیق وغیرہ نے اسکو سلیس اور بامحاورہ اردو

کا لباس پہنایا اور خادم الفقراء سید منظور احمد عبادی نے مترجم موصوف کے

درویش پریس دہلی میں چھپوا کے

دفتر نظام المشائخ دہلی سے شائع کیا،

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۶۱

نظام المشائخ

افضل الذکر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

قسم دوم — قسم دوم

روحانی تسلی و تسکین کا ماہواری رسالہ

جو ہر چاند کی پہلی چھٹی تاریخ کو سید خواجہ حسن نظامی صاحب خواہرزادہ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی و نگرانی میں شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر

خادم الفقراء محمد الواحدی دہلوی

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک (عہ) ششماہی (عہ) نمونہ (۴ر)

مقام اشاعت دہلی دفتر رسالہ

مطبوعہ [illegible] پریس دہلی

قسطنطنیہ کا انجام

معلوم کرنا ہو تو مولانا خواجہ حسن نظامی کی نئی تصنیف

فیضان سنوسی

منگا کر دیکھئے جو رسالہ شیخ سنوسی کا تیسرا حصہ ہے اور جس میں حسب ذیل عجائبات ہیں۔
(۱) حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کے سب پورے قصائد (۲) حیدرآباد کی ایک نہایت پوشیدہ کتاب
کا اقتباس جس میں آئندہ زمانہ کی پیشین گوئیاں ہیں (۳) شیخ سنوسی کے وظائف اور مخفی اعمال
(۴) مشہور منجم شاہ مشتاق احمد دہلوی کی عجیب و غریب پیشین گوئیاں (۵) حضرت مولانا حکیم محمد حسن
صاحب امروہی کی تفسیر غایۃ البرہان کی شہرہ آفاق پیشین گوئیوں کا وہ حصہ جس میں قسطنطنیہ
کے انجام کا اشارہ ہے۔ (۶) فرانس میں ظہور مسیح (۷) چینی اور روسی مسلمانوں کے جوش و خروش قیمت ۶؍

شیخ سنوسی۔ یعنی فیضان سنوسی کا پہلا حصہ قیمت ۔ .. .. .. ۴؍
کتاب الامر ایضاً حصہ دوم قیمت .. .. ۴؍

دہلی کی جانکنی — کے وقت دہلی کے بادشاہ اور ان کے گھر والوں پر کیا کیا مصیبتیں پڑیں
اس کے دردناک قصے مجموعہ مضامین حضرت خواجہ حسن نظامی میں ہیں
ڈھائی سو صفحہ کی نہایت دلچسپ مؤثر اور عبرت انگیز کتاب ہے قیمت صرف .. عہ؍

سفرنامہ ہندوستان۔ از مولانا خواجہ حسن نظامی نہایت دلچسپ کتاب ہے قیمت ۸؍
اسلام کا انجام۔ مصری شیخ المشائخ کی زبردست پیشین گوئیاں قیمت .. .. ۴؍
رسول کی عیدی۔ امت کے بچوں کو۔ بچوں کے لیے بہت ہی مفید کتاب ہے ۲؍
اسرار۔ مخفی بھیدوں کا خزانہ قیمت ۔ ۔ .. .. ۴؍

کارکن حلقہ نظام المشائخ دہلی سے طلب کیجئے

نظام المشائخ

جلد ۳ — بابت رمضان المبارک سنہ ۱۳۳۱ھ — نمبر ۹

فہرست مضامین

شمارہ	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
ا	شذرات	ایڈیٹر	ج
۱	مناجات رضی	مولانا سید محمد رضی علی صاحب اخگر کاکوروی	۱
۲	کنج عزلت	مولوی عبد الحلیم صاحب شرر ایڈیٹر دلگداز	۳
۳	تخمیس بر غزل فیض	مولانا عشق معرفت احمد عبد الحی صاحب قریشی	۱۰
۴	جلوہ افگن ہو	مولوی محمد ابو الحسن صاحب چشتی	۱۱
۵	طلسم فنا	مقتبس	۱۳
۶	جانکنی کا وقت	بنت سلطان حسین خانصاحب مرحوم	۱۷
۷	حضرت سرمد علیہ الرحمتہ	مولانا سید احمد صاحب مولف فرہنگ آصفیہ	۱۸
۸	کلام نوح	مولانا نوح صاحب ناروی	۲۳
۹	نفی و اثبات	خان بہادر مرزا سلطان احمد صاحب ایم. آر. اے. ایس	۲۴
۱۰	رباعیات شمس	مولانا شمس انبالوی محمد ابراہیم صاحب	۲۴
۱۱	قدرت میرے ہاتھ میں	سیدی خواجہ حسن نظامی صاحب	۲۴
۱۲	ہم کشتگان معرکہ کانپور ہیں	شمس العلما مولوی شبلی صاحب نعمانی	۲۹
۱۳	درخت کی پرستش	شیخ نور الدین صاحب تاجر چرم گوجرانوالہ	۳۷
۱۴	تازہ نعتیں	مولانا محمد عزیز اللہ شاہ صاحب مولانا نفیس صاحب	۳۹
۱۵	التجا بحضور سرور دوسرا	مولانا مرتضیٰ شیر صاحب	۴۰
۱۶	بیان خسرو	شمس العلما مولانا شبلی صاحب	۴۱
۱۷	حلقہ کی کارگذاری	سیدی خواجہ حسن نظامی صاحب	۵۷

سولہ۱۶ صفحے

ماہ شعبان سے

شمس العلما مولانا شبلی نعمانی کی عطا کردہ کتاب

بیان خسرو

کیلئے مخصوص کر دیئے گئے ہیں۔ یہ محبوب المحبوب حضرت امیر خسرو رحمتہ اللہ علیہ کی مفصل سوانحعمری ہے اسکے خاتمہ پر سیدی خواجہ حسن نظامی کا دلچسپ پیپلز دیباچہ پیش کیا جائیگا جسمیں علاوہ مزید معلومات اُن چند باتوں کے جواب بھی ہونگے جو کہیں کہیں فاضل مُصنف کی قلم سے ارادۃً یا بغیر ارادۃ عقاید چشتی کے خلاف نکلے ہیں لیکن ان چند باتوں کے سبب ہم آپکی مساعی کو پس پشت نہیں ڈال سکتے آپنے اپنے گرامی قدر بزرگ کے حالات تحقیق و مرتب کرکے صوفیوں پر بڑا احسان کیا ہے۔

محمد الواحدی

(ایڈیٹر نظام المشائخ دہلی)

رسالہ نظام المشائخ دہلی کے قواعد و ضوابط

۱۔ رسالہ نظام المشائخ ہر چاند کی ٹھیک چھٹی تاریخکو (جو حضرت سلطان الہند خواجہ غریب نواز مولانا معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کا یوم عرس ہی) شایع ہوتا ہے۔

اگر یہ رسالہ، یا ۸ تاریخ تک نہ پہونچے تو دیر سویر کا خیال کرکے ۱۰۔۱۲ تک انتظار کریں۔ اسکے بعد فوراً اطلاع دینی چاہئے ورنہ دوبارہ پرچے کی قیمت لی جائے گی ❖

۲۔ جن صاحبوں کی ایک مقام سے دوسرے مقام کو تبدیلی ہو وہ براہ عنایت چوتھی ماہ ہلالی سے پہلے پہلے دفتر رسالہ میں اسکی خبر دیویں ورنہ پرچہ نہ پہونچنے کے وہ خود ذمہ دار ہونگے۔ عارضی نقل مکانی کی اطلاع انکو ڈاکخانہ سے دینی چاہیے

۳۔ رسالے کے متعلق تمام خط و کتابت منیجر رسالہ کے نام ہو۔ میرے پاس صرف مضامین رسال کئے جائیں خط و کتابت میں اپنا نام و پتہ صاف و خوشخط لکھئے اور خریداری کا نمبر ضرور بتائیے۔ ورنہ تعمیل محال ہے۔

جوابی امور کیلئے جوابی کارڈ یا ٹکٹ بھیجئے۔

خاکسار **محمد الواحدی**

(ایڈیٹر نظام المشائخ دہلی)

ہمارے معاونین

جنہوں نے اس مہینے رسالہ نظام المشائخ کی توسیع اشاعت میں سعی فرمائی انکے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔ جناب محمد یعقوب صاحب محرر پولس انچہری جناب شیخ واجد حسین صاحب گنگا رضلع منڈلہ جناب ڈاکٹر محمد قمر الدین صاحب حیدرآباد جناب مولوی نورالدین صاحب امرتسر

جو خود خریدار ہوئے وہ یہ ہیں

جناب قاضی غلام نبی اللہ صاحب پیرزادہ درگاہ حضرت قطب الاقطاب جناب مولوی غلام قطب الدین صاحب انجمن بزم رحمانی فتحپوری جناب منشی محمد دین صاحب سادہ کار دہلی۔

نادار فنڈ

جو لوگ رسالہ نظام المشائخ پڑھنا چاہتے ہیں مگر اسے خرید نہیں سکتے انکی تعداد بہت ہے مگر ابتک صرف جناب حبیب الرحمٰن خانصاحب شروانی رئیس حبیب گنج ضلع علیگڈھ تھے جو ہر سال پانچ ایسے کم استطاعت اصحاب کو اپنے خرچ سے یہ فیض تقسیم کرایا کرتے تھے لیکن گذشتہ ماہ میں ہمارے عزیز دوست حافظ فیاض احمد صاحب انصاری (علیگ) نے بھی اس مد میں پانچ روپیہ عنایت فرمائے ہیں۔ انکی طرف سے مولانا نصرۃ الدین صاحب قاضی محلہ سرائے نگینہ و سید شاہ محمد یعقوب صاحب دہو پور ڈاکخانہ برہمپا ضلع چھپرہ کے نام پرچہ جاری کیا گیا۔

ٹائٹل کے تیسرے صفحے کو دیکھئے

پانچ روپے یا پانچ روپے کی کتابوں کے عنوان سے ایک اعلان ملیگا۔ یہ سلسلہ رمضان المبارک سے شروع ہوا ہے۔ نمبر ۱۲۱ ۱۲۲ ۱۲۳ انین خریدار صاحبان کی خدمت میں پانچ پانچ روپے نقد بھیجدیئے گئے۔

اکیسویں شریف

رمضان المبارک کی اکیسویں سیدنا امیر المومنین مولا علی کرم اللہ وجہہ کے سالانہ عرس کی وجہ سے امتیاز خاص رکھتی ہے اسی تاریخ حلقہ کی بنیاد رکھی۔ پانچ برس پہلے ۱۳۲۶ھ میں تمام ہندی مشائخ

قلمی نظر ماہانہ نیاز اکیسویں ہر سال یہ اکیسویں غیر معمولی اہتمام سے کیجاتی ہے چنانچہ اسدفعہ بھی باوجود سیدی خواجہ حسن نظامی کی عدم موجودگی کے یہ محفل نہایت خیر وخوبی کیساتھ منعقد ہوئی۔ اسکے مصارف کیلئے جناب احمد میاں صاحب جامی محلہ مبتی نے بھی پانچ روپے بھیجے تھے جو شریک کر دئے گئے اہل حلقہ اور ناظرین نظام المشائخ کو خیال کرنا چاہئے کہ یہ بابرکت نیاز ہمیشہ ہوتی ہے۔ حلقہ کے فنڈ میں جیسا کہ گذارش سے معلوم ہوگا۔ اتنی گنجایش نہیں ہے کہ اس بوجھ کو اٹھا سکے۔ امید ہے کہ محبان جناب امیر علیہ السلام اس کار خیر میں ضرور حصہ لینے کی کوشش کریں گے ۔

نیاز کے روز اہل حلقہ اور تمام ناظرین نظام المشائخ کے واسطے حاضرین نے دعا مانگی ۔

صدر الحلقہ کے صاحبزادہ کی وفات

حضرت مولانا شاہ سلیمان صاحب قبلہ پھلواروی کے صاحبزادہ جناب مولانا حسن میاں صاحب نے مرض سل میں وفات پائی۔ یہ اتنا بڑا صدمہ ہے جس کو اہل حلقہ برداشت کرنیکے ناقابل ہیں مولانا مرحوم حلقہ کے فدائی تھے۔ آخری وقت جبکہ فرشتے اُن کی روح کو بہشت میں لے چلنے کے لئے پلنگ کے پاس پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے

نظام المشائخ کو مانگا

اور اس پر آخری نظر ڈالی یہی وہ بات ہے جس سے محبت حلقہ و رسالہ ظاہر ہوتی ہے۔ اور جس کے تصور سے ہم سب بیقرار ہوئے جاتے ہیں خدا تعالے ہم کو شہید مولانا سے جلدی ملائے۔ اور انکے غم جدائی میں صبر دے۔

محمد الواحدی

بسم اللہ

نظام المشائخ

مناجات رضی

حمد و نعت

مرحبا اے چہرہ آرائے جہاں — مرحبا اے نورِ شمع کن فکاں
مرحبا اے عشق ہوش افزائے من — مرحبا اے بیخودی فرمائے من
مرحبا اے عشق اصل ہر وجود — مرحبا اے مظہر شان شہود
مرحبا اے باعث ہر دو جہاں — مرحبا اے علت کون و مکاں
مرحبا اے مصدر حسن و جمال — مرحبا اے مرکز عز و جلال
مرحبا اے مدعائے انس و جاں — مرحبا اے ماورائے این و آں
مرحبا اے نو گلِ باغ صفا — مرحبا اے بلبلِ رنگیں ندا
مرحبا اے رنگ و روئے کن فکاں — مرحبا اے محرمِ رازِ نہاں
مرحبا اے شاہدِ ربِ ودود — بر تو ہر دم صد صلوٰۃ صد درود
مرحبا اے طالب و مطلوبِ حق — مرحبا اے عاشق و محبوبِ حق ۵

از برائے تست یکسر این و آں   از برائے تست این کون و مکاں
محمد گوید کہ را گویم رضی   نعت گو جوید کہ را جویم رضی

صفت عشق و مناجات

عشق آمد خصم جانہائے عزیز   عشق آمد خصم وادی تمیز
اے خوشا عشق جنوں افزائے من   اے خوشا عشق دروں آرائے من
ما جدائے ہستیم عشق آمدہ   از برائے ہستیم عشق آمدہ
اے خدائے مالک ہر دو سرا   کن مرا در عشق ذات خود فنا
یک جہاں در عشق خود شیدا کنی   یک جہاں در عشق خود رسوا کنی
شور عشق تست کاندر مے فتاد   سوز عشق تست کاندر نے فتاد
اے تو ئی اظہار و خفا ہم تو ئی   اے تو ئی پنہاں و پیدا ہم تو ئی
مورا زندہ کنی از حرف کن   باز اندازی مرا از بیخ و بن
تو مرا از ہجر بریاں ساختی   قلب را صد گونہ سوزاں ساختی
تو ز ہستیم عدم کردی نشاں   ہائے و ہو از عشق خود در من فشاں
حرص و آز نفس ما را دور کن   دل با زادی مرا مسرور کن
اے خدا تا کے بگرد این و آں   در روائے حاجتم وادی رواں
کن رہا از قید دنیائے خدا   ساز عشق خویشتن پا دائے ما
تو مرا یک ذرہ از خوانت بدہ   مسلک ایمان و ایقانت بدہ
اے خدا از سر عشق آگاہ کن   در رہ خود مست و وحدت خواہ کن
قلب ما را سرخوش مستانہ کن   بادہ عشق اندریں پیمانہ کن
اے خدا از حرص و آزم ساده کن   از قیود ہستیم آزادہ کن

[illegible]

کنجِ عزلت

دنیا کے جھگڑوں اور آلام سے نجات پانے اور ہماری تکلیفوں سے بچنے کے لیے کوئی مامن بھی ہے؟ جہاں ہم اطمینان سے بیٹھ سکیں۔ اور کوئی ہمیں نہ ستائے۔ فارغ البالی کی زندگی بسر کریں۔ اور کوئی ہمارے عیش کو بے مزہ نہ کرے۔ کسی فکر کو پاس نہ پھٹکنے دیں۔ اور کسی تردد کی ہم تک رسائی نہ ہو۔ اگلے کہہ گئے ہیں ؎

ہیچ آفت نہ رسد گوشۂ تنہائی را

لیکن وہ "گوشۂ تنہائی" کہاں ہے؟ ہم نے تو ہزار ڈھونڈھا کہیں نہ پایا۔ لاکھ سر مارا کہیں پتہ نہ چلا۔ آخر وہ کدھر ہے؟ کس جگہ ہے؟ کس سرزمین میں ہے؟ اور کس اقلیم میں واقع ہے؟ جہاں جاتے ہیں اور جس طرف نظر اٹھا کے دیکھتے ہیں اُس سچے "مامن" اور "حقیقی جائے پناہ" کا سُراغ نہیں لگتا۔ جہاں فکر نہ پہنچنے پاتا ہو۔ اور خیالات پریشان کی رسائی نہ ہوتی ہو۔

کیا وہ ظلمات میں ہے جہاں آبحیات ہے؟ جس کی تلاش میں اگلے ہزار سرگرداں رہے مگر نہ پایا جس کی جستجو میں بڑے بڑے سیاحوں نے دنیا کی خاک چھانی اور نہ پہونچ سکے۔ لوگ کہتے ہیں کہ حضرت خضر سکندر کو آبحیات کے چشمہ پر لے گئے۔ جامِ حیات پیا۔ اور چاہا کہ سکندر کو بھی پلائیں مگر اُس چشمہ کے کنارے اس قدر جاندار زندگی کے ہاتھوں سے عاجز اور موت کے آرزومند دکھائی دیے کہ سکندر کو جینا بلائے جان نظر آیا۔ اور یہ خیال کر کے کہ ایسے جینے سے مرنا بہتر ہے آبحیات کے پینے سے انکار کر دیا۔ مگر خضر نے سیر ہو کے پیا۔ جس کے پیتے ہی وہ موت سے آزاد اور ملک الموت کی پہونچ سے باہر ہو گئے مگر ناکام و نامراد سکندر جس نے بہادری کے ساتھ زندگی و موت کی

کشمکش میں پڑنا گوارا کرلیا تھا۔ فکروں کا ناقابل برداشت بوجھ اپنے سر پر لادے
ہوئے واپس آیا۔ اس سے بحث نہیں کہ دونوں میں سے کون اچھا رہا۔ مگر بظاہر
ہمیں تو دونوں برابر نظر آتے ہیں۔ آج ہماری آنکھوں کے سامنے نہ خضر ہی موجود ہیں
اور نہ سکندر۔ خضر نے اگر آبحیات پی کے ابدی زندگی حاصل کی تو سکندر کو بھی
اُس کے کارناموں نے آجتک مرنے نہیں دیا۔ دونوں کے نام رہتی دنیا تک
رہیں گے۔ اور کسی کے مٹائے نہیں مٹ سکتے۔ موت و زندگی نے اُن کے جسموں
کے ساتھ جو سلوک چاہے کیا ہو مگر اُن کے ناموں پر موت کا زور بالکل نہیں چل
سکا۔ چنانچہ زندہ ہیں اور قیامت تک زندہ رہیں گے +

یہ مانا کہ سکندر دنیا سے رخصت ہوگیا اور خضر موجود سُنے جاتے ہیں مگر خضر و سکندر
میں اصلی فرق زندگی و موت کے لحاظ سے نہیں بلکہ ایک دوسری حیثیت سے ہے
سکندر نے چاہے خضر کے آبحیات کو نہ پیا ہو۔ مگر اُسے آبحیات کا ایک دوسرا چشمہ
مِل گیا جس کی وجہ سے اُس نے بھی ابدی دوسری زندگی حاصل کرلی۔ مگر جو چیز خضر کو
ملی اور سکندر کو نہ مل سکی وہ کنج عُزلت یا گوشۂ تنہائی ہے۔ بدنصیب سکندر کو وہ کنج عزلت
نہیں مل سکا۔ حسرتوں اور آرزوؤں۔ ہوسوں اور تمناؤں کا ایک بارِ عظیم سر پر لیے ہوئے
وہ چاروں طرف پھرا اور کہیں وہ خموشی اور بے فکری کا امن نہ مل سکا جہاں اپنے
سر کے بوجھ کو پھینک کے وہ بے پروائی اور آرام کی زندگی بسر کرتا۔ لاکھ سر مارا۔ مگر کچھ
زور نہ چلا اور آخر اُسی بوجھ کے دباؤ سے بیمار پڑ کے بابل میں مرگیا +

مگر خضر کو وہ گوشۂ عزلت مل گیا۔ جہاں نہایت اطمینان سے بیٹھے ہیں۔ کوئی
فکر پاس نہیں پھٹکنے پاتی۔ کسی آفت کا سامنا نہیں ہوتا۔ کوئی خطرہ دل میں نہیں آتا
اور کوئی سودا دماغ میں نہیں سماتا۔ دُنیا میں ہیں۔ مگر کوئی اُن تک پہونچ نہیں سکتا
زندہ ہیں مگر زندگی کی تلخیوں سے آزاد۔ ایک کونے میں خاموش و بے غرض

بیٹھے ہیں۔ اور دنیا کے تغیرات ایک دائمی تھیٹر بن سکے اُنہیں روز ایک نیا تماشا دکھاتے اور عالم تخلیق کے ایکٹر ہر لحظہ اُن کے سامنے نیا کھیل کھیلتے ہیں۔ بچوں کی اُس سینری کی طرح جس میں شیشہ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے ہر گھڑی پہلا نقش بگاڑتے اور نیا بناتے ہیں دنیا کا جغرافیہ روز بدلتا ہے۔ پل پل میں پرانا کارخانہ غائب اور نیا قایم ہوتا ہے۔ ہر روز ایک نیا بہادر میدان میں آ کے جوہر شجاعت دکھاتا۔ ہزاروں اور لاکھوں نبرد آزماؤں کو مغلوب کرتا۔ شہرت و ناموری حاصل کرتا۔ اور خاک میں مل جاتا ہے۔ بڑے بڑے متبحر عالم و فاضل حاذق طبیب معالج کامل فن صناع و مہندس ناموری کے اسٹیج پر آتے اور اپنے کمالات و ہنر دکھانے کے بعد نہایت ہی حسرت و ناکامی کے ساتھ دوسروں کے لیے جگہ چھوڑ کے چلے جاتے ہیں۔ گمنام اور کم مایہ ملک عروج پکڑتے۔ دولت و حشمت میں نمو حاصل کرتے اور پھر ذلت میں پڑ جاتے ہیں سلطنتیں بنتی اور بگڑتی ہیں۔ اور قومیں ناموری کے ملاء اعلیٰ پر پہونچ کے گرتی اور حضیض ادبار کے تحت الثریٰ میں پہونچ جاتی ہیں۔ ان تمام انقلابات عالم سے سب متاثر ہوتے۔ ہنستے۔ اور روتے خوشیاں مناتے اور مبتلائے الم ہوتے ہیں۔ مگر اکیلا ایک شخص اپنے خاموشی کے گوشۂ عزلت سے ان چیزوں کا تماشا دیکھتا اور لطف اٹھاتا ہے۔ وہ کون ہے؟ حضرت خضر۔ شعرا اُن پر چاہے جیسی آڑی ترچھی آئیں۔ آجکل کے انگریزی دان اور پرانے اہل حدیث چاہے اُن کی زندگی سے انکار ہی کیوں نہ کر دیں مگر اُنہیں پروا نہیں۔ ہماری طرح ناتجربہ کار ہوتے تو لوگوں کے تانے اور شاعروں کے چھیڑنے سے کبھی نہ کبھی برافروختہ ہو کے اپنے کنج عزلت سے باہر نکل آتے۔ مگر نہیں اُن پر کسی بات کا اثر نہیں ہوتا۔ وہ پروا ہی نہیں کرتے کہ دنیا والے اُن کی نسبت کیا کہتے ہیں ✦

خضر نے سکندر کو آب حیات کے چشمہ تک پہونچا دیا مگر اپنا وہ عزلت کدہ۔ اور حوادث روزگار سے بچنے کا مامن نہ دکھایا کہ اُسے تب جینے میں مزہ آنے کی اُمید ہوتی۔ اور یہ اندیشہ نہ پیدا ہوتا۔ کہ زندگی عذاب ہو جائے گی۔ اُسے اگر خضر کا وہ مامن مل جاتا تو پھر وہ اُس بڑھاپے کی بے دست و پائی کا ذرا بھی خیال نہ کرتا اور ہوس ملک گیری سے بھی دست بردار ہو جاتا +

سچ یہ ہے کہ دنیا میں کنج عزلت ہی وہ زبردست قلعہ ہے جہاں تک حوادث روزگار کی رسائی نہیں ہوتی۔ اور دست بُرد زمانہ جس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی۔ بڑی بڑی سلطنتوں اور بڑے بڑے فاتحوں نے دنیا میں سیکڑوں ایسے مضبوط اور زبردست قلعہ بنائے ہیں جنپر لوگوں کو بڑے دعوے تھے۔ بابل و نینوا کے ایسے قدیم شہروں سے زیادہ محفوظ اور بھروسے کے شہر اور قلعہ کون ہوں گے؟ مگر زمانے کے بے روک ہاتھوں نے سب کو مٹا دیا۔ اس میں شک نہیں کہ آجکل کے قلعے پرانے قلعوں سے زیادہ محفوظ اور ناقابل گزر ہوتے ہیں جن کے قریب تک بھی دشمن کا گزر نہیں ہو سکتا۔ مگر اس میں کسیکو شک نہ ہوگا کہ زمانے کا دست ستم کبھی نہ کبھی ان کو مسمار کر ہی دے گا۔ اور آفات ارضی و سماوی کی فوجیں اور مردان ایام کے حملہ آور انہیں مٹا کے رہیں گے +

لیکن کنج تنہائی کے سیدھے سادے اور بے تکلف قلعہ تک نہ کوئی دنیا کا زبردست سے زبردست فاتح پہونچ سکتا ہے۔ اور نہ ان قدرتی حملہ آوروں کی رسائی ہو سکتی ہے جو دنیا کی ہر چیز کے مٹانے پر تیار رہا کرتے ہیں۔ فلک بے مہر کے ستم ساری دنیا پر ہوتے ہیں مگر اس گوشۂ عزلت تک اس کا ہاتھ بھی نہیں پہونچ سکتا +

الغرض کنج عزلت ہی وہ مقام ہے جہاں ہم ہر قسم کے آزار اور ہر طرح کے

آلام و حوادث سے نجات پا سکتے ہیں مگر افسوس اس کا پتہ نہیں۔ اور نہ کوئی پتہ دینے والا ہے۔ خضر نے سکندر کے ایسے نامی دوست کو آبِ حیات کا چشمہ بتا دیا مگر اس گوشۂ عزلت کا پتہ نہ دیا جہاں وہ کمال قناعت و البالی کی زندگی بسر کر رہے ہیں تو بھلا ہمیں یا کسی اور کو کیا پتہ دیں گے؟ بعض بعض بزرگوں سے کبھی کبھی خضر سے ملاقات بھی ہو جایا کرتی ہے۔ مگر افسوس ہمیں کبھی نہ ملے۔ ورنہ ان سے پوچھتے اور التجا کرتے کہ کبھی ہمیں بھی اپنے سچے عشرت کدے کی سیر کرا دیجئے۔ دیکھیں تو سہی وہاں کیا ہے اور کیسے کیسے سامانِ عیش مہیا ہیں کہ کسی قسم کی فکر پاس نہیں پھٹکنے پاتی اور آلام و ہموم دُور ہی دور رہتے ہیں ؀

لیکن ایسا نہیں جس گوشۂ عزلت میں افکار و آلام سے نجات ملتی ہے وہاں کچھ بھی نہیں۔ نہ کوئی عیش کا سامان ہے۔ نہ کسی قسم کی دلچسپیوں کے کھیل ہیں۔ نہ ہمارے مذاق کا ولایتی فرنیچر ہے۔ نہ جدید آلات و ذرائع عیش ہیں جو سائنس کے معجزات سے ان دنوں پیدا ہو گئے ہیں۔ نہ وہاں بادہ احمر کے دَور چلتے ہیں اور نہ کسی زہرہ جبین کا وصال ہوتا ہے۔ بلکہ بدھا کے نروان کا نروان ہے جس میں عدمی کیفیتوں کی سوا ہستی کا کوئی کرشمہ نہیں۔ وہاں جو کچھ لذت و مسرت ہے یہی بات کی ہے کہ کوئی چیز نہیں۔ بلکہ وہاں پہونچنے کے بعد شک پیدا ہو جاتا ہے کہ ہم بھی ہیں یا نہیں۔

اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ کنج عزلت کہیں گورِ غریباں کے پاس ہوگا۔ بیشک یہ خوابگاہ عدم کے مست خواب جس بےفکری کے ساتھ قیامت سے شرط باندھ کے سوئے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کنج عزلت میں پہونچ گئے جہاں خاموش بیٹھے ہیں۔ نہ کسی سے بولتے ہیں نہ چالتے ہیں۔ اور یہاں تک بےپروا ہیں کہ زمانہ خود ان کے جسم کے ساتھ جیسا سلوک چاہے کرے برا نہیں

ماستے۔ گوشت۔ سڑ کے خاک ہو جائے تو پروا نہیں۔ ہڈیاں گل کے مٹی میں مل جائیں تو فکر نہیں۔ ہم دو ہزار مرتبہ کسی مُشر خرام کی ٹھوکر سے مر کے زندہ ہوئے۔ مگر یہ کسی کی نہیں سنتے۔ ان پر نہ کسی کے لب جان بخش کی مسیحائی چلتی ہے۔ اور نہ انہیں کسی شوخ ادا کی قیامت خرامیاں جگاتی ہیں۔ جس رُخ پر لیٹ گئے لیٹ گئے۔ پھر کروٹ بھی نہیں بدلتے۔ یقیناً یہ کنج عزلت میں پہونچ گئے ہیں۔ اور وہ لطف اُٹھا رہے ہیں جس کے جان دینے پر بھی نصیب ہونے کی ہمیں اُمید نہیں۔

لیکن نہیں سنتے ہیں کہ ان خاموشان ازل کو بھی قیامت کا دھڑکا لگا ہوا ہے۔ چاہے ہم سے نہ بولیں۔ ہماری بات کا جواب نہ دیں۔ اور اس کے روادار نہ ہوں کہ ان کی خاموشی کی لذت کسی اور کو بھی نصیب ہو سکے مگر زندگی ما بعد الموت کے جھگڑوں۔ اور ثواب و عذاب کے اندیشوں سے نہایت پریشان و سراسیمہ ہیں۔ کھٹکا لگا ہوا ہے کہ دیکھئے آیندہ کیا ہو گا۔ اور روز جزا میں کیسی پیش آئے گی۔ افسوس وہ گوشہ عزلت جہاں فکروں اور خطروں کا گزر نہ ہو یہاں بھی نہیں ملا +

تو اُسے کہاں ڈھونڈیں؟ کیا مایوس ہو کے بیٹھ رہیں؟ مگر بلائے افکار اور روز روز کے آلام و حوادث بیٹھنے بھی تو نہیں دیتے۔ جب کسی آفت کا سامنا ہوتا ہے یہی جی چاہتا ہے کہ وہ کنج عزلت مل جاتا جس میں بیٹھتے ہی دروازہ بند کر کے بیٹھ رہتے اور اس آفت سے نجات مل جاتی۔ اور جب گہری مصیبت سر پر آ کے پڑ جاتی ہے دل کا تقاضا شروع ہوتا ہے کہ اسی گوشہ تنہائی کو ڈھونڈھ نکالو جہاں حضرت خضر مسرت و آرام اور اطمینان دامن امان کے ساتھ جا کے بیٹھ رہے ہیں۔

جس طرح کیمیا کے متعلق ہزاروں آدمیوں کو شبہ ہوتا ہے اور پھر بھی پتہ

نہیں چلتا کہ اس کا نسخہ کسے معلوم ہے۔ اُسی طرح ہمیں ہر گروہ اور ہر شخص پر دہوکا ہوتا ہے کہ اُسے گوشۂ عزلت کا راستہ معلوم ہوگا لیکن جستجو کے بعد کوئی ایسا نہیں ملا جو اُدھر کا راستہ بتائے اور ہم راہ نجات کے مسافرین کے وہاں بھیجیں زیادہ تر گمان تارک الدنیا لوگوں اور علمائے روحانیین پر ہے کہ انہیں اس منزل نجات کا سراغ لگ گیا ہے۔ اس لیے کہ انہیں جیسا کہ اطمینان قلب حاصل ہے۔ اور سامان دنیوی کو یہ جیسی بے پروائی اور کمال استغنا کی نظر سے دیکھتے ہیں اور کسیکو نہیں دیکھا گو ان میں بہی بہت سے ایسے دنیا پرست ہیں جن کے دل میں ہمارے دلوں سے زیادہ ہوسیں بہری ہوئی ہیں مگر انہیں کی وضع میں چند ایسے سچے بہادر شہ سوار بہی ہیں جنہوں نے نفس کشی اور جہاد نفسانی کے ذریعہ سے کنج عزلت کے زبردست قلعہ کا پتہ لگا کے اُسی فتح کر لیا ہے۔ کاش اُن تک ہماری رسائی ہوتی۔ اور اُن کے ہاتھ میں ہاتھ دے کے ہم التجا کرتے کہ ہمیں بہی وہیں پہونچا دیجئے جہاں آپ ہیں لیکن قیامت تو یہ ہے کہ جو اطمینان قلب کے سچے عزلت کدے میں پہونچ گیا اور ساری دنیا سے نفرت ہوگئی۔ ہم اُسے ہزار تلاش کریں وہ ہم سے دُور ہی دُور رہتا اور ہماری صورت دیکھ کے بھاگتا ہے +

لیکن جب اور سب راستے بند ہیں تو ہمیں ایسے ہی فاتح کنج عزلت کا انتظار کرنا چاہیئے شاید کہیں مل جائے۔ ہماری التجائیں اُس کے دل پر اثر کریں اور ہمیں اُس حقیقی امن میں پہونچا دے۔ گوشۂ تنہائی کے ملنے کی اگر کوئی سبیل ہے تو بس یہی ہے اور اتنا سہارا بہی ہمیں زندگی بسر کرنے کے لیے کافی ہے +

شرر

تخمیس بر غزل فیضؔ

عبث چھانا کئے بے فہم خاکِ کوے ویران ہم   عبث کرتے رہے دیر و حرم میں آہ و شیون ہم
کریں کس کس صنم تیوں کے سامنے یہ اپنی گردن ہم   صنم ہم دیر ہم بتخانہ ہم بت ہم برہمن ہم
کریں ہم کس کی پوجا اور چڑھائیں کسکو چندن ہم

ہوئے عزلت نشیں جب سے کہیں آنا نہ ہی جانا   ہمیں پروا نہیں کہدے کوئی دیوانہ فرزانہ
مے وحدت کا کچھ ایسا چڑھا ہے رنگ مستانہ   در و دیوار ہیں نظروں میں اپنے آئینہ خانہ
کیا کرتے ہیں گھر بیٹھے ہی اپنا آپ درشن ہم

نہیں کچھ خوف مرنے سے نہ کچھ الفت ہے جینے سے   نہ شربت سے کوئی رغبت نہ نفرت خون پینے سے
ہوا الظاہر ہوالباطن کہا جب اس قرینے سے   محبت ہے تو اپنے سے عداوت ہے تو اپنے سے
ہیں آپ ہی دوست اپنے ہم ہیں اپنے آپ دشمن ہم

رہے گشتہ زمانے سے کسی کی بانکی چتون کے   رہے سرگشتہ مثل قیس ہر اک دشت میں بن کے
خدا نے یہ کہا یاد ان گئے ایام شیون کے   کب اٹھتے ہیں اٹھانے سے کبھی شیخ و برہمن کے
درِ دلبر پر اپنے مار کر بیٹھے ہیں آسن ہم

اسے کہتے ہیں جلوت آپ خلوت جسکو جانے ہیں   وہ عین مجمع کثرت ہے وحدت جسکو جانے ہیں
اسی وحدت کے ہیں اشکال کثرت جسکو جانے ہیں   جسے غیب آپ سمجھے ہیں شہادت جسکو جانے ہیں
بنا رکھتے ہیں اپنی دل لگی کے یہ گھر آنگن ہم

غرض افعال بد سے ہے نہ نیک اعمال سے مطلب   غرض کچھ قبض سے ہے اور نہ وجد و حال سے مطلب
نہ پروائے حسیناں ہے نہ خط و خال سے مطلب   نہ قیل و قال سے مطلب نہ شغل اشغال سے مطلب
• مراقب اپنے رہتے ہیں جھکا کر اپنی گردن ہم

جنھیں ڈھونڈھا کیے دیر و حرم میں وہ یہیں تھے وہ ہم ہی بھٹکتے گئے دور ان سے حالانکہ قریں تھے وہ
ٹھکانے سے ہوئے ڈھونڈو عشق ہستی تم یہیں تھے وہ ہوا اے فیض معلوم ایک مدت میں ہمیں تھے وہ
جپا کرتے تھے جن کے نام کی دن رات سمرن ہم

عشق

معرفت احمد عبدالحی - قریشی

جلوہ افگن ہو

پس مردن مرا تاریک مرقد کیوں نہ روشن ہو خبر لینے مری بدر الدجیٰ گر جلوہ افگن ہو
غم عشق نبی کا جس کے دل میں داغ روشن ہو نہیں ممکن کہ اس کو خوف تاریکیٔ مدفن ہو
کرے صیقل جو نور عارض اس مہر رسالت کا تو پھر یہ حق نما آئینہ میرے دل کا آہن ہو
گل باغ مدینہ کا رہا ہے عمر بھر شیدا پر بلبل نہ کیوں مرقد پہ میرے سایہ افگن ہو
یہی ہے حق تو رحمت سے شفیع المذنبیں گویا گناہوں کا مری امت کے جل کر خاک خرمن ہو
پھروں میں اس طرح وحشت زدہ گلیوں میں طیبہ کی نہ الفت ہو نہ کفنی ہو نہ کرتا ہو نہ اچکن ہو
مدینے میں جیوں یارب مدینے میں مروں یارب مدینہ میرا مسکن ہو مدینہ میرا مدفن ہو
نکل کر جسم کے پنجرے سے میرے طایر جاں کا کہیں حضرت کے روضے کے درختوں پر نشیمن ہو
کریں تعظیم ادب سے چوم لیں حوریں جبیں کہ دیں عیاں نظروں میں گر سنگ در اقدس کا جوبن ہو
الٰہی گرمئ خورشید محشر سے بچانے کو کھلے سر پر مرے سایہ فگن حضرت کا دامن ہو
ثنائے گیسوئے حضرت پڑھوں میں گر سر محفل دل منکر میں ڈسنے کو مرا ہر شعر ناگن ہو
مدینے کا سفر جب ہو دکن سے جب چلوں یا رب ارادہ پھر نہ آنے کا مصمم وقت رفتن ہو

محب مصطفےٰ سے کہہ محبت عین ایمان ہے
حسن اسکو سمجھ دشمن محمدؐ کا جو دشمن ہو

[illegible]

طلسم فنا

ابھی چند روز ہوئے ایک انگریزی اخبار میں یہ بحث نظر آئی تھی کہ مرنے کے بعد کیا ہوگا۔ اس میں سب سے زیادہ چبھتا ہوا یہ فقرہ تھا۔ کہ "ہمارے بزرگ اپنا زیادہ وقت اسی مابعد الموت کے معمہ کے حل کرنے میں صرف کیا کرتے تھے اور اب بہت کم لوگ اسکی طرف توجہ کرتے ہیں۔

انسان کو جس چیز میں سب سے پہلے اور سب سے زیادہ نمایاں طور پر اپنی بے بسی نظر آئی۔ وہ موت ہے۔ اس نے پہلے پہل جب کسی کو مرتے دیکھا ہوگا۔ تو خدا جانے اس کا کیا حال ہوا ہوگا۔ وہ گھبرایا ہوگا کہ یہ شخص جو ابھی باتیں کرتا تھا، یک بیک خاموش کیوں ہوگیا اور اس سے تو ایک گھڑی کے لیے بھی نچلا نہیں بیٹھا جاتا تھا۔ آخر یہ یکبارگی بے حس و حرکت کیوں ہوگیا؟ اس راز کے دریافت کرنے کے لیے اس نے خدا جانے کیا کچھ سر مارا ہوگا اور کہاں کہاں کی خاک چھانی ہوگی۔ ہر شخص سے بلکہ ہر شجر و حجر تک سے دریافت کرتا پھرا ہوگا کہ موت کیا چیز ہے؟ مگر کہیں سے جواب نہ ملا ہوگا اور آخر تھک کر بیٹھ رہا ہوگا۔ کہ یہ راز سربستہ کسی طرح حل نہیں ہوسکتا۔

افسوس! اس معمہ کے حل کرنے میں جس طرح وہ پہلا انسان عاجز اور بیدست تھا۔ اسیطرح آج ہزارہا برس گذر جانے کے بعد بھی انسان ویسا ہی لاجواب اور خاموش ہے اور کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اس معمہ نے دنیا کے آغاز ہی میں انسان کو فلسفہ و حقانیت کا خیال دلایا۔ یہ خیال بیجا نہ تھا کہ جو چیز قفس انسانی کے اندر رہ کے زندہ دلی اور طرح طرح کے کرشمہ دکھا رہی تھی۔ اس سے اس جسم کی قید سے آزاد ہونے کے

بعد کیا کچھ کمالات نہ ظاہر ہوتے ہونگے۔ یہ جملہ اگرچہ بہت آسانی اور صفائی سے کہہ دیا جا سکتا تھا کہ جو چیز جسم کے اندر سے یہ معجزہ نمائی کر رہی تھی۔ وہ ایک عارضی کیفیت تھی۔ جو جسم کے اندر فنا ہوگئی۔ مگر اس پر کسیکو اطمینان نہ ہوتا تھا اور نہ یہ تسلیم کرنے کو جی چاہتا تھا کہ ایک ایسی زبردست قوت یوں آناً فاناً فنا ہوجائے جسم سے علحدہ ہونے کے بعد کنی روح کے قایم و برقرار رہنے کا خیال آتا تھا کہ انسان کو خیال کی آنکھوں سے ارواح کا ایک بڑا بھاری عالم نظر آگیا۔ پہلے اسے دنیا ہی کے سناٹے اور خاموشی کے مقام میں بُری بھلی ہر طرح کی روحیں نظر آئیں۔ اسے درختوں میں جھاڑیوں میں۔ پہاڑوں میں وادیوں میں دریاؤں میں۔ نہروں میں جنگلوں میں اور بیابانوں میں ہر جگہ روحانی مخلوقات نظر آنے لگی۔ اس نے بڑے بڑے زبردست اور قوی ہیکل دیوتا دیکھے بڑی بڑی خوب صورت دیویاں دیکھیں اور جدھر نظر اٹھائی۔ اس جسمانی عالم سے زیادہ بڑا اور زیادہ وسیع عالم ارواح نظر آیا جس میں فرشتے تھے۔ جن تھے۔ ہیبت ناک دیو تھے۔ پریاں تھیں شیاطین اور بھوت تھے اور انہیں روحوں کے غول میں اسے اپنے وہ عزیز اور محبوب دوست بھی نظر آگئے جو اس سے چھین کے غیر مجسم مخلوقات کے عالم میں بھیجدیئے گئے تھے +

دنیا کی اس روحانی ترقی نے دماغوں اور عقیدوں میں پہلو بدلتے بدلتے اور ایک خاص مزاج اور خاکہ قایم کرتے کرتے افلاطون اور پُرانے صوفیوں کا عالمِ مثال پیدا کیا۔ بلکہ اس سے بھی پہلے نامۂ زرتشت میں بتایا گیا کہ "زمین پر جو کچھ ہے ان چیزوں کا عکس اور سایہ ہے جو آسمان پر ہیں" یعنی آسمان ارواح کا خزانہ ہے اور یہاں جو کچھ ہے وہاں بھی موجود ہے۔ بلکہ وہ اصل ہے اور یہ زمین والی صورتیں اور شکلیں اس کا سایہ اور عکس ہیں یہ وہ زمانہ تھا

جب انسان کو موت کے راز کے علاوہ آسمان بھی ایک بڑا طلسم خانہ نظر آتا تھا، جہاں تارے۔ چاند۔ سورج اور مختلف کیفیتیں تو نظر آتی ہیں۔ مگر اِس کا پتہ نہیں چلتا کہ یہ سارا کارخانہ کیا ہے اور کیوں ہے اور اس بالائی قصر زمردین میں ان نورانی اجرام کے ساتھ اور کیا کیا چیزیں ہیں؟

چند روز کے غور و خوض کے بعد یہ خیال قایم ہوا کہ یہ آسمان ہی روحوں کا خزانہ اور یا عالم ارواح ہے۔ ہمارے ہاں تمام روحیں آسمان سے آتی اور پھر وہیں چلی جاتی ہیں۔ اسی وقت سے روحانیت اور نورانیت میں علاقہ پیدا ہوا۔ اور لوگوں کو خیال پیدا ہوا کہ یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کے قریب ہی ہیں اور نورانیت ایک کثیف درجہ کی روحانیت ہے جو بمقابل تمام اجسام کے ارواح سے بہت قریب ہے۔ لیکن اتنی ترقی اور ان تمام خیال آرائیوں کے بعد بھی غور سے دیکھا تو موت کا مسئلہ ویسا ہی عقدہ لاینحل تھا اب خیالات کی کثرت نے یہ حالت کر دی کہ نہ تو اسی پر دل جمتا تھا کہ مرنے کے بعد یہ زندگی کی کیفیت مطلقاً فنا ہو جاتی ہے اور نہ اسی کا پورا پورا یقین آتا تھا کہ روح جسم سے نکل کر کسی دوسرے عالم میں چلی جاتی ہے۔

نوع انسان کی ہدایت اور اس کے اصول زندگی کے مرتب و منضبط کرنے کے لیے مذاہب پیدا ہوئے تو انہوں نے بھی سب سے زیادہ فائدہ اسی موت کے نہ حل ہونے والے معمے سے اٹھایا۔ مذاہب کو اس بات کی تعلیم دینی تھی کہ اچھے کام کرو اور بری باتوں سے باز آؤ۔ مگر دنیا میں کوئی ایسی زبردست قوت موجود نہ تھی۔ جو انسان کو ان کی ہدایت کے ماننے اور اس پر عمل پیرا ہونے پر مجبور کر دیتی جب تک بھلائی کا انعام دینے کے لیے کوئی جنت اور برائی کی سزا دینے کے واسطے کوئی دوزخ موجود نہ ہو غیر ممکن تھا کہ انسان جس میں وحشیانہ خواہشات کا

جوشش تھا۔ اس کا ہر ادنیٰ اور اعلیٰ اور ہر عالم و جاہل کسی کام کے کرنے یا اس کے ترک کرنے پر مجبور ہو جائے۔ چنانچہ انہوں نے جنت اور دوزخ کو موت کے دامن ہی میں چھپا ہوا بتایا۔

اور ہر موت نے دنیا والوں کو اس قدر ستایا اس درجہ بے بس کیا اور ایسے ایسے دکھ دیئے ہیں کہ لوگوں کو خود موت ہی کسی مہیب دیو اور خونخوار بلا کی صورت میں نظر آنے لگی تھی۔ وہ ہر تو انا اور صاحب اثر کے سامنے جا جا کے موت سے پناہ مانگتے۔ مگر پناہ نہ ملتی تھی۔ انسان کی اس کمزوری کو دیکھ کے لاکھوں حکیم اور طبیب اور ہزاروں ملا اور سیانے پیدا ہو گئے۔ جنھوں نے دوائیں دیں۔ گنڈے دیئے تعویذ دیئے۔ اور سینکڑوں جتن کئے مگر موت ایسی بلا نہ تھی جو کسی کے ٹالے ٹل سکتی۔ یا کوئی علاج سود مند ہوتا۔ بہر حال سارے عالم کے عجز اور بڑے بڑے عقلا کی بیچارگی نے موت کو ایک ایسا پردہ ثابت کر دیا جس کے اس طرف کا حال کسی کو نہیں معلوم اور قطعی طور پر طے پا گیا کہ جب تک کوئی جام مرگ کو پی نہ لے نہیں جان سکتا کہ اس میں کیا ہے۔ موت نہ ہوتی تو آج انسان کو اس دنیا میں کھڑے ہونے کیلئے جگہ نہ ملتی۔ سچ پوچھو تو موت کا فرشتہ بعد والوں کیلئے ہمیشہ جگہ خالی کراتا رہتا ہے۔ دنیا ایک ٹھٹ اور چپقلش ہے جس کی سیر کو انسان آتے ہیں اور جس طرح کسی جگہ زیادہ مجمع ہوتے دیکھ کے پولیس کانسٹبل کہتا ہے "دیکھتے جاؤ اور گذرتے جاؤ" اور کسی کو ٹھیرنے نہیں دیتا اسی طرح موت دنیا میں آنے والوں کو یہاں قرار نہیں لینے دیتی۔ جہاں سے پھر کبھی کوئی پلٹ کے نہیں آیا +

خیال تو کرو کہ کیسے کیسے لوگوں اور کس کس پایہ کے بزرگوں کو موت نے ہنکا کے عدم آباد میں پہنچا دیا ہے؟ سب گئے کسی نے جانے میں عذر نہیں کیا۔ مگر افسوس جتنے گئے ہیں سب نہایت ہی بے دلی کے ساتھ گئے

ان جانے والوں میں بڑے بڑے اولوالعزم بادشاہ ہیں۔ فوجوں کے فتحمند سپہ سالار ہیں۔ ولی ہیں۔ شاعر ہیں۔ غرض اچھے برے سب ہی طرح کے لوگ ہیں اور سب ایک ہی راستہ سے گئے ہیں۔

مذاہب نے مرنے والوں کی نسبت اپنے اپنے مذاق کے موافق جدا جدا فتوے دیئے ہیں اور اپنے پیروں کے سوا دوسروں کا انجام برا بتایا ہے۔ ہم ان کی صداقت پر یہاں شک نہیں کریں گے۔ مگر یہ دیکھو کہ دنیا سے جانے میں سب کی حالت یکساں ہی رہی۔

(مقتبس)

رسالہ الناظر لکھنؤ کی رائے

ایڈیٹر صاحب نظام المشائخ نے جب سے اپنا ذاتی پریس قائم کیا ہے۔ ہمیں دو مختصر سے رسالے موصول ہوئے ہیں جنکو دیکھکر بے اختیار ان کے مطبع کی خوش انتظامی اور انکی طباعی و ذہانت کی داد دینے کو جی چاہتا ہے۔ ایک رسالے میں جس کا عنوان "اسلام کی برکتیں" ہے مولوی ظفر علی خانصاحب بی اے۔ کا ایک دلچسپ اور سبق آموز مضمون مولوی شبلی کی مشہور نظم موسومہ "تنزل اسلام کے اسباب" اور خواجہ حسن نظامی صاحب کا ایک لطیف مضمون "دربار رسول" کے نام سے یکجا کر دیئے گئے ہیں اور اسکی قیمت ۲؍ رکھی گئی ہے۔ دوسرے میں ڈاکٹر اقبال کی مقبول عام نظم "شکوہ" اور جناب سیماب اکبر آبادی کی پر درد نظم "فریاد" جمع کی گئی ہے اور اسکی قیمت بھی ۲؍ ہے ان مضامین اور نظموں کی یہی تعریف کافی ہے کہ ملا واحدی صاحب نے انکو منتخب کر کے شائع کیا ہے

شائقین دفتر نظام المشائخ دہلی سے طلب کر سکتے ہیں

جانکنی کا وقت

گنہگار بوڑھے کے سامنے

آہ میں یہ دیکھتا ہوں کیسی کیسی صورتیں — کیسی ہیبتناک اور کیسی ڈراونی صورتیں
بھوت ہی بھوت آج میرے گھر میں آکر بھر گئے — کیا مجھے گھیرے ہوئے ہیں سب اک مرے سے مر گئے
آہ یہ بھوت۔ آہ یہ تو وہی مظلوم ہے — دس برس پہلے ہوا جو قتل میرے ہاتھ سے
ہاں کبھی ہاتھوں سے ضرر اسکو پہنچا تھا ضرور — لیکن او کمبخت میرے سامنے سے تو ہو دور
میں دیکھونگا۔ نہ دیکھونگا یہ شکل ہرگز نہ — لو میں اپنے ہاتھ سے آنکھیں کئے لیتا ہوں بند
بند میں آنکھیں مگر پھر بھی نظر آتا ہے یہ — میری آنکھوں سے میرے دیدوں میں گھسا جاتا ہے یہ
ہائے پنجوں سے گلا یہ تو دباتا ہے مرا — پیٹ میں گھسکر کلیجہ کھائے جاتا ہے مرا
یوں نہ مرتا۔ لیکن اب تو واقعی مر جاؤں گا۔ — مر کے کیا ہونگا کہاں جاؤں گا کیونکر جاؤنگا
قبر میں افسوس اس کالی اندھیری قبر میں — آہ ان بھوتوں پریتوں کی ڈراونی قبر میں
ہائے پھر دوزخ میں جا پہنچوں بچھوؤں کے غار میں — آگ کے شعلوں میں لوگوں میں عذاب النار میں
آہ ایسی موت مرنا آہ ایسی سخت موت — چھوڑ دے اف چھوڑ دے او موت او کمبخت موت
کسقدر بے وقت ہے افسوس میرا انتقال — اے اجل رہنے دے جینے دے مجھے دو چار سال
ایک ہی سال۔ اک مہینہ چند ہفتے جینے دے — چند ہفتے چند دن بس چند گھنٹے جینے دے
اف جلن اف آگ اف سینہ کی سوزش اف پیاس — پانی۔ ٹھنڈا پانی ٹھنڈا پانی۔ شربت کا گلاس
او اجل او موت بس او موت بس او موت بس — ہائے دنیا ہائے دنیا۔ ہائے دنیا کی ہوس

پھر ذرا دم لے کے اس نے آہ کی اور کچھ نہ تھا
اک بھیانک چیخ کی آواز تھی اور کچھ نہ تھا

حسن نظامی

حضرت سرمد علیہ الرحمۃ

خون شہادت کے دو قطرے

آج خوبئ قسمت اور جناب ملا محمد الواحدی کی عنایت سے یہ رسالہ ہماری نظر سے گزرا دونوں بیان نہایت محققانہ و مورخانہ تحقیق سے لبریز اور نہایت دردانگیز ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ میں مردم شناسی اور حقیقت پژوہی اول ہی سے مفقود ہے ہمیشہ خود غرضوں، ظاہری ٹیپ ٹاپ والوں کی بنتی اور راست بازان صادق الوداد کی بگڑتی آئی ہے لیکن اس بگاڑ میں بھی ایک ایسا بناؤ مخفی رہا ہے جس نے شیدایان حقیقت کو قیامت تک دولہا بنائے رکھنے کا معاہدہ کرلیا ہے۔ اوروں کی برسی یا سالانہ فاتحہ خوانی ہوتی ہے مگر شہیدان محبت کا عرس ہوتا ہے سچ ہے ؎

اگر نیک روزی بود خاتمت عروسی بود نوبت ماتمت

منصور حلاج کو سولی سے اتار کر معراج حقیقت پر ملا محمد الواحدی نے چڑھایا ہے اور اس معراج سے مجذوبان معرفت و مستغرقان حقیقت کو ابدی زندگی کا لطف چکھایا ہے اور سرمد کو کوچہ گمنامی سے نکال کر علامہ ابوالکلام آزاد۔ دہلوی اڈیٹر الہلال کلکتہ نے دوبارہ زندگی بخشی ہے گو نہایت مختصر ما قلّ و دلّ انکی موحدانہ زندگی و فلسفانہ مسلک کا ذکر لکھ کر اسکو طوالت سے تعبیر کیا ہے مگر درحقیقت جو کچھ لکھا ہے کمال تجسس اور کوشش و تحقیقات سے لکھا ہے۔ تاریخی حوالے بھی آئے ہیں۔ اپنی صائب رائے بھی نہایت سنجیدگی سے برابر ظاہر کی ہے۔ لیکن سرمد ابھی تک اپنے بقیہ حالات کا بھوکا ہے غالباً ۱۳۳۱ء میں ایک مختصر رسالہ میں

سرمد کی بہت سی رباعیاں تہیں ہمارے ایک دوست نے دہلی میں چھاپا تھا اور وہ مطبع یوسفی سے شائع ہوا تہا۔ اسمیں بہی نہایت مختصر طور دیباچہ چند سطور حالات سرمد میں طبع ہوئی تہیں۔ اور خلیفہ محمد حسین صاحب منشی ریاست پٹیالہ نے ترجمہ تاریخ پر بنیر کے نوٹ میں اسکا حوالہ دیاتہا۔ ہماری لغات فرہنگ آصفیہ میں بہی انکا ذکر خیر ہے لیکن جو بات ہم سے رہ گئی وہی ہمارے دوست آزاد سے بہی چھٹی رہی۔ یعنی حیدرآباد دکن جانے کا ذکر چھوٹ گیا حالانکہ یہ ذکر مفصل دبستان مذاہب میں موجود ہے۔ یہ کتاب منشی نولکشور کے ہاں چھپ چکی ہے اور باسانی مل سکتی ہے۔ ہمتو آتشزدگی کی نذر کر چکے اب وہ صحت اور ہی نہیں رہا کہ بازار سے تلاش کرکے لائیں اور اس کی کو پورا کریں۔ البتہ فرہنگ آصفیہ سے نقل کردینا خالی از لطف نہ ہوگا۔

تاریخ شہادت میں صاحب مرۃ الخیال اور فرہنگ آصفیہ میں دو سال کا فرق ہے یعنی مراۃ الخیال میں ۱۰۷۲ھ لکھے ہیں اور فرہنگ آصفیہ میں ۱۰۷۰ھ جو مختلف تاریخوں سے جنمے مددی اون میں بھی سنہ پاۓ گئے اور یہی سنہ گلستان سرمد کی ایکتاریخ میں بہی موجود ہیں:۔

قطعۂ تاریخ وفات حکیم سرمد رحمۃ اللہ علیہ

عارف حق حکیم سرمد بود | در ہمہ عارفان سر آمد بود
گفتہ ام سال نقل آن مقبول | بود مقبول سرمد مقتول
۱۰۷۰

مولانا ابوالکلام آزاد دہلوی نے ان کے کلام کو پہر کسی وقت شائع فرمانے کا وعدہ کیا ہے جو انکے پاس موجود ہے۔ فرہنگ آصفیہ میں نمونۂ چند رباعیات بہی موجود ہیں۔

چونکہ یہ ذکر یاد رکھنے کے قابل ہے اور عالمگیر کی خود مزانہ خود غرضی پر مبنی ہے
نیز دارا شکوہ کی آمد و رفت نے اس عناد کی بنیاد ڈالی ہے اسوجہ سے
جس قدر مفصل لکھا جائے تھوڑا ہے۔ چنانچہ اسی بنا پر ہم فرہنگ آصفیہ
جلد اول صفحہ ۲۳۰۔ کالم دوم سے نقل کرتے ہیں تاکہ ایک مجموعہ فراہم ہوجائے

سرمد ایک حلیم الطبع وارستہ مزاج۔ مجذوب۔ موحد۔ عارف باللہ حقیقت شناس اور ذی علم آدمی تھے بسبب غلبہ جذب برہنہ رہا کرتے۔ پاس شریعت و حکم شاہی سے آزادانہ برتاؤ رکھتے۔ عالمگیر کے ہمعصر اور شہزادہ دارا شکوہ کے معتقد علیہ تھے۔ برنیر نے بھی لکھا ہے کہ یہ گلی کوچوں اور بازاروں میں ننگے مادرزاد پھرا کرتے تھے۔ یہ اورنگ زیب کی دھمکیوں سے کبھی نہیں دبے اور نہ اس کے وعدوں کی پرواکی۔ اصل میں کاشان کے رہنے والے اور قوم کے یہودی سوداگر تھے۔ لیکن شاہجہاں کے عہد سے پہلے مسلمان ہوچکے تھے۔ جب یہ بتقریب تجارت ایران سے ٹھٹھہ واقع سندھ میں آئے تو ابھے چند نامی ایک مہاجن کے لڑکے پر فریفتہ ہوگئے۔ تمام مال و منال لٹا کر مجنون بن گئے عشق صادق نے وہ جذبہ دکھایا کہ ابھے چند بھی مال و دولت کو چھوڑ رنگ میں رنگ ملا دوسرا سرمد بن گیا۔ شاہجہاں کے زمانہ میں دونوں عاشق و معشوق دہلی میں آئے۔ اس زمانہ کے لوگوں نے بھی انہیں بڑا خدا رسیدہ عارف۔ موحد۔ اور صاحب کشف سمجھا۔ چونکہ دارا شکوہ فقیر دوست تھا۔ اکثر ان کے پاس آیا کرتا اور ان کے کشف و کرامت کے ذکر کو چھیڑا کرتا تھا۔ اسی سبب سے شاہجہاں نے عنایت خاں نامی ایک امیر کو ان کے تفحص حال کے واسطے بھیجا۔ اس نے سرمد کو دیکھ بھال کے بطور عرض حال یہ شعر پڑھا ؎

برسر سرمد برہنہ کرامات تہمت است   کشفے کہ ظاہر است از و کشف عورت است

جب شاہجہاں قید ہوگیا اور دارا شکوہ مارا گیا۔ تو اورنگ زیب نے ملا شیخ عبد القوی کو جو بڑا عالم تھا۔ اعتماد خاں کا خطاب اور پنجہزاری منصب رکھتا تھا۔ سرمد کے پاس بھیجا کہ اعتراض کرنے والے اور تمہاری برہنگی کو ماننے والے اب نہیں رہے کپڑے پہنو۔ ہوش پکڑو۔ اور خلاف شریعت سے باز آؤ۔ ملا صاحب نے کہا کہ "اے شخص عریاں چرا میباشی" سرمد نے ہنس کر جواب دیا "شیطان قوی است"

ملا قوی اور بھی جل گیا۔ پس ملا نے اور علما کی اتفاق رائے سے اُن کے قتل کا فتویٰ دیا اور بادشاہ نے اُسے منظور کیا۔ جب جلاد تلوار لیکر سامنے آیا تو سرمد نے کہا ؎

سرمد اکرد از سرم شوخیکہ باما یار بود قصہ کوتہ کرد ورنہ درد سر بسیار بود

عاقل خاں رازی نے لکھا ہے کہ جب جلاد قتل کرنے لگا تو سرمد نے نہایت بے تکلفی اور بے غمی کی حالت میں اخیر وقت یہ شعر پڑھا ؎

عریانی تن بود غبار رہ دوست آن نیز بہ تیغ از سر ما وا کردند

بات تو یہ ہے کہ سب سے بڑی کرامت ان کا استقلال اور وہ توحید ہے جس نے موت اور زیست کو ایک گھاٹ پانی پلایا ہے۔ مصرع

یوں بھی صنم واہ واہ۔ دوں بھی صنم واہ واہ

غرض سنہ ۱۰۷۰ھ میں یہ بن آئی شہید کیے گئے۔ مشہور ہے کہ عالمگیر کو رات کو خواب میں سامنے کھڑے ہوتے دکھائی دیتے اور بدستور ظریفانہ کلام کیا کرتے۔ جب اورنگ زیب نے اپنے پیر طریقت سے اس امر کی شکایت کی۔ تو اُنکی دعا سے یہ بات جاتی رہی۔ واللہ اعلم بالصواب

سرمد کی رباعیاں مشہور نہایت پرمعنی اور توحید سے بھری ہوئی ہیں چنانچہ تمثیلاً دو ایک لکھی جاتی ہیں +

رباعیات

(۱)

بروز حشر الٰہی چو نامۂ عملم — کشند باز کہ آں روز بازجوی من است
بکن مقابلہ آن راز سرنوشت ازل — اگر زیادہ کمی باشد آن گناہ من است

(۲)

آنکس کہ ترا تاج جہانبانی داد — ما را ہمہ اسباب پریشانی داد
پوشاند لباس ہر کرا عیبے دید — بے عیباں را لباس عریانی داد

(۳)

سرمد گلہ اختصارے باید کرد — یک کار ازیں دو کار میباید کرد
یا سر برضائے دوست باید داد — یا قطع نظر ز یارے باید کرد

(۴)

در مسلخ عشق جز نکو را نکشند — لاغر صفتان و حیلہ جو را نکشند
گر عاشق صادقی ز کشتن مگریز — مردار بود ہر آنکہ او را نکشند

(۵)

سرمد غم عشق بوالہوس را ندہند — سوز غم پروانہ مگس را ندہند
عمرے باید کہ یار آید بکنار — ایں دولت سرمد ہمہ کس را ندہند

(۶)

سرمد کہ ز جام عشق مستش کردند — بالا بردند و باز پستش کردند
میخواست خدا بلندی ہشیاری — مستش کردند و بت پرستش کردند

(۷)

سرمد اگرش وفاست خود مے آید — در آمدنش رواست خود مے آید
بیہودہ چرا در پئے او میگردی — بنشیں اگر او خداست خود مے آید

(۸)

سلطاں کہ در اسباب ہوس می نازد — بر بال و پر خود چو مگس مے نازد
درویش کہ بے نوا و بے پروا است — بر خاطر بے نیاز و بس مے نازد

سید احمد دہلوی

غزل

کلامِ نوح

اللہ تعالیٰ صوفیائے کرام سے فرماتا ہے

ہر خوب رو کے عاشق شیدا ہمیں تو ہیں — شیریں تو ہیں لیلیٰ و عذرا ہمیں تو ہیں
کہسار میں بھی ہم ہیں مثالِ شرارِ سنگ — گلزار میں بھی نرگسِ شہلا ہمیں تو ہیں
عیش و خوشی ہمیں ہیں ہمیں ہیں ملال و غم — حسرت ہمیں ہیں داغِ تمنا ہمیں تو ہیں
پہلو میں دل ہیں دل میں بھی ہیں آرزوئے دل — گردن پہ سر ہیں سر میں بھی سودا ہمیں تو ہیں
مردے کوئی جلائے یہ کس کی مجال ہے — عیسیٰ ہمیں تو ہیں دمِ عیسیٰ ہمیں تو ہیں
فرعون کے لیے ہیں کرامات موسوی — موسیٰ کے واسطے یدِ بیضا ہمیں تو ہیں
کعبے میں ہم ہیں دیر و کلیسا میں بھی ہیں ہم — کعبہ ہمیں ہیں دیر و کلیسا ہمیں تو ہیں
صحرا میں بھی غبار ہمیں ہیں بنے ہوئے — دریا میں بھی تلاطمِ دریا ہمیں تو ہیں
ساقی ہمیں ہیں جام ہمیں بادہ کش ہمیں — صہبا ہمیں ہیں نشۂ صہبا ہمیں تو ہیں
دنیا کا ہے وجود ہمارے وجود سے — اس انجمن کے انجمن آرا ہمیں تو ہیں

اے نوح مختصر ہے بس اپنی یہ سرگذشت
جس شے میں دیکھو اس میں ہویدا ہمیں تو ہیں

نوح ناروی

نفی و اثبات

منزلِ دل ایک تماشا گاہ ہے تیری صنم
خلوتِ دل ایک حجرہ ہے تری درگاہ کا

مرید:- یا حضرت یہ جو مشہور ہے کہ صوفیائے کرام نفی اور اثبات کا شغل کرتے ہیں یہ سمجھ میں نہیں آتا۔ نفی ذات کی کیا کرتے ہیں یا نفی صفات کی؟"

صوفی:- نہ نفی ذات کی کیا کرتے ہیں اور نہ نفی صفات کی۔"

مرید:- (حیران ہوکر) ایں یہ کیا ایک نہیں صدہا کتابیں اس بحث میں لکھی جا چکی ہیں۔ اور آپ کہتے ہیں کہ اس کا کوئی وجود ہی نہیں۔

صوفی۔ آپ نے بھلا اس کا مطلب کیا سمجھ رکھا ہے"؟

مرید:- اگر میں کچھ سمجھا ہوتا تو حضرت کی خدمت میں کیوں عرض کرتا"

صوفی۔ آخر مجھے یہ تو معلوم ہونا چاہیئے کہ لوگ نفی اور اثبات سے کیا کچھ مراد لیتے ہیں"

مرید۔ یہ کہتے سنا ہے"

ذکر نفی و اثبات کیا جاتا ہے۔ اور ما حصل اس کا لا الہ الا اللہ ہے۔

صوفی۔ کیا سب صوفیوں کا یہ طریقہ ہے یا بعض کا"

مرید:- غالباً بعض حلقوں میں ایسا ذکر کرتے ہیں

صوفی۔ میری رائے میں اس ذکر سے یہ مراد نہیں ہے کہ واقعی کوئی ہستی دائرہ نفی یا حلقہ اثبات میں لائی جاتی ہے۔ یا اوسکی حقیقت تبدیل ہوجاتی ہے۔ کیونکہ یہ مصداق لا تبدیل لخلق اللہ

جو چیز عدم ہے وہ اثبات کا جامہ نہیں پہن سکتی اور جو شے مثبت ہے وہ نفی
نہیں ہو سکتی ہے۔
مرید۔ پہر کس طرح صوفی یہہ ذکر نفی و اثبات کرتے ہیں اور اس کا مطلب کیا ہے۔
صوفی۔ تم نے یہ بھی سمجھا کہ یہہ فقرہ بصورت ... نفی و اثبات صحیح ہے۔ یا
بہ ترکیب اثبات و نفی۔
مرید۔ بہ ترکیب نفی و اثبات ہی سنا اور پڑھا ہے۔
صوفی۔ یہ بھی سوچا کہ اس کی ایسی ترکیب کیوں ہے۔
مرید۔ غور نہیں کیا۔
صوفی۔ اب تم خود ہی مجیب ہو کر شروع میں نفی تہا یا اثبات۔
مرید۔ شروع میں نفی تھا۔
صوفی۔ کیا ذات بلدی اثبات میں داخل نہیں ہے۔
مرید۔ ہاں ہاں شروع میں اثبات تہا۔
صوفی۔ نہیں نہیں شروع میں اعتباری نفی ہی تہا۔ کیونکہ باوجود اثبات
خدائی کے اوس کی ذات کے سوائے اوس کے مقابلہ میں کوئی دوسری
ذات مثبت نہیں ہتی جب محض عدم تہا تو مثبت کون تہا۔ گو خود مثبت
خدا کو اسکی بذاتہ کوئی ضرورت نہ ہتی مگر خلقی اور انسانی رنگ میں اسکی
ضرورت ہتی +
چونکہ شروع میں اعتباری نفی ہتی اس واسطے اس جملہ میں پہلے لفظ نفی
لاتے ہیں۔
مرید۔ یہ ایک اور بہی معما ہے۔ ذرا تفصیل سے کہئیگا۔
صوفی۔ یوں سمجھو کہ نفی اور اثبات کون کرتا ہے۔

مرید۔ انسان۔
صوفی۔ خدا تو نہیں کرتا۔
مرید۔ نہیں۔ البتہ صرف اثبات
صوفی۔ پہلے دائرہ نفی یا دائرہ عدم میں کون تھا۔
مرید۔ انسان اور دوسری تمام مخلوق۔
صوفی۔ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نفی سے اثبات ہوا ہے یا یہ کہ نفی کے ذریعے سے اثبات کا وجود نکلا ہے۔
مرید۔ ہاں یہ ثابت ہوتا ہے۔
صوفی۔ کس طرح۔
مرید۔ اس طرح کہ۔ پہلے صرف ذات صمدی ہی تھی اور کوئی نہیں تھا۔ اور خدا اوس حالت میں صرف اپنی ہی ذات میں عالم اور معلوم تھا۔
صوفی۔ شاباش جب مخلوق وجود پذیر ہوئی تو اس سے تو دو وجود وجود پذیر ہوئے ✣
الف۔ وجود خدا یعنی ظہور خدا۔
(ب) وجود معدوم۔
گویا خدا کی کائنات اور مخلوقات کے وجود پذیر ہونے سے خدا کی ذات کا ایک اور طریقہ سے ظہور ہوا۔ اور دوسرے لفظوں میں خدا نے اپنے تئیں خدا کہلایا ✣
عالم دوسرے رنگ میں معلوم ہوا پہلے اپنے رنگ میں معلوم تھا پھر دوسرے رنگ میں بنام تھا اور ظہور معلوم ہوا مجھے کافر بنا دینا میں ڈرا اور بھی واضح کرکے کہوں گا جب دوسری کائنات یا انسان وجود پذیر نہیں تھا تو اوس وقت

اوسکی بعد موت تو وجود خالق پر شاہد نہیں تھی کیونکہ جب زید پیدا ہی نہیں ہوا تو
توحدت ہو کب اور کیونکر ہوسکتا ہے۔

مرید۔ میں ابتک نہ سمجہہ سکا ؛

صوفی۔ یوں سمجھئے خدا کو انسان نے کب پایا۔ اور خدا کا ظہور اوسپر کب ہوا۔

مرید۔ جب وہ عدم سے وجود میں آیا۔

صوفی۔ تو یہ ایک کلیہ ٹہیرا۔

مرید۔ بے شک آمنا وصدقنا۔

صوفی۔ تو اس کلیہ سے لازم آگیا کہ انسان نے جیسے عدم سے وجود میں آکر خدا
کو پایا ہے اوسی طرح جب تک وہ اپنی نفی نہیں کریگا اوسپر اثبات ثانی
کا عالم نہیں کھلے گا۔ تمھارے پہلے عدم نے دیکھو کیا ثمرہ دیا ہے کہ تم نے
زندگی پائی اور اپنے خالق کی ذات کا اقرار بلکہ اب دوسری عارضی
عدم یعنی نفی سے تم ایک دوسرے عالم میں اس سے بہی زیادہ تر اوس
ذات قدسیہ کے قریب تر ہو جاؤگے دیکھو اگر تمہیں پہلا عدم اور پہلی نفی اس
عالم میں لائی ہے تو کیا دوسرا عدم اور دوسری نفی تمہیں دوسرے
عالم میں نہیں لے جائے گی اور کیا اوس عالم میں جانے سے تم پر ایک
اور ظہور شہود موجودہ ظہور اور موجودہ شہود سے زیادہ کامل اور کامل تر
ظہور وشہود نہیں ہوگا۔

مرید۔ اب میں سمجھ گیا ؛

صوفی۔ سمجھو جب صوفی دل سے لا الہ کہتا ہے تو کل کائنات کی اور اپنی
نفی کرتا ہے اوس نقطۂ عدم پر اپنے تئیں پہنچا دیتا ہے۔ جہاں سے
اوس کا ظہور اول شروع ہوا تہا۔ جب اوس نقطہ تک پہنچ جاتا ہے اور

وہ کل کائنات کو معہ اپنے معدوم کے حکم میں سمجھتا ہے۔ اور سوائے عدم کے اوسنے اور کچھ نہیں پہونچتا اور اوس کے اثباتی خیالات اپنا مرکز ہستی چھوڑ دیتے ہیں تو وہ اوس نقطہ پر پہنچ جاتا ہے کہ جہاں سے دوسری زندگی شروع ہوتی ہے۔ پہلے عدم سے اوس نے جو زندگی پائی ہے اوس سے اوس پر خدا کا ظہور صرف استدلالی رنگ میں ہوا ہے اور دوسری زندگی میں شہودی رنگ میں ہوگا اس سے مراد دیدار خدا ہے۔

جب نفی ثانی کے نقطہ پر انسان پہنچ جاتا ہے تو پھر کہہ اُٹھتا ہے۔ الا اللہ جیسے کہ نفی یا عدم اول سے ہستی میں آنے کے وقت بول اُٹھا تھا کہ سب کے ثبات کا خالق صرف ایک ہی ہے جو خدا ہے۔ اوسی طرح ہستی ثانی پر بھی بول اُٹھیگا۔

صاحب دل۔ میرے دل میں پھر ایک شبہ اُٹھا ہے۔ جب ایک چیز موجود اور نقطۂ ہستی پر ٹھیر چکی ہے تو پھر اوسکی نفی کس طرح ہوسکتی ہے۔ اور جو نفی ہی اوس کی اثبات کیسے

صوفی۔ اس میں ایک غلطی ہے نفی کے معنی عدم کے نہیں ہیں۔ نفی اور عدم میں گونہ فرق ہے۔ یوں کبھی کبھی بول دیتے ہیں۔ لیکن ہے ان دونوں میں فرق۔

نفی خود اس بات کا اعلان کرتی ہے کہ اوسکو پیشتر ازیں ایک اثباتی کیفیت بھی حاصل رہی ہے۔ کیونکہ اگر اثبات نہیں تو نفی کس کی اس کی اصل شکل حسب ذیل ہوسکتی ہے:۔

الف۔ اثبات بذاتہ۔

ب۔ عدم محض۔

(ج) اثبات عارضی۔
(د) نفی اثبات عارضی۔
(ہ) اثبات مستقل۔ بذاتہ۔
(و) اثبات مستقل شہودی۔
اثبات عارضی کے بعد انسان جو اپنی نفی کرتا ہے تو وہ دو کیفیتیں دیکھتا ہے۔
(د) اپنا مستقل اثبات۔
( ) خدا کا مستقل شہود۔
مرید۔ اس سے تو لازم آیا کہ ہم مر کر ہی ایک مستقل زندگی کے مالک ہوں گے۔
صوفی۔ نہ صرف مر کر ہی بلکہ زندگی ہی میں دوسری زندگی کے ہم وارث ہو سکتے ہیں۔
مرید۔ جب دوسرے انسان بہی بہ استار شریعت مرکز زندہ ہوں گے تو پہر نفی و اثبات کے ذکر میں فوقیت کیا۔
صوفی۔ بمصداق مُوْتُوا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوا۔ وہ لوگ اون لوگوں کے برابر کب ہو سکتے ہیں جو اپنی زندگی میں مستقل زندگی اور مستقل شہود کے وارث ہو جاتے ہیں۔
ایک شخص دور ہی سے منزل پر جانے سے پہلے بہت کچہ نظارہ کرتا ہے اور ایک شخص برسوں کے بعد وہاں جاکر مشاہدہ کرتا ہے۔ کیا دونوں میں فرق نہیں پہلے کو ایک خاص ملکہ ہے اور طاقت حاصل ہے اور دوسرا بہو مشکلات کے بعد منزل کا منہ دیکہتا ہے۔
مرید۔ نفی اور اثبات کی بابت کچہ اور فرمایئے۔
صوفی۔ نفی اور اثبات کا اصلی مفہوم لوگوں نے بہت کچہ پیچیدگیوں میں ڈالدیا ہے

نفی سے یہ مراد نہیں کہ زید اپنے وجود یا اپنے نفس اور روح کی کایا پلٹ دے یا اون کی ہستی ہی کھو دے بلکہ یہ کہ اوسکی ہستی کی جو ہیت اور جو حقیقت ہے اوس کا اوسکو علم ہو جائے وہ جانتا ہے کہ یہ سب کچھ بے حقیقت ہے اور اس کا شروع عدم تھا خیالات پر قابو اور تسلط ہو جائے ارادے اور خیالات ضابطہ میں آجائیں۔

یہ ثابت کرے کہ سوائے قادر مطلق خالق کے اور سب ہستیاں ہیچ ہیں اور ہم پر اپنے اثبات کی نفی کرے۔ اور حقیقی اثبات کی تصدیق۔

میں روح و قدس کا ہم زبان ہوں
یہ مرتبہ عجز نے بڑھایا

جب تک کوئی اپنے تئیں ہیچ نہ سمجھے دوسرے کو کس طرح قادر اور زور آور سمجھ سکتا ہے۔ جب تک ہم عملی رنگ میں خود اپنی نفی نہیں کرتے دوسری ذات احدیت کا اثبات کس طرح کر سکتے ہیں۔

خاکساری کے یہ معنی نہیں ہیں کہ کوئی شخص گرد و غبار سے لت پت ہو اپھرے بلکہ یہ کہ خیالات میں فروتنی اور ارادوں میں عجز و نیاز اور استقلال ہو جب انسان لا الہ کہتا ہے کہ خدا ایسی کوئی ہے تو اس بات کا اقرار کرتا ہے کہ جتنی اشیاء اور جتنی کائنات دنیا میں پائی جاتی ہے اس کی کوئی ہستی نہیں ہے یہ سب کسی اور ذات کی اور طاقت کے سہارے پر کھڑی ہے جب الا اللہ کہتا ہے تو اوس طاقت اور اوس ذات احدی کی تصدیق کرتا ہے پہلا عمل نفی ہے اور دوسرا اثبات۔ چونکہ نفی اثبات کے تابع ہے اس واسطے باوجود نفی کے بھی منافی باقی رہتا ہے اگر منافی باقی نہ رہے تو اثبات کون کرے۔ صوفی جب نفی کے عالم میں مستغرق ہو کر نفی و اثبات

پہنچتا ہے تو اپنی ذات بہول جاتا ہے لیکن جب حد اثبات میں پہنچتا ہے تو اوسکی اپنی ذات بہی وہیں موجود ہوتی ہے۔

دل میں شوق رخ روشن نہ چہپے گا ہرگز
ماہ پردے میں کتاں کے کوئی پنہاں ہوگیا

ہم ارادہ اثباتی کے تابع یا اوسکا ثمرہ ہیں جب تک ارادہ اثباتی رہے گا تب تک ہم بہی رہیں گے۔

کوئی کامل نفی کرکے دیکہ لے۔ فقط اثبات پر پہنچ جائے گا لا الہ کے ساتہ ہی الا اللہ کا نقش ظاہر ہوجاتا ہے اور الا اللہ کے کہنے کے ساتہ ہی لا الہ کی فلسفی سمجہ میں آجاتی ہے۔ اگر ایک طالب علم اسکول میں داخل ہونے کے وقت یہ سمجہ لے کہ اوسے سب کچہ آتا ہے تو اوس کا داخلہ اسکول فضول ثابت ہوگا کیونکہ وہ سب کچہ جانتا ہے اب حاصل کیا کریگا لیکن اگر وہ یہ جانتا ہے کہ میں کچہ نہیں جانتا تو وہ بہت کچہ حاصل کرسکے گا پہلی صورت اثبات کی ہے اور دوسری نفی کی صفر صرف ایک نقطہ ہوتا ہے گویا شکل عدم ہے بمقابلہ ہندسوں کے لیکن جب ایک کے ساتہ لگایا جاتا ہے تو نو گنا اوسکی طاقت زیادہ کردیتا ہے۔ اسی طرح نفی بہی ایک نقطہ ہے جب اوس سے کام لیا جاتا ہے تو وہ بہی نو گنا طاقت پیدا کرتی ہے مذہبی۔ اور قومی دونوں رنگوں میں نفی اور اثبات کی ضرورت ہے اگر مذہب میں مذہبی صوفیوں کی ضرورت ہے تو دنیاوی کاموں میں بہی دنیاوی صوفیوں کی ضرورت ہے قوم بہی جب تک عمل نفی سے آشنا نہو اثبات تک نہیں پہنچتی ہے جبتک قوم صوفیت میں کمال نہ حاصل کرے گی تب تک اثبات کی وارث نہیں ہوسکتی ہے

[illegible] کا ہمیں سلیقہ دانی نہ ملے گا   اس مطلع برجستہ کا ثانی نہ ملے گا۔

رباعیات شمس

ہر گل کی زباں پہ گفتگو تیری ہے
غنچہ کے دہن میں بھی یہ بو تیری ہے
پھر کیوں نہ رہے شمس کو امید کرم
قرآں میں صدائے لا تقنطو تیری ہے

دیگر

اے وہ کہ تجھے کہتا ہے عالم ستار
اے وہ کہ تجھے کہتے ہیں بندے جبار
موسیٰ کی طرح مجکو بھی مدہوش بنا
اے دو نو جہان کے بادشاہ ومختار

دیگر

افسانہ ترا باغ جناں میں دیکھا
جلوہ ترا ہر کون و مکاں میں دیکھا
اے شاہ توکل مرے ہادی آقا
شہرہ ترا مشہور جہاں میں دیکھا

دیگر

پہنتے تھے جو اطلس و گلبدن
خجل جن سے تھا شمس سرو چمن
نہ سوتے تھے جو فرش گل پہ کبھی
تہ خاک سوتے ہیں وہ سیم تن

دیگر

صاحب زر نہ رہا اور تونگر نہ رہا،
قطب کوئی نہ رہا اور پیمبر نہ رہا،
میں کیا رہوں اے شمس کہ اس دنیا میں
جبکہ خسرو نہ رہا اور سکندر نہ رہا

دیگر

اک روز یہاں سے سب کو جانا ہوگا
اور قبر میں جاکے گھر بنانا ہوگا
دن حشر کے جب شمس کی ہوگی شدت
ابر رحمت کا شامیانہ ہوگا۔

شمس انبالوی

قدرت میرے ہاتھ میں

گنہگار، خطاؤں کی پوٹ۔ ابن آدم۔ خاک کا پتلا۔ میں ایک بشر ہوں۔ تم بھی جانتے ہو۔ میں بھی جانتا ہوں کہ کس قدر قصور میری ہستی سے نمودار ہوئے تم نے مجکو آزمایا۔ میں نے تم کو دیکھا۔ ایک بار نہیں ہزار دفعہ محبت کے رشتہ کو کتنی مرتبہ خفقان کی چھری سے کاٹا۔ گو وہ نہ کٹ سکا۔ مگر زخمی ضرور ہوا۔ میرے خیالات۔ میرے حالات۔ میرا ظاہر۔ میرا باطن۔ تم سے پوشیدہ نہیں۔ جو عیاں تہا وہ بھی تمکو معلوم۔ جو مخفی تہا اس سے بھی تم خبردار۔ برسوں یکجائی رہی۔ آنکھہ کی۔ کان کی۔ ہاتہہ کی۔ پاؤں کی۔ زبان۔ اور ہونٹ کی۔ اور خبر نہیں اور کس کس کی۔

مگر تم نے دیکھہ بھال کے قول دیا۔ جان بوجہہ کر پیمان وفا باندہا۔ اور کہا میں تیرا ہو کر رہوں گا۔ اور اپنا بنا کر رکھوں گا یہ کہہ کر طاقت اور قدرت کی کنجیاں میرے حوالے کر دیں۔ اپنا سب کچھہ سونپ دیا۔

مینے یہ دیکھکر گرد و پیش کے تعلقات توڑ ڈالے تمھاری زنجیر سے ہاتہ پاؤں اور دل کے گلے کو باندھ لیا۔ تمھاری یاد کو بقائے زندگانی کا ذریعہ ٹہیرایا۔ تمھاری اطاعت و فرمان پذیری کے آگے جھک گیا۔ جو کہا وہ کیا جدہر چلے اسی سمت چلتا رہا۔

کچھہ یاد ہے۔ وہ اندہیری راتیں جن میں میں جاگتا تہا اور تم کو جگاتا تہا اور وہ گرمی کے دن جبکہ میں تمھاری خاطر اپنے جسم کو پسینہ میں ڈبوتا تہا۔ وہ سردی کے سناٹے جن میں تمھاری مدارات کی جاتی تہی:

تم کہتے تھے آہا یہ کیسے اچھے دن ہیں۔ میں کہتا ہاں میاں یہ زمانہ ہر ایک کو نصیب نہیں ہوتا۔ تم مجھہ پر فدا تھے۔ میں تم پر نثار رہتا۔ آسمانی آبادی رشک کرتی تھی۔ بازؤں کے فرشتے نیکی بدی کے علاوہ ایک تیسری چیز درج رجسٹر کرتے تھے *

اسی زمانہ میں جبکہ میں نے سمندر کی یورشوں سے نجات پائی۔ تم نے کہا تہذیبی میں تیری یاد میں بے چین تہا۔ تو کہاں تہا۔ تو آ گیا؟۔۔

اب کیا ہوا جو تم مجھہ سے بیزار ہو۔ اگر خطاداری اور غلط کاری باعث حجاب ہے تو یہ پہلے ہی تہی کہہ چکا ہوں کہ تم نے آزمایا تہا۔ اور خصلت وعادت کو پہچان گئے تہے *

اب تم مجھہ سے بچتے ہو۔ بہانہ کر کے ٹالتے ہو۔ ظاہرداری کی رسموں سے بہلاتے ہو۔ اسکو؟ جو تمہاری دی ہوئی قوت عرفان سے غیب کا مشاہدہ کرتا ہے جو باوجود سیہ کاری وعصیان آبی کے زبردست طاقت۔ ہوش و دانش کی رکہتا ہے۔

آج اگر تم ناقص اور تمہاری شان کو نہ سمجھنے والی ہستی کو اپنا بناتے ہو اور تاج حکمرانی اس کے سر پر رکھتے ہو۔ آج اگر تم کو یہہ خیال ہے کہ قدیمی رشتہ توڑنے سے منظر کائنات کی نمایش بڑھ جائے گی تو میں ادب سے کہوں گا کہ انصاف کا خون ہو جائیگا۔ اور لطف رعنائی و کبریائی ہاتھہ سے جاتا رہے گا۔

یاد تمہاری ہے اسکو سامنے لاکر سوچو قدرت تو تم مجھکو دے چکے ہو۔ میں ہجوم اندوہ میں اپنے ہاتھہ کی قدرت کو گردش دونگا۔ اور ناقص العقل ہستی کو خاک وخون میں ملا دونگا۔ پھر نہ کہنا کہ وفاداری و دلداری کے خلاف کیا۔ میرا دل پک گیا ہے۔ میرا جگر ڈکہہ گیا ہے۔

(۲)

مسلمان ہوں جب نعمتوں کو پورا کرنے کا وعدہ کر چکے ہو۔ حجازی ہوں جسکی دلجوئی کا قول ہار چکے ہو۔ مست الست ہوں جس کے بلے کو قرآن میں شائع کر چکے ہو۔ وہ وجود ہوں جسکی پشت پہ مہر اسرار کے نشان ہیں۔ منکر اور ناشناس دوزخیوں کو مجھ پہ مسلط نہ کرو اپنی فرقت کی آگ میں مت جلاؤ۔ رقابت کی آتش میں نہ ڈالو۔ کوئی قصور ہوا ہے تو چشم کرم کو پھیر لو۔ اسی میں کام تمام ہو جائیگا دوسروں کے سامنے ذلیل و رسوا نہ کرو۔ مانتا ہوں کہ یہ سب کچھ نگاہ قہر کی کارسازیاں ہیں۔ مگر قہر اپنی ذات تک محدود رکھو۔ تمہاری رحیم سرکار سے پھر ایک نہ ایک دن ملاقات کی توقع ہو سکتی ہے۔ ان خود غرض بندۂ حرص و ہوس اجسام۔ ان نمو دینے اور فراموش کار افراد کے ہاتوں میں نہ ڈالو۔ جنھوں نے تمہارے دلدادہ کو جوتیوں میں ڈال رکھا ہے۔ اور اجازت دو کہ میں بھی انتقام کے لیے باہر آؤں۔ اور اس خس و خاشاک کو نابود و فنا کر کے دکھاؤں کہ ابھی تمہاری دی ہوئی قدرت میرے ہاتھ میں

شیفتۂ ازل حسن نظامی

نظام المشائخ کے پچھلے پرچے محرم ۱۳۳۱ھ سے پہلے پہلے کے اب بہت تھوڑے رہ گئی ہیں غالباً اگلے مہینے ہمیں اعلان کرنا پڑیگا کہ ایک بھی باقی نہیں رہا۔ لہذا آپ ان کے منگانے میں تاخیر نہ کریں ورنہ پچھتائیں گے قیمت بجائے ۴ر کے ۲ر ہے

اور یہ وعدہ کہ پسند نہ آئے تو واپس بھیج دیجئے۔ اجتناً دو چار نمبر طلب فرما کر دیکھئے نقصان ۱
کسی صورت میں نہیں ہے۔

المشتہر منیجر نظام المشائخ۔ دھلی

مشرکین جن چیزوں کی خدا کے سوا پرستش کرتے ہیں ان کی کرامات کی نسبت بیہودہ اور دور از کار افسانے تراشتے ہیں مختلف معبودان باطل کے پوجاری اپنے اپنے معبودوں کو ترجیح دینے کے لیے مختلف روایات و حکایات بیان کرتے ہیں۔ ان میں باہمدگر رقابت و مخاصمت ہوتی ہے مشرکین کے عقائد فاسدہ کا نتیجہ فسق و فجور اور شر و فساد ہوتا ہے اسی بنا پر اسلام نے شرک کو ناقابل عفو اور اکبر الکبائر گناہ قرار دیا ہے ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ ویغفر ما دون ذلک لمن یشاء ومن یشرک باللہ فقد ضل ضلالا بعیدا (سورۃ النساء پ ۵ ع ۶)۔ اللہ یہ گناہ تو معاف کرتا نہیں کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک گردانا جائے اور اس سے کم جس کو چاہے معاف کرے اور جس نے اس کے ساتھ شریک گردانا وہ راہ راست سے بڑی دور بھٹک گیا۔

شرک کے معنے ہیں کسی کے ساتھ ساجھی کرنا (۱) اللہ کی ذات (۲) اللہ کی صفات (۳) اللہ کے افعال کا کسی کو ہمتا بنانا (۴) اللہ کی عبادت جس طرح کی جاتی ہے اسی طرح کسی دوسرے کی عبادت و تعظیم کرنا۔ ایسی کوئی قوم پیدا نہیں ہوئی ہے جس نے خدا کی ذات جیسی کوئی ذات مانی ہو۔ اسی لیے انبیاء علیہم السلام نے خدا کی ذات کی توحید کا بیان کم فرمایا ہے۔ صرف ایک قوم ہے جو ثنویہ کہلاتی ہے وہ یزدان و اہرمن مانتے ہیں۔ صفات الٰہی میں بھی لوگوں نے شرک کم کیا ہے۔ خدا کے افعال میں بھی لوگوں نے شرک کم کیا ہے مشرکین بھی مانتے تھے کہ زمین و آسمان کو خدا ہی نے پیدا کیا ہے ہاں چوتھی قسم کا شرک جو شرک فی العبادت ہے اسی شرک کے استیصال اور قلع قمع کے لیے انبیاء علیہم السلام مبعوث ہوئے بتوں درختوں دیویوں اور دیوتاؤں وغیرہ سے مشرک مرادیں مانگتے ہیں اور ان کے آگے سجدہ کرتے ہیں اور یہی اکبر الکبائر اور ناقابل عفو گناہ ہے فاجتنبوہ لعلکم تفلحون ؁

نور الدین - از گوجرانوالہ

تازہ نعتیں

(۱)

(از جناب مولانا محمد عزیز اللہ شاہ صاحب صفی۔ پوری)

جو آجتک نہیں پہونچے تو کاش کل جاتے   مدینہ دیکھکے سب حوصلے نکل جاتے
وہ نور پاک جو چمکا ہے روئے احمدؐ میں   اوٹھاتے گر یہ امانت پہاڑ ٹل جاتے
ملائکہ نے اونہیں آنکھ بھرکے کب دیکھا   جو دیکھتے وہ تجلی کہیں تو جل جاتے
جو شیخ اونکی گلی سے حرم کو لیجاتے   زمیں پہ لوٹ کے طفلانہ ہم مچل جاتے
پتا نے کچھ مزہ احمدؐ کے عشق کا آدمؑ   بہشت پاک میں زلت سے گر سنبھل جاتے
وہ مے عشق دکھاتا جو ماجرائے ظہور   تو اک حباب کے سانچے میں چرخ ڈھل جاتے
انہیں کی وجہ سے ہم نے یہ آبرو پائی   نہوتے وہ تو فرشتوں کے جور چل جاتے
دہواں جو پاتے تو کاجل بناتے اہل نظر   گر اونکی بزم میں ہم شمع ساں پگھل جاتے
نہ کرتے حفظ مراتب جو ان کے در کی گدا   ہزاروں افسر شاہی وہاں اچھل جاتے
عزیز پانوں سے چل کر نہ گئے تو کیا   ہے آرزو کہ مدینے کو سر کے بل جاتے

(۲)

از جناب مولوی حکیم محمد عمر صاحب فصیح الدہلوی

بیاں کیا کیجئے شان محمدؐ   دو عالم ہے ثنا خوان محمدؐ
خدا تو اوس کا خیر الحافظین تہا   ملائک تھے نگہبان محمدؐ
بشادابی دل رہتے ہیں سیراب   ہوا خواہان بستان محمدؐ
حبابہ جانتے ہے قصر قیصر   نظربازی دربان محمدؐ

نزولِ مائدہ جس پر ہے سما سے — ملے گر ریزۂ خوانِ محمد ﷺ
خدائے پاک کے جو ہیں ادب داں — وہی تو ہیں ادب دانِ محمد ﷺ
نہ بازی لے گیا کوئی یہاں سے — یہ میدان ہے وہ میدانِ محمد ﷺ
جرائم کی سزا سے بچ گیا وہ — چھپا جو زیرِ دامانِ محمد ﷺ
سراسر ہیں ادب آموزِ عرفاں — ادیبانِ دبستانِ محمد ﷺ
بجان و دل ہیں جس کے سب فدائی — وہ ہے ذیقدر دربانِ محمد ﷺ
بیاں میں جسقدر آئے کسی کے — ہے اوس سے بھی بڑی شانِ محمد ﷺ
ثناگوئی ہے میرا فخرِ ذاتی — میں اردو میں ہوں حسّانِ محمد ﷺ

تصدق گر فصیح خستہ جاں ہے
میں قرباں بجنبۂ فرمانِ محمد ﷺ

نعت

التجا بحضورِ سرورِ دوسرا

حبیبِ خاصِ خداوندِ دو جہاں نظرے — مکینِ عرش مکاں نورِ کن فکاں نظرے
فتادہ ایم بسوئے تو اے سرِ آفاق — بسوئے خستۂ مسکین و ناتواں نظرے
مرا چو لافِ غلامی تست اے سرور — بحالِ زارِ غلامانِ ناکساں نظرے
ہزار جان و تن من فدائے خاکِ درت — فگن ز لطف تو اے شاہِ دلبراں نظرے
فتادہ است ز عشقِ تو شور در عالم — ز چشمِ رحمتِ خود سوئے عاشقاں نظرے
کجا روم بہ کہ گویم کہ حالِ ما چون است — دوائے دردِ دلِ خستہ بیدلاں نظرے

ذلیل بندہ نواز سگانِ کوئے تو ہست
بہ شیرِ عاجز و حیز و ناتواں نظرے

مرتضیٰ شیر

یادداشت کے لکھے تھے، اس کی فرمایش سے امیر صاحب نے اسکو نظم کا لباس پہنایا، اور عشقیہ نام رکھا، چار مہینے میں تمام ہوئی، ۴۲۰۰ شعر تھے خضر خاں کے مرنے پر دولرانی کو جو واقعات پیش آئے، اُن کو لکھا تو ۳۱۹ شعروں کا اضافہ ہوا ۷۱۵ھ میں تمام ہوئی

افضل الفوائد	خواجہ نظام الدین اولیا کے ملفوظات ہیں،
اعجاز خسروی	نثر نویسی کے اصول اور قواعد منضبط کیے ہیں، اور سیکڑوں صنعتیں اختراع کی ہیں، ۷۱۹ھ میں تمام ہوئی۔ تین جلدوں میں ہے،
تغلق نامہ	غیاث الدین تغلق کے حالات اور فتوحات ہیں
خزائن الفتوح	سلطان علاء الدین کی فتوحات ہیں،
مناقب ہند، تاریخ دہلی،	ان کتابوں کا ذکر دولت شاہ نے کیا ہے

دولت شاہ نے لکھا ہے کہ ان تصنیفات کے علاوہ فن حساب، اور فن موسیقی میں بھی اُن کی تصنیفیں ہیں،

شاعری امیر صاحب اگرچہ ہندی نژاد تھے، لیکن ایرانی شعرا کو بھی اُن کی شاعری اور زباندانی کا اعتراف کرنا پڑا۔ جامی بہارستان میں لکھتے ہیں کہ خمسہ نظامی کا جواب، خسرو سے بہتر کسی نے نہیں لکھا، طوطی ہند جو اُنکا خطاب تھا، ایرانی بھی اسی خطاب سے اُن کو یاد کرتے ہیں،

عرفی

روح خسرو ازیں پارسی شکر دادم ❊ کہ کام طوطی ہندوستاں شود شیریں

خواجۂ نظم: شکر شکن شوند ہمہ طوطیان ہند زیں قند پارسی کہ بہ بنگالہ میرود

آذری نے جواہر الاسرار میں لکھا ہے کہ شیخ سعدی شیرازی خسرو سے ملنے کے لیے شیراز سے دلّی میں آئے، اگرچہ یہ روایت قرین قیاس نہیں، اور بعض تذکرہ نویسوں نے صراحۃً اس واقعہ سے انکار کیا ہے، تاہم اس سے اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ آذری کے نزدیک خسرو اس پایہ کے شخص تھے کہ سعدی کا ان کی ملاقات کے لیے سفر کرنا ممکن تھا اور اس قدر تو تمام مورخین اور تذکرہ نویسوں کو تسلیم ہے کہ جب سلطان شہید نے سعدی کو شیراز سے بلایا تو انہوں نے بڑھاپے کا عذر کیا اور لکھ بھیجا کہ خسرو جوہر قابل ہیں، ان کی تربیت کیجائے اسوقت ان کی عمر بتیس ۳۲ برس سے زائد نہ تھی،

تاہم بعض بعض ایرانی شعرا قومی تعصب کو چھپا نہیں سکے، جلیدا ایک شاعر جو امیر صاحب کا معاصر ہے کہتا ہے:-

غلط فتاد خسرو راز خامی کہ سکبا پخت در دیگ نظامی

امیر صاحب کی شاعری قدرتی تھی، وہ ماں کے پیٹ سے شاعر پیدا ہوئے تھے، ان کے باپ دادا، شاعری سے کسی قسم کا تعلق نہ رکھتے تھے، بلکہ قلم کے بجائے تیغ سے کام لیتے تھے، تاہم امیر کے دودھ کے دانت بھی نہیں ٹوٹے تھے کہ ان کی زبان سے بے اختیار شعر نکلتے تھے، دیباچۂ غرۃ الکمال میں خود لکھتے ہیں،

"درآں صغر سن کہ دنداں مے افتاد، سخن می گفتم و گوہر از دہانم میریخت"،

دیوان تحفۃ الصغر کے دیباچہ میں لکھتے ہیں،

"چوں مرا استاد سے سر آمدہ بر سر نیامدہ بود کہ بر سر دقائق

داں شدے وآہوئے مشکبار قلم را از سواد خطا باز آورد ے"

ایک مدت تک یوں ہی بطور خود کہتے رہے، استاد کے بجائے اساتذہ کے دیوان کو سامنے رکھکر ان کا تتبع کرتے تھے جس دیوان کا مطالعہ کرتے تھے اسی انداز پر کہنا شروع کرتے، خاقانی کا کلام دیکھا تو بہت مغلق نظر آیا، اس کے الفاظ حل کیے، لیکن خود تحفۃ الصغر میں لکھتے ہیں کہ اس کا تتبع نہ ہوسکا، پہلا دیوان بالکل بے اصلاحی ہے، امیر صاحب اسکو مرتب کرنا بھی نہیں چاہتے تھے، لیکن بھائی کی خاطر سے مجبور ہوگئے،

لیکن بالآخر وہ اپنا کلام اساتذہ کو دکھلانے لگے۔ ہشت بہشت کے خاتمہ میں تصریح کی ہے کہ یہ کتاب شہاب کی اصلاح یافتہ ہے، شہاب کی بہت نہایت تعریف کی ہے۔ پھر لکھتے ہیں،

من بدو عرضہ کردہ نامۂ خویش	او بہ اصلاح راند خامۂ خویش
دید ہر نکتہ را رقم بہ رقم	رنج بر خود نہاد و منت ہم
نظرے تیز کرد و موئے شگاف	نے بہ عمیا نظارہ بگذاف
ایں دقائق کہ شد ز مغز شِ پوست	مو بمو شعر بیں ز کردۂ اوست
سمع من یافتہ ضیا از وے	مس من گشتہ کیمیا از وے
ہر چہ او گفت من نہادم گوش	بر کشیدم مگس ز شربت نوش
وانچہ نبود و من نہ جستم پے	عیب آں بر من است نہ بر وے
یارب او چوں بہ پیچ نامۂ من	بُرد بیروں خطائے خامۂ من
نامۂ او کہ حسن زجانش باد	در قیامت خط امانش باد

اخیر کے شعروں سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچوں مثنویاں شہاب کی اصلاح دادہ ہیں، یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ امیر صاحب نرے مقلد نہ تھے، جہاں ان کو

اصلاح کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی تھی وہاں استاد کی رائے تسلیم نہیں کرتے تھے، گو ادب کا پاس اب بھی ملحوظ رہتے تھے ع

عیب آں بر سن ہست نہ بروے،

کیا عجیب بات ہے وہ استاد جس کے دامن تربیت میں آپ جیسا شخص پلکر بڑا ہو، آج اس کا نام و نشان تک معلوم نہیں،

معاصر استادوں کے علاوہ امیر صاحب نے قدیم اساتذہ سے بھی بہت فیض حاصل کیا ہے وہ اُن کے کلام کو سامنے رکھ کر لکھتے تھے، اور اسی طرح اس سے فائدہ اٹھاتے تھے جس طرح کوئی شاگرد زندہ استاد سے شاعری سیکھتا ہو اسی بنا پر لیلیٰ مجنون میں نظامی کی نسبت لکھتے ہیں،

زندہ است بمعنی او استادم ورنیست تنش حیات ادم

شیخ سعدی سے استفادہ کا اشارہ کرتے ہیں،

خسرو مست اندر ساغر معنی بریخت شیرہ از خمخانۂ مستی کہ در شیراز بود

تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے کہ امیر صاحب جوانی کے جوش میں اکثر اساتذہ کی شان میں گستاخی کرتے تھے چنانچہ جب مطلع الانوار لکھتے ہوئے یہ شعر کہا،

کوکبۂ خسرویم شد بلند زلزلہ در گور نظامی فگند

تو غیب سے ایک تلوار نکلی، اور خسرو کی طرف بڑھی خسرو نے حضرت خواجہ نظام الدین اولیا کا نام لیا، دفعۃً ایک ہات نمودار ہوا اور اس نے آستین تلوار کے سامنے کر دی، تلوار آستین کو کاٹتی ہوئی ایک بیری کے درخت پر جا لگی، واللہ اعلم

خسرو نے مطلع الانوار ۶۹۸ھ میں لکھی ہے، اسوقت ان کی عمر ۴۷ برس کی ہو چکی تھی یہ شباب کا زمانہ کہاں ہے شباب کے زمانہ میں انہوں نے غرۃ الکمال مرتب کیا ہے اس کے دیباچہ میں صاف لکھتے ہیں کہ میں مثنوی میں

لہ یہ واقعہ جسقدر عقل کے خلاف ہے اسیقدر تاریخ کے بھی مخالف ہے ۱۲

نظامی کا پیرو اور شاگرد ہوں

اسی زمانہ میں قران السعدین لکھی اُس میں لکھتے ہیں۔

نظم نظامی بہ لطافت چو دُر | وز دُر او سر بسر آفاق پُر
پختہ از وشد چو معانی تمام | خام بود پختن سودائے خام
بگذر ازیں خانہ کہ جائے تو نیست | دیں رہ باریک بہ پائے تو نیست
کالبدست او ری وجان اندروست | ہر چہ توانی بہ ازاں اندروست
تابود ایں سکہ بہ عالم درست | بر تن تو کے بود ایں شقہ چست
ثنوی اوست ثنائے بگوئے | بشنوش از و درو دعائی بگوئے
ایں ہمہ زانصاف نگر در نیست | گرتو نہ بینی دگرے کور نیست

نظامی کی نسبت لیلےٰ مجنوں میں لکھتے ہیں۔

زندہ است بہ معنی او ستادم | درسیت منش حیات دادم

غرض امیر صاحب نے کبھی اساتذہ کی استادی سے انکار نہیں کیا وہ تمام استادوں کا نہایت ادب کرتے تھے مطلع الانوار میں جو کہدیا ہے وہ ایک اتفاقیہ فخریہ جوش تہا جس سے نظامی کی تحقیر منظور نہ تھی۔

امیر صاحب کے حالات شاعری میں یہ سب سے عجیب تر واقعہ ہے کہ وہ اپنے کلام پر آپ ریویو کرتے ہیں، اور ایسی بے لاگ رائے دیتے ہیں کہ اُن کا دشمن سے دشمن بہی ایسی آزادانہ رائے نہیں دے سکتا، قران السعدین میں اُنہوں نے کیقباد اور بغرا خاں کا حال لکھا ہے، لیکن اصلی واقعہ کو چھوڑ کر خاص خاص چیزوں کی تعریف میں اس قدر مصروف ہوجاتے ہیں کہ واقعات کا سلسلہ بالکل ٹوٹ جاتا ہے اور کلام نہایت بے ربط ہوجاتا ہے، اس عیب کو خود ظاہر کرتے ہیں:۔

وصف براں گونہ فرو ماندہ ام | کز غرض قصّہ فرو ماندہ ام
عیب چناں نیست کہ بنہفتہ ام | کانچہ بگویند ہمہ گفتہ ام
چوں منم اندر قلبِ کانِ خویش | معترف عجز بنقصانِ خویش
عیب یکے نیست کہ جویند باز | چوں ہمہ عیب است چگویند باز

عزۃ الکمال کے دیباچہ میں لکھتے ہیں کہ شاعر کی ۳ قسمیں ہیں،

اُستاد تمام، جو کسی طرز خاص کا موجد ہو، جیسے حکیم سنائی، انوری، ظہیر، نظامی

اُستاد نیم تمام، جو کسی طرز خاص کا موجد نہیں، لیکن کسی خاص طرز کا پیرو ہو اور اُسمیں کمال بہم پہنچایا ہے،

سارق، جو اوروں کے مضامین چُراتا ہے، پھر لکھتے ہیں کہ اُستادی کی چار شرطیں ہیں

طرز خاص کا موجد ہو، اس کا کلام شعرا کے انداز پر ہو، صوفیوں اور واعظوں کے طریقہ پر نہو، غلیطاں اور لغزشیں نہ کرتا ہو،

یہ شرائط لکھکر فرماتے ہیں کہ میں درحقیقت اُستاد نہیں، اس لیئے کہ چار شرطوں میں سے مجھ میں صرف دو شرطیں پائی جاتی ہیں، یعنی میں سرقہ نہیں کرتا، اور میرا کلام صوفیوں اور واعظوں کے انداز پر نہیں، لیکن دو شرطیں مجھ میں موجود نہیں، اوّل تو میں کسی طرز خاص کا موجد نہیں، دوسرے میرا کلام لغزشوں سے خالی نہیں ہوتا، خود اُن کے الفاظ یہ ہیں،

بندہ را ازاں چار شرط اُستادی کہ گفتہ شد، اول شرطے کہ
ملکِ طرز است بر حکم ماجرائے کہ در محبرا قلم جریاں یافت،
کہ چندیں اُستاد را متابع کلمات بودہ ام،

چوں پس رو طرز ہر سوادم
پس شاگردم نہ اُستادم

وشرط دوم آنکه در نافۂ سواد بوئے خطانہ باشد از ان نیز دم نتوانم زد، کہ
نظم بندہ اگرچہ بیشتر روان است، اما بجا بجا در غزل ولغز تعریبی نی ہم است
دریں دو شرط معترفم کہ از لاف استادی قرعۂ برفال نتوانم غلطانید،
کیا دنیا میں اس سے زیادہ کوئی انصاف پرستی اور بےنفسی کی مثال مل سکتی ہے،
میر صاحب کے کلام پر ریویو کرنے کے لیے اس سے زیادہ بڑھکر کیا دلیل راہ ہو سکتا ہے،
امیر صاحب نے یہ بتادیا ہے کہ وہ اصناف سخن میں سے کس صنف میں، کس کے
پیرو ہیں تفصیل اس کی یہ ہے،

غزل، سعدی، مثنوی، نظامی
مواعظ وحکم، سنائی وخاقانی، قصائد، رضی الدین نیشاپوری وکمال اسمعیل خلاق المعانی

لیکن لغزشیں کون بتائے؟ یہ کس کا منہ ہے، ہم دبی زبان سے صرف
اس قدر کہہ سکتے ہیں کہ بعض کلام میں (قران السعدین و اعجاز خسروی) لفظی
رعایت بہت ہے جو ضلع جگت کی حد تک پہنچ گئی ہے، اور بعض جگہ بالکل
تکلف اور آورد ہے،

امیر صاحب نے شعر و شاعری کے متعلق دیوان کے دیباچے میں بہت سے نکتے لکھے ہیں
جنسے اس فن کے متعلق مفید نتائج حاصل ہو سکتے ہیں۔ غرۃ الکمال کے دیباچہ میں اس پر بحث کی ہے
کہ فارسی اور عربی شاعری میں کسکو ترجیح ہے فیصلہ فارسی کے حق میں کیا ہے اور اسکی یہ دلیلیں لکھی ہیں
(۱) عربی میں ایسے زحافات ہیں کہ اگر فارسی میں ہوں تو کلام ناموزوں ہو جائے
اس سے ثابت ہوتا ہے کہ فارسی کے اوزان ایسے منضبط اور لطیف
ہیں کہ ذراسی کمی بیشی کی برداشت نہیں کر سکتے،
(۲) عربی زبان میں ایک ایک چیز کے لیے متعدد مترادف الفاظ ہیں اسلئے
شاعری آسان ہے، ایک لفظ کسی وزن یا بحر میں نہ کھپ سکا تو دوسرا

موجود ہے، بخلاف اس کے فارسی میں نہایت محدود الفاظ ہیں، باوجود اس کے فارسی شعرا پر میدان شاعری تنگ نہیں،

(۳) عربی زبان میں صرف قافیہ ہے، ردیف نہیں،

اب غور کرو عربی زبان کو متعدد طرح کی وسعت حاصل ہے، وزن اتنا وسیع کہ جتنے زحافات چاہیں استعمال کرتے جائیں لفظوں کی یہ بہتات کہ ایک لفظ کے بجائے دوسرا، اور دوسرے کے بجائے تیسرا موجود ہے، ردیف کی سرے سے ضرورت ہی نہیں، نرے قافیہ پر مدار ہے، جسقدر قافیے ملتے جائیں کہتے جاؤ، ان سب وسعتوں کے ساتھ، عربی شاعری فارسی شاعری پر غالب نہیں آسکتی اس کے علاوہ عرب کا شاعر اگر ایران میں آئے اور برسوں قیام کرے تاہم فارسی زبان میں شعر نہیں کہہ سکتا، لیکن ایران کا شاعر بے تکلف عربی میں شاعری کر سکتا ہے، زمخشری اور سیبویہ عجمی تھے لیکن زباندانی میں عرب عربا سے کم نہ تھے، فارسی کے وجوہ ترجیح لکھکر کہتے ہیں کہ اور بہت سے وجوہ ہیں لیکن میں اس لیے قلم انداز کرتا ہوں کہ کوئی مذہبی تعصب کے پردے میں مخالفت پر نہ آمادہ ہوجائے،

امیر خسرو فن شاعری میں جن خصوصیات کے لحاظ سے ممتاز ہیں، ان کی تفصیل حسب ذیل ہے،

(۱) ایران میں جسقدر شعرا گذرے ہیں، خاص خاص اصناف شاعری میں کمال رکھتے تھے، مثلاً فردوسی و نظامی، مثنوی میں، انوری، اور کمال قصائد میں سعدی، اور حافظ غزل میں، یہی لوگ جب دوسری صنف میں ہاتھ ڈالتے ہیں، تو پھیکے پڑجاتے ہیں، بخلاف اس کے امیر صاحب قصائد، مثنوی، اور غزل تینوں میں ایک درجہ رکھتے ہیں، مثنوی میں

نظامی کے بعد آج تک ان کا جواب نہیں ہوا، غزل میں رہ سعدی کے دوش بدوش ہیں، قصائد میں ان کی چنداں شہرت نہیں ہوئی، لیکن کلام موجود ہے، مقابلہ کر کے دیکھ لو، کمال، اور ظہیر سے ایک قدم پیچھے نہیں تفصیل اس کی آگے آتی ہے،

(۲) ایشیائی شاعری پر یہ عام اعتراض ہے کہ خاص خاص چیزوں پر نظمیں نہیں لکھی گئیں، مثلاً، قلم، کاغذ، کشتی، دریا، شمع، صراحی، جام خاص خاص میووں اور پھولوں وغیرہ وغیرہ پر ایسی مسلسل اور لمبی نظمیں نہیں ملتیں، جن سے انکی تصویر آنکھوں میں پھر جائے، امیر صاحب نے ایشیائی شاعری کی اس کمی کو پورا کر دیا ہے، انہوں نے قرآن السعدین میں اکثر اسی قسم کی نظمیں لکھی ہیں، اور اس کتاب سے ان کا بڑا مقصد اسی قسم کی شاعری کا نمونہ قایم کرنا تھا چنانچہ خود فرماتے ہیں۔

بود دراندیشۂ من چند گاہ کز دلِ دانندۂ حکمت پناہ
چند صفت گویم و تابش دہم مجمع اوصاف خط ابش دہم
طرز سخن را روشش نو دہم سکہ ایں ملک بہ خسرو دہم
سکہ خود زیں فن اندیشہ زائے تا نہ فتانم نہ نشینم ز پائے
وصف نہ زاں گونہ شد از دل برون کاں دگرے را بدل آید کہ چوں

اس قسم کی شاعری کا نام امیر صاحب نے وصف نگاری رکھا، اور یہ نہایت موزوں نام ہے، اگرچہ افسوس ہے کہ زمانہ کے مذاق کے لحاظ سے اس میں نیچر کا پورا رنگ نہیں آیا، بلکہ تکلف اور مضمون آفرینی کا رنگ چڑھا ہے، تاہم جسقدر ہے غنیمت ہے،

کاغذ کی تعریف

کاغذ شامی[۱] نسب و صبح وام آنکہ شد آرایش صبحش ز شام

[۱] معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ تک کاغذ شام سے آتا تھا ۱۲

سادہ حریرے ولے اصلش زخویش   با قصب خرشدہ پیوند وخویش
تاسے حریر آمدہ اندر نورد   طرفہ حریرے کہ تواں جزو کرد
آمدہ اجزاش فراہم زآب[۵]   لیک پراگندگیش ہم زآب
بسکہ شد از کوبش بسیار پست   پشت دوتا گردش از یک شکست
گر بود از دستہ تیغش گزر   گردہد از تیغ بہ مقراض سر
گر خلہ سوزن مسطر کشد   گرشش رشتہ دفتر کشد
حرف بہ حرف از قلم آرد سخن   لیک بہ پیچد ہمہ بر خویشتن

بہت سے شعر لکھے ہیں، ہم نے قلم انداز کر دیئے،

کشتی کی تعریف

ساختہ از حکمت کار آگہاں   خانہ گردندہ بہ گرد جہاں
آوردہ حکم خدائے حکیم   خانہ رواں، خانگیانش مقیم
اہل سفر راہمہ بروے گذر   ہمرہ او ساکن و او در سفر
جاریہ ہند زبانش سلیم   حامل چندیں بچہ لیکن عقیم
بیشتر از مرغ پرد، در کشاد   بیشتر از باد رود، روز باد
رفتہ دو منزل بہ دمے بل و چند   بارسن و سلسلہ و تختہ بند
ہمچو کلنگاں بہ ہوا سرفراز   پرچو عواصل ز دو سو کردہ باز
ہر طرفش رہ بہ شتاب دگر   ہر قدمش بر سر آب دگر
گرچہ بدریا گذرد بیش و کم   آب نباشد مگرش تا شکم
دست چو در آب فراز افگند   آب بدست آرد و باز افگند

[۵] اس سے ثابت ہوتا ہے کہ پہلے بھی اسی طرح کاغذ بناتے تھے کہ روئی اور کپڑے کے چیتھڑوں کو پانی میں بھگو کر پانی کی طرح سیال بنا لیتے تھے، پھر وہ خشک ہو کر کاغذ ہو جاتا تھا،

لطمہ نودہ بود رخ دریا بہ زور
آب از ان لطمہ بہ فریاد و شور

دررہ سیلے آب نداند شدن
کیست کہ بے آب تواند شدن

۳) تشبیہ شاعری کے چہرہ کا غازہ ہے، لیکن تقلید پرستی نے یہ حالت پیدا کردی تھی کہ جن چیزوں کی جو تشبیہیں ایک دفعہ قدما کے قلم سے نکل گیئں اُن کے سوا گویا دنیا کی تمام چیزیں بیکار تھیں،

امیر صاحب نے بہت سی نئی تشبیہیں خود پیدا کیں، چنانچہ غرۃ الکمال میں خود لکھتے ہیں،

تشبیہات نو بسیار است ایں مجمل جملہ را تحمل نتواند کرد، اما دو سہ نظیر برائے یاد کردن گردشدہ،

اس کے بعد دو تین مثالیں لکھی ہیں،

ز انتظار دو ماہی ساق تو صد چشم
بزیر ہر سر مو دارم چو دام ماہی گیر

مژہ ہائے گرد دل آویخت
کز ہائے دکان قصاب است

زہے خرامش آں نازنین بہ عیاری
کبوترے بہ نشاط آمدست پنداری

میر صاحب چونکہ ہندی زبان سے آشنا تھے اسلیے تشبیہات میں اُن کو برج بھاکا کے سرمایہ سے بہت مدد ملی ہو گی۔ اخیر شعر غالباً اسی سرمایہ کی خوشہ چینی ہے۔ فارسی شعرا معشوق کی رفتار کو کبک کی رفتار سے تشبیہ دیتے تھے، ہندی میں ہنس کی چال عام تشبیہ ہے، لیکن کبوتر مستی کی حالت میں جس طرح چلتا ہے وہ مستانہ خرام کی سب سے اچھی تصویر ہے،

قصیدہ، مثنوی، غزل میں انہوں نے جو جدتیں پیدا کیں، اُن کی تفصیل

علیحدہ علیحدہ عنوانوں میں آگے آتی ہے،

مثنوی مثنوی میں جیسا کہ وہ خود لکھتے ہیں، نظامی کے پیرو ہیں، نظامی کے پنج گنج میں تین قسم کی مثنویاں ہیں، رزمیہ، عشقیہ، صوفیانہ، امیر صاحب نے بھی تینوں مضامین کو لیا ہے اور ہر رنگ کو نظامی کے انداز میں لکھا ہے ایک ایک مثنوی پر ریویو کرنا خاص اُن کے سوانح نگار کا کام ہے۔ البتہ نمایاں مثنویوں کا ذکر کرنا ضروری ہے،

قرآن السعدین، یہ سب سے پہلی مثنوی ہے جو ۳۶۔ برس کی عمر میں لکھی! اس میں تکلف اور آورد بہت ہے لیکن باوجود اس کے اکثر جگہ نہایت بلند رواں اور برجستہ ہے، مثنوی کا قصہ نہایت بیہودہ تھا، یعنی باپ بیٹوں کی مخالفانہ خط و کتابت اور حملہ کی تیاری، بیٹا یعنی کیقباد نہایت گستاخ اور بے تمیز تھا، لیکن مشکل یہ تھی کہ وہی صاحب تخت تھا، اور اُسیکی فرمایش سے یہ مثنوی لکھی گئی، بیٹا یہ بھی چاہتا تھا کہ اُس کی گستاخیاں، جنکو وہ اپنی دلیری کے کارنامے سمجھتا تھا مفصل اور آب و رنگ کے ساتھ لکھی جائیں، اور یہ ثابت کیا جائے کہ باپ کے ہوتے، تخت سلطنت کا مستحق بیٹا ہے، اس جھوٹی منطق کو امیر صاحب نے جہانتک ہوسکا، خوب بنا ہے چنانچہ بیٹے کی زبان سے کہتے ہیں،

گرچہ گہر تاج ستان تو ام عیب مکن گوھر کان تو ام
در ہوس تاج ترا در سر است من گہرم تاج مرا در خود است
چوں سرم از بخت سرافراز گشت تاج تو بر تارک من باز گشت
تخت جہاں بہر تو برپائے کرد لیک بر آں تخت مرا جائے کرد
ملک بہ میراث نیابد کسے تا نزند تیغ و دوستی بسے
از تو اگر نام پدر روشن است خطبۂ جذ بین کہ بنام من است

ہر دو جہانم من و بخت من / با دو جہاں تیغ بہم در مزن
گرچہ بروئیت نہ کشم دست تیز / از پئے تعظیم تو شمشیر تیز
لیک تو دانی کہ چو کیں آورم / شیر فلک را بزمیں آورم
جز تو کسے گر دم ازیں در زدے / سرزنش تیغ منش سر زدے
لیک توئی چوں بہ پئے آں سریر / من ندہم گر تو توانی بگیر

باپ نے جو جواب لکھا ہے دیکھو کس طرح، حرف حرف، پدرانہ محبت کے نشے سے چور ہے،

اے نسب گشتہ سزائے سریر / وز پسری ہیچ پدر بے نظیر
گرچہ غبار است زکار تو ام / سرمہ چشم است غبار تو ام
تا تو نہ دانی کہ دریں گفتگوے / از پئے ملک است مرا گفتگوے
گرچہ توانم ز تو ایں پایہ برد / از تو ستانم بکہ خواہم سپرد
شکر کہ شد زندہ در ایام تو / من ز تو و نام من از نام تو
باشم بکامم کہ بہ کام تو ام / زندہ و نازندہ بنام تو ام
خواہمت از جاں کہ بپائے مرا / در تو بخواہی و نخواہی مرا
جز بہ تمنائے تو سودا م نیست / بہتر ازیں ہیچ تمنا م نیست
گرچہ کہ سلطان جہانم بہ ملک / تاج دہ و تخت ستانم بہ ملک
لیک چو دورم ز تو اے نیک بخت / نے خوشم از تاج و نہ شادم ز تخت
بخت من ار پائے بر افلاک سود / با تو چو یک دم نہ نشینم چہ سود

ان تحار آگداز، الفاظ نے بیٹے کے دل پر بھی اثر کیا، اب اس کا لہجہ بدل جاتا ہے اور فرزندانہ جوش محبت میں کہتا ہے،

من کہ گلے رستہ بلاغ تو ام / پرتوے از نور چراغ تو ام

گر ہمہ بر ماہ رسد افسرم — ہم بہ تہ پائے در شد سرم
زابروئے خود کن تو اشارت بہ چیں — من سر خاقان فگنم بر زمین
تاج ز من، سر ز تو افراختن — عاج ز تو، تخت ز من ساختن
ور بہ ملاقات رہی رائے تست — افسر من خدمت پائے تست
نیست مرا آں محل و آں شکوہ — کز سر خود سایہ فشانم بہ کوہ

باپ جب بیٹے سے ملنے آیا ہے تو بیٹا تخت شاہی پر متمکن تھا، باپ کو دیکھ کر بے اختیار تخت سے اُترا اور باپ کی طرف بڑھا، باپ نے چھاتی سے لگا لیا، دیر تک دونوں جوش محبت میں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوتے تھے، پھر بیٹے نے باپ کو لیجا کر تخت پر بٹھایا،

گرم فرو جست ز تختِ بلند — کرد بہ آغوش تن ارجمند
داشت بہ آغوش خودش تا بہ دیر — سیر نہ شد چوں شود از عمر سیر
باخودش از فرش بہ اورنگ برد — تخت کیاں باز کیاں را سپرد
گاہ ز دیدہ بہ نثارش گرفت — گاہ دوبارہ بہ کنارش گرفت
گاہ نظر بر رخ زیباش کرد — گاہ دل از مہر شکیباش کرد
پرسش از اندازہ ز غایت گزشت — حدِّ نوازش ز عنایت گزشت

قران السعدین کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ نظم اور لطائف نظم کی پابندی کے ساتھ، تاریخی حیثیتیں تمام ملحوظ رکھی گئی ہیں، اس طرح کہ کوئی نثر لکھتا تو اس سے بڑھکر ان باتوں کو نہ لکھتا،

خمسہ خمسہ میں پانچ مثنویاں ہیں یعنی مطلع الانوار، شیریں خسرو، لیلی مجنون، آئینہ اسکندری، ہشت بہشت۔

جس ترتیب سے ہم نے ان کتابوں کے نام لکھے ہیں، یہی اُن کی تصنیف

کی ترتیب ہے، چنانچہ امیر صاحب نے خود ہشت بہشت میں تصریح کی ہے، ان پانچوں کتابوں کی تصنیف کا زمانہ کل سوا دو برس ہے، اور یہ قادر الکلامی اور پُرگوئی کا حیرت انگیز اعجاز ہے۔

اگرچہ اس میں شبہہ نہیں کہ **نظامی** کے جواب میں جس قدر خمسے لکھے گئے اُن میں نسبتہً امیر صاحب کا خمسہ سب سے بہتر ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان میں بعض، **نظامی** کی تصنیف سے کچھ نسبت نہیں رکھتیں مطلع الانوار میں صاف خامی نظر آتی ہے اور آئینہ **اسکندری** بالکل پھیکی اور کمزور ہے معلوم ہوتا ہے کہ خود امیر صاحب کے دل میں بھی بے اطمینانی تھی، آئینہ اسکندری میں لکھتے ہیں،

وگر بازگیری تو بیہودہ کوشش   مرا خود عزیز است فرزند خویش
سزد گرچہ آواز خر خندہ را   بود ارغنون گوش خربندہ را
برو باد بخشایش دادگر   کہ برمن ببخشش گمارد نظر
ہنر جوئے و در عیب جوئی مکوش   ترا نیز عیبے است برخود بپوش

نظامی کے پُرزور رزمیہ معرکوں کے مقابلہ میں ان کی زورِ طبع کا یہ نمونہ ہے

بہ گردوں شد از نائے زریں خروش   بہ دریا لشکر درافتاد جوش
ہزاہز در آمد بہ ہر دو سپاہ   رو ارو آمد بہ خورشید و ماہ
علم سر زعیوق برتر کشید   سناں چشم سیارہ بر سر کشید
بیاباں ہمہ بیشۂ شیر گشت   جہانے پر از شیر و شمشیر گشت
غبار زمیں پردہ کلہ براہ بست   نفس را درون گلو راہ بست
چناں گشت روی ہوا گرد ناک   کہ سیارہ گم کرد خود را بہ خاک
سپاہ از رہ موج زن تا بہ اوج   چو دریا کہ بادش در آرد بہ موج

بدریائے آہن جہاں گشتہ غرق ہوا پُر ز میغ و زمیں پُر ز برق
زبانگ ہیونان گیتی نورد شدہ پُر صدا گنبد لاجورد
عرق کردن توسناں در شتاب ز دریائے آتش برانگیخت آب
شرارہ کہ زد نعل ہنگام رو ستارہ بروں ریخت از ماہِ نو
نفیر از چاشنی کماں شدہ چاشنی بخش جاں ہر زماں
گرہ برگرہ دشت پیکاں نماں زرہ بر زرہ پشت رو ئیں تناں
بزیر سپر تیغ رخشاں ز تاب چناں کز تہ برگ نیلوفر آب

اس کمی کے مختلف اسباب ہیں، ثنوی امیر صاحب کا اصلی مذاق نہیں ہے، سلاطین کی فرمائش سے وہ مثنویاں لکھتے تھے اور گویا بیگار ٹالتے تھے، چنانچہ خمسہ کا خمسہ دو ہی سوا دو برس میں لکھا ہے اور مطلع الانوار تو صرف دو ہفتہ کی کمائی ہے۔ ان کتابوں کی تصنیف کے زمانہ میں دربار کی خدمتوں سے بہت کم فرصت ملتی تھی۔ لیلیٰ مجنوں کے خاتمہ میں لکھتے ہیں کہ نظامی کو شاعری کے سوا کوئی شغل نہ تھا، اور کسی قسم کی بے اطمینانی نہ تھی، میرا یہ حال ہے کہ پانوں کا پسینہ سر پر چڑھتا ہے تب روٹی ملتی ہے۔

مسکین من مستمند بیہوش از سوختگی چو دیگ در جوش
شب تا سحر و ز صبح تا شام در گوشۂ غم نگیرم آرام
باشم ز برائے نفس خودرائے پیش چو خودے ستادہ بر پائے
تا خوں نہ رود ز پائے تا سر دستم نشود ز آب کس تر

اس خمسہ میں ایک کتاب ان کے خاص مذاق کی ہے، یعنی لیلیٰ مجنوں اگرچہ اس کتاب میں بھی انہوں نے خاکساری سے نظامی کے سامنے اپنے آپ کو ہیچ کہا ہے،

حلقہ کی کارگزاری

کام جاری ہے

راقم درویش کا دہلی میں کم رہنا اور اخبار توحید کی مصروفیت ورتین ماہ سے نظام المشائخ میں حلقہ کی کارگزاری کا شایع نہونا بعض حضرات کو متفکر کرتا ہے کہ شاید حلقہ کے کام میں کسی قسم کی کوتاہی واقع ہوگئی ہے مگر انکو مطمئن رہنا چاہئیے۔ کام برابر ہو رہا ہے۔ انہیں کسی قسم کی کمی نہیں ہے کارگزاری چند مجبوریوں کے سبب شایع نہو سکی تھی ٭

حلقہ نے اس تین مہینہ کے عرصہ میں اپنے مقاصد کے موافق برابر اپنی کوششوں کو سرگرمی سے جاری رکھا ضروری اور اہم معاملات کی نسبت گورنمنٹ سے بھی مطالب کئے گئے جس کا ذکر اخبارات میں شایع ہوچکا ہے۔

زنانہ درس خانہ

شعبان کے مہینے سے جاری ہوگیا جناب والدہ صاحبہ احمد اللہ فیاض ناوہ سے تشریف لے آئیں اور درگاہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الہی کی توسل پیرزادیوں کو نہایت محنت اور خوش اسلوبی سے تعلیم دے رہی ہیں۔ لڑکیاں انکے اخلاق اور حسن تربیت سے بہت مسرور اور مانوس ہیں۔ اور پیرزادیوں میں دینی تعلیم کے وسیع ہونیکی امید بندھتی ہے۔

مگر آمدنی افسوس ہے بہت کم ہوگئی۔ اخراجات کیلئے کافی نہیں ہوتی اور محفوظ فنڈ سے جسکی مقدار کلہم تین سو روپیہ کے قریب ہے۔ کمی پوری ہو رہی ہے۔

مہاراجہ کشن پرشاد صاحب چشتی کی نذر

ہزاکسلنسی مہاراجہ کشن پرشاد صاحب چشتی مدار المہام سابق وزیر اعظم حیدرآباد پچھلے دنوں دہلی و اجمیر تشریف لائے تھے۔ انسے فقیر کے دیرینہ تعلقات ہیں لیکن جس شخص سے میری رسم دوستی ہو مجھے شرم آتی ہے کہ اس سے کسی کام کیلئے کچھ کہوں چنانچہ حلقہ کیلئے میں نے انسے کچھ نہیں کہا

لیکن جب وہ یہاں سے روانہ ہو گئے تو بعض ممبرانِ حلقہ نے مجھ پر خفگی ظاہر کی اور کہا کہ کیوں مہاراجہ سے حلقہ کی ضروریات کا ذکر نہ کیا گیا۔ اس لئے میں نے مختصر طور پر مہاراجہ کو حلقہ کی کیفیت لکھ بھیجی +

جس کے جواب میں انہوں نے کمال خلوص سے

دس روپے ماہوار

کی رقم مقرر فرمائی۔ اگرچہ یہ رقم بہت کم ہے لیکن قناعت پیشہ درویشوں کے حلقہ کو محبت و صداقت کا ایک پیسہ اشرفی سے بڑھ کر ہے۔

آجکل کے مصارف یہ ہیں

کرایہ مکان حلقہ	محرر	زنانہ مدرسہ
دس روپیہ ماہوار	پانچ روپیہ ماہوار	دس روپے ماہوار

گویا پچیس روپیہ ماہوار کا تو یہ مستقل خرچ ہے خط و کتابت اشتہارات، نیاز وغیرہ متفرق مصارف علیحدہ ہے۔

اور مستقل آمدنی یہ ہے۔

از مولوی عبدالرحمن صاحب بی۔ اے	از حافظ محمد حلیم صاحب	از ایڈیٹر صاحب صوفی
پانچ روپے ماہوار	دو روپیہ ماہوار	ایک روپیہ ماہوار

از محمد اشرف صاحب ایک روپیہ ماہوار از الہ دتا صاحب سوا روپیہ ماہوار

گویا کل سوا دس روپیہ مہینہ کی آمدنی ہے۔ دس اور بڑے ہیں یعنی مہاراجہ صاحب نے مقرر کئے ہیں مگر ابھی وصول نہیں ہوئے جب وہ آنے شروع ہونگے اس وقت بیس کی آمدنی ہوگی۔ ظاہر ہے کہ پچیس روپیہ کا خرچ کیونکر پورا ہوگا۔

منتوں کے روپیہ سے (جو آجکل بہت کم آتے ہیں) بالائی مصارف ہوتے ہیں استانی صاحبہ کے خورونوش و رہائش وغیرہ کا صرف میں نے اپنے ذمہ رکھا ہے۔ کتابوں اور لکھنے وغیرہ کا سارا خرچ بھی بالفعل میں اپنے پاس سے اٹھا رہا ہوں۔ حلقہ کے فنڈ سے انکو صرف دس روپے دیئے جاتے ہیں۔

جسکو انہوں نے کمال ایثار و فقیر دوستی سے قبول کیا ہے۔

تاروں اور خطوط کتابت و اشتہارات کا خرچ پہلے تین ماہ میں اتنا زیادہ ہوا کہ حلقہ کی آمدنی اُسکی متحمل نہیں ہو سکتی۔ یہ حالات ہیں جنکو اہل حلقہ کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ اب وہ جانیں اور اُنکی ہمت فقیر اپنی زبان سے کچھ نہیں کہتا۔

اس ماہ میں آنریبل خواجہ غلام الثقلین صاحب بی۔ اے نے منزل گاہ حلقہ میں تشریف لاکر تمام رجسٹروں کا معائنہ کیا اور حسب ذیل رائے درج کتاب فرمائی۔ مجھکو آنریبل خواجہ کی اس رائے کے بعض فقروں کی تشریح کرنی تھی۔ مگر یہاں اسکی گنجایش نہیں معلوم ہوئی۔ اسواسطے اخبار توحید میرٹھ میں ذرا تفصیل کے ساتھ اپنے خیالات ظاہر کروں گا۔

منزلگاہ حلقہ نظام المشائخ

دہلی ۱۷ رمضان ۱۳۳۱ھ

مکرمی خواجہ حسن نظامی کیساتھ آج مجھکو پہلی دفعہ اتفاق دفتر ہذا میں آنیکا ہوا۔ یہاں سے رسالہ نظام المشائخ شائع ہوتا ہے اور جلسہ منعقدہ دو نوجوان واحدی صاحب و عرفانی صاحب موجود تھے۔

میں نے رجسٹر اور فارم اور مقاصد اور فہرست حلقہ کو دیکھا اور سب چیزوں کو مرتب اور عمدہ پایا۔

اس بات پر ہم مسلمانوں کا اتفاق ہونا چاہیے کہ معاشرت میں۔ دین میں تعلیم میں ہر چیز میں ایک ظاہر ہوتا ہے اور ایک باطن۔ اسیطرح اسلامی معاشرت میں اگر کوئی باطن ہے تو اسکو قایم رکھنا فرض ہے اور یہ باطن ضرور ہے

مقاصد کی تفصیل دیکھنے سے پہلا مقصد علم تصوف کی حفاظت اور اشاعت ہے اور چاروں مقصد نہیں یہی مقصد اعلیٰ و عمیق ہے۔ مگر میری رائے ناقص میں علم تصوف کی حفاظت ممبران حلقہ کا کام نہیں ہر علم کی حفاظت خود اُسکے اصول کرتے ہیں اور اشاعت البتہ ہو سکتی ہے لیکن خوف ہے کہ اُس اشاعت سے اگر وہ واقعی اشاعت ہو منصور کی طرح سنگساری کا سامنا کرنا پڑے

مجھے نزدیک اگر مقصد یہ ہوتا کہ علم تصوف کے صحیح اصول خواص میں پھیلانا۔ اور خواص و عوام دونوں میں صوفیانہ اور روحانی زندگی کو پھیلانا یعنی عمل کو۔ تو شاید بہتر ہوتا اسوقت عام شکایت ہے کہ حضرات مشائخ اصلاح اپنے اور عوام کی ارشاد کرنے میں کامیاب نہیں ہوتے۔ اسی وجہ سے اصل مشائخ مفقود ہوتے جاتے ہیں۔

تصوف کی واقعی بنیاد کیا ہے اسکا حال دوسروں سے معلوم نہیں ہوتا مگر میں جہانتک تحقیقات کرتا ہوں جناب دبیر حلقہ خواجہ حسن نظامی اور جن چند نوجوانوں سے ملا ہوں انکو حسن اخلاق و رحب تعبعی اور علم کی روشنی سے آراستہ پاتا ہوں یہ باتیں سب ممبران حلقہ اور انکے مریدین میں پھیل جاویں تو بہت کافی اصلاح ہوجائے یہی دعا ہے۔

غلام الثقلین
۱۹ اگست ۱۳ء

۴ مہینہ کی آمدنی یہ ہے

از مولوی عبدالرحمن صاحب بی۔اے۔ از حافظ محمد حلیم صاحب۔ از ایڈیٹر صاحب صوفی۔ از والدہ غلام ملک الہ دتا صاحب بہاولپور۔ از محمد اشرف صاحب رنگون۔ از خاموش بیگم صاحبہ (نذر) کیمابجی از طفیل احمد خانصاحب اسلامیہ منزل پیسہ اخبار (منت) از سید نورالحسن صاحب لکھنؤ۔ از عصمت آرا بنت بابو الٰہی بخش حصار (منت) صحت والدی [illegible] صاحب چودھری [illegible] راولپنڈی (منت) از مولوی حبیب اللہ صاحب حیدرآباد (منت) - غلام محمد صاحب منشی بیرسٹر راجکوٹ (نذر) محمد غیاث خانصاحب نظامی نیازی مظفر پور سیالکوٹ (منت) میزان کل آمدنی [illegible]

اخراجات

کرایہ مکان از جمادی الثانی تا غایت رمضان ۱۳۳۱ھ چار ماہ۔ تنخواہ محرر چہار ماہ تا غایت رمضان۔ تنخواہ استانی صاحبہ پیرزادہ زنانہ اسکول بابت شعبان۔ مصارف و کتابت اشتہارات و تار وغیرہ میزان خرچ [illegible]

بقایا سابقہ۔ تین سو اکیس روپے ڈیڑھ آنہ۔

بقایا موجود بعد منہائی آمد و خرچہ

تین سو تیرہ روپے ڈیڑھ آنہ

حسن نظامی

نیر اعظم کیا ہے؟

نیر اعظم روہیلکھنڈ ڈویژن کا ۴۰ سال کا سب سے پرانا اخبار اور زیادہ چھپنے والا آزاد اور خوش بیان اخبار ہے

نیر اعظم ہی اس حصہ ملک میں اول درجہ کا اسلامی درد رکھنے والا اور مسلمانوں کا مذہبی قومی پرجوش حامی ہے

نیر اعظم ہی ہندوستان کا ایک ایسا پرچہ ہے کہ تمام غیر اسلامی اخبارات کے اعتراضات کا ترکی بترکی جواب دیتا ہے

نیر اعظم میں قوم کا سچا درد اسلام اور [illegible] ! دینی سچی تعلیم اور اخلاق حسنہ کی تحریک کی خوشبو نظر آتی ہے

نیر اعظم اہل سنت کا وفادار [illegible] خصوصیت سے جاں نثار اور خوش تقریر وکیل ہے۔

نیر اعظم کو دل سے ایک مرتبہ ملاحظہ فرمائیے جب آپکا پرجوش اور قدردان دل امید ہے کہ آپکو اس کی معاونت پر آمادہ کریگا

نیر اعظم ہی وہ پرچہ ہے جو علمی مضامین ہمیشہ [illegible] کے چٹکلے بھی تازہ دلچسپی پیدا کرتے ہیں۔

نیر اعظم کو آپ کی احباب اور اعزا کی [illegible] قلمی قدمے معاونت کی سخت ضرورت ہے

نیر اعظم کی حمایت معاونت اور ترقی کی اشاعت میں مدد دینا گویا اپنے فرض ملکی کو ادا کرنا ہے۔

نیر اعظم دنیا کے ہر حصہ کی سیاسی۔ اخلاقی۔ تمدنی اور صنعتی حالات و خبروں وغیرہ کا سچا اور دلکش مرقع ہے

نیر اعظم ہفتہ وار وقت کی پابندی کے ساتھ شائع ہوتا ہے پیشگی سالانہ عام [illegible] امتیازی [illegible] نمونہ مفت

نیر اعظم کی خدمت امداد اور توسیع اشاعت آپ پر فرض ہے جبکہ آپکے وہ ہمدرد ملک کی شرکت کو [illegible] ہے۔

نیر اعظم کی اس سے زیادہ کیا بدقسمتی ہوسکتی ہے جبکہ وجوہات بالا پر بھی آپکا ملکی جوش موجزن نہ ہو۔

نیر اعظم اب آپکی علمی قدردانی اور ملکی اخوت سے آپکی مہربانی بھری ہوئی فرمائش کا امیدوار ہے۔

المشتہر منیجر نیر اعظم مرادآباد

غم و الم

کی حالت میں کوئی چیز کتاب سے بڑھ کر تسلی نہیں دے سکتی اور پھر کتاب بھی ایسی ہو جس میں حکمت حقیقی [illegible] ہو

سوامی رام کرشن پرم ہنس جی کی سوانح عمری جس کا نام آئیڈیل ہے ان تمام اوصاف سے بھرپور ہے

لفظ لفظ میں اطمینان قلب کی کیفیت دستیاب ہوتی ہے۔

۱۴۴ صفحے باتصویر لکھائی چھپائی کاغذ اعلیٰ قیمت صرف [illegible] کارکن حلقۃ المشائخ دہلی سے منگائیے

کتب تصوف کا عظیم الشان سلسلہ

ایک ہزار سے زاید صفحہ کی کتابیں مفت

اخبار کشمیری کی تحریروں اور اسکے اہم ترین مضامین نے اخباری دنیا میں ایک دھوم مچا دی ہے اب اسکے کارکنوں نے ایک عظیم الشان رعایت کا اعلان کرکے اردو اخبارات میں ایک عظیم انقلاب پیدا کر دیا ہے چالیس مشاہیر اسلام و صوفیائے کرام کی سوانح عمریاں قابل و اعلیٰ درجہ کے مصنفین سے تیار کرائی گئی ہیں جنکی مجموعی قیمت للعہ اور حجم ایکہزار سے زاید صفحہ ہے۔ یہ سب کتابیں جو مضامین اور کاغذ کے لحاظ سے بھی اعلیٰ درجہ کی ہیں آجکی تاریخ سے ایکماہ تک اخبار کشمیری کی سالانہ قیمت ۳ر روپیہ ادا کرنیوالونکو بالکل مفت بطور انعام نذر ہونگی کتابوں کا محصول ۶ر ہے اسلئے وی پی ۳ر کا ارسال ہوگا کتابوں کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ سوانح عمری منصور بن حلاج - خواجہ حافظ شیرازی - خواجہ شاہ سلیمان تونسوی - حضرت امیر خسرو - حضرت غوث الاعظم جیلانی حضرت سلمان فارسی - حضرت مجدد الف ثانی سرہندی - حضرت شیخ سنوسی - حضرت امام بخاری شمس العلماء مولانا آزاد مرحوم - مولوی نذیر احمد مرحوم - سید امیر علی - سلطان عبدالعزیز غازی بابا فرید شکر گنج - خواجہ نظام الدین اولیاء - شیخ بو علی قلندر - حضرت سرمد شہید - حضرت عبداللہ بن عمر - حضرت خواجہ حسن بصری - حضرت شیخ بہاء الدین زکریا - حضرت عمر خیام - حضرت شیخ محی الدین اکبر - نواب محسن الملک - سر سید احمد خاں - حضرت شہباز - حضرت شبلی رحمۃ

کشمیری ایک مستند ہفتہ وار اسلامی اخبار ہے جسپر نظام المشائخ - وکیل - توحید مسلم گزٹ - زمیندار وغیرہ قابلانہ ریویو لکھ چکے ہیں - یہ رعایت صرف ایک ماہ تک ہے۔

المشتہر منیجر اخبار کشمیری سلطان محل لاہور

کتاب مفت نذر ہے

ہر انسان اپنی زندگی کو تندرستی و آرام کے ساتھ گذارنا چاہتا ہے۔ اگر تندرستی حاصل نہیں تو ایسی زندگی کو بے سود جانکر اس سے مرجانا بہتر سمجھتا ہی پس اگر تندرستی کے کامل بھیدوں سے آپ واقف و ہمیشہ تندرست طاقتور نوجوان بنے رہنا چاہتے ہوں تو ہماری کتاب

کام شاستر

جسے بلا قیمت مفت منگوا کر مطالعہ کیجئے۔ جو انگریزی اردو۔ گجراتی۔ برہمی۔ کنیز تامل مرہٹی تیلوگو۔ بنگالی وغیرہ مختلف زبانوں میں چھپی ہوئی موجود ہی۔ اسکا محصول بھی ہم ہی ادا کر دینگے۔

پتہ ذیل میں درج ہے

طاقت بخش غیبی امداد آتنک نگرہ گولیاں

مریض آئندہ دیدہ و دانستہ موت کے منہ میں جانیکا ارادہ ہرگز نہ کرے اسکے مقصد میں کامیابی بخشنے والی آتنک نگرہ گولیاں غیبی امداد جسکے حقیقی میں ہیں یہ گولیاں ہر قسم کی کمزوری اور مادہ تولید کی خرابیوں کو دور کرکے انکی زندگی کو آرام سے گذرانے والی ہیں ایکمرتبہ امتحانا منگوا کے استعمال کرنے سے خود بخود اس صداقت کا تجربہ ہوسکتا ہی نباتاتی اجزا سے مرکب ہیں فوراً اثر دکھلاتی ہیں قیمت ۳۰ گولیاں عہ/

خارجی علاج طلا رواجی کرن تیل

جملہ نقصانات ظاہری جو بے اعتدالی سے پیدا ہو جاتے ہیں اس طلا سے بڑھکر دوسری دوا آپکو ملنا مشکل ہی فی شیشی نصف تولہ پانچروپیہ (صہ) ہر فی شیشی پر ایک ڈپیہ کمیشن دیا جائیگا۔

البم مذہبی تصاویر اہل ہنود رنگین کلاں قیمت ۸/

اس البم میں ہندو دیوتاؤں بزرگ مہاتماؤں کے وہ وہ فوٹو رنگین خوبصورت جدا جدا موجود ہیں کہ جسکے دیکھنے سے آپکو بیحد خوشی۔ حاصل ہوگی بلکہ آپ کے دوستوں کی نگاہ پڑجانے سے وہ بھی طلب کرنے کو مستعد ہو کر آپ کے شکر گذار ہوں گے۔ قیمت فی البم ۸ روپی خرچ ار۔ ملنے کا پتہ

ویدشاستری منی شنکر گووند جی شہر جام نگر کاٹھیاواڑ

مختصر فہرست کتب دوکان غلام نظام الدین تاجر کتب متصل فوارہ چاندنی چوک دہلی

الہامات غوثیہ اردو	۸ر	حکایات الصالحین	۴ر	دیوان غالب اردو	۳ر
عوارف المعارف اردو دو جلد	عہ ر	قصص الکاملین	۴ر	دیوان ذوق اردو	۴
کشف المحجوب اردو	عہ ر	عین الولایت	۶ر	دیوان مومن اردو	۸ر
تذکرۃ الاولیا اردو کانپوری	۱۲ر	**کتب دواوین**		مجموعہ قوالی چہار حصہ	۴ر
حدیقۃ الاولیا اردو	۶ر	دیوان حضرت شمس مغربی فارسی	۱۲ر	دیوان مخفی یعنی زیب النسا	۴ر
فوائد الفوائد اردو	عہ ر	دیوان منصور حلاج فارسی	۸ر	**کتب اعمال**	
افضل الفوائد اردو	۱۲ر	کلیات جامی فارسی	عہ ر	اعمال یونانی	۲ر
اسرار الاولیا اردو	۶ر	کلیات سعدی فارسی	ہر	اعجاز یوسفی	۸
کلیات طیبات فارسی	۱۲ر	دیوان احمد جام	۶ر	اعمال مجربہ سورۂ یٰسین شریف	۲ر
معرفۃ السلوک فارسی	۴ر	رباعیات عمر خیام	۴ر	اعمال مجربہ سورۂ مزمل شریف	۴ر
شواہد نظامی سوانح عمری کلاں		دیوان شمس تبریز	۱۴ر	اعمال مجربہ سورہ اخلاص شریف	۳ر
حضرت محبوب الٰہی رح	عہ ر	دیوان عراقی ۱۰ر		اعمال مجربہ آیہ کریمہ شریف	۳ر
خلاصہ تاریخ مشائخ چشتیہ	۴ر	کلیات امیر خسرو رح	عہ ر	مفتاح الرزق	۱ر
سوانح عمری بوعلی شاہ قلندر		دیوان خواجہ معین الدین چشتی رح	۳ر	مفلسی کا علاج	۱ر
راہبر راہ حق سہ رسالوں کا مجموعہ	۸ر	دیوان غوث الاعظم رح	۳ر	حرز سلیمانی	۶ر
سوانح بندہ نواز گیسو دراز	۸ر	دیوان خواجہ قطب الدین رح	۸ر	لوح سلیمانی کامل	۸ر
مقامات امام ربانی مجدد الف ثانی	۱۰ر	دیوان نیاز	۳ر	رسالہ حل المشکلات	۲ر
منہاج السالکین امام غزالی رح	۹	دیوان حافظ علی قلم	عہ ر	دیوان مصطفیٰ اوراد مصطفیٰ	۳ر
سراج الفقرا	۴ر	دیوان ظہیر فاریابی	۱۰ر	ہر قسم کی کتابیں موجود ہیں	

بڑھتی حالت ہے - روگ کا گھر کھانسی

(۵) بچے ضعیف ہر ایک کے لئے کھانسی باعث ہلاکت ہے شروع
مستی نکو ہی میں اگر یہ کھانسی کی خبر نہیں لی جاوے تو یہ اچھے بدن
رُکنا ۔ سردی ہی کو ایک دم ضعیف الجثہ بنا دیتی ہے ۔ بعدہ
کھانسی کیلئے یہ نہایت سی ہے وہ اور سل و سردی کا عارضہ
ہی اکسیر دوا ہے قیمت ہو جاتا ہے اس سے کھانسی ہوتے ہی اس کی
شیشی فی ان عمر ۔ ولاک بہر کرنا چاہئے ۔ یہ بہت ہی
۲ چھوٹی شیشی ۸ محصولڈاک ۵ ہی سہل ہے ۔ ڈاکٹر ایس کے برمن کی

اس دوا پر مہاراجہ صاحب کی

رائے ۔ مہاراجہ دل گنجن سنگھ دیو بہادر
فیوڈیٹری چیف پٹنہ اسٹیٹ بولانگیر ضلع
سمبلپور سے کہتے ہیں جناب من آپکی روانہ کردہ
کھانسی کی دوا کیلئے مشکور ہوں اس دوا سے ہماری
کھانسی بالکل دفع ہو گئی مجھے صرف سات خوراک سے زیادہ
پینے کی درکار نہ ہوئی کھانسی مجھے بہت دنوں سے تکلیف دے
رہی تھی ۔ اس وجہ سے دوبارہ آپکا شکریہ ادا کرتا ہوں ۔
فروخت ۔ ہر جگہ اور ہر شہر میں ایجنٹ یا مشہور دوا فروشوں سے ملتی ہے ۔

کف وکھانسی کی دوا

ایک شیشی لیکر گھر میں رکھو
اس میں یہ فوائد ہیں (۱)
سردی کو ہضم کرنا
(۲) کھانسی کو دبانا
(۳) کف کو
پتلا کرنا (۴)
کف کو نکالنا

ہوشیار! ہوشیار!!

اہل وطن کی ایک جماعت تمہاری زبان کو مٹا دینے کی فکر میں ہے اس زبان کو جو شاہجہان بادشاہ کی گود میں ناز سے پلی محلات شاہی میں ہی شعراء علما کی زبانوں پر پھیلی جس نے علمی بنیاد اپنے شیریں الفاظ لطیف سلیس ہونیکی بجا دیا خوش ہے وہ ملک جس کی زبان زندہ ہے اور مردہ ہیں وہ قومیں جنکی زبان مٹ گئی وہ زبان کونسی ہے؟ اٹھو وہ اردو جسکو علمی طبقوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا۔ وہ اردو جس کی سخنوروں نے قدر افزائی فرمائی۔ دیکھو تمہارے ملک تمہاری قوم اور تمہاری اس زبان کیلئے الناظر سب سے بہتر ہندوستان کا ماہوار رسالہ ہے اور ہر طرح اعانت کا مستحق ہے دعوی ہے کہ اسوقت کوئی پرچہ اس سے بہتر لٹریچر شایع نہیں کرتا اور نہ اس سے زیادہ لکھنؤ کی ٹکسالی زبان میں جسکا ہر لفظ ڈھلا ہوتا ہے۔ علمی تاریخی۔ ادبی اعلیٰ درجہ کے مضامین اور بہترین نیچرل نظمیں اور ہندی غزلیں بھی اسمیں شایع ہوتی ہیں۔ طبقہ نسواں کی دلچسپی کیلئے ایک حصہ مخصوص ہے۔ ۸۰ صفحے اور ۲۰×۲۶ کی تقطیع پر چار آنے میں اگر مہنگے ہیں تو پھر آپ کیا چاہتے ہیں۔ لطف یہ کہ محصول بھی ہم ہی ادا کرینگے۔ اور پرچہ گھر بیٹھے آپ کو مل جائیگا۔ سال بھر کے پرچوں میں ایک ہزار صفحات سے کم نہیں چھپتے۔ اور اسکے ساتھ ایک لاجواب کتاب محاربات صلیب بھی چھپ رہی ہے جسکے مطالعہ سے موجودہ جنگ ٹرکی کے اسباب و نتائج واضح ہو سکتے ہیں۔ دو روپیہ آٹھ آنہ میں سال بھر کیواسطے آپ الناظر کا پرچہ ضرور جاری کر لیجئے اور پھر ہماری راستی اور سچائی کی داد دیجئے۔ ملک کے اعلیٰ تعلیم یافتہ اور مشہور انشا پرداز اس رسالہ کے قلمی معاون ہیں ہندوستانی اخبار بھی ہماری عادت کے خلاف ورنہ ملک کی وہ رائیں جو اخبارات کے ریویو جو الناظر کے متعلق وقتاً فوقتاً لکھے گئے ہیں یکجا کرکے ناظرین کے آگے پیش کئے جائیں تو ایک دفتر ہو جائے مگر نہیں "مشک خود بو دیتا ہے" چار آنہ خرچ کیجئے اور ۸۰ صفحہ کا گنجینۂ علم اور ایک عمدہ لکھا چھپا پرچہ آپ کے گھر پہنچ جائیگا۔ جلدی کیجئے! اور ایک لفافہ میں ۴ کے ٹکٹ بھیجکر پرچہ منگوا لیجئے یا ایک پوسٹ کارڈ لکھ کر وی پی کی اجازت دیجئے۔ الناظر کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ٹھیک ہر مہینے کی پہلی تاریخ کو شایع ہو جاتا ہے۔ کم سے کم ایکسال کیلئے تو خریدار کے دیکھئے پھر آپکو اختیار ہے

المشتہر۔ منیجر الناظر امین آباد۔ لکھنؤ

سو مرضوں کی ۲۰ بہترین
ایک ہی دوا موسومہ

تجلیات

جسے ہر ایک کاروباری آدمی کے پاس ایک شیشی کا ہونا ضروری ہے

[illegible]

ہر ایک عقلمند کا فرض ہے کہ ... کو ملحوظ رکھا جائے

[illegible]

واقعی یہ دوا بلحاظ اثر کرنے کے ... تجلیات انمول ...

[illegible]

تجلیات ایک ایسی ... استعمال ...

[illegible]

تجلیات کے تصدیق کنندہ اصحاب و استعمال کر کے فائدہ اٹھانے والے

[illegible]

مختصر فوائد

[illegible]

قیمت

[illegible]

[illegible]

ضلع مراد آباد میں مردہ زندہ ہو گیا

میں سالگرام ضلع مراد آباد عرصہ پانچ سال سے امراض سستی وغیرہ سے نامرد ہوکر زندہ لیکن باطن میں مردہ تھا حکیموں ڈاکٹروں کے علاج کیلئے فائدہ نداد و آخر حکیم دوست محمد خاں کی اکسیر باہ اور زمرد س کو زندہ کرنیکی نسبت منگا کر استعمال کیا حلفاً ذرا کیا تھو ڑے ... ہو سکا ... جوش جوانی ... سستی و جریان ... بالکل جاتی رہی ...

جو لوگ مندرجہ بالا امراض میں میری طرح مبتلا ہیں وہ کسی دوا سے انکو فائدہ نہو وہ حکیم صاحب سے مندرجہ ذیل پتہ سے اکسیر باہ طلب فرما کے استعمال کریں اور اگر کسی پر ... استعمال سے فائدہ نہو تو حکیم صاحب مبلغ ... دیتے ہیں ... دوا اکسیر باہ ایک بکس ہے جس میں چالیس گولیاں اور ایک شیشی طلاء ہے اکسیر باہ ... سستی نامردی جریان بھی ضعف دل دماغ اور مثانہ کی شرطیہ دوائی ہے ضرور بالضرور فائدہ ہوتی ہے

مندرجہ ذیل پتہ سے طلب کریں اکسیر باہ مبلغ ... صرف ... ونوں تک کیلئے بجائے ... سوائے سالگرام صاحب صدہا مریضوں کو آرام ہوا ہے اکسیر مرگی کی شرطیہ تکلیف مفید دوا قیمت ... اکسیر سوزاک فی ... اکسیر کھانسی ... ضیق النفس کی مجرب دوا ہے قیمت ... اکسیر النساء عورتوں کے کل امراض کی شرطیہ مجرب ... اکسیر چشم ... دھند لگنے ضعف بصر پڑوال پھولا موتیا بند کا مجرب سرمہ قیمت فی تولہ ... اکسیر امساک امساک کی مجرب بے ضرر ... لطف قابل قدر ... گولیاں ... قیمت ... بارہ آنہ

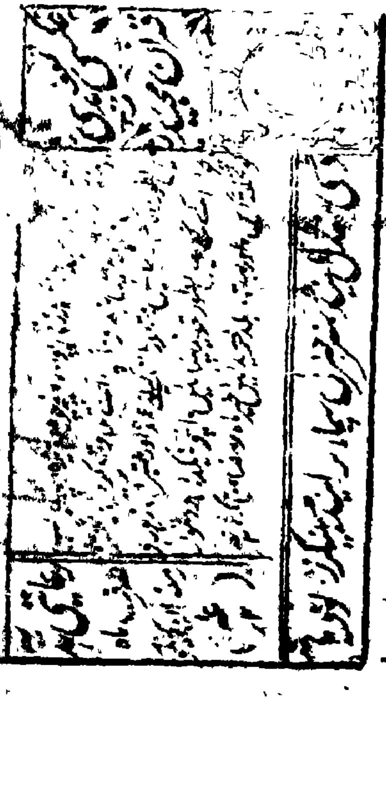
المشتہر

حکیم دوست محمد خاں (خاندانی) مقام ... ضلع ہوشیار پور ... حکیم دوست محمد خاں ... ہوشیار پور

جاودان اسلام کو مژدہ

ہم نے نہایت ہی کوشش و جانفشانی سے آپکے لئے نہایت ہی عمدہ خوشرنگ اور خوبصورت جا نماز تیار کروانے ہیں آپ بھی ... ہماری محنت کی قدر کرینگے اور امید واثق ہے کہ آپ ضرور ہمارے کام کی قدر دانی فرمائینگے ہر فرد بشر کیلئے کم از کم ایک جا نماز کا رکھنا نہایت ضروری اور لازمی ہے قیمت فی عدد ... اول ... بڑے ... نہایت ہی ... فی عدد ... ریشمی ہر رنگ نہایت ہی خوبصورت طول ۹ گز ... ہر ... برزری فی عدد ... پلنگ پوش ... نہایت عمدہ فی عدد ... خوشرنگ سرخ و سیاہ کنارہ ... فی عدد ... بڑے ... سوتی ... ملنے کا پتہ ڈی ... منشل اینڈ سنز جنرل سپلائرز

لودھیانہ پنجاب



بزم فرید کے ٹائٹل کی نقل ہے۔ باکل ویسا ہی کاغذ ایسی ہی لکھائی ایسی ہی چھپائی دیکھ لیجئے گا۔

بزمِ فرید

۱۳۳۱ھ

ملک المشائخ حضرت بابا فرید الدین گنجشکر قدس اللہ سرہٗ کے اعمال و اقوال کا مجموعہ

کل صوفی اور غیر صوفی مسلمانوں کے پاس رہنے کے لائق کتاب

جسے

سلطان الاولیاء محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فارسی

میں راحت القلوب کے نام سے ترتیب دیا تھا

اب

ملا محمد الواحدی ایڈیٹر نظام المشائخ

(مترجم جاماسپ نامہ و انوار التحقیق وغیرہ) نے اسکو سلیس اور بامحاورہ اردو

کا لباس پہنایا اور خادم الفقراء سید منظور احمد عبادی نے مترجم موصوف کے

درویش پریس دہلی میں چھپوا کے

دفتر نظام المشائخ دہلی سے شائع کیا۔

دنیا کی آبادی میں تین چوتھائی حصہ صوفی مشرب لوگوں کا ہے

رجسٹرڈ نمبر ایل ۴۳۱

ذیقعدہ ۱۳۲۸ نمبر ۵

نظام المشائخ

افضل الذکر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

قسم دویم قسم دویم

روحانی تسلی و تسکین کا ماہوار رسالہ

جو ہر چاند کی پہلی تاریخ کو سید خواجہ حسن نظامی صاحب خواہرزادہ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی رحمۃ علیہ کی سرپرستی و نگرانی میں شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر

خادم الفقرا محمد الواحدی دہلوی

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک (عا) ششماہی (عہ) نمونہ (۴ر)

مقام اشاعت دہلی دفتر رسالہ

مطبع علاؤ دیش پریس دہلی

نظام المشائخ

جلد ۶ بابت ماہ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ نمبر ۵

فہرست مضامین

شمارہ	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	مسلمانوں کی فریاد	ہمدرد	۱
۲	سلف کی للہیت اور حق گوئی	مولوی محمد صدیق صاحب مدیر عدل	۴
۳	ندائے آخر شب	بلبل کشمیر پنڈت جواہر ناتھ ساقی دہلوی	۱۱
۴	درود شریف	مولوی سید محمد شاہ ناصر صاحب دہلوی	۱۳
۵	میرے حامی ہیں محمدؐ	نامی کوہ سوار صاحب شاہ پوری دکن	۱۷
۶	ہماری گذشتہ عظمت کا افسانہ	مولوی محمد شفیع الدین خاں صاحب مرادآبادی	۱۸
۷	تضمین بر ترانۂ اقبال	بدرالحسن صاحب بدر جلالی	۲۴
۸	شہد کی مکھی۔	مولوی نورالدین صاحب گوجرانوالہ	۲۶
۹	دل بے قرار سو جا	عشق چشتی۔	۳۶
۱۰	مرگ عالم ہو کا عالم ہو گیا۔	بشیرالدین احمد صاحب نقوی۔	۳۸
۱۱	بیان خسرو	شمس العلماء علامہ شبلی نعمانی	۴۱
۱۲	اشتہارات۔	- - - - - - - - - -	--

نظام المشائخ کے اوراق کی کمی

مشکلات امراض کے سبب

افسوس ہے کہ نظام المشائخ کے کاتب صاحب کی سخت علالت کے سبب یہہ پرچہ مقررہ صفحات پر شائع نہ ہوسکا +

جناب ملا محمد الواحدی صاحب ایڈیٹر بھی ایک ہفتہ سے علیل ہیں۔ اور دفتر میں تشریف نہیں لا سکتے۔ ورنہ وہ کوئی اور صورت اس کمی کو پورا کرنے کی فرما سکتے۔

خدا نے چاہا تو آیندہ اسکی تلافی کر دی جائے گی۔

ناظرین سے التجا ہے کہ وہ اوقات خاص میں امراض کی موجودہ مشکلات کیلئے دعا خیر فرمائیں۔ کہ اللہ تعالے صحت و اطمینان عطا فرمائے۔ آمین۔

خاکسار منیجر

نظام المشائخ

مسلمانوں کی فریاد

تیرے در پر آئے ہیں ہم لیکر فریاد اے اللہ
ہم سے بڑھکر اس دنیا میں کون ہے ناشاد اے اللہ
ہوتی ہے اب قوم ہماری کیسی برباد اے اللہ
گھر گھر غم ہے گھر گھر ماتم تو ہی دے داد اے اللہ
کان پور میں خون بہا۔ اور ملک میں بہتا پھرتا ہے
کہنے کو تو لال[۱] ہے لیکن سب کچھ کہتا پھرتا ہے
خون میں زخمی خوب نہائیں تجھکو کچھ پروا ہی نہ ہو
جانیں مٹی میں رل جائیں تجھکو کچھ پروا ہی نہ ہو

[۱] لال کے معنے گونگے کے بھی ہیں ۱۲

روئیں پیٹ کے سر بیوائیں، تجھکو کچھ بھی اسکی پروا ہی نہ ہو
بچے بلکیں یا چلائیں، تجھکو کچھ اسکی پروا ہی نہ ہو
تو جو جدائی سے کر بیٹھا آخر یہ کس کام کی ہے؟
گھر تیسرا یوں ڈہایا، تجھکو کچھ بھی اپنے نام کی ہے؟
بیٹوں کو موت آئے، مائیں کن سے گھر آباد کریں،
بہائی سوئے خاک ہیں، بہنیں روئیں اور فریاد کریں
شوہر بچپڑے، بیوائیں دل دنیا میں کیا شاد کریں
قیدی زخمی، مردے، آخر کس کس کو ہم یاد کریں
ننھے ننھے بچے جنکو بہیک کے ٹکڑے مشکل ہیں
قوم جلائے ان کو تو یہ جی جانے کے قابل ہیں
بندوقوں سے جسم ہوا ہے چھلنی زخم رسیدوں کا
پہیلا ہے مقتل کی زمیں پر بہ کر خون شہیدوں کا
روتے روتے نور گیا سب بیواؤں کے دیدوں کا
خون ہوا بیچارے کم سن لڑکوں کی امیدوں کا
قہر کے ہاتھوں بے دردوں نے کیسے پاپڑ بیلے ہیں
ہم حق پر، اور ناحق ہم پر چار طرف سے ریلے ہیں
مٹی کے کچھ ڈھیلے لینا جرم ہوا ہے، جور یہ ہے
برچھا جائز، گولی جائز، چھرا جائز، طور یہ ہے
قہر ہوئے ہیں صدہا ہم پر تمہاری کا دور یہ ہے
پھر بھی ہم ٹھیرے ہیں ملزم، طرہ اس پر اور یہ ہے
ہاتھ میں ہتھکڑیاں ہیں اور پاؤں میں زنجیریں ہیں

قید کی کڑیاں جھیلیں بیکس، اس کی سب تدبیریں ہیں
باپ ہے بوڑھا، بیٹا زخمی، جینے کی کچھ آس نہیں
بچہ ننگا بھوکا ہے اور کوڑی ماں کے پاس نہیں
قومی بہنیں لاوارث ہیں، قوم کو کیا احساس نہیں
جیبوں میں سے کچھ بھی نہ نکلے، ایسا تو افلاس نہیں!!
اپنے گھر کے کام سے بڑھکر کام ہے ان مجبوروں کا
قوم کا وہ آرام بنے، جو کام ہے ان مجبوروں کا
ہائے یتیمی! پڑ گئے آنسو جان کے لالے بچوں کو!
رحم کرے قوم اور بچالے، موت نہ کھالے بچوں کو!
کون سخی داتا ایسا ہے جواب پالے بچوں کو؟
کوڑی پیسا جو پلے ہو وہ سب ڈالے بچوں کو!
نام ہماری قوم کا ہے اور آرام خدا کی راہ کا ہے
جو کرنا ہے کرلو یارو، یہ سودا اللہ کا ہے

ھمدرد

نثر فرید کشمیری میگزین لاہور نے جناب ملک المشائخ حضرت بابا فرید الدین گنجشکرؒ کے اعمال و اقوال کا مجموعہ جو سلطان الاولیا محبوب الٰہی خواجہ نظام الدینؒ نے فارسی میں راحت القلوب کے نام سے لکھا تھا اور اب ہمارے نوجوان اور روشن خیال انگریزی تعلیم یافتہ ملا محمد الواحدی اڈیٹر نظام المشائخ دہلی نے بامحاورہ اردو میں ترجمہ کیا۔ اور جس پر ہمارے قابل دوست اور من موہنی طرز تحریر کے موجد مولانا حسن نظامی نے دیباچہ لکھا ہے۔

جو کتاب اس قدر صوفی مشرب بزرگوں کی نظر فیض اثر سے گذر چکی ہو۔ اسکی خوبی اور اس کے مفید تر ہونے میں کیا کلام ہے یہ کتاب فی الواقعہ صوفی اور غیر صوفی ہر مسلمان کے پاس رہنے کے قابل ہے۔ وی۔ پی کے ذریعہ دفتر نظام المشائخ سے دس آنے میں ملے گی۔

سلف کی للہیت اور حق گوئی

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم وعلیٰ اٰلہٖ واصحابہٖ اجمعین

ابو عبد اللہ بن مسروق بن حبیب بن رافع بن عبد اللہ بن موہبہ بن ابی عبد اللہ بن منقذ بن نصر بن الحکیم بن الحارث بن ثعلبہ بن ملکان بن ثور بن عبد مناۃ بن آد بن طابخہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان الثوری الکوفی۔

(رحمۃ اللہ علیہ)

آپ علم حدیث وغیرہ کے امام تھے اور آپ کے تدین وتقویٰ وزہد وثقاہت پر تمام لوگوں کا اجماع ہے منجملہ ائمہ مجتہدین کے ایک آپ ہی ہیں امام ابو القاسم جنید آپ ہی کے مقلد تھے۔ سفیان بن عینیہ فرماتے ہیں کہ حلال وحرام کا عالم سفیان ثوریؒ سے بڑھکر کسیکو نہ دیکھا اور مشہور مقولہ ہے کہ سیدنا عمر ابن الخطابؓ اپنے زمانہ کے رأس الناس تھے اور آپ کے بعد عبد اللہ بن عباسؓ اور آپ کے بعد شعبی اور آپ کے بعد سفیان ثوریؒ رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

آپ کے اساتذہ ابو اسحٰق سبیعی اور اعمش وغیرہما رحمہم اللہ تعالیٰ تھے اور تلامذہ آپ کے بڑے بڑے ائمہ محدثین مثل امام اوزاعی وابن جریج ومحمد بن اسحٰق ومالک وغیرہم رحمہم اللہ اجمعین ؎

آپ کی پیدائش علی اختلاف الاقوال ۹۵ یا ۹۶ یا ۹۷ھ میں ہوئی اور آپ کی وفات ۱۶۱ھ میں بمقام بصرہ۔

ابو عمران جونی سے روایت ہے کہ جب ہارون الرشید خلیفہ ہوا تو علماء اس کے پاس مبارکباد دینے گئے۔ کیونکہ وہ پہلے علماء ہی کی صحبت میں رہا کرتا تھا۔ خلیفہ موصوف نے

اونہیں بڑے بڑے انعام و تحفے دیئے خلافت سے قبل حضرت سفیان ثوری رح سے بھی اوس کا بڑا دوستانہ تھا لیکن خلیفہ ہوتے ہی جناب سفیان ثوری رح نے اوس کا ساتھ چھوڑ دیا اور ملنے کو نہ گئے۔ اگرچہ خلیفہ نے اپنا اشتیاق ظاہر کیا لیکن وہاں خبر تک نہ ہوئی خلیفہ کو نہایت شاق گذرا اور ایک خط بدیں مضمون اونہیں لکھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اے بھائی سفیان اللہ نے مسلمانوں میں اخوت اور محبت پیدا کی ہے اور فرمایا ہے کہ اوس محبت کو میں ایسا سمجھتا ہوں جیسے مجھ سے محبت کی گئی۔ پس اے سفیان میں تہ دل سے تمہارا دوست اور عقیدت مند ہوں اگر کاروبار خلافت کا بوجھ میرے سر نہ ہوتا تو میں خود تمہاری خدمت میں حاضر ہوتا۔ میرے سب دوست مجھ سے ملنے اور مبارکباد دینے میرے پاس آئے پر افسوس ہے کہ تم میری صورت سے نفرت کرنے لگے۔ تمہارے دیدار کے شوق میں یہ پرچہ تمہیں بھیجتا ہوں دو مسلمانوں کے باہم ملنے میں جو ثواب اخروی ہے اوسے تو آپ جانتے ہیں اس پرچہ کے دیکھتے ہی تشریف لے آیئے۔"

یہ نامہ اپنی قلم سے لکھکر ہارون رشید نے اپنے خاص دربان کو دیا جس کا نام عبادؒ تھا اور کہا کہ کوفہ پہونچکر یہ نامہ سفیان ثوریؒ کو دے دینا اور جو کچھ وہ فرمائیں اوس کا ایک ایک لفظ توجہ اور غور سے سن کے یاد رکھنا۔ اون کی ایک ایک بات آکے مجھ سے بیان کرنا۔ غرضکہ عباد کوفہ پہونچا اور حضرت سفیانؒ سے ایک مسجد میں جا کے ملا۔ عباد کہتا ہے کہ مجھے دیکھتے ہی اونہوں نے اعوذ باللہ کہکر نماز پڑہنا شروع کر دی۔ میں نے اون کے ہمنشینوں کو جو دیکھا تو سب

سرنگوں خاموش بیٹھے تھے۔ اور سب پر سفیان ثوری کی ہیبت چھائی ہوئی تھی یہ حالت دیکھ کے میں بھی کانپ گیا اور شاہی دربار کی عظمت میرے دل سے جاتی رہی جب وہ نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے بادشاہ کا نامہ حضور میں پیش کیا آپ نے اولٹ پلٹ کے دیکھا اور ایک خادم کو دیا کہ اسے پڑھو خود اوس سے دور ہو کر بیٹھ گئے گویا اوس کا چھونا بھی آپ کو ناگوار ہوا۔ بلکہ فرمانے لگے کہ افسوس وہ کاغذ میرے ہاتھ میں آگیا جسکو ایک ظالم کا ہاتھ لگا ہے خادم وہ خط پڑھ رہا تھا اور آپ متوحش ہو ہو کر اوسے سنتے تھے۔ جب سب سن چکے تو فرمایا کہ اچھا اس کی پشت پر اس کا جواب لکھدو خادم نے عرض کی کہ حضور الگ کاغذ پر لکھنا چاہیئے کیونکہ ایک بادشاہ کو لکھا جاتا ہے حکم ہوا کہ نہیں اسی پر لکھو۔ اگر یہ کاغذ مال حلال سے ہے۔ تو اوس کا نیک بدلا اوسے ملیگا ورنہ اوس کی عقوبت میں گرفتار ہوگا میں ایسی جگہ کا ایک پرچہ کاغذ بھی اپنے پاس رکھنا پسند نہیں کرتا۔ اسے بھی واپس کرو۔ جواب یوں لکھوانے لگے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ بندہ گنہگار سفیان ثوری کی طرف سے عبد مغرور اور حریص ہارون الرشید کو معلوم ہو کہ میں نے تجھ سے دوستی کا تعلق جو پہلے تھا قطع کر لیا۔ اب ہرگز نہ سمجھیو کہ مجھ میں اور تجھ میں کوئی علاقہ ہے۔ بلکہ تو نے خود اپنے نامہ میں اس بات کا اقرار کیا ہے کہ تو نے بیت المال کے روپیہ کو جو مسلمانوں کا حق ہے بیجا اپنی ناموری میں صرف کیا اور اللہ کی مرضی کے خلاف دیا۔ پھر تجھے اِس خیانت پر بھی صبر نہ آیا اور تو نے اپنے اس ظلم کے فعل پر مجھے بھی گواہ بنا لیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ لذت ایمانی تجھ سے چھین لی گئی۔ اے ہارون تو نے بیت المال میں سے جو کچھ بیجا صرف

کیا۔ کیا تیرے اس فعل سے مؤلفۃ القلوب اور عاملین اور مجاہدین
فی سبیل اللہ اور مسافر جو اس مال کے مستحق تھے راضی ہو گئے۔ یا
اہل قرآن اور اہل علم اور بیوہ اور یتیم بچے تیری اس فضول خرچی
سے خوش ہوئے۔ یا تیری غریب رعایا کو یہ امر پسند ہوا۔ ہرگز نہیں
ہرگز نہیں۔ پس تو اون کے جواب کیلیے تیار ہو جا اور جان لے کہ تجھ
عنقریب ایک حاکم عادل یعنی حق سبحانہ تعالی کے سامنے کھڑا ہونا
ہے۔ تو نے عمدہ لوگوں کو چھوڑ کر ظلم پسند کیا اور ظالموں کا امام
بنا۔ علم و زہد و تلاوت قرآن کی لذت تیرے دل سے نکال ڈالی
گئی تو نے تخت سلطنت پر بیٹھ کے خلاف شرع باتیں اختیار کیں
ظالموں کو اپنا دربان بنایا جو شراب پیتے اور زنا کرتے ہیں اور پھر
تماشہ یہ ہے کہ اگر کوئی اور ان افعال شنیعہ کا مرتکب ہو تو اوس پر حد
جاری کرنے میں نہ تجھے شرم آتی ہے اور نہ تیرے اُن بدکار کارکنان
کو افسوس۔ تم میں سے خود فضیحت و دیگراں را نصیحت کے سمجھنے کی
بھی تو عقل جاتی رہی میں پوچھتا ہوں کہ کیا خلیفہ ہونے کے
بعد تو احکام اسلام کا مکلف نہیں رہا۔ پس تیری رعیت کب نیک
چلن بن سکتی ہے۔ اے ہارون قیامت کے دن جب اللہ
تعالی کی طرف سے ندا ہوگی کہ ہاں اب ظالموں اور اون کے ساتھیوں
کو ہمارے سامنے لاؤ۔ تو تیری اور تیرے عمال کی مشکیں کس کے
سامنے کھڑا کر دیا جائیگا۔ اگر تو نے عدل و انصاف کیا ہے تو نجات
پائیگا ورنہ ہلاک ہوگا۔ اے ہارون تیری وہ حالت جو قیامت میں
ہونے والی ہے اسوقت میری آنکھوں کے سامنے ہے۔

اوسے دیکھ دیکھ کے میرے رونگٹے کھڑے ہوتے جاتے ہیں اور
جسم پر لرزہ طاری ہے۔ اوس دن تیری نیکیاں تو دشمنوں کے
نامۂ اعمال میں ہوں گی اور دوسروں کی بدیاں تیرے نامۂ اعمال
میں۔ اور مصیبت پر مصیبت ہوگی۔ اے ہارون میں نے تیری خیر
خواہی میں اپنے حتی المقدور کمی نہیں کی ہے۔ اور تجھے اپنی بساط
کے موافق پوری نصیحت کردی ہے۔ میری ان نصیحتوں کو ہردم
یاد رکھیو۔ اے ہارون اللہ سے ڈر اور ہمہ تن ہمیشہ رعیت کی خیرخواہی
اور بہبودی میں مصروف رہ اور امت محمد کی خیرخواہی اور نگہبانی کر
اس دنیا کا کچھ اعتبار نہیں ہمیشہ ایک کے پاس نہ رہی ہے۔ اور نہ رہیگی
اگر اس کی طبیعت میں وفاداری ہوتی تو تیرے پاس یہ کیسے آتی
پس خوشخبری ہو اوسے جس نے دنیا میں آخرت کا توشہ حاصل
کیا۔ ورنہ دین و دنیا دونوں میں ٹوٹے میں رہیگا۔ اور میرا گمان
ہے کہ تو بھی انہی خسارہ والوں میں سے ہے۔ اب تو پھر کبھی
مجھے خط نہ لکھیو کیونکہ میں تجھے ہرگز جواب نہ دونگا۔ والسلام

زیباش خوئے آتش اولاد بولہب را
تو ابن بوترابی باید کہ خاک باشی

عباد کہتا ہے کہ سفیان ثوریؒ نے یہ خط ویسے ہی کھلا ہوا میرے سامنے
پھینکدیا میں اوسے لیکر کوفہ کی بستی میں آیا۔ اور اپنے کپڑے اوتار پھینکے اور
صوف کا جبہ پہن کے پہلا مکلف لباس الگ کیا۔ کیونکہ سفیان ثوریؒ کے
کلمات کا اثر میرے دل پر پورا پورا ہو گیا تھا میں ننگے سر ننگے پاؤں گھوڑے
کی باگ ڈوڑ پکڑے ہارون کے پاس پہونچا۔ دروازہ پر جو لوگ متعین تھے

اونہوں نے میرے مشکیزہ اوڑانا شروع کیا مگر میں نے کیکی نہ سنی اور سیدھا خلیفہ کی طرف چلا خلیفہ ہارون رشید نے مجھے دور سے دیکھا تو اپنا سر پیٹ لیا اور کہنے لگا افسوس صد افسوس قاصد کامیاب ہوگیا اور اوس کا بھیجنے والا محروم رہا ؎

جدا ہوں یار سے ہم اور نہوں رقیب جدا
ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا

ہائے افسوس یہ دنیا اور بادشاہت میرے کس کام آسے گی یہ تو بہت جلد جانے والی ہے غرض میں نے سفیان ثوریؒ کا خط مبارک اون کے سامنے ڈال دیا خلیفہ نے اوٹھا کر پڑھنا شروع کیا۔ پڑھتا جاتا تھا اور روتا تھا۔ محل میں ماتم کا سماں چھا گیا یہ حال دیکھکر خوشامدی مصاحبوں سے نہ رہا گیا۔ کہنے لگے کہ سفیان نے بڑی گستاخی کی ہے۔ اوسے سخت سزا اور قید ہونی چاہیئے تاکہ دوسروں کو عبرت ہو اور آیندہ کوئی شخص ایسی دلیری نہ کرے ہارون اور بھی زیادہ بے چین ہوگیا اور برہم ہوکر بولا۔ اے دنیا کے کتو میرے سامنے سے دور ہو جاؤ میں تمہاری رائے نہیں سننا چاہتا،

اے بدبختو سفیان ثوریؒ بڑے درجہ کا آدمی ہے۔ اور اس قابل ہے کہ اوسکی اقتدا کیجاسے۔ وہ اکیلا لاکھ پر بھاری ہے اوسے اوس کے حال پر چھوڑدو پھر خلیفہ ہارون الرشیدؒ نے حضرۃ سفیان ثوریؒ کے خط مبارک کو تعویذ بنا لیا اور پانچوں وقت کی نماز کے بعد اوسے بطور وظیفہ کے پڑھ لیا کرتا تھا وفات تک اوسکا یہی حال رہا۔ خدا رحم کرے اپنے اوس بندہ پر جس نے اپنے نفس کو گناہوں سے بچایا اور اللہ سے ڈرتا رہا۔ اسے لوگو تمہارے ہر عمل کا حساب ہونیوالا ہے۔ اور تمہیں تمہاری نیکیوں اور بدیوں کا بدلہ ملنے والا ہے۔ اور اللہ مددگار اور بھلائی کی توفیق دینے والا ہے۔

واضح ہو کہ ہمارے علمائے عظام وصوفیائے کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی یہ خصلت تھی کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر میں بادشاہوں سے بھی نہیں ڈرتے تھے اللہ پر اونہیں بھروسہ تھا۔ اونکی نیت خالص ہونے کی وجہ سے اونکی باتیں اپنا پورا پورا اثر کرتی تھیں۔ ہمارے زمانہ کے علماء صوفیا و لیڈران قوم کو خود غرضی خودستائی۔ حرص و طمع کی وجہ سے یہ بات نصیب نہیں۔ انکی باتوں کا اثر کسی پر نہیں ہوتا۔

یہ لوگ زمانہ کے نبض شناس نہیں نہ اسلام کی حالت سے واقف۔ پریشان بے ربط ادھر ادھر کی دس بیس واہیات سنائیں اور دستر خوان پر ڈٹ گئے۔ بھلا ایسے مصلحین قوم سے قوم کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ فی زمانتا اون علماء و صوفیا و لیڈران کی ضرورت ہے جو پورے پورے عالم باعمل ہوں اور دین و دنیا کو سمجھتے ہوں۔ اور مسلمانوں پر تباہی جو آن پڑی ہے اوس کا پورا فوٹو اون کے پیش نظر کر سکیں جب اسلام کے ابھرنے کی امید ہو سکتی ہے ورنہ جیسے لکچر اور وعظ کے جلسے اب ہو رہے ہیں اون سے کوئی نتیجہ نہ نکلیگا۔ خوب سمجھ لو کہ رعیت کی خرابی بادشاہ کی تباہی ہے بادشاہ اور رعیت جب ہی خراب ہوتے ہیں جبکہ علماء و صوفیاء اور لیڈران بدنیت اور بدعمل ہو جاتے ہیں۔ پھر تارک روزہ و نماز کو سمجھانے سے اثر کہاں ہو سکتا ہے

حصول دنیا بھی شرعاً محض ممنوع نہیں بلکہ بقدر ضرورت یہ بھی محمود ہے جیسا حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ اس مضمون کو فرماتے ہیں۔

شب چو عقد نماز بر بندم   چہ خورد بامداد فرزندم

لیکن ایکدم دنیا میں منہمک ہو جانا اور دینی مذہب کو خیرباد کہدینا جیسا کہ لیڈران قوم کا خیال ہے کہ دینوی و مذہبی ترقی سے مانع ہیں ہرگز صحیح نہیں۔ پس اب تمام باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تک مسلمان قوم نمونہ سلف نہ ہوں گے اور خوشامدانہ پہلو چھوڑ کر محض حق گو نہ بنیں گے ہرگز قوم کی

[illegible]

۴۸۶

ندائے آخرِ شب

حسن توفیق ہے تاثیرِ دعا آخرِ شب
اے دلِ زار نہیں نالہ رسا آخرِ شب

شام سے منتظرِ شوق تھی تا آخرِ شب
جلوہ فرما وہ ہوا ماہ لقا آخرِ شب

کیا یہ نیرنگ ہے خونابہ بسوزِ پنہاں
درِ دیدار ہے کیوں دم بکا آخرِ شب

شغلِ معمول وظیفہ ہے ترا ذکر مدام
ہر نفس یاد تری صبح و مسا آخرِ شب

فضل ہو مبداءِ فیاض کریم مطلق
فیض طالب ہی نہیں کاسہ گدا آخرِ شب

نالہائے دلِ شب محرمِ اسرار کیا
ساز سربستہ ہوا روئے نما آخرِ شب

نورِ احیائے لیالی نے منور جو کیا
ماہِ کامل ہے مرا ذوقِ صفا آخرِ شب

رنگِ تسلیم نے تلوین میں دکھائی تمکین
جذبہ کیف ہوا جلوہ نما آخرِ شب

ولولہ عشق کا مجذوب نما ہے سالک
خود گرفتہ ہوں کہاں حسنِ فدا آخرِ شب

ناظرِ حسن بطون شوق میں رم شیوہ نہ ہو
آئینہ دل کا ہے تصویر نما آخرِ شب

پاسِ انفاس ہوا رہبرِ کشفِ عینی
قلبِ ذاکر کو مبشر ہے ندا آخرِ شب

قائم اللیل جو ہیں عابدِ پاکیزہ سرشت
کرتے ہیں صبح نفس یادِ خدا آخرِ شب

گر تجھے دردِ طلب ہے تو ہو محو طاعت — دم ہے علے ہو ترا ذوق ولا آخر شب

منتشر حجتِ دیدار نے دن بھر کہا — جلوہ سرشار ہے مہجور لقا آخر شب

گر تجھے حسن عقیدہ ہے تو ہو ہمت خواہ — جلوہ گر ہوتے ہیں خاصان خدا آخر شب

صبحدم روز ہی تو عہد کیا کرتا ہے — حیف ہے تجھسے تو کچھ بھی نہ ہوا آخر شب

طائر شوق کی پرواز نظر میں ہے کشود — گر ہے تسطار تو ہو بال کشا آخر شب

تو بھی ہو شاہد برزخ سے ہم آغوش کبھی — رابطہ دل کا یہہ دیتا ہے صلا آخر شب

زندہ دل محو لقا زاہد شب خیز بنے — خفتہ بختوں کا ہوا بخت رسا آخر شب

دم بخود ہو کے نہ کر شغل معیت صوفی — ساحت دل نہ رہے تنگ فضا آخر شب

ہے ترا بلبل کشمیر قلندر مشرب — کیف رقصاں ہے یہ مستانہ ادا آخر شب

یہ سیر مغ ساقی سرمست کو مجذوب کیا
کیوں دیا جام مے ہوش ربا آخر شب

ساقی سرمست۔ دہلوی

۶۸۹

درود شریف

صبا بحیث شوقم بہ آنجناب رساں حدیث ذرہ بیدل بہ آفتاب رساں
دراں مقام کہ آرامگاہ حضرت اوست زمیں بہ بوس وسلام من خراب رساں

(ذکر حبیب کم نہیں وصل حبیب سے)

پھولوں کی نازک پنکھڑیاں باغ میں آنے والوں کے دماغ کو معطر کر رہی ہیں، خوشبو سے سارا گلشن مہک رہا ہے۔ ہوا کا ہلکا سا جھونکا آتا ہے اور یہ ڈالیاں وجد کر کے جھومتی ہیں اور کہتی ہیں ؎

صَلِّ عَلٰی حَبِیْبِنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

رات کی سیاہی دور ہوتی چلی ہے مشرق کا شہسوار روشنی کی فوجیں ساتھ لیکر آنے والا ہے بے خبر اشخاص میٹھی میٹھی نیند کے مزے لے رہے ہیں ذکر کرنیوالے مرغان خوش الحان یہ کہہ کہہ کر جگا رہے ہیں ؎

صَلِّ عَلٰی حَبِیْبِنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

گرمی کا موسم ہے ٹھنڈی ٹھنڈی نسیم چل رہی ہے ہلکی ہلکی پھوار پڑ رہی ہے ہو کا عالم ہے۔ چاروں طرف سناٹا ہے۔ صحرا سے شہر سے زمین سے آسمان سے۔ غرض ہر طرف سے کچھ صدا آرہی ہے۔ کیا دلکش صدا ہے۔ ذرا سننا ؎

صَلِّ عَلٰی حَبِیْبِنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

بلبل کے چہچہانے سے غنچوں کے مسکرانے سے سرو کی آزادی سے قمری کی گرفتاری سے گیاہ کی روئیدگی سے۔ گلاب کی بوئیدگی سے غرض یہ کہ عالم کی ہر بات سے ناصر کا دل عاشق کا دل یہ آواز پیدا کر کے گوش رغبت سے سن رہا ہے ؎

صَلِّ عَلٰی حَبِیْبِنَا صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ

آرام کی نیند کو برباد کرنے والے۔ شوق عبادت میں چین کو کھونے والے۔ ریاضت محبت کا مزا جاننے والے فرمان وَمِنَ اللَّیْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ کو ملنے والے حضرات کے لب جنبش کر رہے ہیں۔ اے دل مائل ہو اور سمجھ لے آنکھو دیکھو اور پہچانو اے جان قربان ہو اور رہ جان۔ اے گوش ہوش متوجہ ہو اور سن۔ انجان بے خبر یہ کہ کیا کہہ رہے ہیں سمجھنے والے کہہ رہے ہیں کہ یہ کہتے ہیں ہے

شافع عالم السّلام علیک دافع ہر غم السّلام علیک
دل کے ہمراز آفریں تجھ پر جان کے ہمدم السّلام علیک
درد کے چارہ ساز تجھ پہ درود زخم کے مرہم السّلام علیک

یہ وہ ہیں جن کی شان میں خود رب العزت فرماتا ہے عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ۵ (ترجمہ) قریب ہے کہ کھڑا کرے تجھکو تیرا رب مقام محمود میں (یعنی اچھے مقام میں (از روئے لغت) غافل انسان در و دیوار کی آواز سنی۔ کچھ اثر ہوا سن ایک غیبی آواز اور سن۔ آسمان کو پار کرکے آرہی ہے لامکان سے آرہی ہے۔ کہنے والے کو سب جانتے ہیں۔ پہچانتا کوئی نہیں۔ اچھا سن وہ روح افزا صدا یہ ہے قرآن شریف سیپارہ ۲۲۔ احزاب۔ ان اللہ و ملٰئکته یصلون علی النبی یٰاَیھا الذین اٰمنوا صلوا علیه وسلموا تسلیما (ترجمہ) اللہ اور اوس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں رسول (علیہ السّلام) پر اے ایمان والوں رحمت (درود) بھیجو اوس پر اور سلام بھیجو سلام کہکر جس کے پہلو میں دل ہو اور دل میں درد ہو اور درد بھی اسلامی درد ہو وہ اس آیت شریف کے دل پسند اور پر انوار مضامین کو بخوبی سمجھ سکتا ہے سچ ہے ہے

آنکھوں والا ترے جوبن کا تماشا دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

باغ کے مالی نے سارے باغ کو سجایا ہے کہیں چنبیلی کے پھول کھلائے ہیں تو کہیں موتیا اور گلاب کے کہیں رائی بیل لگائی ہے تو کہیں سورج مکھی۔ مگر ان سب میں ایک پھول کو خاص کر دیا ہے اور وہ زیادہ پسند ہے۔ اور یہی مطلب ہے کہ اس کا شرف اسکی خوبصورتی خوشنمائی اور پھولوں سے زیادہ دیکھنے والوں کو معلوم ہو۔ اور حقیقت بھی یہی ہے کہ وہ پھول اپنی وضع اور رنگ میں نرالا اور اپنی خوشبو میں انوکھا ہے۔

میں کیا کہہ رہا ہوں تم کیا سمجھے سنو باغ سے مراد باغ عالم ہے اور وہ پھول احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے۔ روحی فداک یا رسول اللہ

زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کیلئے

پھول بھی کیسا سبحان اللہ جسکی خوشبو چار دانگ عالم میں پھیلی ہوئی ہے جس کی مہک سے سارا عالم معطر ہے باغ عالم میں یہ پھول انتخاب ہے اسی باغ کے مالی (خداوند تعالیٰ) نے اپنے بندوں کی ترغیب کے لیے فرمایا ہے میں (احکم الحاکمین رب العالمین) اور تمام فرشتے نبی کریم پر درود رحمت بھیجتے ہیں تم اے بندو کیوں غافل ہو تم درود بھیجو صلی اللہ علیہ وسلم خالق کی رضاجوئی کے واسطے پڑھو۔ فرشتوں کی پیروی و تقلید کے واسطے پڑھو اپنے محبت ثابت و قائم رکھنے کے واسطے پڑھو کیونکہ من احب شیئاً اکثر ذکرہ۔ یعنے حبیب کا ذکر جس قدر زیادہ ہو اچھا معلوم ہوتا ہے۔

طالب دنیا ہو دنیا کی حاجت کے لیے پڑھو طالب دین ہو دین کی ضرورت کے لیے پڑھو۔ خدا نے جو وعدہ کیا ہے اوسے پورا کرے گا۔ ان اللہ لا یخلف المیعاد۔ تنگدستی جاتی رہے گی۔ گناہ معاف ہوں گے۔ بلائیں دور ہوں گی۔ ثواب حاصل ہوگا۔ درجے بلند کیے جائیں گے نجات و شفاعت میسر ہوگی۔ پڑھو۔ جس

جس غرض سے چاہو پوری ہوگی۔ انشاء اللہ ضرور ہوگی۔ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم

حدیث شریف

قال النبی یا عمار ان اللہ خلق	ترجمہ۔ رسول علیہ السلام نے فرمایا
ملکا اعطاہ سماع الخلائق	اے عمار خدا نے ایک فرشتہ پیدا کیا ہے
وھو قائم علی قبری	اور اوسکو تمام خلق کی سماعت دی
الی یوم القیمۃ فلیس	ہے۔ میرے انتقال کے بعد
احد من امتی یصلی علی	وہ میری قبر پر کھڑا ہوگا جو
صلوۃ الا سمے باسمہ	کوئی میرا امتی مجھپر درود پڑھیگا
واسم ابیہ قال یا محمد	وہ فرشتہ مجھ سے بیان کرے گا
صلی فلان علیک کذا	کہ فلاں بن فلاں نے آپ پر
وکذا فیصلی الرب علے	درود پڑھا ہے مجھپر ہر درود کے
ذالک الرجل لکل واحدۃ	بدلہ میں خدا دس مرتبہ اوس بندہ پر درود
عشرا (کنز الاعمال)	(رحمت) بھیجتا ہے (کنز الاعمال)

اے پیغام پہنچانے والے فرشتے اسے عاشقوں کے قاصد ہم بیکس ہیں اور حبیب سے منزلوں دور ہیں۔ صبا کو مخاطب نہیں بناتا تو سن اور دربار رسالت میں ہم کم نصیب غلاموں کا سلام پہونچا دے

اے مظہر ذات رب اکبر تسلیم — اے مخزن فضل ولطف وداد تسلیم
بندہ ہوں ترا تو ہے خدا کا مقبول — اے بندہ نواز و بندہ پرور تسلیم

ناصر قاصر

میرے حامی ہیں محمد مجھے پروا کیا ہے

مجھے پوچھتے ہیں ہرگز کہ تمنا کیا ہے
مدنی ہوں مجھے اب ہند کی پروا کیا ہے

جس کا دل تھا وہ گیا پاس اسی کے اڑ کر
سر کے بل میں بھی چلوں ہند میں رکھا کیا ہے

زندگی کا ہے مزہ جب تو مدینے میں رہے
دل دیوانہ کل ہند میں بیٹھا کیا ہے

ہے گرانباری عصیاں سے مرا حال برا
آہ و زاری کے سوا اب مجھے آتا کیا ہے

چل مدینے کو محمد ہیں شفیع محشر
سر بزانو تو یہاں بیٹھ کے روتا کیا ہے

مجھ کو اکسیر نہ ہو کس لیے وہ خاک قدم
روبرو احمد مرسل کے مسیحا کیا ہے

نہ مجھے خوف نکیرین نہ ترس دوزخ
میرے حامی ہیں محمد مجھے پروا کیا ہے

اے صبا بہر خدا ہو مری پیغام رساں
بگڑی بنتی ہے مری تیرا بگڑتا کیا ہے

ساکنان در احمد کے بڑے رتبے ہیں
مری قسمت میں نہ معلوم کہ لکھا کیا ہے

بخت بیدار کہاں ہے؟ جو سرکار رسول
سن کے فرمائیں ترے رونے کا منشا کیا ہے

قصر جنت ہے شفاعت کی بدولت آخر
امتی کے لیے کل حشر میں ہوتا کیا ہے

نعت سرکار عرب اور زبان نامی
سچ تو یہ ہے کہ گنہگار کو آتا کیا ہے

نامی کوہ سوار شاہپوری کن

ہماری گذشتہ عظمت کا افسانہ

بابل و نینوا کی سلطنت تباہ ہو چکی اور غیرت خداوندی نے بصورت آنحضرت محمد مصطفیٰ صلعم ظہور کیا۔ خانہ کعبہ جو (۳۶۰) بتوں کی پرستش گاہ تھا معبود حقیقی کا مسجود بنا۔ عرب بادۂ کفر و ضلالت کے سرشار سے توحید کے متوالے ہو گئے آفتاب رسالت کی روشنی نے عرب و عجم کو منور کر دیا۔ ایک بجلی تھی ایک سرے سے دوسرے سرے تک کوندتی ہوئی چلی گئی۔

حضور انور صلعم اور خلفائے راشدین نے لوگوں کی کایا پلٹ دی اور انہیں وہ روح پھونکی کہ اسلام کی سلطنت صدیوں تک ملک میں قائم رہی۔

بنو اُمیّہ — سب سے پہلے خاندان بنی امیہ کی شام میں خلافت قائم ہوئی۔ اور سنہ ۴۱ھ سے سنہ ۱۳۲ھ تک نہایت دبدبہ اور جلال کے ساتھ حکومت کی۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ خلفائے بنو امیہ کیسے با حشم اور صاحب عظمت گذرے ہیں۔ اس خاندان میں ۱۴ خلفاء ہوئے اور مدت حکومت ۹۱ سال ہے۔ مروان ثانی خاتم خلافت ہے۔

بنی عبّاس — بنی امیہ کے بعد بنی العباس نے خلافت کی باگ کو سنبھالا اور سنہ ۱۳۲ھ سے سنہ ۶۵۶ھ تک ایسی پرزور حکومت کی کہ تاریخ کے صفحات میں زریں حروف سے ان کا نام لکھا ہوا ہے۔ اس خاندان میں ۳۷ خلفاء ہوئے اور مستعصم پر خاتمہ ہوا۔ ۵۲۴ برس حکومت رہی

بنی فاطمہ — بنی العباس و بنی امیہ کے خاندانوں میں تو یکے بعد دیگرے حکومت رہی ان کے بعد متفرق خاندانوں میں تقسیم ہو گئی

خلافت کے دعویدار اگر کوئی ہو سکتے ہیں تو وہ بنو فاطمین ہیں۔ جن کی سلطنت افریقہ میں تھی۔ اس خاندان میں ۱۴ حکمران ہوئے اور ۲۷۰ برس تک سلطنت رہی

سلاجقہ

تاریخ اسلام میں سلاجقہ نے بھی بہت حصہ لیا۔ ان کی سلطنت تمام ایشیائے کوچک، ترکستان وغیرہ تک پھیلی ہوئی تھی سلاجقہ اعظم ۸ ہوئے اور انہوں نے ۱۴۳ برس حکومت کی۔[1] ان کے بعد حکومت مندرجہ ذیل خاندانوں میں تقسیم ہو گئی۔

شمار	خاندان	سنہ حکومت	دارالسلطنت	کیفیت
۱	سلاجقہ کرمان	۴۳۳ھ/۱۰۴۱ء سے ۵۸۳ھ/۱۱۸۴ء تک	کرمان	
۲	سلاجقہ شام	۴۸۷ھ/۱۰۹۴ء سے ۵۱۱ھ/۱۱۱۷ء تک	دمشق	حلب، دمشق وغیرہ میں حکمران رہے
۳	سلاجقہ عراق و کردستان	۵۱۱ھ/۱۱۱۷ء سے ۵۹۰ھ/۱۱۹۴ء تک	ہمدان	
۴	سلاجقہ روم	۴۷۰ھ/۱۰۷۷ء سے ۷۰۰ھ/۱۳۰۰ء تک	قونیہ	
۵	سلاجقہ دانشمندیہ	۴۹۰ھ/۱۰۹۷ء سے ۵۶۰ھ/۱۱۶۵ء تک	سیواس	سیواس قیصریہ ملطیہ وغیرہ میں
۶	آتابکان دمشق	۴۹۷ھ/۱۱۰۳ء سے ۵۴۹ھ/۱۱۵۴ء تک	دمشق	خاندان بوری کے نام سے مشہور ہیں
۷	آتابکان موصل	۵۲۱ھ/۱۱۲۷ء سے ۶۶۰ھ/۱۲۶۲ء تک	موصل	
۸	آتابکان شام	۵۴۱ھ/۱۱۴۶ء سے ۵۷۷ھ/۱۱۸۱ء تک	حلب	
۹	آتابکان سنجار	۵۶۶ھ/۱۱۷۰ء سے ۶۱۷ھ/۱۲۲۰ء تک	سنجار	
۱۰	آتابکان جزیرہ (الجزائر)	۵۷۶ھ/۱۱۸۰ء سے ۶۴۸ھ/۱۲۵۰ء تک		
۱۱	آتابکان اردبیل	۵۳۹ھ/۱۱۴۴ء سے ۶۳۰ھ/۱۲۳۲ء تک	اردبیل	
۱۲	ارتوک دیاربکر	۴۹۵ھ/۱۱۰۱ء سے ۷۱۲ھ/۱۳۱۲ء تک	دیاربکر	
۱۳	ارتوک کیفہ	۴۹۵ھ/۱۱۰۱ء سے ۶۲۹ھ/۱۲۳۱ء تک	کیفہ	

[1] سلاطین عثمانیہ اسی خاندان میں سے ہیں ۱۲

شمار	خاندان	سنہ حکومت	دارالسلطنت	کیفیت
۱۴	ارتوک ماردین	سنہ ۵۰۲ھ ۱۱۰۸ء سے سنہ ۸۱۱ھ ۱۴۰۸ء تک	ماردین	
۱۵	ارتوک آرمینیہ	سنہ ۴۹۳ھ ۱۱۰۰ء سے سنہ ۶۰۲ھ ۱۲۰۴ء تک	ارض روم	
۱۶	اتابکان آذربائیجان	سنہ ۵۳۱ھ ۱۱۳۶ء سے سنہ ۶۲۲ھ ۱۲۲۵ء تک	تبریز	
۱۷	اتابکان فارس	سنہ ۵۴۳ھ ۱۱۴۸ء سے سنہ ۶۸۶ھ ۱۲۸۷ء تک	شیراز	
۱۸	اتابکان لرستان	سنہ ۵۴۳ھ ۱۱۴۸ء سے سنہ ۷۴۰ھ ۱۳۳۹ء تک	ایدج	
۱۹	خوارزمیہ	سنہ ۴۷۰ھ ۱۰۷۷ء سے سنہ ۶۲۸ھ ۱۲۳۱ء تک	خیوا	

مُغل

دنیا جانتی ہے کہ چنگیز خانی مغلوں نے دنیا کو کس قدر بے چراغ کیا اور قتل و غارت کے کیا کیا مناظر پیش کیے۔ لیکن خداوند کریم نے ان ہی بے رحم کافروں میں سے مسلمان کر دیے جنھوں نے دنیا کی کثیر حصہ پر صدیوں تک حکمرانی کی۔

مغلیہ تیموریہ خاندان ہندوستان میں تین سو برس سے زیادہ حکمراں رہا (بانی امیر تیمور صاحبقران)

مغلیہ ایلخانیہ خاندان۔ ایران میں سو برس کے قریب حکمراں رہا۔ (بانی ہلاکو خاں عرف ایل خاں پسر تولی خاں پسر چنگیز خاں)

ترکستان و روس و افغانستان میں بھی صدیوں تک مغل حکومت کرتے رہے۔

خلفائے اندلس

اندلس (اسپین) میں مسلمانوں کا دورِ حکومت یادگار رہے سنہ ۹۳ھ ۷۱۲ء سے (جبکہ مسلمانوں نے اسپین کو فتح کیا) سنہ ۸۹۷ھ ۱۴۹۲ء تک اُن کی حکومت رہی اس زمانہ کو چھ دور میں تقسیم کیا گیا ہے۔

(۱) مسلمانوں نے سنہ ۹۱ھ سے سنہ ۹۳ھ ۷۱۲ء تک اسپین کو فتح کیا اور اس کے بعد بنی امیہ و بنی العباس حکومت کرتے رہے (سنہ ۱۳۸ھ ۷۵۶ء تک)

(۲) ۱۳۸ھ / ۷۵۶ء سے ۴۲۲ھ / ۱۰۳۱ء تک خاندان بنی امیہ (جدید) کا حکومت کرنا۔

(۳) طوائف الملوکی۔ خلفائے بنی امیہ کے ضعف کے سبب مندرجہ ذیل صوبوں کی خود مختار حکومتیں قائم ہوگئیں :-

شمار	صوبے	علاقہ حکومت
۱	زیری	غرناطہ (گرنیڈا)
۲	حمودیہ	مراغہ (ملاگا)
۳	دانیہ	دانیہ
۴	توجیبیہ	زراغہ (سارا گوسا)
۵	ہودیہ	ایضاً
۶	عراسے ولنشیہ	ولنشیہ (ولنسیہ)
۷	عبادیہ	اشبیلیہ (سیول)
۸	جمہوریہ	قرطبہ (کارڈوا)
۹	ذوالنونیہ	طلیطلہ (ٹولیڈو)

(۴) ۴۴۸ھ / ۱۰۵۶ء سے ۵۴۱ھ / ۱۱۴۶ء تک سلاطین مرابطین (مراقش) کا اسپین کو فتح کرکے الجزائر اور اسپین (اندلس) پر حکومت کرنا۔

(۵) موحدین کا مرابطین سے سلطنت چھین کر ۶۶۷ھ / ۱۲۶۹ء تک حکومت کرنا۔

(۶) موحدین کے بعد اسپین کا ۳۔ اسلامی سلطنتوں (۱) ملبنہ (۲) ارفان (۳) غرناطہ میں منقسم ہوجانا۔

سلاطین بربر مراقش۔ الجزائر۔ تونس۔ طرابلس الغرب۔ یہ کل ممالک بربر میں شامل تھے

(۱) مراقش (مراکو) میں مندرجہ ذیل خاندان ہوئے۔

(۱) ادریسی۔ سنہ ۱۷۲ھ (۷۸۸ء) سے سنہ ۳۱۱ھ (۹۲۲ء) تک
(۲) مرابطین۔ سنہ ۴۴۸ھ (۱۰۵۶ء) سے سنہ ۵۴۱ھ (۱۱۴۷ء) تک
(۳) موحدین۔ سنہ ۵۲۴ھ (۱۱۳۰ء) سے سنہ ۶۶۷ھ (۱۲۶۹ء) تک
(۴) ماریني۔ سنہ ۵۹۱ھ (۱۱۹۵ء) سے سنہ ۸۷۵ھ (۱۴۷۰ء) تک
(۵) وطاسی۔ سنہ ۸۷۰ھ (۱۴۷۰ء) سے سنہ ۹۵۷ھ (۱۵۵۰ء) تک
(۶) حسنی۔ سنہ ۹۵۱ھ (۱۵۴۴ء) سے سنہ ۱۰۴۷ھ (۱۶۳۷ء) تک
(۷) فلالی۔ سنہ ۱۰۷۵ھ (۱۶۶۴ء) سے سنہ ۱۳۱۱ھ (۱۸۹۴ء) تک

مراقش میں اب تک سوئیوں کی نسل باقی تھی لیکن فرانس کے ہاتھوں رہتی نظر نہیں آتی ہے۔

(۲) الجزائر (الجیریا) میں مندرجہ ذیل خاندان ہوئے۔
(۱) حمادیہ۔ سنہ ۳۹۰ھ (۱۰۰۰ء) سے سنہ ۵۴۷ھ (۱۱۵۲ء) تک
(۲) زیانی۔ سنہ ۶۳۳ھ (۱۲۳۵ء) سے سنہ ۷۹۶ھ (۱۳۹۳ء) تک

(۳) تونس (ٹیونس) میں مندرجہ ذیل خاندانوں نے حکومت کی
(۱) بنی اغلب۔ سنہ ۱۸۴ھ (۸۰۰ء) سے سنہ ۲۹۰ھ (۹۰۳ء) تک
(۲) زیری۔ سنہ ۳۶۲ھ (۹۷۲ء) سے سنہ ۵۴۳ھ (۱۱۴۸ء) تک
(۳) حفصیہ۔ سنہ ۶۲۵ھ (۱۲۲۸ء) سے سنہ ۹۳۲ھ (۱۵۲۵ء) تک

(۴) طرابلس الغرب کو مسلمانوں نے یونانیوں سے سنہ ۵۶ھ میں فتح کیا اور اس وقت سے اب تک مسلمانوں کے پاس ہے، دیکھئے اٹلی (اطالیہ) کے دست برد سے زمانہ کب رہائی دیتا ہے۔

سلاطین مصر | مصر میں۔ ایوبی۔ طولون۔ آخشیدیہ۔ ایوبیہ کردیہ۔ فاطمیہ۔ صدیوں تک حکمرانی کرتے رہے۔ ان خاندانوں کے حالات بہت زیادہ میں

اس لیے بخوف طوالت ناموں پر اکتفا کیا گیا۔

مسلمانوں کی حکمرانی سیکڑوں برس تک اقطاع عالم میں رہی جسکا مختصر خاکہ مندرجہ بالا مضمون میں کھینچا گیا ہے۔ اب نظر غور سے دیکھو کہ خودمختار سلامی سلطنت کون سی ہے۔ صرف ترکی۔ سو اُس پر بھی اغیار کا ہر وقت دانت ہے۔ کل اسلامی حکومتیں فنا ہو گئیں۔ ایران میں روس کا عمل دخل ہو گیا۔ مراکش میں فرانس پنجے جمائے بیٹھا ہے۔ تونس بھی فرانس کے زیر اثر ہے۔ مصر پر برطانیہ کی حمایت ہے۔ طرابلس الغرب پر اٹلی ٹوٹا ہوا ہے۔ الجزائر بھی فرانسیسی اثر سے خالی نہیں۔ نظر عبرت سے دیکھو کہ اسلامی زندگی کے یہی آثار ہیں۔

بلاشک

"بہ ظاہر اسباب تماشہ گاہ قدرت کا ایکٹ قریب الاختتام ہے
اور پردہ گرنے والا ہے"

رہے نام اللہ کا

ڈر ہے کہیں یہ نام بھی مٹ جائے آخر ۔۔۔ مدت سے اسے دورِ زماں میٹ رہا ہے

محمد شفیع الدین خاں مُرادآبادی

نزہ فرید یہ کتاب ملک المشائخ بابا فریدالدین گنجشکر کے اعمال و اقوال کا مجموعہ ہے۔ جسے سلطان المشائخ محبوبِ الٰہی خواجہ نظام الدین دہلوی نے فارسی زبان میں راحت القلوب کے نام سے ترتیب دیا تھا۔ فی الحال اس کتاب کو مولانا محمد الواحدی صاحب ایڈیٹر نظام المشائخ دہلی نے اُردو زبان میں ترجمہ فرمایا ہے۔ ترجمہ نہایت سلیس اور عام فہم ہے لکھائی چھپائی صاف ضخامت ۱۱۲ صفحات قیمت ۸/ (منقول از اخبار آزاد)

تضمین بر ترانۂ اقبال

ارض و سماں ہمارا کون و مکاں ہمارا   گردوں کا ہر ستارہ ہے خطبہ خواں ہمارا
مشرق سے تا بہ مغرب سکہ رواں ہمارا   چین و عرب ہمارا ہندوستاں ہمارا
مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

کچھ بھی وطن عنادل کل کہہ رہی تھیں رو رو   دنیا کے پھرنے والو باد صبا کے جھونکو
آتا تو پوچھ لینا مغرب میں جو گذر ہو   اے گلستان اندلس وہ دن ہیں یاد تجھکو
تھا تیری ڈالیوں میں جب آشیاں ہمارا

لیکر پیام وحدت ایکدشت سے اُٹھے ہم   شمع رضائے حق پہ پروانہ ساں جلے ہم
ممکن نہیں کبھی سے جو کام کر گئے ہم   اے ارض پاک تیری حرمت پہ کٹ مرے ہم
ابتک تیری رگوں میں ہے خوں رواں ہمارا

عالم تمام اپنا ہر دیس میں مکیں ہم   سرمایہ دار دیں ہم توحید کے امیں ہم
غم ماسوا خدا کے کرتے نہیں کہیں ہم   باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم
سو بار کر چکی ہے تو امتحاں ہمارا

کس سے بیاں کریں ہم اس داستان غم کو   بیگانہ پایا سبزہ رکھا جہاں قدم کو
ہاں کرکے دے تسلی اک جان پر الم کو   اے موج دجلہ تو بھی پہچانتی ہے ہم کو
ابتک ہے تیرا دریا افسانہ خواں ہمارا

رفعت پہ آسماں کی ہم ہی عیاں ہوئے ہیں   جان عدو پہ چھائے مریخ ساں ہوئے ہیں
ہے خون خمیر اپنا ہم خوں فشاں ہوئے ہیں   تیغوں کے سایہ میں ہم پلکر جواں ہوئے ہیں
خنجر ہلال کا ہے قومی نشاں ہمارا

دنیا کو یاد اب تک ہے داستاں ہماری — شاہان نامور نے تھامی عناں ہماری
موج رواں تو دیکھو پہونچی کہاں ہماری — مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری
تھمتا نہ تھا کسی سے سیل رواں ہمارا

صدیق کی صداقت سینوں میں ہے ہمارے — فاروق کی حمیت سینوں میں ہے ہمارے
نور حضور رسالت سینوں میں ہے ہمارے — توحید کی امانت سینوں میں ہے ہمارے
آساں نہیں مٹانا نام و نشاں ہمارا

وہ بیت پاک جسکو بخشا شرف خدا کا — معمار تھا خلیل صدیق جس بنا کا
عالم کا اوڑ رہا تھا پیش از ظہور خاکا — دنیا کے بتکدہ میں پہلا وہ گھر خدا کا
ہم اوس کے پاسباں ہیں وہ پاسباں ہمارا

ہم شمع انجمن ہیں ہے سوز و ساز اپنا — سامان زندگی ہے ہمکو گداز اپنا
اقبال کی زباں میں مضمر ہے راز اپنا — سالار کارواں ہے میر حجاز اپنا
اس نام سے ہے باقی آرام جاں ہمارا

اے بدر اوٹھ کہ برسوں غفلت کی نیند سویا — شبنم کے آنسوؤں سے گردوں بھی تجھ پہ رویا
ہمراہ قافلہ ہو منزل کی رہ میں پویا — اقبال کا ترانہ بانگ درا ہے گویا
ہوتا ہے جادہ پیما اب کارواں ہمارا

احقر بدر الحسن بدر جلالی

شہد کی مکھی

(سلسلہ کے لیے ملاحظہ ہو نظام المشائخ ماہ ذیقعدہ ۱۳۳۱ھ)

کوڑے شاہ:۔ "آج بہت دنوں کے بعد زیارت نصیب ہوئی۔ جناب کی تشریف آوری سعادت کبریٰ اور نعمت عظمیٰ ہے کہ ہم تکیہ نشینوں کو بھی حقائق و دقائق سننے کا موقع ملتا ہے۔"

صوفی:۔ "سائیں جی طبیعت پریشان رہتی ہے آجکل اسلامی دنیا گوناگوں مصائب و نوائب کی آماجگاہ بنی ہوئی ہے۔ طرابلس و بلقان اور مراکو و ایران کے واقعات یاد آتے ہیں تو کلیجہ دہل جاتا ہے۔"

لیوڑے شاہ:۔ "ہائے افسوس ترکوں کی ترکی تمام ہوگئی۔ تیغ ایڈریانوپل[1] مقدمہ ہے آل عثمان کو یورپ سے جلاوطن کرنے کا۔"

جنٹلمین:۔ "اور اسی پر بس نہیں۔ مخالفین و معاندین اسلام ٹرکی کے ایشیائی مقبوضات پر بھی دانت رکھتے ہیں حرمین شریفین کو بھی صلیب کے قبضۂ اقتدار میں لانا چاہتے ہیں۔"

کابلی:۔ "انجمن اتحاد و ترقی و دیگرے کہ او را حزبیت و ائتلاف می گویند باہمدگر جدال و قتال آغاز نہادند از ہمیں است کہ جمعیت عرو منتشر کردہ از مقابلۂ اعدائے دین عاجز ماندند۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔"

رندہ:۔ "بآب زمزم و کوثر سپید نتواں کرد — گلیم بخت کسے راکہ بافتند سیاہ"

[1] یہ مضمون اس وقت کا لکھا ہوا ہے جب ایڈریانوپل غیروں کے پاس چلا گیا تھا، لیکن اب بفضلہ وہ پھر تمہارے قبضے میں ہے۔ واحدی

کشمیری بھیڑے بزباست کرباست۔ یہ سب شاکل وتکالیف نتیجہ ہندس نفی اسلام و اثبات تفریج کی۔ اطراف واکناف عالم کامسلمان قرآن کریم کوپس پشت پھینک دیندس لاجرم خدا وند تعالیٰ ان پر اقوام اوسے باس شدید مسلط فرماندس۔

رند۔ اب تو ترک آپس میں چھری کٹار ہو رہے ہیں۔ سکھوں کی سلطنت کا زوال بھی اسیوقت شروع ہوا تھا جب ان میں آپس میں کٹا و پڑگیا تھا۔ بعینہ یہی حالت ترکوں کی ہے۔ ترکوں میں یہی سکھا شاہی زمانہ آگیا ہے۔ ناظم پاشا محمود شوکت پاشا۔ کامل بے۔ نیازی بے حسن رضا پاشا اپنے ہی بھائیوں کے ہاتھ سے شہید ہوئے ا

صوفی۔ اللھم ایدا الاسلام والمسلمین و انصرنا علی من عادانا و لاتجعل مصیبتنا فی دیننا ولاتجعل الدنیا اکبر ھمنا ولا مبلغ علمنا و لاتسلط علینا من لا یرحمنا

رند۔ پہلوان جی! آپ کی انگلی پر کیا ہوا؟ سوجھی ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

پہلوان۔ شہد کی مکھی لڑگئی ہے۔ ابھی مسجد میں وضو کیا تھا۔ ٹونٹیوں پر شہد کی مکھیاں بیٹھی تھیں ایک نے ڈنک مارا سخت سوزش ہورہی ہے اور ورم بھی ہوگیا ہے مکھی بڑا موذی جانور ہے۔

رند۔ آپ کیا فرماتے ہیں؟ شہد کی مکھی تو ہمیں بے شمار فائدے پہنچاتی ہے۔

کوڈے شاہ۔ اس میں کیا شبہ ہے؟ اس کے پیٹ سے شہد نکلتی ہے جسکی نسبت ارشاد باری تعالیٰ ھو اسمہ ہے فیہ شفاء للناس

جنتلمین۔ سائیں جی بجا ارشاد ہوا۔ شہد کی مکھیوں کے عجیب حالات ہیں۔ ان کے چھتوں کے خانے اصول علم ریاضی کے مطابق بنے ہوئے معلوم ہوتے ہیں کہ تھوڑی سی تھوڑی جگہ میں بہت سے بہت شہد آئے۔ شہد کے

پچھتے میں ایک سلطنت کا سا انتظام پایا جاتا ہے مکھیوں کی ملکہ ہوتی ہے جس چھتے کی تمام مکھیاں اس کی اطاعت سے سرمو انحراف نہیں کرتیں۔ مکھیوں کی کئی قسمیں ہوتی ہیں۔ کچھ شہد جمع کرنے والی۔ کچھ پہرہ دینے والی۔

رمد۔ پہاڑی لوگ بنیوں کے جہیز میں شہد کے چھتے دیتے ہیں جو چھتا دینا منظور ہوتا ہے اس کی ملکہ کو پکڑ کر حوالہ کر دیتے ہیں سب مکھیاں اس کے ساتھ ہولیتی ہیں۔

جنٹلمین:۔ شہد کی مکھیاں بہار کے موسم میں شہد جمع کرتی ہیں اور موسم خزاں کے لیئے اس کا ذخیرہ رکھتی ہیں۔

کوڈے شاہ۔ تو گویا شہد کی مکھیوں میں بہت عجائبات قدرت الٰہی ہیں۔ غور کیجئے حضرت انسان نے شہد کی مکھیوں سے امور مندرجہ ذیل اخذ کیئے ہیں۔

(۱) تہذیب و تمدن۔

(۲) تدبیر منزل۔

(۳) اطاعت اولوالامر۔

(۴) تقسیم عمل۔

(۵) محنت و مجاہدہ۔

(۶) نظام پولیس۔

(۷) حزم و احتیاط۔

(۸) جلب نفع و دفع ضرر

(۹) اتفاق و یکجہتی

(۱۰) فن تعمیر

تلک عشرۃ کاملۃ

کشمیری پیر :۔ سائیں جی معتقت ایشان شہد کا مکھی سے یہ امور سیکھتی۔ شہد کی مکھی کس سے تعلیم حاصل کرد س ؟

کوڈے شاہ :۔ یا حضرت۔ خدا نے خود یہ سب امور بذریعہ وحی والہام کے شہد کی مکھی کو سکہائے ہیں ؛

پہلوان :۔ سائیں جی مکھی کو بھی وحی ہوتی ہے ؟

کوڈے شاہ :۔ بے شک۔ اور مکھی پر ہی حصر نہیں ہے۔ ہر چیز کو وحی ہوتی ہے۔ زمین و آسمان کو شجر حجر کو مرد و زن کو سب کو وحی ہوتی ہے

چٹھلین :۔ سائیں صاحب کا یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ قدرت نے مکھی کے نیچر میں یہ امور ودیعت فرمائے ہیں۔ وگرنہ یہ امر مسلم ہے کہ وحی یا ناموس الٰہی ابنیاء کرام علیہم السلام سے مختص ہے غیر نبی وحی والہام سے فائز نہیں ہو سکتا۔ یہ متفرنجین الفاظ قرآنی اور مصطلحات اسلامی کی عجیب و غریب تاویلیں کرتے جب نص صریح سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ خدا شہد کی مکھی کیطرف وحی بھیجتا ہے تو ہمیں اس کے تسلیم کرنے میں کیا عذر ہو سکتا ہے کہ نیچر و یچر کی تاویلات رکیکہ سے ہاتھ پاؤں ماریں ؛

کابلی :۔ خواجہ فریدالدین عطار رحمتہ اللہ علیہ وحی والہام کا توبہ تعریف کرینگا

وحی چہ بود ہر انچہ در دل تو	سر زند از تجلی اسرار
ہست الہام اینکہ خاطر تو	بردو سوئے خیر از بدکار
باز وسواس و یوہش کہ تو	بروی سئے بدز نیک شعار

پیر :۔ حضرت مولانا روم رحمتہ اللہ علیہ مثنوی شریف میں فرماتے ہیں

پنج حسے ہست جز این پنج حس	آں چو زر سرخ و این حسہا چو مس
حس ابدان قوت ظلمت مے خورد	حس جاں از آفتابے مے چرد

آئینہ دل چوں شود صافی و پاک | نقشہا بینی بروں از آب و خاک
پس بدانی چونکہ رستی از بدن | گوش و بینی چشم مے تاند شدن
فلسفی کو منکر حنانہ است | از حواس انبیا بیگانہ است
پس محل وحی گردد گوش جاں | وحی چہ بود گفتن از حس نہاں

ادراک مخصوص با نبیا نہ ہندس بلکہ اولیا ء بھی اس سے مستفید و مستفیض ہندس
ہوسے شاہ۔ لیکن بسرتن مراتب کے بجا ء سے یہ اصطلاح قرار پا گئی ہے کہ انبیا کی وحی کو وحی۔ کہتے ہیں اور اولیا کی وحی کو الہام۔
گوڑسے شاہ۔ یا مرشد۔ اس تکلف واحتیاط کی کیا احتیاج ہے جبکہ خود قرآن مجید نے یہ احتیاط نہیں کی۔ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ کی ماں کی نسبت وحی کا لفظ وارد ہے واوحینا الی ام موسے۔ حالانکہ یہ مسلم ہے کہ وہ پیغمبر نہ تھی۔
وڑسے شاہ۔ اس بنا پر وحی کے معنے اس علم کے ہوئے جو تعلم و تعلیم اور ہدایت و تلقین کے بغیر خود بخود خدا کی طرف سے القا ہو۔
رند۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ الشعراء تلامیذ الرحمن۔ کیونکہ شعراء کے دل میں بھی بعض مضامین دفعۃً واحدۃً ایسے القا ہوتے ہیں جن کے لئے کوئی ماخذ نہیں ہوتا۔
گوڑسے شاہ۔ صرف شعر و شاعری پر ہی حصر نہیں بلکہ دنیا میں جس قدر علوم و فنون اور صنائع و بدائع رائج و شائع ہیں سب کا منبع وحی الٰہی ہے۔ علوم الٰہیات کا تعلق جبریل امین سے ہے اور دیگر علوم و فنون جو منافع سے وابستہ ہیں میکائیل سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ آج دنیا میں جس قدر علوم و فنون پھیلے ہوئے ہیں ان کا سلسلہ لیسے اشخاص

جاکر ختم ہوتا ہے جنکو بغیر تعلم و تعلیم کے محض القا و الہام کے ذریعہ سے علم حاصل ہوا ہوگا چنانچہ مولانا روم فرماتے ہیں ؎

این نجوم و طب وحی انبیاست — عقل و حس را سوئے بے سو رہ کجاست
قابل تعلیم و فہم است این خرد — لیک صاحب وحی تعلیمش دہد
جملہ حرفتہا یقین از وحی بود — اول او لیک عقل او فزود
ہیچ حرفت را ببین کین عقل ما — داند او آموختن بے ہیچ اوستا
دانش پیشہ ازین عقل ار بدے — پیشہ بے اوستا حاصل شدے

صوفی - اصل حقیقت یہ ہے کہ وحی کی کئی قسمیں ہیں (۱) زمین کو بھی وحی ہوتی ہے یومئذ تحدث اخبارها بان ربک اوحی لها - (پ ۳۰ - سورۃ الزلزال) اس دن بتادے گی وہ (یعنے زمین) اپنی باتیں اس واسطے کہ تیرے رب نے وحی بھیجی اسکو - (۲) آسمانوں کو بھی وحی ہوتی ہے واوحی فی کل سماء امرها (پ ۲۴ - س حم السجدہ ع ۲) اور وحی سے اتارا ہر آسمان میں حکم اس کا (۳) شہد کی مکھی کو بھی وحی ہوتی ہے - واوحی ربک الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتا و من الشجر و مما یعرشون ثم کلی من کل الثمرات فاسلکی سبل ربک ذللا یخرج من بطونها شراب مختلف الوانه فیه شفاء للناس ان فی ذلک لایۃ لقوم یتفکرون (پ ۱۴ - س النحل ع ۹) اور وحی بھیجی تیرے رب نے شہد کی مکھی کو کہ بنائے پہاڑوں میں گھر اور درختوں میں اور جہاں چھتریاں ڈالتے ہیں پھر کھا ہر طرح کے میووں سے پھر چل راہوں میں اپنے رب کی صاف پڑے ہیں نکلتی ہے ان کے پیٹ سے پینے کی چیز جس کے کئی رنگ ہیں اس میں آزار چنگے ہوتے ہیں لوگوں کے اس میں پتا ہے ان لوگوں کو جو دھیان کرتے ہیں (۴) عورتوں کو بھی

وحی ہوتی ہے۔ واوحینا الی ام موسیٰ ان ارضعیہ فاذا خفت علیہ فالقیہ
فی الیم ولا تخافی ولا تحزنی انا رادوہ الیک وجاعلوہ من المرسلین (پ ۲۰
س القصص ۱) اور ہم نے وحی بھیجی موسےٰ کی ماں کو کہ اس کو دودھ
پلا پھر جب تجھکو ڈر ہو اس کا تو ڈال دے اسکو پانی میں اور نہ خطرہ کر۔ اور
نہ غم کھا ہم پھر پہنچائیں گے اسکو تیری طرف اور کریں گے اسکو رسولوں سے
(۵) پھر عام ساو تمندوں کو بھی وحی ہوتی ہے واذا وحیت الی الحواریین
ان آمنوا بی و برسولی قالوا آمنا واشھد باننا مسلمون (پ ۷ س المائدہ
۱۵) اور جب میں نے وحی بھیجی حواریوں کی طرف کہ یقین لاؤ مجھ پر اور
میرے رسولوں پر بولے ہم یقین لائے اور تو گواہ رہ کہ ہم حکم بردار ہیں
یہ پانچ وحیاں ادنیٰ درجہ کی ہیں جو غیر نبی کو بھی ہوتی ہیں۔

شہد کی مکھی کے متعلق عجیب عجیب معلومات ہیں جو آجتک دریافت ہوئے
ہیں۔ یہ ننھا سا جانور مختلف قسم اور مختلف رنگ کی شہد بناتا ہے۔ عربوں نے
شہد کی چار سو قسمیں معلوم کی ہیں کیونکہ اس کے لیے عربی میں کہ ام الالسنہ ہے
چار سو نام موجود ہیں۔ غور کیجئے جب ادنیٰ سے ادنیٰ وحی سے ایسے ایسے
عجیب وغریب نتائج ظہور میں آتے ہیں تو انبیا کی وحی کے ماتحت کیا کیا کام
ہو سکتے ہیں۔ جو ان کے کارناموں سے ظاہر ہوتے ہیں۔ جو وحی آقائے
نامدار صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی طرف نازل ہوئی اس کا
ذکر اس آیتہ شریف میں ہے۔ انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین
من بعدہ واوحینا الی ابراہیم واسمٰعیل واسحٰق ویعقوب والاسباط وعیسیٰ وایوب
ویونس وھارون وسلیمٰن وآتینا داؤد زبورا۔ (پ ۶ س النساء ۲۳)
اے پیغمبر ہم نے تمہاری طرف اسی طرح وحی بھیجی ہے جس طرح ہم نے

تمہاری طرف اور دوسرے پیغمبروں کی طرف جو ان کے بعد ہوئے وحی بھیجی تھی اور جیسے ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اولاد یعقوب اور عیسےٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کیطرف وحی بھیجی تھی اور ہم نے داؤد کو زبور دی تھی۔ یہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ وحی ان معمولی وحیوں جیسی نہیں بلکہ یہ وہ وحی ہے جو اولوالعزم رسولوں کیطرف بھیجی جاتی رہی ہے

حضرت حارث بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا یا رسول اللہ فرمایئے آپ پر وحی کیسے آتی ہے

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا احیانا یاتینی مثل صلصلۃ الجرس وھو اشدہ علی فیفصم عنی وقد وعیت عنہ ما قال واحیانا یتمثل لی الملک رجلا فیکلمنی فاعی ما یقول

کبھی تو ایسے آتی ہے جیسے گھنٹے کی جھنکار اور یہ وحی مجھپر بہت سخت گزرتی ہے پھر جب فرشتے کا کہا مجھکو یاد ہو جاتا ہے تو یہ موقوف ہو جاتی ہے۔ اور کبھی فرشتہ مرد کی صورت بنکر میرے پاس آتا ہے مجھ سے بات کرتا ہے میں اس کا کہا یاد کر لیتا ہوں۔ وحی کی اور صورتیں بھی لکھی ہیں جیسے خواب میں بتلانا جس کا ذکر ایک دوسری حدیث شریف میں ہے یا حضرت جبرئیل امین کا اپنی اصلی صورت میں نمودار ہونا یا اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا پردے کی آڑ میں خود بات کرنا۔ گھنٹے کی سی آواز جس وحی میں ہوتی وہ آپ پر بہت سخت ہوتی تھی چنانچہ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں ولقد رایتہ ینزل علیہ الوحی فی الیوم الشدید البرد فیفصم عنہ وان جبینہ لیتفصد عرقا میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کڑکڑاتے جاڑے کے دن آپ پر وحی اترتی پھر موقوف ہو جاتی اور آپ کی پیشانی سے پسینہ پھوٹ نکلتا۔ خوب یاد رکھنا چاہیئے کہ سختی سے مقصود آپ کا درجہ بڑھانا تھا اور آخرت میں جتنی زیادہ تکلیف ہو اتنا ہی زیادہ ثواب ملیگا۔

بڈھے شاہ۔ سبحان اللہ۔ ماشاء اللہ۔ جناب شاہ صاحب نے وحی کی تمام قسموں کی حقیقت کیسی خوش اسلوبی کیساتھ کھول کر بیان فرمائی ہے۔ الہم متعنا لطول حیاتہ۔ اب اس امر میں کسی قسم کے شبہ کی گنجایش نہیں رہی کہ شہد کی مکھی کو بھی وحی ہوتی ہے کیونکہ یہ نص صریح سے ثابت ہے۔ اور یہ جو ہمارے خلیلین دوست نے فرمایا ہے کہ شہد کے چھتے میں ایک سلطنت کا سا انتظام پایا جاتا ہے اور اس کے خانے ایسے بنے ہوئے معلوم ہوتے ہیں کہ ان کو دیکھ کر بڑے بڑے ماہرین فن تعمیرات انجنیروں کی عقل بھی دنگ رہ جاتی ہے اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ شہد کی مکھی اپنے فرائض وحی الہی کے ماتحت بجا لاتی ہے۔ اور شہد کے چھتے کے حسن انتظام کا ماخذ وحی الہی ہے۔ اب صرف ایک امر غور طلب باقی ہے اور وہ یہ ہے کہ مکھی کے منہ سے جو صدا آتی ہے اسکا مطلب کیا ہے؟

کابلی۔ ہم لوگ اس کو طنین مگس بولے گا۔

رند۔ طنین مگس یا بھنبھناہٹ انسانی الفاظ ہیں جن کا اطلاق انسان اپنے محاورہ میں مکھی کی صدا پر کرتے ہیں۔ سائیں صاحب یہ دریافت فرماتے ہیں کہ جو لفظ مکھی کے منہ سے نکلتا ہے وہ کیا ہے؟

پیر۔ کوئی عربی لفظ ہندس کیونکہ اصحاب تکیہ کی اس امر پر اجماع ہو چکی ہے کہ کل حیوانات عجم الفاظ عربی بولاس۔

کوڈے شاہ۔ اگر آپ گوش ہوش سے سنیں تو ضرور اس نتیجہ پہنچیں گے کہ مکھی ہو ہو پکارتی ہے گویا اسم ذات کا ذکر کرتی ہے۔

رند۔ حضرت انسان بھی عقل و فکر اور نطق سے کام لینے سے پہلے ذات باری تعالی کو ہو سے ہی تعبیر کرتا ہے۔ ایک مادر زاد گونگے کے ساتھ احسان و مروت کا سلوک

کرو تو وہ زبان بے زبانی سے شکریہ ادا کرنے کے وقت اپنا سر آسمان کی طرف اٹھاتا ہے اس وقت اس کے منہ سے بے ساختہ ہُو نکلتا ہے۔ گویا وہ یہ کہتا ہے کہ جو لطف اور عنایت آپ نے میرے حال پر کی اس کا اجر آپ کو وہ دے گا جو آسمان میں ہے اور جس کی نسبت میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ وہ ہُو ہے۔

صوفی:۔ ہُو عام طور پر تو ضمیر ہے جس کے معنے ہیں وہ اور یہ جہاں ہُو سے مراد اللہ عز و جل ہوتا ہے ظاہری علما اسکو وہاں بھی ضمیر ہی کہتے ہیں لیکن اہل اللہ فرماتے ہیں کہ ایسے مواقع پر ہُو ضمیر نہیں ہوتا۔ بلکہ اللہ کا اسم ذات ہوتا ہے۔ اہل اللہ کا قول صحیح اور درست معلوم ہوتا ہے۔ توریت میں اللہ تعالیٰ کا اسم علم یاہو اتیا یا گیا ہے جو یا حرفِ ندا اور ہُو سے مرکب ہے اس بنا پر اگر مکھی ہُو ہُو پکارتی ہے تو یہ کہنا صحیح ہے کہ وہ اسم ذات کا ذکر کرتی ہے۔ اور جب آسمان و زمین میں کوئی چیز خدا کی تسبیح و تقدیس سے غافل نہیں جیسا کہ قرآن شریف فرماتا ہے تسبح لہ السموات السبع والارض ومن فیہن وان من شئ الا یسبح بحمدہ ولکن لا تفقہون تسبیحہم (پ ۱۵ س بنی اسرائیل ع ۵) ساتوں آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہے سب اسکی تسبیح و تقدیس میں لگے ہیں۔ اور جتنی چیزیں ہیں سب اسکی حمد و ثنا کیساتھ اسکی تسبیح و تقدیس کر رہی ہیں مگر تم لوگ ان کی تسبیح و تقدیس کو نہیں سمجھتے۔ تو کوئی وجہ نہیں معلوم ہوتی کہ مکھی اس فرض کے ادا کرنے سے قاصر ہو۔ حضرت انسان کو لازم ہے کہ شہد کی مکھی کے عجیب حالات پر غور کرے اور ان فرائض سے غافل نہ رہے جو اشرف المخلوقات ہونے کی حیثیت سے خدا نے اس کے واسطے مقرر فرمائے ہیں۔ اس کے رشد و ہدایت کے واسطے اعلیٰ درجہ کی وحی قرآن کریم موجود ہے۔ اور تا قیام قیامت موجود رہے گا۔

نور الدین۔ از گوجرانوالہ

دلِ بیقرار سو جا

نہ مچل تمام شب بڑ نہ کر اضطرار بیجا ۔ نہ تڑپ نہ تلملا تو ارے یار بار سو جا
نہ پکار ہائے ہائے مرے غمگسار سو جا ۔ کسی مست خواب کا ہے عبث انتظار سو جا
کہ گذر گئی شب آدھی ،، دلِ بیقرار سو جا

نہ ستا تو مجھکو ظالم او جفا شعار سو جا ۔ نہ تو اپنے آپ کو کر کسی طرح خوار سو جا
عبث اوس کے کہنے پر ہے تجھے اعتبار سو جا ۔ کسی مست خواب کا ہے عبث انتظار سو جا
کہ گذر گئی شب آدھی ،، دلِ بیقرار سو جا

مری بات مان اتنی ہے لئے غمگسار سو جا ۔ نہ کر آہ و نالہ اب تو ہے ہوشیار سو جا
تو فقط ہے جس پہ شیدا وہ تو ہے ستم شعار سو جا ۔ کسی مست خواب کا ہے عبث انتظار سو جا
کہ گذر گئی شب آدھی ،، دلِ بیقرار سو جا

یہ گھٹا فلک پہ چھائی یہ پھوار منہ سے برسے ۔ جسے دیکھ دیکھ کر، ہاں، دل بادہ خوار ترسے
یہ ہے بجلی کا عالم کہ ہوا کے ساتھ چمکے ۔ یہ نسیم ٹھنڈی ٹھنڈی یہ ہوا کے سو جھونکے
تجھے دے رہے ہیں لوری مرے غمگسار سو جا

یہ سماں ہے مستی کا اور یہ سہانی رات پیارے ۔ گل ادھر شگفتگی سے لگے بار بار ہنسنے
ادھر عندلیب شیدا لگا مستی سے چہکنے ۔ یہ نسیم ٹھنڈی ٹھنڈی یہ ہوا کے سو جھونکے
تجھے دے رہے ہیں لوری مرے غمگسار سو جا

تو ذرا کے آشنا ظالم ہے مجھ کو غم نہ کر دے ۔ تو مچل مچل کے مجھکو ہمہ تن الم نہ کر دے
مجھے دو جہاں میں رسوا شہرۂ علم نہ کر دے ۔ تری یہ صدائے نالہ مجھے متہم نہ کر دے
مرے بیقرار سو جا مرے راز دار سو جا

تجھے کب چاہتا ظالم نہ کسی پہ ہو تو مائل۔ نہ سمجھ کے تیرے تو ہو کسی کے یار گھائل
نہیں سن سکے بات میری یہ اٹھانی سخت مشکل ابھی نادان ہے تو نہیں عاشقی کے قابل

یہ طپش کا آہ شیوہ نہ کر اختیار سو جا

تجھے کس طرح مناؤں تجھے کس طرح سنبھالوں تجھے پہلو میں بٹھاؤں تجھے آنکھوں سے لگا لوں
تجھے کس طرح سے دل میں مرے لاڈلے چھپا لوں نہ تڑپ زمین پہ ظالم تجھے گود میں اٹھا لوں

تجھے سینہ سے لگا لوں تجھے کروں پیار سو جا

وہ کسی کی پیاری رنگت وہ کسی کی بھولی صورت وہ کسی کی چال فتنہ وہ کسی کا قد قیامت
وہ غضب کی جس کی چتون وہ نکھار جس کا آفت تجھے ہے خیال جس کا تجھے جس کی ہے محبت

اُونہی آنکھڑیوں کے صدقے مرے بادہ خوار سو جا

جو بلا ہے تلملانا تو غضب ستم تڑپنا ہے لبوں پہ کھینچ لایا مری جان دم تڑپنا
کرے رحم اب خدا ہی جو ذرا ہو کم تڑپنا مجھے خوں رلا رہا ہے ترا دمبدم تڑپنا

ترے غم میں آہ کب سے میں ہوں اشکبار سو جا

تجھے عشق نے تو ناداں کئی مرتبہ کہا ہے تو کہا نہ اوس کا شکر ہوا غم میں مبتلا ہے
کبھی تلملا رہا ہے کبھی پیچ کھا رہا ہے تجھے پہلا سابقہ ہے شب غم بری بلا ہے

کہیں مر مٹے نہ ظالم" دل بیقرار سو جا

عشق چشتی

ہُوالصادق

مین کا عالم ہُو کا عالم ہوگیا

یار خطا معاف کرو میں نشے میں ہوں
شیشہ میں مے ہے مے میں شیشہ مین نشے مین ہوں

ے میں کہنے والے میں کون نہیں کہتا سب کہتے ہیں۔ لیکن اس معمولی لفظ میں جو اسرار
طرت مضمر ہیں اون سے تمام عالم بیخبر ہے۔ اِلّا ماشاء اللہ عالم کبیر کیطرح "مین" کا عالم صغیر بھی غور و
فکر کے قابل ہے جس نے اِس عالم میں اپنی آنکھیں نہ کھولیں وہ اس عالم میں نابینا کیطرح ٹھوکریں
کھائیگا۔ بمصداق آیت شریف مَنْ کَانَ فِی ہٰذِہٖ اَعْمٰی فَہُوَ فِی الْاٰخِرَۃِ اَعْمٰی وَاَضَلُّ سَبِیلًا۔ اسے میں کہنے
والے تیری ظاہر بین آنکھوں نے جن کی روشنی پر تجھے اتنا ناز ہے تجھے راہ باطن سے بالکل بھٹکا
دیا ہے۔ ذرا اپنے دیدۂ باطن سے کام لے چشم ظاہری کی بصارت محدود پر خوشی نکر بلکہ باطنی
نابینائی پر آنسو بہا کیا تو نے نہیں سنا۔ کما تعیشون تموتون وکما تموتون تبعثون عارف
کا قول دیکھو ؎

ہرکہ اینجا آشنائے او نشد | بازماند تا ابد بیگانہ

اے میں کہنے والے جب یہ ظاہر ہے کہ مادرزاد اندھے کا علاج کسی طرح بھی ممکن نہیں ہے
پھر سعادت دوجہانی و بصارت جاودانی کے حصول میں اسقدر تغافل و تساہل کیوں کرتا ہے
اپنی حقیقت کو نہ جانتا اور اس کے سمجھنے میں کوشش نہ کرنا اندھے کیطرح زندگی بسر کرنا نہیں ہے
تو اور کیا ہے اِس عالم فانی کو صاحبان معرفت بطن مادر کہتے ہیں جیسا ماں کے شکم میں بنیگا
ویسا ہی عالم آخرت میں پیدا ہوگا۔ ابھی پیدا کہاں ہوا ہے پیدایش سے پیشتر خوبصورت
بننے کی سعی کر بقول ؎

آنکہ زشت است ہماں زشت بقبیٰ خیزد | کور از خواب محال است کہ بینا خیزد

حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے السعید من سعد فی بطن امہ والشقی من شقی فی بطن امہ
پیر محققین نے بھی اوس کی تاویل ایسی فرمائی ہے جو اوپر گزری ہے۔ اے میں کہنے والے خداوند رؤف الرحیم کیسکا
نابینا رہنا پسند نہیں ہے۔ لہٰذا اس لیے ہر زمانہ میں کرۃً بعد اولیٰ و مرۃً بعد اخریٰ اوس نے بنی آدم کی
ہدایت کیلئے انبیا و رسل مبعوث فرمائے تا خلایق کو گمراہی سے بچائیں اور کفر و شرک کی نابینائی سے
جو لوگوں کو جہنم میں گرانے والی ہے آگاہ کریں۔ اونکی صدا ایسی ہدایت آتا ہے کہ اے مسافرو ابھی
منزل آخرت دور ہے اندھے ہو کر نہ جیو نابینا بنکر نہ چلو منزل پر پہنچنے سے پہلے معالجہ نابینائی کا
کرو سرمۂ بصیرت کی تلاش میں سرگرم رہو ورنہ دھوکا کھاؤ گے اور پچھتاؤ گے۔ اے میں کہنے والے
ہمارے حضور مقدمۃ الجیش عساکر انبیا سرخیل افواج رسل ہادی سبل مظہر جزو کل محمد رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے اپنے بعد امت مرحومہ کے اولیاء کرام و علماء عظام رحمہم اللہ تعالیٰ کو وہ نسخہ کحل البصر
بتا دیا ہے جس سے آنکھیں روشن ہوں اور دنیا بھر کے انسان نابینائی سے خلاصی پا کر
بخدا داد خدا بین آنکھیں پیدا کریں یہ روشنی جو درحقیقت روشنی باطن ہے بجز عبادت ریاضت
معرفت نفس مع اعمال صالح کی میسر نہیں آتی بفحوائے فمن کان یرجو لقاء ربہ فلیعمل عملاً صالحاً
ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا ٭

اے میں کہنے والے۔ اب یہ بھی سن لے کہ تو کون ہے۔ تیرا یہ جسم جو خاکی ہے بجائے
قطعہ زمین کے ہے تیرے بدن کو زمین سے اس لیے تشبیہ دی جاتی ہے کہ زمین میں پہاڑ قایم
ہیں اور جسم کی زمین میں بھی تیرے ابھرے ہوئے استخوان پہاڑوں کیطرح جابجا موجود و نمایاں
ہیں اونکی سختی بھی ظاہر ہے۔ پھر غور کرو زمین میں نہال و شجر بھی نشو و نما پاتے ہیں تیرے موئے
جسم کی مثال بعینہ سبزہ و اشجار کی ہے کہ بڑھتے ہیں کٹتے ہیں اور پھر اوگتے ہیں تو نے
زمین میں بہنے والے دریا بھی دیکھے ہیں اپنے وجود خاکی میں عروق کی اختلافی حرکت پر نظر ڈال
کس خوبی سے پیچ و پیچ مجتمع و متوازن ہے زمین کی نہروں اور جھیلوں پر جب توجہ کرے گا
تو آنکھ کان ناک منہ پستان ناف وغیرہ چھوٹے چھوٹے محدود و مدور اعضائے جسمانی سے

تیری زمین کی سرسبزی و شادابی ثابت ہو جائیگی۔ پھر سچ ہے کہ زمین میں تلخ و شیریں و شور قسم کے چشمے بھی جاری ہیں اسی طرح زمین جسم بھی ان کی نوعیت سے خالی نہیں ہے خیال تو کر۔ دو عرق کہ چشمہ شور ہے تو وہ دہن چشمہ شیریں ہے۔ ہرا بند ب نزات دہان طبع اجلاح چشمہ بینی گندہ و ناخوش ہے چشمۂ گوش تلخ ہے۔ اوسکی تلخی کا دانشمندوں نے یوں تجربہ کیا ہے کہ اگر انسان مست خواب ہو اور کوئی موذی جانور اوس کے کان میں جا کر قصد ہلاکت کرے تو اوسیوقت گندگی و تلخی گوش کو محسوس کرتا ہے اور منہ پھیر لیتا ہے چشمہ چشم اس لیے شور ہے کہ چشم انسان بالکل چربی ہے اور چربی میں حجم و نمک نہیں ہوتا۔ اس چشمہ کو چشمۂ شور اس لیے پیدا کیا ہے کہ بغیر خلط نمک خراب نہ ہو چشمۂ دہان کی شیرینی ظاہر ہے کیونکہ قوت ذائقہ کے قیام سے ہمیشہ لذت پاتی ہے چشمہ بینی اس لیے ناخوش و گندہ ہے تا کہ بوی خوش کو جلد تر مشام میں پہنچائے۔ آہیں کیسے یہ مجموعۂ خطۂ زمین کے ہفت اقلیم سے کمتر نہیں جسطرح یہ زمین ہفت اقلیم پر منقسم ہے اسی طرح جسم انسان بھی ہفت اندام پر قسمت کیا گیا ہے۔ اے ہفت اقلیم کے جغرافیہ جاننے والے ہفت اندام کے اسرار سے بیخبر نہ رہ ہفت اندام کی تفصیل یہ ہے۔ ایک سر کے دو ہاتھ ہیں ایک پشت ہے ایک شکم ہے اور دو پاؤں ہیں ہفت اقلیم میں بعض اوقات زلزلے بھی آسکتے ہیں تیرے جسم کی زمین بھی چھینکوں کی حرکت یا زلزلے سے ہلجاتی ہے۔ یہ ایک مشابہت تھی جو تیری فہمایش کے لیے دی گئی۔ ان فی ذالک لآیات لقوم یتدبرون۔ آہیں سکتے والے جو سلطنت اس تودۂ خاک میں چل رہی ہے اوس کے قوانین اوس کے ضوابط اوس کے محکمہ جات کا ذکر کبھی آیندہ تجھے سنایا جائے گا فتبارک اللہ احسن الخالقین۔ تیرے حسن خلقت میں وہ جادو بھرا ہوا ہے جسکی تاثیر لازوال تاثیر ہے۔ اپنی ہستی کو سمجھ اپنی حقیقت کو جان اور خدا کی عطا کی ہوئی نعمتوں کا سچے دل سے شکر بجالا۔

المفتقر الی اللہ

فقیر بشیر الدین احمد نقوی عفی عنہ

می داد چو نظم نامہ را پیچ — باقی نگذاشت بہر ما ہیچ

لیکن انصاف یہ ہے کہ ان کی لیلیٰ مجنون اور نظامی کی لیلیٰ مجنون میں اگر کچھ فرق ہو تو اس قدر نازک ہے کہ خود ہی اسکو سمجھ سکتے ہیں،

اس کتاب میں ہر قسم کی شاعری کے موقع پیدا کیے ہیں، اور ان کا کمال دکھلایا ہے، مثلاً ایک موقع پر دھوپ کی شدت اور گرمی کا سماں دکھلاتے ہیں،

آتش زدہ گشتہ کوہ و کان ہم — تفسیدہ زمین و آسمان ہم
جائے نہ کہ دیدہ اثر خواب — ابرے نہ کہ تشنہ راد ہد آب
مرغان چمن خزیدہ در شاخ — در قعر چرندگاں بہ سوراخ
ریگ از تف پختہ در گرانی — چوں تابہ روز میہمانی
از گرمی ریگہائے گرداں — پر آبلہ پائے رہ نورداں

عشق و محبت کے جذبات کے دکھانے کا اس سے بڑھکر کونسا موقع مل سکتا تھا، اس لحاظ سے اس مثنوی کا ہر شعر گویا ایک پُر درد غزل ہے، سگ لیلیٰ کا واقعہ عموماً مشہور ہے اور شعرانے اس دلچسپ روایت کو طرح طرح سے رنگا ہے امیر صاحب نے اسکو سب سے زیادہ مؤثر طریقہ سے ادا کیا ہے مجنوں سگ سے خطاب کرتا ہے،

ہستیم من و تو ہر دو شب گرد — لیکن تو بنالہ و من از درد
چوں باز گذر کنی دراں کوے — بر خاک درش ز من نہی روے
ہر کس کہ برو گذاشت گامے — از من برسانیش سلامے
ہر جا کہ نہاد پائے روشن — زنہار بہ بوسی از لب من
خواہد چو ترا دروں دہلیز — یادش دہی از سگ دگر نیز
زنجیر خودت نہد چو بر دوش — از گردن من مکن فراموش

اس پیرایۂ ادا کو دیکھو، کہتے ہیں کہ جب لیلی تجکو ڈیوڑہی کے اندر بلائے تو ایک اور سگِ در کو یاد دلادینا "جب لیلی تیری گردن میں طوق ڈالے تو دیکھنا میری گردن کو بھول نہ جانا"

عاشق کا پیغام و سلام سب لکھتے ہیں، لیکن معشوق عاشق کو کیا لکھتا ہے اور کیونکر لکھتا ہے۔ نہایت نازک مقام ہے، دیکھو امیر صاحب اس نازک موقع کو کیونکر نباہتے ہیں، لیلی مجنون کو لکھتی ہے،

اے عاشق دور ماندہ چونے ... وے شمع ز نور ماندہ چونے

روزت دانم کہ شب نشان است ... شبہائے سیاہ بر چہ سان است

از من بکسے بری حکایت ... با خود زکہ میکنی شکایت

در گوش کہ ناله می رسانی ... دریائے کہ قطرہ می فشانی

بازار تو در کدام سوی است ... سیلاب تو در کدام جوی است

معشوق اس قدر ضرور جانتا ہے کہ عاشق رونے دہونے اور درد دل کہنے سے باز نہیں رہ سکتا اب اسکی غیرت یہ سوالات پیدا کرتی ہے کہ کس کے سامنے روتا ہے؟ کس سے درد دل کہتا ہے کس کے آگے میرا نام لیتا ہے، یہ باتیں تو رازداری اور معشوق پرستی کے خلاف ہیں ان سچے جذبات اور خیالات کو کس خوبی سے ادا کیا ہے،

آئینہ سکندری بہی کی ہے لیکن اس کتاب میں بہی ان کے مذاق کا جو میدان آیا ہے، اس میں وہ **نظامی** کے دوش بدوش ہیں، نظامی نے سکندر اور بُت حسینی کی بزم آرائی کا قصّہ بڑی آب و تاب سے لکھا ہے، خاص اس موقع پر خوب زور طبع دکہایا ہے، جہاں وہ دلربا **سکندر** کی ایک ایک بات پر اپنی ترجیح ثابت کرتی ہے،

امیر صاحب نے بہی یہ معرکہ باندہا ہے، اور اسیطرح بُت چینی کا فخریہ لکھا ہے،

نظامی کے فقرہ سے ملاکر دیکھو، معشوق چینی کہتا ہے اور سکندر کے ایک ایک وصف کے مقابلہ میں اپنی ترجیح ثابت کرتا ہے،

مشعبدکہ داند جہاں سوختن — زمن بایدش بازی آموختن
ہمہ خوں خوباں کشش نام شہر سے خورم — ولے نوش بادم کہ خوش میخورم
رخ ہر صنم ناپدید از من است — صنم خانہ ہا را کلید از من است
سپہر آفتاب زمیں خواندم — دگر ماہ بسیند، ہمیں خواندم
سکندر کہ کرد آب حیواں ہوس — نظیر منش بود مقصود و بس
گر او ہست کیخسرو جام جوے — مرا جام گیتی نمائی است روئے
گر از مجلس او سخن مے دمد — مرا لالہ و گل ز تن مے دمد
گر او راست بر تخت پائے نشست — مرا در دل اوست جائے نشست
گر او تاج خواہد ز شاہاں خراج — من از سروراں ستانم نہ تاج
گر اقبال و دولت ورا یاور اند — مرا ہر دو چوں کمترین چاکرند
گر او دشمناں را بہ خوں خوردن است — مرا خون صد دوست در گردن است
گر او راایک آئینہ بر کف نشست — دو آئینہ دارم من از پشت دست
کماں وے از صد شکار افگند — یک ابروئے من صد ہزار افگند
کمند وے ار صید بندد بدام — من آنم کہ صید دگیرم بدام
گر او راکلاہے است بر آسماں — مرا صد کلاہ است بر آستاں

ہشت بہشت یہ سب سے اخیر مثنوی ہے اور امیر صاحب کی شاعری اس میں سب پختگی اور پرکاری کی انتہا حد تک پہنچ گئی ہے، خاص جو بات اس میں ہے وہ واقعہ نگاری کا کمال ہے ساری کتاب میں گو صرف حکایتیں لکھی ہیں، لیکن التزام کیا ہے کہ جو واقعہ لکھا جائے اس کے نہایت چھوٹے چھوٹے جزئیات جن کے ادا کرنے سے زبان قاصر

ہوئی جاتی ہے، ادا کیئے جائیں،

تمام کتاب کا یہی انداز ہے، دراصل خصوصیت کے لحاظ سے فارسی زبان کی کوئی مثنوی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی،

مثلاً ایک قصہ لکھا ہے کہ حسن ایک سنار تھا، اُسکو بادشاہ نے ایک جرم کی بنا پر یہ سزا دی کہ ایک اونچی لاٹ پر چڑھوا دیا، حسن کی بیوی لاٹ کے پاس گئی، حسن نے لاٹ پر سے کہا کہ بازار سے ریشم اور قند لا، جب وہ لائی تو کہا کہ ریشم کے تار کے سرے پر قند چپکا کر کسی چیونٹی کے مونھ میں جو لاٹ پر چڑھ رہی ہو دیدے، اور خود جلد جلد تار کی گولی کھولتی جائے، چیونٹی تار کو لیے ہوئے اوپر چڑھتی چلی گئی، حسن کے قریب پہنچی تو حسن نے تار کو لیکر اس سے رسی بٹی، اور پھر ایک خاص تدبیر سے اُسی کے سہارے نیچے اُترا، تمام قصہ بہت لمبا ہے ابتدا کے چند شعر ہم نقل کرتے ہیں،

چوں نگہ کرد خواجہ از بالا — کز نشیب در رسید بالا لا
داد کش آواز گفت بر سر تار — پارۂ قند کن بزود ی یار
دہ بہ مورے کہ می رود بر میل — تا ببالاش می رود تعجیل
رشتہ را زود زود می کن باز — کز نشیب آورا بسوے فراز
ہمچناں کرد زن کہ او فرمود — داد رشتہ بہ مور و مور ربود
راند بالائے میل تار کشاں — رشتہ بر حصار کشاں
چوں بہ نزدیک رخنہ رفت بزور — ریسماں را ربود خواجہ ز دور

قصائد قصیدہ میں ان کا کوئی خاص انداز نہیں ہے، کمال اسمٰعیل، خاقانی، اور انوری کی تقلید کرتے ہیں اور جس کے جواب میں قصیدہ کہتے ہیں، اس کا تتبع کرتے ہیں، خاقانی کا مشہور قصیدہ ہے،

مجلس دو آتش داده، برایں از شجروان از حجر ایں کرد نقل را مقروان جام را جا داشتہ

اس کے جواب میں بہت بڑا قصیدہ لکھا ہے، وہی انداز، وہی ترکیبیں، وہی استعارے ہیں، اور چونکہ خاقانی کا مقابلہ ہے، اس لیے ۱۰۷ شعر کہکر دم لیا ہے، اس میں بھی واقعہ نگاری کا خاص انداز قائم ہے، عید کا بیان کیا ہے اور عید کا پورا سماں دکھایا ہے:

ہر سو جوانان نو سلب ہر سو عروساں در طرب | طفلاں نخفتہ از طرب دیدہ بہ فردا داشتہ
از شیر و خرما مردوزن، در شیر خواری تن بتن | چوں شیر خواراں در دہن پستان خرما داشتہ
خورشید چوں سر بر زدہ، ہر کس بہ راہی در شدہ | ایں و بہ سوی می کدہ، او در مصلا داشتہ
فاسق کہ می نا خوردہ گہ، در عید گہ بیہودہ رہ | سر بر بساط بیرہ کہ دل سوی صہبا داشتہ
داروی معلول است می، بل جان محلول است می | خورشید متحول ست می، در طاس مینا داشتہ

ان کے قصائد میں مدحیہ مضامین ہمیشہ بدمزہ اور پھیکے ہوتے ہیں، جس کی وجہ یہ ہے کہ مدح دل سے ان کو پسند نہیں، صرف معاش کی ضرورت سے یہ ذلت گوارا کرتے ہیں اس لیے قصیدہ میں اور اور مضامین کو لیتے ہیں اور ان میں زور طبع دکھاتے ہیں، مثلاً بہار کا سماں برسات کی رت، صبح و شام کی کیفیت، ایک قصیدہ میں برسات کے آغاز سے تمہید شروع کی ہے اور صرف مطلع میں سب کچھ کہہ دیا ہے

ابر و بارید ہمہ روی زمیں اتر کرد | خبر آرید کہ سبزہ چہ قدر سر بر کرد

بشنیدہ دم کہ صبا گشت بوستاں فرمود | بساط خاک زدیبا و پرنیاں فرمود
چو روی نازک گل تاب آفتاب نداشت | زمانہ بر سرش از ابر سایہ باں فرمود
زلال خواست چمن ساغرو تنک بخشید | ز ابر خواست زمیں شربت روان[۱] فرمود
ہر آنچہ در ورق خویش غنچہ مشکل داشت | بنفشہ گوش نہاد و صبا بیاں فرمود

[۱] رواں فرمودن، فوراً حاضر کرنا، ۱۲

صبح کا سماں

سپیده دم که فلک روشنی به گیهاں داد — نسیم غالیه در دامن گلستاں داد
چو سرخ پیر به رخ زد سپیدی و سرخی — بدستش آئینه داد آفتاب خنداں داد
دُرست مغربی آفتاب راکه فلک — نهاد زیر زمیں بامداد تاباں داد
ستاره راز چه شد دیده خیره از خورشید — چو شب ز حقه بینائش سرمه چنداں داد
غلام باد صبا ام که بامداد پگاه — صلائی عیش به عشرت سرا مستاں داد

باغ

نوبهار است و چمن جلوه چو حورا کرده — ابر هر خیستنی لولو لالا کرده
گره طرهٔ سنبل که صبا باز شده — دامن لاله پر از عنبر سارا کرده
برگل و لاله میرود آنکه قمری — پائے آلوده به خوں پا یچه بالا کرده
عاشقاں رفته به گلزار دل سوخته را — به تکلف ز گل و لاله شکیبا کرده

نوبهار امسال مارا روزه فرماید همے — گل چناں تر دامن از می لب نیالاید همے
بر دهان غنچه گه گه می زند بوسه نسیم — کاں شکر لب جز به بوسه روزه نکشاید همے
باد در کهسار جام لاله را بر سنگ زد — گل به خنده گفت آری ایں چنیں باید همے
نرگس رعنا قدح بر دست و چشم اندر هوا — گوئیا میخواره ماه عید را باید همے
گویا شراب خوار ماہِ عید کو ڈھونڈھتا ہے

برسات

هوای خرم است و هر طرف باراں همی بارد — نگویم قطره کز بالائے گل ریحاں همی بارد
نگوں سر شاخهای سبز گوئی دُر همی چیند — زمیں کا بر در افشاں لولوی غلطاں همے بارد
یعنی شاخیں جو جھکی ہوئی ہیں تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ بادل نے جو زمین پر موتی برسائے ہیں یہ ان کے رولنے کو جھکی ہیں،

چکاں قطرہ زبہر ہائے انار تر تو پنداری — کہ ہر دانہ کہ بود ہست اندروا پنہاں ہمی بار
خوش آں دقتے کہ مطرب ہائے باغ نیکواں سرخوش — خراماں درمیان سبزہ وباراں ہمی بارد

بعض قصاید سرتاپا موعظت و اخلاق میں ہیں، ان میں بحر الابرار جو بڑا اسیر حاصل قصیدہ ہے مشہور ہے، التزام کیا ہے کہ ہر شعر میں دعویٰ اور اس کے ساتھ دلیل ہو،

کس نشد حالی و بانگ غلغلش در دو سرست — ہر کہ قانع شد بہ خشک تر شد بحر و برا ست
عاشقی رنج است مردان را سینہ راحت است — سلسلہ بند است شیران را بہ گردن زیور است

یعنی عاشقی میں گو تکلیف ہے لیکن مردوں کو وہی آرام دہ ہے جس طرح شیر زنجیر میں بند ہوتا ہے اور یہی زنجیر اس کا زیور ہے،

مرد پنہاں در گلیمے بادشاہ عالم است — تیغ خفتہ در نیامے پاسبان کشور است
ماہر و چوں در ریا کوشد مرید شہوت است — میوہ زن چوں رخ بیارا ید بہ بند شوہر است
نفس خاک تست ہر گہ نور بالا بر تو نیست — سایہ زیر پا شود ہر گہ کہ بر تارک خور است
کار ایں جا کن کہ تشویش است در محشر بسی — آب زیں جا بر کہ در دریا بسے شور و شر است
ناکس و کس ہر کہ حرص مال دارد دوزخی است — عود و سرگیں ہر چہ در آتش فتد خاکستر است
اے برادر مادر و ہر ا خور د خونت مرنج — چوں نما خون برادر بہ ز شیر مادر است
وہر خاکے را نمونہ می کند کیں مردم است — بحر آبے را غلولہ می کند کیں گوہر است

اہل سخن کے نزدیک قصیدہ میں شاعر کی جدت طبع کا اندازہ مخلص یعنی گریز سے ہوتا ہے۔ اس معیار کے لحاظ سے امیر خسرو اپنے تمام ہمعصروں سے ممتاز نظر آتے ہیں ان کے مخالص کی چند مثالیں ذیل میں ہیں،

برسات کے ذکر کے بعد

برآمد ابر درخشش و گرزاں پایہ در غلطد — نگیرد ہیچ کس دستش مگر شاہ جہاں گیر

بہار کی تمہید کے بعد

گل ارکم عمر شد گو باش دانی کہ در خور کیست عمر جاوداں را
نہال باغ شاہی رکن حق آنکہ ز بزم اوست زونق بوستاں را

کشادہ چہرہ کہ شب شدم بروزیں در ملک نبودم کہ آسماں این ست

طلوع صبح کا بیان کرکے

صبح گفتم کہ خورشید ست کجا ست آسماں سوئے ملک جہجو نمود

ندار دروی آں نازک رگہ پاہیچ آسیبے مگر در سایہ رایات شاہ کامگار آمد

طلوع آفتاب کے بیان کے بعد

خورشید جہانگیر ببیند ار کہ در بزم شمشیر کشیدہ ملک المشرق بر آمد

قصائد میں امیر صاحب نے جس قدر جدید مضامین لطیف استعارات نئی نئی تشبیہیں گوناگوں اسلوب پیدا کئے اس کا احاطہ نہیں ہوسکتا ہم اس موقع پر صرف بہاریہ تمہید کے چند شعر اس لحاظ سے نقل کرتے ہیں کہ بہار شعرا کا پامال میدان ہے لیکن امیر صاحب اسمیں بھی سب سے الگ ہیں،

بوستاں شگفت وردی لالہ خنداں گشت باز بر رخ گل طرہ سنبل پریشاں گشت باز
سبزہ خطے چند بہر خواندن بلبل نوشت بلبل آنگہ از خط خوباں غزل خواں گشت باز
خون لالہ گوئیاں خواہد چکید از تیغ کوہ یا چکید آں خوں کہ کوہ آلودہ داماں گشت باز

غزل

اوپر پڑھ آئے ہو کہ غزل قدما کے زمانہ تک کوئی مستقل چیز نہ تھی، سعدی نے غزل کو غزل بنادیا، امیر صاحب کی غزل گوئی پر تعریف کرنی ہو تو صرف یہ کہنا کافی ہے کہ وہی میخانہ سعدی کی شراب ہے۔ جو دوبارہ کھنچکر تیز ہوگئی ہے،

غزل کی جان کیا ہے؟ درد، سوز و گداز، جذبات، معاملاتِ عشق، عجز و نیاز، اس کے ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ یہ جذبات اور معاملات جس زبان میں ادا کیے جائیں، وہی زبان ہو جس میں عاشق، معشوق سے راز و نیاز کی باتیں کرتا ہے، یعنی سادہ ہو، بے تکلف ہو، نرم ہو، لطیف ہو، نیاز آمیز ہو، اس کے لیے یہ بھی ضرور ہے کہ چھوٹی چھوٹی بحریں ہوں، جملوں کی ترکیبوں میں نام کو بھی الجھاؤ نہ ہو، قریب الفہم خیالات ہوں، اس حد تک امیر صاحب، شیخ سعدی کے دوش بدوش ہیں، لیکن وہ اس سے بھی آگے بڑھتے ہیں، انھوں نے غزل کی اصلیت کے علاوہ کمالِ شاعری کی بہت سی چیزیں اضافہ کیں، اور ایجادات اور اختراعات کے چمن کھلا دیے یہ سب اجمال تھا، تفصیل ذیل میں ہے،

بحروں کی موزونی وہ اکثر شگفتہ اور چھوٹی چھوٹی بحریں اختیار کرتے ہیں جن میں خواہ مخواہ، بات کو صفائی، سادگی، اور اختصار سے ادا کرنا پڑتا ہے، مثلاً

سرے دارم کہ سامان نیست اورا | بہ دل دردے، کہ درمان نیست اورا
فراموش کرد عمرم روز را زانکہ | شبے دارم کہ پایاں نیست اورا
بہ راہِ انتظارم ہست چشمے | کہ خوابے ہم پریشان نیست اورا

یارِ من دل ز دوستاں برداشت | مہرِ دیرینہ از میاں برداشت
در دلِ او نہ کرد کار ارچہ | سنگ از نالہ ام فغاں برداشت
دی بہ تندی بلند کرد ابرو | از پئے کشتنم کماں برداشت

آں دوست کہ بود برکراں شد | واں صبر کہ داشتم نہاں شد
گفتم کہ اسیر گردی اے دل | دیدی کہ بہ عاقبت ہماں شد

دل بردگرے نہم ولیکن عاشق بہ ستم نمی تواں شد

عاشقے را چونامہ باز کنید نام من بر سرش طراز کنید
گرشما دین عاشقاں دارید بعد ازیں پیش بت نماز کنید
گاہ مردن شنیدہ ام محمود گفت رویم سوے ایاز کنید

دادمن آں بت طراز نہ داد باسخے نیز دل نواز نہ داد
خواب مارا بہ بست و باز نہ کرد دل مارا بہ برد و باز نہ داد
تو چہ دانی نیاز مندی چیست چوں خدایت بہ کس نیاز نداد

سوز وگداز سوز وگداز کے خیالات جب وہ ادا کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آگ سے دھواں اٹھ رہا ہے، اس میں کبھی معشوق سے اپنا حال کہتے ہیں، کبھی اپنی تصویر کھینچتے ہیں کبھی خود اپنے آپ پر ان کو رحم آتا ہے،

ماجرائے دوست پرسیدی کہ چوں بگزشت حال ای سرت گردم، چہ می پرسی بہ دشواری گذشت

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ عاشق، معشوق سے اپنی سرگذشت جب بیان کرتا ہے تو تھوڑا سا کہکر اسکو رونا آتا ہے، ٹھہر جاتا ہے، رولیتا ہے، پھر آگے بڑھتا ہے، اسکی تصویر کھینچتے ہیں،

خسرو است وشب افسانہ ویار و هم بار قدرے گرید و پس بر سر افسانہ رود

زانوش خسرو بہ زیر سر نیافت سر نہادہ بر سر زانو بخفت

اے آشنا کہ گریہ کناں پند مے دہی آب از بروں مریز کہ آتش بہ جاں گرفت

کبھی کبھی عاشق ہمارا دل کہتا ہے کہ صبر سے کام لینا چاہئیے، پھر دل پر غصہ آتا ہے اور

کہتا ہے کہ کمبخت جو بات ہو نہیں سکتی اس کے کہنے سے کیا فائدہ، اس معاملہ کو باندھتے ہیں،

غصہ ام می کشد اے دل سخن صبر نگو | وہ چہ اگوئی ازاں کار کہ نتوانی کرد
حسد می برد ای دشمن ابعقل و دانش خسرو | بیا تا برمراد خاطر خود بینی اکنونش

رنج اور غم کی اس سے بڑھکر عبرت انگیز تصویر نہیں کھینچی جاسکتی، عاشق جس کا فضل و کمال اور تمام اوصاف مسلم ہے، عاشق ہو کر تمام اوصاف کو کھو چکا ہے، وہ اپنی حالت پر نظر ڈالتا ہے تو خیال آتا ہے کہ دشمنوں کی امید برآئی، اسکو کس مؤثر طریقہ سے ادا کیا ہے،

جاں زتن بردی و در جانی ہنوز | دردہا دادی و درمانی ہنوز

گفتی اندر خواب گہ گہ روی خود بنمائیت | ایں سخن بیگانہ را گو، کاشنا را خواب نیست

غمزہ تو بر دل سلطاں زند | ورنہ رسد بر دل درویش ہم

یعنی تیرا غمزہ بادشاہوں کے دل پر حملہ کرتا ہے، اور مجرانہ مان تو فقیروں پر بھی ورنہ رہتی ہے کس قدر عاشقانہ خضوع ظاہر ہوتا ہے،

کشتم از تیغ جفایش خویش را | بر تو آساں کردم، و برخویش ہم

من کجا خسپم کہ از فریاد من | شب نمی خسپد کسے در کوئی تو

صبر طلب می کنند از دل عاشق | ہمچو خراجے کہ بر خراب نویسند

یعنی معشوق، عاشق کے دل سے صبر چاہتے ہیں، یہ ایسی بات ہے کہ بنجر زمین پر محصول

لگایا جائے،

ای دیدہ چہ ریزی از برون آب کیں شعلہ بجاں گرفت مارا
ای خواب! برو کہ باز امشب سودای فلاں گرفت مارا

ای عشق کار تو بہ چومن ناکسے فتاد گویا کسے نماند جہانِ خراب را

دل ندارم غم جاناں بجز تو انم خورد بیش ازیں گرچہ غمے بود ولے ہم بودہ است
کس چہ داند کہ چہ رفت از غم تو دوش بمن از شب تیرہ، خبر پرس کہ محرم بودہ است

بیا بر دوستاں جاناں قضا کن ہر آں تیرے کہ بر دشمن خطا شد

دل باز سوی آں بت بد خو چہ میرود آن خو گرفتہ باز دراں کوچہ میرود
جاں میرود ز تن چو گرہ می زند بہ زلف مُردن مرا ست از گرہ او چہ میرود

گر بہ بینی دلِ ویران مرا۔ گوئیا ہیچ گہ آباد نہ بود

کافرے زحمت دلم غارت کرد شہر اسلام و مرا داد نہ بود

کرشمہ چند کنی بر من آخر این جان است نمی دہد ز زمین و صبا نمی آرد
اس مضمون پر تین سو برس کے بعد اہلی نے یوں دست درازی کی،
کرشمہ چند کنی با من آخر این جان است نمی دہد ز زمیں آسماں نمی بارد

بہ لبم رسیدہ جانم تو بیا کہ زندہ مانم پس ازانکہ من نمانم بچہ کار خواہی آمد

جدت اسلوب: غزل کی ترقی کا نور وز، لطف ادا اور جدت اسلوب ہے جس کے موجد شیخ سعدی ہیں لیکن بپردہ نقش اولیں تہا۔ امیر صاحب کی بوقلموں طبیعت نے جدت اسلوب کے سیکڑوں سنئے نئے پیرایے پیدا کر دیئے، جو اگلوں کے خواب و خیال میں بہی نہ آسکے تہے مثلاً یہہ مضمون کہ معشوق ظلم و ستم کرنے کے ساتہہ بھی محبوب ہے، یوں ادا کرتے ہیں،

جاں زتن بردی و در جانی ہنوز درد ہا دادی و درمانی ہنوز

یا مثلاً معشوق کی گراں قدری کو اس پیرایے میں ادا کرتے ہیں،

ہر دو عالم قیمت خود گفتۂ نرخ بالا کن کہ ارزانی ہنوز

معشوق کی آنکہہ کو سب مخمور اور مے آلود باندہتے تہے، اسی مضمون کو دیکھو امیر صاحب نے کس انداز سے کہا ہے

بے حاجت نیست مستیم را در چشم تو تا خمار باشد

معشوق کا عاشقوں کے رنج و غم سے بے خبر ہونا، عام مضمون ہے اس کو کس لطف سے ادا کیا ہے،

گل چہ داند کہ در دل بلبل چیست او ہمیں کار رنگ و بو داند

معشوق معشوقانہ اداؤں کو چہوڑنا چاہتا ہے، اسکو یوں باز رکہتے ہیں،

ہنوز ایمان و دل بسیار غارت کردنی دارد مسلمانی میاموز آں دو چشم نامسلماں را

رخصت کے وقت معشوق کو ٹہراتے ہیں کہ میرے آنسو تہم جائیں تو جانا،

می روی و گریہ سے آید مرا ساعتے بنشیں کہ باراں بگذرد

لطف اور تہر کی نگاہ کی تاثیر کا فرق،

گفتم چگونہ می کشی و زندہ می کنی از یک نگاہ کشت و نگاہ دگر زندہ کرد

سعدی کا شعر ہے،

دوستاں منع کنندم کہ چرا دل بتو دادم ۔۔۔ باید اول بتو گفتن کہ چنیں خوب چرائی

یہ مضمون اگرچہ نیچرل ہونے کی حیثیت سے اس قدر اعلیٰ درجہ کا تھا کہ اس پر ترقی نہیں ہو سکتی تھی لیکن امیر صاحب نے ایک اور جدید اسلوب پیدا کیا،

جراحت جگر خستگان چہ می پرسی ۔۔۔ زغمزہ پرس کہ ایں شوخی از کجا آموخت

غالب نے اسی خیال کو اور زیادہ بدیع اور شوخ کر دیا ہے،

نظر لگے نہ کہیں ان کے دست و بازو کو ۔۔۔ یہ لوگ کیوں مرے زخم جگر کو دیکھتے ہیں

معشوق کی آمد کی دلفریبی کو اس طریقہ سے ادا کرتے ہیں،

بتے و آفت تقویٰ و آخر ایں بنیدانی ۔۔۔ کہ در شہر مسلماناں نباید ایں چنیں آمد

اس مضمون کے ادا کرنے کا معمولی پیرایہ یہ تھا کہ معشوق کے آنے سے لوگوں کے زہد و تقویٰ میں فرق آتا ہے، بجائے اس کے خود معشوق سے خطاب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے شہر میں یوں نہیں آیا کرتے، گویا معشوق کا فتنہ انگیز ہونا اس قدر حد سے بڑھ گیا ہے کہ اپنی حالت کا خیال نہیں، بلکہ یہ فکر ہے کہ اسلام کی حالت خراب نہ ہو جائے،

معشوق کی زیادتی لطف کو اس انداز سے بیان کرتے ہیں،

جان ز نظارہ خراب و ناز او ز اندازہ بیش ۔۔۔ ما بہ بوی مست و ساقی پر دہد پیمانہ را

وحشی یزدی نے اسی خیال سے ایک اور لطیف خیال پیدا کیا،

شراب لطف پر در جام میریزی و می ترسم ۔۔۔ کہ زود آخر شود ایں بادہ و من در خمار افتم

اکثر جگہ، صرف لفظوں کی الٹ پلٹ سے عجیب لطیف بات پیدا کر دیتے ہیں،

چشم بد دور از چناں روئے ۔۔۔ کہ از و چشم دور نتواں کرد

مردماں در من و بیہوشی من خیر اند — من و آں کس کہ ترا بیند و حیراں نشود

گفتیم ناخوش چرائی خسرو! — چوں کنم؟ آں قد و آں بالا خوش است

گفتم کہ ہمیں ترا غلامم . — گر ہست گناہ من ہمین است

دہنت ذرہ کم از ذرہ ایست — رخ ز خورشید ذرہ کم نیست

ایہام یعنی ذو معنین الفاظ سے عجیب عجیب نکتے پیدا کرتے ہیں۔

زبان شوخ من ترکی و من ترکی نمیدانم — چہ خوش بودی اگر بودی زبانش در دہان من

پیش ازیں بہر دلم یقینی بود — کہ دلم ہیچ دلستاں نبرد
ق
تو بہ بردی ہمہ یقین مرا — بہ طریقے کہ کس گماں نہ برد

دی روی تو دیدم و نہ مردم — شرمندہ بماندہ ام ز رویت

دیگر سر آں نیست کہ من زہد فروشم — ساقی قدحے بادہ کہ بر روئے تو نوشم

اکثر جگہ جملہ معترضہ یا شرطیہ جملہ سے عجیب عجیب لطیفے پیدا کرتے ہیں اور یہ اُن کا خاص مذاق ہے،

بروای باد! بوسہ زن آں پای — وگر چیزے نگوید بر دہاں ہم

غمزہ تو بہ صف سلطاں زند — ورنہ ریختے بدل درویش ہم

رشکم آید کہ برم پیش تو نام دگراں
وگر انصاف بود پیش تو ہم نتواں گفت

کشتم از تیغ جفایت خویش را
بر تو آساں کردم و بر خویش ہم

غمے دارم کہ باد از دوستاں و رنہ
بحق دوستی کز دشمناں ہم

واقعہ گوئی اور معاملہ بندی | مولوی غلام علی آزاد خزانہ عامرہ میں لکھتے ہیں،

مخفی نماند کہ ہنگامہ آرائے سخن طرازی شیخ سعدی شیرازی کہ مروج طرز غزل است خال خال وقوع گوئی ہم دارد مثل ایں بیت،

دل و جانم بتو مشغول نظر و چپ و راست
تا ندانند رقیباں کہ تو منظور منی

اما ملح نقوش مالوی امیر خسرو دہلوی کہ معاصر شیخ سعدی است بانی وقوع گوئی گردید و آساس آں را بلند ساخت"

عشق و ہوسبازی میں جو حالات پیش آتے ہیں، اُن کے ادا کرنے کو وقوع گوئی کہتے ہیں۔ اہل لکھنؤ نے اس کا نام معاملہ بندی رکھا ہے، بہر حال اس طرز کے موجد جیسا کہ آزاد نے لکھا ہے امیر خسرو ہیں،

شرف قزوینی، ولی دشت بیاضی، اور وحشی یزدی نے اسکو ترقی کی حد تک پہنچا دیا، آزاد نے وقوع گوئی کی مثال میں امیر خسرو کے یہ اشعار پیش کئے ہیں،

خوش آں زماں کہ برویش نظر نہفتہ کنم
چو سوی من نگرد او، نظر بگردانم

غلام آں نفسم کا مدم چو جانانہ او
بخشم گفت کہ از در کشید بیرونش

چو رفتم بر درش بسیار، دربانگفت ایں مسکیں
گرفتار است شاید کیں طرف بسیار می آید

امیر صاحب کے کلام کی زیادہ تفحص سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے ہر قسم کے

پانچ روپے یا پانچ روپے کی کتابیں

ہم اس مہینے یعنی ذیقعدہ نظام المشائخ کے اُن تمام نئے خریداروں کی مدد کریں گے جن کا نمبر کسی دہائی پر آئیگا ۔ یعنے مثلاً آج نظام المشائخ کے آخری خریدار کا نمبر ۱۹۰۷ ہے تو جو صاحبان اس کے بعد خریدار ہوں گے اُن کا نمبر ۱۹۰۸ ۔ ۱۹۰۹ ۔ ۱۹۱۰ ۔ ہوگا ۔ ایسی ۱۹۰۸، ۱۹۰۹، ۱۹۱۰ ۔ اعلان مذکورہ سے فائدہ نہیں اُٹھا سکتے صرف ۱۹۱۰ ۔ دس پر تقسیم ہوتا ہے اس نمبر کے حامل کو پانچ روپیہ بذریعہ منی آرڈر یا اگر وہ چاہیں گے تو پانچ روپے کی کتابیں (بزم فرید ۔ سوانح عمری سرمد شہید ۔ جاماسپ نامہ ۔ برکات اسلام ۔ شکوہ و فریاد ۔ یا حضرت خواجہ صاحب کی تصانیف ۔ مضامین خواجہ حسن نظامی ۔ شیخ سنوسی ہر سہ حصہ ۔ انجام اسلام ۔ اسرار وغیرہ میں سے) بھیجدیجائینگی ۔ اور شوال کے پرچہ میں تفصیل شائع کردیا جائیگا کہ فلاں فلاں کو فلاں فلاں چیزیں ملیں ۔ جواب تک نظام المشائخ کے خریدار نہیں انہیں اس موقع کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیئے +

یہ بزم فرید کے ٹائٹل کی نقل ہے۔ بالکل ایسا ہی کاغذ ایسی ہی لکھائی ایسی ہی چھپائی دیکھا چاہیے گا +

بزم فرید

بابت ۱۳۲۲ھ

ملک المشائخ حضرت بابا فرید الدین گنجشکر قدس اللہ سرہٗ کے اعمال و اقوال کا مجموعہ

کل صوفی اور غیر صوفی مسلمانوں کے پاس رہنے کے لائق کتاب

جسے

سلطان الاولیاء محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فارسی

میں راحت القلوب کے نام سے ترتیب دیا تھا

اب

ملا محمد الواحدی ایڈیٹر نظام المشائخ

و مترجم جاماسپ نامہ و انوار التحقیق وغیرہ نے اسکو سلیس اور بامحاورہ اردو

کا لباس پہنایا۔ اور خادم الفقراء سید منظور احمد عبادی نے مترجم موصوف کے

درویش پریس دہلی میں چھپوا کے

دفتر نظام المشائخ دہلی سے شائع کیا۔

عذر تاخیر

اب کا نظام المشائخ پانچ دن کی دیر کرکی شایع هورها
اس عرصه میں سو کی قریب خطوط آئی جن میں
نه پهونچنی کا حال هی اور لکها هی که شاید جناب
محمد الواحدی صاحب کی علالت کی سبب ایسا هوا هوگا
خیریت سی مطلع کرو ـ چونکه علحده علحده سب کو جواب دینی مشکل هیں لهذا یهه
چهپوا کر عرض کردیا جاتا هی که ملا صاحب کو بفضله اب کوئی شکایت نهین هان ـ
عمله ضرور هنوز موسمی عوارض مین مبتلا هی اور اسی کی ابتلائی آپکو تکلیف انتظار
کا سامنا کرایا ★

خاکسار منیجر نظام المشائخ.

یہ بزم فرید کے ٹائیٹل کی نقل ہے۔ بالکل ایسا ہی کاغذ ایسی ہی لکھائی ایسی ہی چھپائی دیکھ لیجیے گا

بزم فرید

بابت ۱۳۳۱ھ

ملک المشائخ حضرت بابا فرید الدین گنجشکر قدس اللہ سرہٗ کے اعمال و اقوال کا مجموعہ

کل صوفی اور غیر صوفی مسلمانوں کے پاس رہنے کے لائق کتاب

درویش پریس دہلی میں چھپوا کے

دفتر نظام المشائخ دہلی سے شائع کیا

رجسٹرڈ نمبر ایل ۱۳۱

دنیا کی آبادی میں تین چوتھائی حصہ صوفی مشرب لوگوں کا ہے

نمبر ۸

۱۳۳۱ھ

نظام المشائخ

افضل الذکر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

قسم دوم — قسم دوم

روحانی تسلی و تسکین کا ماہوار رسالہ

مذہب اخلاق اور تصوف کے مضامین کا ایک دلنواز مجموعہ جو بڑی پابندی وقت کے ساتھ ہر چاند کی ٹھیک چھٹی تاریخ کو شائع ہوتا ہے

ایڈیٹر

خادم الفقراء محمد الواحدی دہلوی

قیمت سالانہ مع محصول ڈاک عہ ششماہی (عہ) نمونہ (۴ر)

مقام اشاعت دہلی دفتر رسالہ

مطبوعہ درویش پریس دہلی

پرنٹر و پبلشر ... محمد الواحدی

بزم فرید

نام سے ظاہر ہے کہ اس کتاب میں حضرت بابا فریدالدین گنجشکر رحمتہ اللہ علیہ کی محفل کا ذکر ہوگا دراصل یہ حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیا محبوب الٰہی کا جمع کیا ہوا ملفوظ ہے جسکو عزیزی مولوی سید محمد الواحدی صاحب ایڈیٹر نظام المشائخ دہلی نے سلیس اردو کا جامہ پہنایا ہے۔

صوفیائے کرام کے ملفوظ جس پیرایہ سے جمع کیے جاتے ہیں وہ آجکل بھی باوجود تمادی ایام کے نہایت دلچسپ اور معنی خیز پیرایہ ہے طریقہ یہ ہوتا تھا کہ ایک مرید اپنے مرشد کی صحبت میں حاضر ہوتے اور وہاں جو کچھ سنتے قلم بند کر لیتے جس میں وقت مقام تاریخ اور حاضرین بزم کے نام بھی لکھے جاتے تھے اس سے کئی فائدے نکلتے تھے اول تو یہ کہ صاحب ملفوظ کی زندگی اور اس کے اوقات کا پتہ چل جاتا تھا نیز یہ معلوم ہو جاتا تھا کہ کون سے بزرگ شیخ کی بند صحبتیں زیادہ حاضر باش تھے ایک تاریخ بھی آجکل کی حالت دیکھکر دل کو سخت کڑہتی ہے کہ اس زمانہ میں بزرگوں کی مجلس میں مسائل تصوف و متعلق دین پر گفتگو ہوا کرتی تھی مگر اب یہ حالت ہے کہ کسی درویش کی محفل میں جاؤ تو مقدمہ بازی یا گلہ شکوہ کیوا اور کوئی ذکر خیر سننے میں نہیں آتا۔ راقم درویش نے مدتوں سفر کرکے اس کا مشاہدہ کیا سوائے دو چار مقامات مخصوص کے ہر جگہ یہی عالم نظر آیا۔ بزم فرید کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت بابا صاحب انسانی کے مدارج اور معاشرت کے مسائل بھی اگر بیان فرماتے تھے تو ان میں بھی دینی پہلو مدنظر ہوتا تھا +

بزم فرید پڑھنے سے دل پر عجیب اثر ہوتا ہے اور چھ سو برس پہلے کا زمانہ آنکھوں میں پھر جاتا ہے۔ اللہ اللہ کیا بابرکت زمانہ تھا اور کیا پر کیف صحبتیں تھیں کہیں شریعت کے مسائل پر گفتگو ہو رہی ہے اور انہیں نکات عارفانہ ارشاد کیے جا رہے ہیں کہیں مقامات سلوک کا بیان ہے اور آنکھیں آنسوؤں سے بھری چلی آتی ہیں +

سبحان اللہ بزم فرید کے کیا کہنے جس میں حضرت گنجشکر جیسے یگانہ عصر مرشد کے الفاظ درس محبوب العالمین نے جمع کیے ہوں میں اپنے خوش خیال نوجوان مولانا محمد الواحدی کی تعریف کرتا ہوں کہ انہوں نے اس کتاب کا ترجمہ کرکے اردو لٹریچر میں ایک بہت مقدس اور مفید کتاب کا اضافہ کیا۔ باعتبار لکھائی چھپائی اور کاغذ بہترین نمونہ ہے ان حضرات کے لیے جو دینی کتابیں خاص کر ملفوظات صوفیائے کرام کے خدا کے واسطے نہایت بدخط برے کاغذ پر چھاپتے ہیں مضامین کی عظمت و تاثیر کا صحت و صفائی اور کتاب کی خوشنمائی سے وہی تعلق ہے جو ایک میلے کچیلے اور صاف ستھرے نمازی یا ذاکر شاغل میں ہے اول الذکر فرض ادا کرتا ہے مگر حضوری کا ذوق شوق اسکو نہیں ملتا۔ کتاب بزم فرید کی قیمت ان محاسن کثیرہ کے سامنے ۱۲ آنہ زیادہ نہیں ہے (حسن نظامی)

منیجر رسالہ نظام المشائخ و درویش پریس دہلی سے طلب کیجیے

نظام المشائخ

جلد بابت ذی الحجہ ۱۳۳۲ھ نمبر ۱

فہرست مضامین

شمارہ	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	ترانۂ حمد	مولانا شمس انبالوی	۱
۲	تلاش عزلت	مولانا ابوالآزاد خلیقی دہلوی	۴
۳	ناکام محبت کو ایک قیمتی نصیحت	کپتان احمد خاں تاباں۔	۵
۴	حضرت خدیجۃ الکبریٰ	ایڈیٹر	۷
۵	سمندر	سید دلدار حسین اختر	۱۵
۶	پیر مرید	مولانا محمد حنیف نکوری	۱۶
۷	گنجشک کے لال	مولوی سید الطاف حسین تشنہ	۲۱
۸	شیوخ بیدر	میرزا عبدالرحمٰن بیگ منشی فاضل	۲۴
۹	غزل	مولانا تمنا پھلواروی	۳۰
۱۰	رباعیات امجد	مولوی احمد حسین امجد حیدرآبادی	۳۰
۱۱	ترک دنیا اور نفس کشی	مسٹر حسن الدین خاموش	۳۱
۱۲	نالۂ بلبل	بلبل کشمیر ساقی دہلوی	۳۹
۱۳	کلام عشق	مولانا عشق حیدرآبادی	۴۰
۱۴	شمعی تخیر	مولوی سید حبیب اللہ شاہ	۴۱
۱۵	مناجات	محمد ثناء اللہ کافی داناپوری	۴۸
۱۶	شفا نعت نبی لکھ اور کر حمد قدیم پہلے	مولانا شفا۔	۴۸
۱۷	نعتیں۔	شاہ عزیز و مولانا حکیم	۴۹
۱۸	بزم فرید	سید القلم رسالہ عصر لکھنؤ	۵۰
۱۹	اعلانات	ایڈیٹر	۵۲
۲۰	نمیدانم چہ منزل بود شب جائیکہ من بودم	سیدی خواجہ حسن نظامی	۵۵
۲۱	بیان عسکرو	شمس العلماء مولوی شبلی نعمانی	۵۷

ہمارے معاونین

جنھوں نے اس مہینے رسالہ نظام المشائخ کی توسیع اشاعت میں سعی فرمائی ان کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں

جناب حکیم معراج الدین صاحب امرتسر (۱) - جناب منشی غلام نظام الدین صاحب پریمی شاہ احمد آباد (۱)
جناب محمد عبدالرحمن صاحب ٹوئن میسٹریٹ منگلور (۲) - جناب رحمت علی صاحب گماشتہ افیون ہردوئی (۱)
جناب نواب حامد علی صاحب گونتی (۱) - جناب نواب صدرالدین حسین صاحب رئیس بڑودہ (۱)
جناب کریم بخش صاحب مستری جہاں آباد (۱) - جناب محمد حفیظ اللہ صاحب حفیظ اکبرآبادی (۱)
جناب حکیم سراج الدین صاحب دہلی (۱) - جناب شاہ برہان الدین صاحب مدراس (۲) - جناب یار محمد صاحب عدن (۱)

جو خود خریدار ہوئے وہ یہ ہیں

جناب شیخ دین محمد محمد لطیف صاحبان امرتسر
جناب محمود شرف الدین خلیل صاحب بمبئی
جناب منشی عبدالعزیز صاحب امراؤتی
جناب شیخ بشیر احمد صاحب انسٹرکٹر ٹریننگ کالج لاہور
جناب ڈاکٹر دیوان سنگھ صاحب کورائی
جناب عبدالسلام صاحب انصاری پوایان
جناب سید دیوانجی میاں چھوٹے خاں صاحب احمد آباد
جناب حاجی داؤد بھائی صاحب سیٹھ بمبئی
جناب شیخ دین خاں صاحب لاہور
جناب شیخ احمد صاحب صوفی حیدرآباد دکن
جناب محبوب علی صاحب علی پور ضلع مظفر گڑھ
جناب محمد حنیف صاحب ہوشنگ آباد
جناب مولوی محمد زکی صاحب اُناؤ
جناب علی حسن صاحب عرف بابو حسنی ہزاری باغ
جناب حکیم محمد حیات خاں صاحب جبلپور
جناب حسن احمد صاحب نائب تحصیلدار جام پور
جناب عبدالقادر عبداللطیف صاحبان بمبئی

جناب ابوالآزاد محمد الدین صاحب خلیقی دہلی
جناب اصغر علی صاحب بمبئی
جناب خلیفہ محمد عیسیٰ و میاں اللہ بخش صاحبان گوجرہ
جناب محمد حفیظ اللہ صاحب حفیظ اکبرآبادی
جناب سید یعقوب علی صاحب حیدرآباد دکن
جناب حکیم ظہور الدین صاحب بمبئی
جناب منشی عبدالرحمن صاحب ناسک
جناب سکرٹری صاحب یونین کلب ردولی
جناب ولی الحق صاحب ردولی
جناب اشفاق احمد صاحب بادشاہ پور
جناب ماسٹر نظام الدین صاحب لاہور
جناب بیگم صاحبہ صفدر علی انجنیر اورئی
جناب خلیفہ عبدالرحمن شاہ صاحب سجادہ نشین ٹانک پور شریف
جناب قاضی باقر شاہ صاحب وزیرآباد
جناب محمد اسحق خاں صاحب راج ہتوا
جناب منشی محمد حسین صاحب بلگاؤں

شکرگزار - محمد الواحدی

نظام المشائخ

ترانۂ حمد

اس گھر میں شان تیری اُس گھر میں نور تیرا
ہوتا ہے ذکر ہر جا ربِ غفور تیرا

قدرت تری عیاں ہے صورت تری نہاں ہے
یوں بھی ظہور تیرا۔ ووں بھی ظہور تیرا

خواہش نہیں ہے اُنکو دنیا کی دولتوں کی
جس دل میں بس گیا ہے لطفِ سرور تیرا

دل بھی اگر یہی ہے آنکھیں بھی گر یہی ہیں
ہم دیکھ لیں گے جلوہ بالائے طور تیرا

کیا کیا عنایتیں ہیں کیا کیا رعایتیں ہیں
کرتے ہیں شکر بندے ہر دم شکور تیرا

مسجد ہو میکدہ ہو کعبہ ہو یا کلیسا،
پھیلا ہوا ہے یارب ہر گھر میں نور تیرا

دنیا پہ بس رہی ہے اک کائنات تیری
اور زیر خاک بھی ہے شہر قبور تیرا

سب نفسی نفسی کہتے اُٹھیں گے مقبروں سے
پھونکے گا جب فرشتہ محشر میں صور تیرا

ہم اس طرح سے غافل غفلت میں ہو رہے ہیں
اور نام لے رہے ہیں وحش و طیور تیرا

منصور تو نہ کہتا مُنہ سے کبھی انا الحق،
اِک مشت خاک میں تھا پنہاں غرور تیرا

گو شمس پُر خطا ہے بندہ مگر ترا ہے
بس اس کو آسرا ہے یوم النشور تیرا

تلاشِ عُزلت؟

دنیا، اور دنیا کے جھگڑے، ساری مصیبتیں اور کل آلام، زمانے کے حوادث اور اضداد، غرض عالمِ ناسوت کی جمیع آفات سب کی سب انسان، ابن آدم اور دنیائے اجسام کے لیئے ہیں!

جھگڑوں میں الجھیں اور اُلجھتے رہیں، مصیبتیں پڑیں، اور پڑتی رہیں، انقلاب ہوں، اور ہوا کریں، حادثات ہوتے رہیں، اضدادِ عالم دھوپ چھاؤں کا رنگ پیدا کرتے رہیں، تکلیفیں ہوں، ہم اطمینان سے نہ بیٹھیں، جو خواہش کریں تو میسر نہو آرام و راحت پاس نہ پھٹکنے پائے اور تردد و تفکر و رنجوں زندگی کی تلخیاں جب تک ساتھ رہیں کہ جب تک اِس جسم میں سے وہ چیز یا وہ شئے نہ نکل جاوے کہ جس کے نکل جانے اور رہنے کو ابن بشر موت اور حیات سے تعبیر کرتے ہیں!

یکسوئی، تنہائی، عزلت، سب بیکار، سب فضول، سب مہمل، یہ حضرت انسان کی سب تخیل آفرینیاں، اور خوش خیالیاں ہیں، علم الادب کے ذخیرے بڑھالو، نہ ملنے نہ میسر نہ آنے والی چیز کا جا ہے جو نام دہر لو، ہستی سے مدہوش، آفرینش عالم سے بے خبر منشائے کن فکاں سے ناآشنا ہو کر چین ڈھونڈو، اطمینان تلاش کرو، اگر کہیں مل سکے تو پالو، ورنہ ڈھونڈھنا بے ادبی، عشق کی ضد، بوالہوسی جو خدمت سے انجام دے جو تحرک جو تحریک عطا ہو کام کرلے، گِرا جانا، پریشان ہونا جذب کامل اور طلب صادق اور آداب عبدیت کے خلاف ہے،

نہیں مانگوں گا، میں نہیں مانگوں گا، جو شے اس دنیا میں مل ہی نہ سکے نہ مانگونگا بھوکا ہوا تو روٹی، خوشحال ہوئے تو جاہ، مصیبت پڑی تو فکر، راحت ملی تو ہوس،

بدمیں تو بندگی ہے، نیک ہیں محبت سرمدی سے غرض ہر صورت اور ہر طرح لگاؤ اور نسبت باقی چلی جاتی ہے۔ چلی جائے گی،

نظام عالم درہم برہم کر دیئے۔ کاربردازان قدرت منسوخ کر دیئے جائیں، قدرت خود معطل ہو جائے، بس بس ہاں پھر ہم سب کو اطمینان خاطر، سری بے تلاش عالم تنہائی، بغیر کاوش کی کنج عزلت بخشدے، یوں تو سمجھ میں نہیں آتا، عزلت، ظلمات میں ہے؟ نہ آبحیات میں ہے، مجمع میں ہے نہ خلوت میں ہے مصیبت میں ہے نہ راحت میں، سعی میں ہے، نہ تکاہل میں ہے، وہ کہاں ہے؟ وہ کیونکر ملے؟ ....

جب پہونچ لیں گے تو بتا دیں گے، جب پالیں گے تو کہہ دیں گے، سکندر نے دیکھ اور ڈھونڈھ پایا؟ نہ پاسکا، خضر نے پایا؟ نہ پایا، سنتے ہیں دن رات مارے مارے پھرتے ہیں، بھولے بھٹکوں کو راہ دکھائیں، گمراہوں کو راہ پر لائیں۔ خشکی میں تری میں مونہہ چھپائے پھریں یہ نہ پکڑے وہ نہ دیکھ لے کا فکر کہیں کیسکو مل گئے، کسی سے مل رہے ہیں، دنیا جبتک رہی میری بپتا سنو، میرا دکھ ٹالو، میرے آڑے آؤ، والی اقلیم سر حقیقی محکمہ معرفت سے سرکلر جاری کر رہا ہے۔ اوسکو بچاؤ، اوس ڈوبتے کو سنبھالو ...... کیا یہ عزلت ہے اور یہی عزلت کا مطلب ہے؟

میاں نہ دے مجھے ہرگز نہ شے بے چین رہوں تڑپ تڑپ کے تیری لگن روح لیلیٰ، اور یوں نہ لے بلکہ جسم سڑے کیڑوں کی غذا بنے، عزت جائے مصیبتیں آئیں۔ رضا و تسلیم پوری ہو، مضغہ گوشت ٹھوکریں کھائے، فسانو نثر تیمارداری مشکل ہو، صبر و قناعت سلوک کے رتبے طے ہوں سراپا عبرت ہو جاؤں اور جب تیرے سامنے پیش ہوں تو دیکھنے بہت سارے پاٹھکو

اور بہت سارا ایکٹ کیے اور اسٹیج عالم پر تیرے خدائی ڈرامے اسرار دنیا میں جو پاٹ اک بندے کو ملا وہ بحسن خوبی انجام دے کر آیا۔ وقفہ نہ چاہا مہلت نہ مانگی۔ اور پیر تلے، رونا، گانا سب کچھ کر گیا،

ہاں ہاں سے اب عالم ناسوت سے تیرے بنائے ہوئے جسم کا ماخذ تیری محنت و قدرت کا ہیولا، اک اثر میں جانے والی، اور آنکھوں میں نہ آنے والی سنتے چلی، یہ گوشت پوست ہڈیوں کا ڈھانچ خدا جانے کس چیز کی ساخت عالم ناسوت میں نہایت عزلت سے رہیگا۔ تیری اِک مخلوق شکم میں امانت رکھی گئی۔ ہاں اور تو اور اسے وہ کہ تو اس باب ملکوتی سے گذرنے والی چیز کے خبردار و نگراں حال اوسکو فانوس لاہوت میں روشن کرکے قطرہ کو دریا میں ملا دے، اور لمعۂ قدس کو منکشف فرما۔ نور سیال میں گم کر دے، اور آبدی گوشۂ عزلت عطا فرما"

فقیر ابو الآزاد۔ خلیقی۔ دہلوی

(آگرہ اخبار کا ریویو)

خونِ شہادت کے دو قطرے یعنی منصور و سرمد رح کے پر خروش گر صحیح و مستند حالات مولفہ مولانا محمد الواحدی ایڈیٹر نظام المشائخ دہلی و مولانا ابو الکلام آزاد دہلوی ایڈیٹر الہلال کلکتہ۔ اس میں حضرت منصور و سرمد علیہ الرحمۃ کے مختصر مگر جامع حالات تاریخ میں زبان کی سلاست کے کیا کہنے۔ دل کشی و دلچسپی کی ضمانت مولفین ممدوح کے مشہور و مقبول اسمائے گرامی دے سکتے ہیں۔ باوجود ایجاز و اختصار جس سلسلے رسالہ میں حالات ان دونوں بزرگوں کے اِس رسالے میں لکھے گئے ہیں وہ ضرور سننے اور پڑھنے کے قابل ہیں۔ قیمت مع محصول ڈاک ۳ ـ بذریعہ وی پی ۔ حجم ۳۲ صفحے علاوہ ٹائٹل پیج۔ کاغذ سفید دبیز۔ لکھائی چھپائی عمدہ نفیس۔ رسالہ نظام المشائخ دہلی سے طلب فرمائیے۔

ناکامِ محبت کو ایک قیمتی نصیحت

آہ! نادان کسقدر دلدادۂ الفت ہے تو — آرزومندِ مصیبت - دشمنِ راحت ہے تو
کون کہتا ہے کہ تو ناتجربہ کار نہیں ہے — ہے مرض مزمن ترا - مدت کے بیمار ہی ہے
تو نے دیکھے ہیں ہزاروں ٹھوکریں کھاتے ہوئے — عشق میں کھوتے ہوئے دل اور پچھتاتے ہوئے
پھر کیسے؟ بارہا خود تجھکو ناکامی ہوئی — مفت تکلیفیں اٹھائیں مفت بدنامی ہوئی
بارہا احباب تجھکو لاکھ سمجھاتے رہے — نقش ہر نفع و ضرر کا سامنے لاتے رہے
آہ کیا کیا تجھکو آپ سرو کے چھینٹے دیئے - — تو نے کروٹ ہی نہ لی - یہ کس بلا کی نیند ہے
بھولکر بھی دوست دشمن میں کبھی پہچان کی؟ — کہ خدا لگتی قسم ہے تجھکو میری جان کی
ساری دنیا میں زبان زد ہے یہ مقولہ ہمدگر — قطعہ ۱ — جان صدقے آبرو پر - مال صدقے جان پر
ہائے ایسی بیش قیمت چیز یعنے آبرو — ایک ادنیٰ سے اشارے پر فدا کرنا ہے تو
قدردانوں نے تری ایثار کی یہ داد دی — روز چلکارے ملے الٹی تری تضحیک کی
سکہ نے قعرِ ذلت - اور ایسی روشنی — قطعہ نمبر ۲ — اسقدر دن کا اجالا ظاہری آنکھیں کھلی
اسپر بھی تجھکو نہ سوجھا کچھ سدا اندھا رہا — یہ مرض کیا ہے بھلا جہلِ مرکب کے سوا؟
پاؤں پڑنا تھا کہیں لایا وہیں تہہ کی خبر — سب ابھر آتے ہیں لیکن تو نہ اوچھلا ڈوبکر
نفسِ امارہ کی خواہش کچھ نہیں مطلوب ہے — بے غرض الفت بھی بارہا اور نہیں افسوس ہے
بے وقوفی بے حیائی - جوششِ الفت کا نام — تو نے پیدا کر دیا افسوس ملے ننگِ لئام
دیکھ اب بھی وقت ہے - اب تو سنبھل اب بھی سنبھل — بات وہ کس کام کی ہے جو نہ سوجھے برمحل

چاہیں تجھکو اگر عشق و محبت کے مزے — وصل کی سرمستیاں اور دردِ فرقت کے مزے

وہ لگاوٹ کی ادا۔ وہ پیاری پیاری چھیڑ چھاڑ
وہ بناوٹ کی حیا وہ ظاہراً پردے کی آڑ

دلبری کیساتھہ دلداری بھی کرنی ناز سے
مہربانی جسپہ صدقے جور اُس انداز سے

تو میسر جان شاہد مطلق میں ہیں خوبیاں
دل لگا اوس سے اگر محبوب ہیں محبوبیاں

عشق کی دنیا میں ہے اوسکی وفاداری کی دہوم
ہے وہی مطلوب طالب جو جہاں میں با لعموم

نا اُمیدی چھوڑ چل تاباں کریں اسکی طلب
گوہر مقصد سے پر ہو اپنا دامن کیا عجب

از منشی ... تاباں

شکوہ و فریاد

یہ ۳۲ صفحہ کی دو نظمیں ہیں شکوہ ڈاکٹر شیخ محمد اقبال صاحب ایم۔ اے پی ایچ۔ ڈی بیرسٹر ایٹ لا کی خدا سے بے نیاز کیساتھہ راز و نیاز کی بطور مکالمہ باتیں ہیں۔ خوب دل کھول کر دل کی ہوس نکالی اور من مانی مراد مانگی ہے۔ ان کے فصاحت آموز کلام میں کلام نہیں مغربی فلسفانہ خیالات میں تصنع اور تکلف کا نام نہیں میٹھے میٹھے پر معنی بول دل میں بیٹھے جاتے ہیں۔ دلآویز فقرے نشتر بنکر جگر میں کھبے جاتے ہیں۔ ہم شاعر نہیں جو شاعری کی داد دیں اسکی تعریف سخن سنج و سخن شناس جابکے سپرد کرتے ہیں۔

فریاد۔ یہ نظم مولانا ابو الفخر شیخ محمد عاشق حسین صاحب سیماب کی طبعزاد ہے جسکی فریاد نے سیماب کو بیقرار کر دیا ہے۔ اللہ اللہ کسقدر اسلامی ہمدردی سے بھری ہوئی او کیسی پر درد فریاد ہے کہ بیدرد سے بیدرد کو فریادرس بنا دیتی ہے۔ بجا کہ ہمہ تن درد ہمہ تن رحم۔ ہمہ تن رحمت دشمن ظلم و ستم۔ محب مظلوم و بیکس کی درگاہ میں کی جائے اور بے اثر محروم رہا جائے۔ اے سبز گنبد کے استراحت فرمانے والے سبز قدموں کو سبز بخت بنانے والے اسلام کے پھیلانے والے اپنے ہمہ گیر اسلام کو نہ مٹا۔ خطاؤں سے درگذر گناہوں کو معاف کرا ہماری فریاد کی داد دے۔ **سید احمد**۔ دہلوی۔ (مؤلف فرہنگ آصفیہ وغیرہ) ۲۳ جولائی ۱۳ء

(یہ کتاب ۳ آنہ میں منیجر رسالہ نظام المشائخ دہلی سے ملے گی)

حضرۃ خدیجۃ الکبریٰ

(رضی اللہ تعالےٰ عنہا)

آپ ۵۵۵ء عیسوی میں پیدا ہوئیں۔ جناب رسالتمآب کی صحبت پانے اور اسلام لانے سے قبل ہی اتنی نیک متقی اور پارسا تہیں کہ زمانہ جاہلیت اگر اپنی برائیوں اور رسوائیوں کو جتانے کے طور پر انہیں پیش کرے اور کہے کہ جہاں تم نے زنا کو فخر سمجھنے والی اور انتہا درجے کی نابکار عورتیں دیکھیں ہاں ذرا میری ان صالحہ بی بی کا بھی خیال کرنا جن کا دامن حیات اونے اونے دہبوں سے پاک رہا تو اس کا یہ کہنا بیجا نہ ہوگا۔ آپ کو اسیوقت طاہرہ کا لقب مل گیا تہا۔ اور آپ ابتدا سے سیدۃ النساء قریش کہلائیں +

آپ کے پہلے خاوند کا نام نباش ہے اور دوسرے کا عتیق نباش سے دو لڑکے ہالہ اور ہندؔ[1] پیدا ہوئے تہے اور عتیق سے صرف ایک لڑکی[2] تیسرے خاوند ہمارے مولےٰ و آقا ہیں۔

اس تعلق کی تفصیل یوں ہے کہ حضرۃ خدیجہؓ کے والد خویلد بہت بڑے تاجر تہے اور انکا نام دور دور پھیلا ہوا تہا۔ جب وہ بالکل ضعیف اور چلنے پہرنے سے معذور ہوگئے تو اتفاق کی بات مردوں میں کوئی شخص ان کی جانشینی

---

[1] ہالہ نے تو زیادہ عمر نہ پائی لیکن ہند صحابی بنے ان سے حدیثیں مروی ہیں۔ امام حسن علیہ السلام انہیں حقیقی ماموں کے الفاظ سے یاد کیا کرتے تہے۔ ۱۲

[2] ان کا اسم مبارک بہی ہند ہے۔ یہ آنحضرت صلعم کی زیر نگرانی نشو و نما پانیکا شرف رکہتی ہیں اور صحابیہ ہیں۔ ۱۲

کے لیے باقی نہ تہا لاچار حضرۃ خدیجہ کو سب کچھ سنبہالنا پڑا۔ وہ اگرچہ نہایت زیرک۔ ہوشیار اور ذی طباع تہیں لیکن پہر عورت ذات انہیں ضرورت محسوس ہوئی کہ ایک نائب حاصل کیا جائے جو معاملہ فہمی کے ساتہہ مستعدی۔ ہمدردی اور دیانت داری کے اوصاف سے بہی متصف ہو۔ ان کا دہیان گاہے گاہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیطرف جاتا تہا ادہر یہہ سامان ہوا کہ چچا ابوطالب کی تقدیر بگڑ گئی۔ آل وعیال کی ترقی کے سبب خرچ خوب بڑھا لیکن آمدنی نداد۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی اس قابل تہے ان سے کہا کہ بیٹا باہر جاؤ اور روزی ڈہونڈو۔ اب تک جسطرح گذری گذاری مگر تابکے۔ بیٹہے بیٹہے قارون کا خزانہ خالی ہوجاتا ہے۔ اور ہمارے پاس تو اب جو ہے وہ تم سے پوشیدہ نہیں۔ تم خدیجہ کے ہاں پہنچو۔ سنتا ہوں انہیں ایک تمہارا سا آدمی چاہیئے وہ یقیناً تمہیں مایوس نہ پہیریں گی۔

حضرت تشریف لے گئے۔ جنابہ خدیجہ گویا منتظر ہی تہیں۔ انہوں نے کثیر مال واسباب آپکے سپرد کردیا۔ اور اپنے غلام میسرہ کو ساتہہ کرکے شام روانہ کیا اور میسرہ سے کہدیا کہ کسی امر میں ان کی رائے کے خلاف نہ کیجو۔ البتہ ایک ایک سرگذشت کو ذہن میں محفوظ رکہنا تیرا فرض ہے۔ واپس آئے گا تو پوچہونگی۔ چنانچہ ایسا کیا گیا

ان خبروں میں سے جو میسرہ نے حضرۃ خدیجہ کو لا کر دیں ایک خبر یہ تہی کہ جناب رسالتمآب شام میں ایک درخت کے نیچے ٹہرے تہے۔ جس کے قریب ایک راہب نسطورا نامی کا جہونپڑا تہا۔ راہب مذکور نے آپ کو اچھی جگہ بیٹہایا کر مجہہ سے پوچہا "یہ کون ہیں"۔ میں نے بتایا فلاں کے بیٹے فلاں کے پوتے اس نے کہا آپ عنقریب نبی ہونے والے ہیں کیونکہ مقدس کتابیں

لکھا ہے کہ اس درخت کے نیچے سوائے نبی کے کوئی نہیں بیٹھ سکتا اور یہ تو بچہ بچہ جانتا ہے کہ آنحضرت صلعم کے حسن امانت کے سبب اس مال تجارت خدیجہ کو نفع دگنا چوگنا حاصل ہوا

اسی حسن امانت سے متاثر ہو کر شہرہ آفاق مس اینی بسنٹ صاحبہ پریسیڈنٹ تھیوسوفیکل سوسائٹی مدراس نے ۳۰ جنوری ۱۹۱۱ء کو رسالہ نظام المشائخ میں چھاپنے کے واسطے مندرجہ ذیل خط بھیجا تھا۔

مکرمی!

پیغمبر اعظم کی جس بات نے میرے دل میں انکی عظمت اور بزرگی قائم کی ہے وہ ان کی وہ صفت ہے جس نے ان کو ان کے ہم وطنوں سے الامین کا خطاب دلوایا۔ کوئی صفت اس سے افضل نہیں ہو سکتی اور کوئی بات اس سے زیادہ مسلم اور غیر مسلم دونو کے لیے اشتراکا لائق اتباع نہیں ایک ذات جو مجسم سچائی ہو اس کے اشرف ہونے میں کیا شک ہے۔ ایسا ہی شخص مستحق ہوتا ہے کہ پیغام حق کا حامل بنے

آپ کی مخلص

اینی بسنٹ

جناب خدیجہ کو عتیق کی موت کے بعد دنیا سے بے حد نفرت اور خانہ کعبہ جانے سے غیر معمولی رغبت ہو گئی تھی۔ وہاں کاہنوں نے ان کے سامنے بیان کیا تھا کہ پیغمبر آخر الزماں کے ظہور کی گھڑی آن لگی۔ اور وہ تمہارے ہی قبیلہ میں ہوں گے اس لیے جناب خدیجہ کو اسکی تگ و دو تھی اور وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات معلوم کر کے پہلے سے آپ کی معتقد ہو چکی تھیں اور دل ہی دل میں

سوجھتی تھیں کہ ہوں نہوں یہی پیغمبر آخر الزماں ہیں۔ اور عشرت سرام کے واقعات نے اور سونے پہ سہاگے کا کام کیا۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کرنے کی ٹھان لی۔ اور ایک عورت کو بیچ میں ڈال کر تحریک کرائی۔ حضرت نے چچا ابو طالب سے مشورہ لیا۔ انہیں کیا تامل ہوسکتا تھا۔ اصل نسل صورت شکل۔ قابلیت۔ لیاقت تمول۔ وجاہت ہر اعتبار سے یگانہ عصر۔ صرف سن کا فرق تھا سو اس کا زیادہ خیال نہیں کیا گیا اور سب کی رائے ہوئی کہ سروران کی درخواست منظور کیجائے چنانچہ حضور پرنور چچا ابو طالب اور چچا حمزہ اور چند اور رشتہ داروں اور امراء معززین شہر کو لیکر جناب خدیجہ کے مکان پر پہنچے اور عقد کر لیا۔ بیس اونٹ مہر کے مقرر ہوئے جو چچا حمزہ نے فوراً دیدیئے۔ چچا ابو طالب نے اس وقت حاضرین کے سامنے یہ خطبہ پڑھا تھا۔

الحمد لله الذی جعلنا من ذریة ابراهیم و زرع اسمعیل وضئضئ معد وعنصر مضر وجعلنا حضنة بیته وسواس حرمه وجعل لنا بیتا محجوجا وحرما آمنا وجعلنا الحکام علی الناس ثم ان ابن اخی هذا محمد بن عبد الله لا یوزن برجل الا رجح به شرفا و نبلا وفضلا وعقلا فان کان فی المال قل فان المال ظل زائل وامر حائل ومحمد من قد عرفتم قرابته وقد خطب خدیجة بنت خویلد وبذل لها ما آجله وعاجله کذا وهو والله بعد هذا له نبأ عظیم وخطر جلیل جسیم

ابو طالب نے اسے ختم کیا تو جناب خدیجہ کے عمزاد بھائی ورقہ بن نوفل اٹھے اور کہنے لگے ۔

الحمد لله الذی جعلنا کما ذکرت وفضلنا علی ما عددت فنحن سادة العرب وقادتها وانتم اهل ذلك کله لا تنکر العشیرة فضلکم ولا یرد

احد من الناس فخرکم و شرفکم وقد رغبنا فی الاتصال بحبلکم و شرفکم فاشھدوا یا معاشر قریش بانی قد زوجت خدیجۃ بنت خویلد من محمد بن عبد اللہ علیٰ کذا +

یہاں تک پہنچکر ورقہ بن نوفل خاموش ہوگئے ابوطالب نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ خدیجہ کے چچا عمرو بن اسد بھی معقازی شرکت قبول کریں۔ اسپر عمرو بن اسد بولے کہ معاشر قریش! تم گواہ رہو کہ میں نے خویلد کی بیٹی خدیجہ کو محمد بن عبد اللہ کے نکاح میں دیا۔ آنحضرت اور بی بی خدیجہ کیطرف سے ایجاب و قبول ہوا صنا دید قریش نے ابوطالب کو مبارکباد دی۔ اور مجلس برخاست ہوئی بی بی خدیجہ نے حضرت کو زنانخانے میں بلا کر کہا کہ اونٹ ذبح کرکے کھانا پکواؤ اور کھلاؤ

اور جس قدر لکھا گیا بی بی خدیجہ کی چالیس سالہ زندگی کا مختصر خاکہ اور بالخصوص وہ قصہ جو آپ کو آنحضرت سے اور آنحضرت کو آپ سے واسطہ بعیدی و قریبی پڑنے کے بعد پیش آیا۔ اب سنیئے ان حالات کو جو شادی ہو کر گذرے اور ان خدمات کو جو بی بی خدیجہ نے آنحضرت کی اور آنحضرت کے اسلام کی کیں۔ بی بی خدیجہ نے اس معاملے کو اسی بدیں امید کیا تھا کہ آنحضرت کبھی نہ کبھی نبوت و رسالت کے موقر عہدے پر مامور ہوں گے۔ وہ ہمیشہ ٹیہ لگاتی رہتی تھیں کہ ارہاصات (آثار پیغمبری) میں سے تو کسی بات کا ظہور نہیں ہوا +

آنحضرت گھر آکر کہتے کہ آج مجھے پتھر سلام کرتے نظر آئے۔ آج میں نے درختوں کو اپنے آگے جھکتے دیکھا کہیں میرا دماغ تو خراب نہیں ہوگا۔ آپ انہیں تسلی دیتیں اور ڈھارس بندھاتیں کہ نہیں ان سے پریشان نہ ہو یہ خدا کا تم پر فضل و انعام ہے،

یہاںتک کہ ۵ سال سبطرح گذرا دیے۔ آنحضرتؐ کو بُت پرستی سے قدرتی نفرت تھی اور ان ایام میں تو اس کا نظارہ آپ کے لیے سوہان روح ہوگیا تھا۔ آپ اس معاملے میں بھی آپ سے ہمدردی کرتیں اور آنحضرتؐ کی تکلیف کو بڑہنے نہ دیتیں یہانتک کہ ایک دن غار حرا میں جہاں کا تنہائی اور سکون کے سبب چند سال حضورؐ نے جاجا کر بیٹھنا اختیار کر لیا تھا۔ وہ بیٹھکر غور کیا کرتے تھے کہ عالم پر یہ کیسی جہالت کی تاریکی چھائی ہوئی ہے۔ غرضکہ غار حرا میں آواز آئی " اِقْرَأ " آپنے جواب دیا مجھے پڑھنا نہیں آتا۔ پھر ندا ہوئی پڑھ۔ اپنے رب کا نام لیکر پڑھ۔ جو خالق ہے جس نے جمے ہوئے خون سے انسان کو پیدا کیا۔ پڑھ اور ہاں تیرا رب بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا (اور) انسان کو وہ باتیں بتائیں جنھیں وہ نہیں جانتا تھا۔ اقرأ باسم ربک الذی خلق ؐ خلق الانسان من علق ؐ اقرأ و ربک الاکرم ؐ الذی علم بالقلم ؐ علم الانسان ما لم یعلم۔ یہ پہلی وحی تھی جو آنحضرتؐ پر نازل ہوئی آنحضرتؐ نے اسے سن لیا پڑھ لیا مگر سمجھ نہ سکے کہ مطلب کیا ہوا اور گبھرائے پریشان۔ بخار میں ہلہلاتے گھر آئے اور کہا مجھے کپڑا اڑھا دو۔ بی بی خدیجہؓ نے تعمیل کی اور پوچھا کیا حال ہے۔ آپنے کل واقعہ کہدیا۔ اور فرمایا میں بہت خوفزدہ ہوں جناب خدیجہؓ نے اطمینان دلایا کہ مطلق خوف کی بات نہیں اور اٹھکر ورقہ بن نوفل کے پاس گئیں اور کیفیت بیان کی۔ ان کی زبان سے بےساختہ نکلا " قدوس قدوس " اور بولے خدیجہ خدا کی قسم محمد پر اس ناموس اکبر کا نزول ہوا ہے جس کا موسےؑ پر ہوا تھا وہ پڑھانے والا جبریل امین سہے تم محمدؐ سے جاکر کہو کہ مضبوط رہیں۔ جناب خدیجہؓ نے آنحضرتؐ کو ورقہ بن نوفل کے الفاظ پہنچائے اور آپ خوش ہو گئے۔

علاوہ ازیں جناب خدیجہ عداس کے پاس بھی گئیں عداس ایک نہایت ضعیف نصرانی تھا جناب خدیجہ نے اس سے کہا میں تجھے تیرے خالق کی قسم دیکر دریافت کرتی ہوں کہ آیا تجھے کچھ جبریل کی بھی خبر ہے اس کا ذکر کہیں تیری مذہبی کتابوں میں بھی آیا ہے؟ اس نے بتایا کہ جبریل خدا اور جناب اسکے رسولوں کے درمیان پیغام رسانی کرنے والے فرشتے کا نام ہے۔ اس کے بعد جناب خدیجہ نے آنحضرتؐ کا ذکر کیا کہ اس اس طرح آنپر واردات گذری ہے۔ کہنے لگا۔ یہ کاغذ ان کے پاس لیجاؤ اگر شیطانی خلل ہوگا تو اچھے ہوجائیں گے اور نبی ہیں تو کچھ اثر نہ ہوگا۔ آپ اسے لیکر آئیں تو حضرت جبریل آنحضرت کو پڑھا رہے تھے۔

نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُوْنَ ۝ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ

وَاِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ ۝ وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ ۝

فَسَتُبْصِرُ وَيُبْصِرُوْنَ ۝ بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ ۝

بی بی خدیجہ کو اس منظر نے مسرور کر دیا اور آپنے آنحضرتؐ سے عرض کیا کہ قربان میرے ماں باپ آپ پر ذرا میرے ساتھ عداس تک چلئے آپ تشریف لے گئے۔ عداس نے آنحضرت کی پشت مبارک پر سے کرتا ہٹایا تو مہر نبوۃ تھی۔ بس سجدے میں گر پڑا اور چلا چلا کر کہنے لگا بیشک آپ ہی وہ نبی ہیں جن کی تمام گذشتہ مقبولان بارگاہ بشارت دیتے چلے آتے تھے۔

المختصر جنابہ خدیجہ اکثر اعتبارات سے آنحضرت کی بیبیوں میں امتیاز رکھتی ہیں۔ اول انہیں رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف ازدواج جب نصیب ہوا

تو آپ ناکتخدا تھے۔ دوسرے صرف آپ ہی سے آنحضرتؐ کے اولاد ہوئی۔ تیسرے اور سب سے بڑھکر آپ نے عورتوں میں اسلام کو دینی جان۔ اپنے مال اپنے تن اور اپنے دہن سے جتنی مدد دی اتنی کسی نے نہیں دی آپ مسلمان ہونے میں مردوں سے بھی سبقت لے گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ پر بڑا بھروسہ تھا۔ آپ کی زندگی تک کسی مخالف کا یہ حوصلہ نہ ہوا کہ مقابلے میں آتا۔ مگر آپ کی وفات پاتے ہی نرغہ کرلیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جیسی اِن سے محبت تھی ویسی کسی بی بی سے نہیں ہوئی۔ یا کم از کم جیسی وقعت آنحضرتؐ کے دلیں آپ کی تھی ویسی کسی بی بی کی نہ تھی۔ حضرت عائشہ صدیقہ ضرور دعوے کرسکتی ہیں کہ مجھے بھی حضور بی بی خدیجہ کے برابر محبوب رکھتے تھے مگر وقعت کے بارے میں انہی کی حدیث ملاحظہ فرمایئے۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عموماً بی بی خدیجہ کی تعریف کیا کرتے تھے ایک دفعہ میں مجبور ہو کر کہہ بیٹھی کہ وہ تو بڑھیا تھیں خدائے پاک نے اب آپ کو ان سے اچھی بیوی دی ہے۔ آنحضرت کا چہرہ غصے کے مارے سرخ ہوگیا اور فرمانے لگے کہ واللہ ان سے بہتر بی بی کوئی نہیں ملی"

آپ کے بطن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سات بچے ہوتے (۱) زینبؓ (۲) رقیہؓ (۳) ام کلثومؓ (۴) فاطمۃ الزہراؓ (۵) قاسمؓ (۶) طاہرؓ (۷) عبداللہ۔ بی بی زینبؓ کا نکاح ابوالعاص بن الربیع سے ہوا جو جناب خدیجہ کے سگے بھانجے تھے بی بی رقیہ اور بی بی ام کلثوم ایک ایک کر کے حضرۃ عثمانؓ خلیفہ ثالث سے بیاہی گئیں اور لقب ذوالنورین کا باعث ہوئیں فاطمۃ الزہرا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی زوجہ تھیں قاسم۔ طاہر۔ اور عبداللہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا وصال شباب آنے سے پہلے ہی ہوگیا تھا۔

نظم

سمندر

اے سمندر جلوہ گاہِ قدرتِ پروردگار
کچھ تو کر مجھ پہ اپنا رازِ ہستی آشکار

سچ بتا دے کس کا ہے تجھ میں جمالِ دلفریب
نازنیں ہے کون سا جس کا ہے تو آئینہ دار

یہ تری موجیں ہیں یا سطریں کسی افسانہ کی
یا بنائے ہیں یدِ قدرت نے یہ نقش و نگار

کچھ تو بتلا کیوں تری موجوں میں ہے یہ اضطراب
ایک دم کس واسطے جن کو نہیں آتا قرار

کس حسیں کے واسطے ہے یہ ترا تسلیمِ کائنات
کس کے رخ پر تو کریگا اپنے سب موتی نثار

نیلگوں چادر کو اوڑھے کون ہے مصروفِ خواب
حسنِ لاثانی کا کس کے تو بنا ہے پردہ دار

کونسی برقِ تپاں ہے تیرے دامن میں نہاں
کون سے جذبے نے تجھکو کر دیا یوں بیقرار

سیکڑوں ارماں بھرے دل جو کہ تجھ میں دفن ہیں
شاید ان سے ہی تری موجیں بھی ہیں آئینہ دار

چشمِ بینا کے لئے موجیں نہیں ہیں یہ تری
جلوۂ انوارِ حق کے آئینے ہیں بے شمار

کاتبِ قدرت کا تو اک صفحۂ تحریر ہے
محو کر دیتا ہے جس پر نقش کر کے بار بار

تجھ سے سیکھی ہیں صبا نے ساری یہ اٹکھیلیاں
مانگ کر شاید تجھی سے لاتی ہے شبنم کے ہار

ہے زمیں جو ہے ترے رشکِ گلستانِ ارم
تو نہ ہوتے تو کہاں گلشن میں آتی یہ بہار

تو نہ ہو تو طائروں کی زمزمہ سنجی کہاں
شاخِ گل سے پھر نہ اٹھنے پائے گلبانگِ ہزار

آج جن قوموں کو حاصل فخر ہے تہذیب کا
دوش پر لئے ہیں تیرے احسانوں کا بار

مسٹرس آف سیز انگلستان پھر کیونکر نہ ہو
جبکہ سب قوت کا اسکی تجھ پہ ہے دارومدار

گل میں ہیں تیری نہاں دنیا کے کیا کیا نامور
شاہدِ خوابِ اجل سے ہو گئے ہیں ہمکنار

مرقدِ آبی کا کوئی بھی نہیں پرسانِ حال
بیکسی شاید کبھی ہو جاتی ہو گی اشکبار

اے سمندر ہے زمانہ سارا منت کش ترا
رکھیو عالم سے وہ اگلا عہدِ الفت استوار

۲۶ؓ

پیر و مرید

بمے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

بنی اسرائیل کا ایک بڑا بھاری مجمع ہے لوگ کثرت سے جمع ہیں ساری محفل بھری ہوئی ہے۔ حضرت موسےٰ کلیم اللہ وعظ فرما رہے اور توریت کے احکام سنا رہے ہیں محفل پر وجد کا عالم ہے ایک کو دوسرے کی خبر نہیں۔ آنکھیں آنسو برسا رہی ہیں دل عالم فانی سے بیزار ہو رہے ہیں گناہوں کی یاد دوزخ کا خوف تڑپا رہا ہے آخرت کا نقشہ پیش نظر ہے قیامت کی تصویر کھچی جا رہی ہے فرعون کی صدا انا ربکم الاعلیٰ پر آوازے کسے جا رہے ہیں۔

وعظ ختم ہوتے ہی سامعین میں سے ایک شخص اٹھتا ہے اور عرض کرتا ہے کہ آج دنیا میں سب سے بڑھکر عالم کون ہے۔ حضرت موسےٰ فرماتے ہیں کہ مجھ سے بڑھکر دنیا میں کوئی عالم نہیں۔ کیونکہ آپ جانتے تھے کہ تورات (جسکی نسبت قرآن پاک میں ہے وکتبنا فی الالواح من کل شئی موعظۃ وتفصیلاً لکل شئی) ایک جامع کتاب ہے جس میں ہر قسم کے احکام شرعی اور امر ونہی موجود ہیں اور یہ ضروری ہے کہ رسول جس پر کتاب نازل ہو جیسا وہ اسکی حقیقت اور ماہیت کو سمجھتا ہے اور کوئی نہیں سمجھ سکتا اس بات کو مدنظر رکھکر آپنے فرمایا تھا کہ آج مجھ سا کوئی عالم نہیں۔

اللہ تعالےٰ کو حضرت موسیٰ کا یہ انانیت کا کلمہ ناگوار گزرتا ہے جبرائیل کو حکم ہوتا ہے کہ جاؤ اور موسےٰ کو سناؤ کہ ہمارا ایک بندہ جو تجھ سے

علم میں بڑھکر ہے موجود ہے۔ اُسے ہم نے خاص اپنا علم لدنی عطا فرمایا ہے اور خلعت رحمت بخشا ہے تم اُس کے پاس جاؤ اور عجائبات قدرت کے کرشمے اور علم لدنی کے جلوے دیکھو اور اپنے ساتھ ایک تلی ہوئی مچھلی لیتے جاؤ جہاں وہ مچھلی گم ہو وہیں خضر ہوں گے +

خدا کی شان دیکھو حضرت موسیٰؑ جیسا ذی شان رسول۔ خدا سے ہم کلام ہونے والا نبی صاحب معجزات قاہرہ علم کا مدعی اپنے ایک شاگرد یوشع بن نون کو ساتھ لیکر شیخ طریقت کی جستجو میں چل پڑتا ہے اور ذوق طلب میں بے اختیار پکارتا ہے

دست از طلب ندارم تا کام من برآید
یا جان رسد بجاناں یا جان ز تن برآید

میں ضرور مجمع البحرین تک جاؤں گا۔ خواہ مجھے ۸۰ سال یا اس سے بھی زیادہ چلنا پڑے اسی ذوق و شوق میں چلتے ہوئے مجمع البحرین کے قریب پہنچکر سو جاتے ہیں مچھلی زندہ ہوکر دریا میں چلی جاتی ہے یوشع اس واقعہ کی اطلاع موسےٰؑ کو دینی بھول جاتے ہیں خواب سے بیدار ہوتے ہیں اور چل پڑتے ہیں مجمع البحرین سے گذرکر شاگرد سے ارشاد فرماتے ہیں کہ ہمارا کھانا لاؤ ہمیں تو اس سفر نے تھکنا چور کر دیا اس وقت یوشع مچھلی کا قصہ عرض کرتے ہیں آپ واپس ہوکر پھر اس مقام پر پہنچتے ہیں اور شیخ طریقت سے یوں ہمکلام ہوتے ہیں۔

موسیٰ یا طالب طریقت:۔ (عاجزانہ لہجہ میں اپنے جہل کا اقرار کرتے ہوئے) کیا میں حضور کے ساتھ ٹھہر سکتا ہوں تاکہ حضور کچھ مجھے اپنے علم (طریقت) میں سے سکھائیں +

خضر یا شیخ طریقت:۔ (تحکمانہ انداز سے) تم میرے ساتھ نہیں رہ سکتے (بطور پیشین گوئی) اور کیونکر ٹھہر سکتے ہو جب تمہیں ان افعال کی حقیقت کا علم ہی

نہیں جنکو میں کرنے والا ہوں کیا تم ان افعال کو دیکھ کر صبر اور ضبط کر سکتے ہو"

طالب طریقت "ہاں انشاء اللہ العزیز میں کسی امر میں بھی حضور والا کے حکم کے انحراف نہیں کروں گا"

شیخ طریقت "اگر میرے ساتھ رہنا ہے تو میرے کسی فعل پر معترض نہ ہونا میں خود ہی کسی موقعہ پر اسکی حقیقت تم کو سمجھا دوں گا"

پیر و مرید اس گفتگو کے بعد چل پڑے راستہ میں تھا دریا۔ اور دریا میں تھی کشتی اُسپر بیٹھ گئے

شیخ طریقت نے کشتی کا تختہ توڑ ڈالا

طالب طریقت آپنے یہ عجیب کام کیا کیا تختہ اس لیے توڑا ہے کہ کشتی والے ڈوب جائیں۔

شیخ طریقت "میں نے پہلے ہی کہدیا تھا کہ تم میرے ساتھ نہیں رہ سکتے"

طالب طریقت "حضور مجھ سے بھول ہو گئی ہے میرا قصور معاف فرمایا جاوے اور اپنے سے علحدہ کرکے مجھے مشکل میں نہ ڈالا جائے؟"

پھر چل پڑے اور دیکھا کہ لڑکے آپس میں کھیل رہے ہیں ان میں ایک لڑکا نہایت خوبصورت تھا۔

شیخ طریقت نے اُسی خوبصورت بچہ کو قتل کر ڈالا"

طالب طریقت (قتل عمد پر کسی طرح خاموش رہ سکتے تھے) جھٹ بول اُٹھے یہ تو بہت ہی برا کیا کہ ایک معصوم بچہ کا ناحق خون کیا۔

شیخ طریقت "اسی لیے تو میں نے پہلے ہی تم سے کہدیا تھا کہ تم (جیسے ظاہر بین) میرے ساتھ نہیں رہ سکتے۔

طالب طریقت "اب اگر میں آپ کے کسی فعل پر معترض ہوں تو مجھے ساتھ

نہ رکتا پھر چل پڑتے اور انطاکیہ میں پہنچے اور اہل شہر سے کھانا طلب کیا انہوں نے کیا انکار ہے

شیخ طریقت :- انطاکیہ میں ایک گرنے والی دیوار کو گرا کر از سر نو بنا دیا۔

طالب طریقت :- انکا یہ سلوک اور تعارا یہ گرد و پتانی ہی تھی تو اجرت لیکر بناتے۔

شیخ طریقت :- بس ہو چکی فنا ز معنی اٹھا لیتے ۔ بس جا ؤ اب میرے ساتھ نہیں ٹھہر سکتے ۔ آؤ تمیں ان افعال کی حقیقت سمجھائیں۔

شیخ طریقت کا وعظ طریقت

ہے معنے ۔ ہر ظاہر کا ایک باطن ہوتا ہے ہر شے کی حقیقت اور ماہیت ہوتی ہے ظاہر کی آنکھ ہر شے کی صورت جسمیہ اور نوعیہ کو دیکھتی ہے باطن کی آنکھ اس کی حقیقت اور ماہیت کو دیکھتی ہے ۔ اس طرح روح جو باطن میں ہے اور ہے جسم جو ظاہر میں نظر آتا ہے اور ہے۔

روح جنس ملائکہ میں سے ہے اور سکان فلک کے مقدس انواع میں سے ہے ۔ اس جسم فانی کے ساتھ روح کا تعلق ہوا اور جسم کی تدبیر و پرداخت اور دیگر تعلقات مثل تدبیر منزل تمدن و سیاست وغیرہ میں پھنس کر اپنے اصلی جوہر کو کھو بیٹھی اور حقیقی وطن کو بھول گئی جس سے اس کی اصلی قوت معرض زوال میں آگئی جب وہ روح عالم بالا یا اصلی وطن کی طرف متوجہ ہوگی اس کے تعلقات جسمی کم ہو جائیں گے صفات بشری دور ہو جائیں گے ریاضت آئینہ دل کو جلا دیگی۔ انوار قدسیہ کا اس روح پر عکس پڑنا شروع ہو جائیگا اس وقت اس پر ایک ایسی لا کی تلوار چلیگی جو اسکی ہستی کو بیخ و بن سے کاٹ ڈالے گی اور اسکی اپنی ہستی فنا ہو جائیگی یہی مطلب ہے موتوا قبل ان تموتوا کا پھر اسے ایک ایسی ہستی عطا ہوتی ہے۔

جس میں دائمی خوشی اور لازوال سرور ہوتا ہے ایںما تولوا فثم وجہ اللہ کا جلوہ نظر آنے لگتا ہے۔ نی اونکم کی حقیقت کھل جاتی ہے اور وہ ایسے مرتبہ قرب پر پہنچ جاتا ہے جسکی نسبت خود خداوند کریم (حدیث قدسی میں) فرماتا ہے میں اُس کے کان ہو جاتا ہوں جس سے سنتا ہے میں اسکی آنکھ بن جاتا ہوں جس سے دیکھتا ہے میں اسکی زبان بن جاتا ہوں جس سے بولتا ہے ؎

گفتہ او گفتہ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

اس کا دشمن خدا کا دشمن ہوتا ہے اس کا ہاتھ خدا کا ہاتھ ہوتا ہے اس کے افعال اپنے افعال نہیں ہوتے۔

ایک راز ہو حقیقت کا جو عام کی سمجھ سے بالاتر ہے خاص اس کو مشکل سمجھتے ہیں مثلاً ہم نے جس کشتی کو پھاڑا تھا وہ غریب ملاحوں کی کشتی تھی جن کی وجہ معاش صرف وہی تھی اور سلطان وقت ہر قابل استعمال کشتی کو ظلماً پکڑوا لیتا تھا ہم نے اسے عیب دار کر دیا تاکہ سلطان وقت کے غضب سے محفوظ رہے۔

اب واقعہ قتل کی حقیقت سنو وہ بچہ جسے تم معصوم کہتے تھے اگر وہ زندہ رہتا تو اپنے والدین کو جو نہایت ہی پارسا اور بزرگ تھے اپنی سرکشی اور کفر سے ایذا دیتا جس نے اُسے قتل کر ڈالا تاکہ اس کی شر سے امن میں رہیں اور خدا اسکے عوض میں انکو رحیم اور نیک اور پاک نفس بچہ دے۔

تعمیر دیوار جسکی تم اجرت کے خواہاں تھے وہ دیوار ان دو یتیم بچوں کی تھی جن کا باپ نیک اور صالح تھا اور خزانہ تھا دیوار کے نیچے اگر میں اس دیوار کو نہ بناتا تو وہ گر جاتی اور خزانہ اور لوگ نکال لیتے خدا نے چاہا کہ یہ جب جوان ہوں تو خزانہ کو نکالیں اور جو کچھ میں نے کیا ہم نے اپنے ارادہ اور منشا سے نہیں کیا بلکہ وہی کیا جو خدا نے کہا۔ اس کے بعد شیخ طریقت تشریف لیجاتے ہیں اور طالب طریقت کف افسوس مل کر رہ جاتے ہیں ؎ خاکسار رشید محمد حنیف از نکودر

گنج شکر کے لال

مکرمی و محترمی! تسلیم

میں نے گزشتہ سال نثر ہوئیں شریف پر یہ نظم تیار کر کے مولائی و مرشدی حضرت خواجہ عبدالصمد صاحب قبلہ مدظلہ العالی سے بارگاہ سلطانی میں پیش کرائی تھی۔ "گنج شکر کے لال" سننے والے اور گلشن فریدیہ کے نونہال پڑھنے والے اس ناچیز کو بھی لال لگ گئے۔ ایک ایک لفظ قلب پر نشتر کا کام کر رہا تھا۔ خصوصاً پانچویں اور ساتویں بند نے جو کیفیت طاری کر دی تھی زبان کا منہ نہیں کہ اسکو لفظوں میں ادا کر سکے۔

اب بنظر خیر و برکت استدعا یہ ہے کہ رسالہ نظام المشائخ میں بھی جگہ دیکر بندہ نوازی فرمائی جائے۔ "گر قبول افتد زہے عز و شرف"

امیدوار کرم

سید الطاف حسین آشفتہ۔ فرید آبادی

چراغ بنی لال گنج شکر کے یہاں کے ولی اور والی نگر کے
سلاطین عالم گدا تیرے در کے ادھر بھی نظر ہو میں صدقے نظر کے
خدا کے پیارے خدائی ہے تیری
بس اب ناؤ ڈوبی دُہائی ہے تیری

معین کے پیارے ستارے قطب کے علی کے جگر نور ماہ عرب کے
محب رسول اور محبوب رب کے خدا کے لیے اک نظر ادھر اب کے
خدا کے پیارے خدائی ہے تیری۔

بس اب ناؤ ڈوبی دہائی ہے تیری

بھکاری ترا آج ہے تیرے دوارے — بتا دے کہاں جائے کسکو پکارے
وہ بیتاب ہے دم جا لگی کے ہیں آرے — بھنور میں پڑی کو تو ہی پار اتارے

خدا کے پیارے خدائی ہے تیری
بس اب ناؤ ڈوبی دہائی ہے تیری

اندھیری ہے جل تھل ہے منجدھار بیڑا — بہت ڈگمگاتا ہے ہر بار بیڑا
پڑا ہے تلاطم میں سرکار بیڑا — کرم کی نظر ہو تو ہے پار بیڑا

خدا کے پیارے خدائی ہے تیری
بس اب ناؤ ڈوبی دہائی ہے تیری

تو داتا مرا میں ترا نام لیوا — کفایت ہے مجھکو ترے در کی سیوا
سنا ہے کہ سیوا سے ملتا ہے میوا — مرے ناخدا پار کر بیڑا کھیوا

خدا کے پیارے خدائی ہے تیری
بس اب ناؤ ڈوبی دہائی ہے تیری

کروں صبر کب تک کہ طاقت نہیں اب — وہ ذلت ہے جو میری ذلت نہیں اب
کہوں حال کیونکر کہ حالت نہیں اب — تو کہدے کہ کہنے کی حاجت نہیں اب

خدا کے پیارے خدائی ہے تیری
بس اب ناؤ ڈوبی دہائی ہے تیری

نہیں قابل رحم گر میری حالت — تو اپنی طرف دیکھ اے شان رحمت
وہ زندہ ہوں برپا ہے جس پر قیامت — میں لایا ہوں باباکی زندہ شفاعت

خدا کے پیارے خدائی ہے تیری
بس اب ناؤ ڈوبی ہے دہائی ہے تیری

یہ مانا نہایت خطاوار سا ہے یہ مگر پھر بڑی تیری سرکار ہے یہ
بہت بیکس و ناتواں و لاچار ہے یہ تجھے دیکھتا مڑ کے ہر بار ہے یہ

خدا کے پیارے خدائی ہے تیری
بس اب ناؤ ڈوبی دہائی ہے تیری

دہائی ہے اے رحم و شفقت کے بانی برا وقت ہے کر مری کشتیبانی
تجھے سہل ہے بگڑی قسمت بنانی خبر لے کہ سر سے گزرتا ہے پانی

خدا کے پیارے خدائی ہے تیری
بس اب ناؤ ڈوبی دہائی ہے تیری

میں تشنہ ہوں پیاسی سکینہ کا صدقہ میں زخمی ہوں ابنِ عبداللہ کا صدقہ
تو داتا کا داتا ہے بابا کا صدقہ کرم کر کرم اپنے نانا کا صدقہ

خدا کے پیارے خدائی ہے تیری
بس اب ناؤ ڈوبی دہائی ہے تیری

فریاد

تشنہ فریدآبادی

وہ نظم ہے کہ خورجہ کے ایک جلسہ میں جب اسے جناب مولوی سعادت حسین صاحب دہلوی نے اپنے وعظ میں پڑھا اور ان اشعار پر پہنچے۔

چرخ کچھ دور نہ تھا آہ رسا سے پہلے عرش چھو لیتے تھے ہم دستِ دعا سے پہلے
کر چکے شکوہ ادبار خدا سے پہلے یوں سنا تھا کہ وہ سنتا ہے دعا سے پہلے
لیکن اس نے بھی کبھی گریہ و زاری نہ سنی اور پھر کس کی سنیگا جو ہماری نہ سنی

تو حاضرین میں کہرام پڑ گیا بعض اہل دل تڑپنے لگے۔ اور ایک ہندو راجپوت مرد بیتاب ہو کر اسلام پر ایمان لے آیا۔ یہ اور ڈاکٹر اقبال کا شکوہ شکوہ و فریاد کے نام سے ولدیس پریس دہلی میں بڑے اہتمام سے چھپا ہے۔ ۳ تین آنے کے ٹکٹ بھیجکر منیجر نظام المشائخ دہلی سے طلب کیجئے۔

شیوخِ بیدر

محمد آباد بیدر جو نویں صدی ہجری میں جنوبی ہندوستان کا ایک ممتاز شہر بلکہ دکن کا بغداد تھا بلحاظ اپنے فضائے تاج بخش و سلاطین معظم و نوابان شیوات مختلفہ کا جلوہ گاہ رہا ہے۔ شاہانِ بیدر کے جبروت اور ان کی فتحمندیوں نے جس طرح بیدر کی سرزمین کو ظفر آباد کا لقب دلا دیا تھا۔ اسی طرح تقدس مآب درویشوں اور انبیا صفت صوفیوں کی رونق افروزی نے اسے ارض قدس کے نام سے سربلند کیا جیسا کہ یہاں کے بعض شیوخ کبار کے قلمی ملفوظات و مقامات میں دیکھا گیا ہے۔

بیدر میں اولیاء اللہ کی کثرت (جو کسی زمانہ میں ہوئی تھی) کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ خاندان بریدیہ کے پہلے خود مختار بادشاہ "علی برید" نے اکابر اولیا کے مقبروں گنبدوں کو مسمار کرکے ان کے پتھروں سے فصیل شہر کی ایک عمیق و طویل بنیاد ڈالی اور اسکو پورا کیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج اُن ہزاروں خاصانِ خدا کے مزاروں کا باوجود تلاش کھوج نہیں لگتا جن کے مقدس وجود کی بنا پر سرزمین بیدر کو فخر و ناز تھا۔ میں کوشش کروں گا کہ بیدر میں جن جن نفوس مقدسہ کے حالات معلوم ہوتے جائیں باقساط محترم رسالہ نظام المشائخ میں شائع ہوں کہ یہی بزرگان دین کے حالات کی اشاعت کے لیے موزوں و مناسب ہے اس بارہ میں میرا اپنا ذاتی خیال تو یہ ہے کہ اولیاء اللہ کا ذکر خیر سرمایۂ دانش و بینش ہے اور باعث تذکار آخرت۔

حضرت شیخ ابراہیم ملتانی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا ورودِ بیدر میں۔ خاندان بہمنیہ کے نویں تاجدار سلطان السلاطین احمد شاہ ولی البہمنی کے مشہور فرزند سلطان علاء الدین کے ایام سلطنت میں جو ۸۳۸ھ سے ۸۶۲ھ تک دکن کی عظیم الشان حکومت پر سرفراز رہا۔ آپ مع اپنے پدر بزرگوار شیخ فتح اللہ کے ملتان سے بیدر (جو سلاطین بہمنیہ کا دوسرا دارالسلطنت ہے) تشریف لائے۔ لیکن یہ بات کہ کس ارادہ وغرض نے آپ کو یا آپ کے والد ماجد کو باوجود پیرانہ سالی غریب الوطنی پر مجبور کیا تھا بالکل پوشیدہ ہے احتاج بجز اس کے اور کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ خاکِ گور نے آپ کو یا آپ کے والد کو اپنی طرف کھینچ کر زمینِ دکن مدفن بننا تھا چنانچہ چند ہی روز کے بعد حضرت شیخ فتح اللہ نے اپنی ودیعت حیات مالک حقیقی کے سپرد کی اور بلدہ بیدر کے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر مقام پاپناس سے کچھ دور دفن ہوئے

دکن میں آپ کی ابتدائی حالت آپ اپنے والد بزرگوار کے انتقال کے بعد اس دیار غربت میں تنہا رہ گئے اگرچہ آپ نہایت محتاط صاحبِ تقویٰ اور جید عالم اور لباس صلاح و رشاد سے آراستہ تھے لیکن دنیا میں جو مقام اسباب کے تبدیل زری ایک عجیب ناگوار چیز ہے اسی احتیاج نے جس کی شان میں ہے ع

آنکہ شیراں را کند روباہ مزاج

بلحاظ آپکی ہمت بلند کے آپ کو متوجہ کرایا کہ سلطان وقت سے ملاقات کیجائے۔ اگر الطاف خسروانہ مبذول حال غریبانہ ہوں تو بیدر ہی میں بود وباش اختیار کیجائے ورنہ بمقتضائے حکم سیروا فی الارض، بیدر سے قصد سفر کیا جائے آپ نے اس دلی مقصد کو پورا کرنے کے لیے ایک عالم و فاضل شاہی مقرب سے جس کا نام "رشید حریہ" تھا

ربط ضبط پیدا کیا اور اظہار مافی الضمیر کے بعد اس سے امداد چاہی اور (غالباً) اس نے وعدہ بھی کر لیا کہ میں آپ کو بادشاہ سلامت سے ملا دوں گا۔

معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو زمانہ کی ہر گھڑی اور ہر آن بدلنے والی چالوں کا بہت کم تجربہ تھا آپ نے دوسرے دن زبان عربی میں ایک رباعی کہی جو یقیناً مدح سلطانی میں ہوگی، اور رشید کو سنائی جس میں بلحاظ فصاحت و بلاغت اعلے قابلیت کی داد دی گئی تھی (افسوس ہے کہ رباعی ہم کو نہیں ملی) اس کو سنکر رشید کے منہ سے گو بیساختہ نعرہ تحسین نکل گیا لیکن اس خیال سے کہ اگر ایسا عالم متبحر شریک دربار ہو جائیگا تو مدار علوم و فنون جو آج مجھ پر ہے معرض خطر میں آجائیگا ایفائے وعدہ میں ٹال مٹول کرنے لگا آپ اسکو سمجھ گئے اور متوکلاً علی اللہ گھر بیٹھ رہے مگر بیکار نہیں رہے بلکہ سلطان وقت کے نام پر آپ نے ایک کتاب "علائی" تصنیف فرمائی جس میں چودہ علوم متعارفہ صرف سیکے بیک جا پہلے ٹھوکر لگ چکی تھی اس لیے اس دفعہ آپ نے کسی کے توسط کی ضرورت نہ سمجھی بلکہ ایک ایسے مناسب موقع کے متلاشی رہے کہ خود سلطان کو دست بدست نذر دیجا سکے چنانچہ بہت جلد آپ کو ایسا موقع مل گیا کیونکہ اس زمانہ میں مسلمانوں کی خوش قسمتی سے جمعہ کے روز بالعموم بادشاہ نماز کے لیے جامع مسجد آتا بلکہ خود خطبہ پڑھتا تھا ایسے وقت میں، آپ نے کتاب اپنے ہاتھ سے سلطان کو نذر دی لایق اور قدر دان علم بادشاہ نے کتاب دیکھی، بہت پسند آئی، اور آپ کی بڑی تعظیم کی فرمایا امید ہے کہ ہر جمعہ کو خطبہ آپ ہی سنایا کریں گے آیندہ جمعہ کو خطبہ آپ اپنی تصنیف کا پڑہیں آپ نے جواب میں فرمایا جو آیندہ تک فرصت ہوئی تو قطع نظر اس کے امید زیست کسکو ہے۔ حکم ہو تو ذات سلطانی کے وضو سے فارغ ہونے تک بحالتہٖ ایک خطبہ لکھ دیا جا سکتا ہے شاہ نے متحیرانہ انداز میں کہا "بہتر ہے" چنانچہ آپ نے فوراً خطبہ لکھ کر تیار کیا

اور بیشانی فرمائش کے بموجب فارسی کی اس بیت کا ترجمہ بھی عربی خطبہ میں شامل فرمایا

ع آنکہ پا از سرِ نخوت نہ نہادے بر خاک
عاقبت خاک شد و خلق برو میگذرد

اس کا عربی ترجمہ یوں کیا ع

الذی لا یضع قدمیہ علی الرغام
صار تراباً تمر علیہ الاقدام

ناظرین اس پر ناقدانہ نظر ڈال سکتے ہیں -

بیان کیا جاتا ہے کہ آپ کی اس لیاقت اور برداشتہ قلم لکھنے پر سلطان نے خوش ہوکر آپکو چار گانوں انعام دیے اور اجازت دی کہ بلا روک ٹوک آپ جس وقت چاہیں ہمارے پاس آسکتے ہیں -

اب آپکو بیدر کے توطن میں کوئی تامل نہ رہا اور آپکی زندگی بڑے لطف و آرام سے بسر ہونے لگی اور غالباً اسی زمانہ فارغ البالی آپنے پہلی شادی کی کیونکہ جب بیدر وارد ہوئے ہیں تو بجز والد بزرگوار کے آپکے ساتھ کوئی نہ تھا ہنگام ورود سے اب تک زمانہ نے آپکو سخت مجبوریوں میں رکھا تھا اب الحمد للہ کرکے آپکو خوشحالی نصیب ہوئی قطع نظر اس کے اور وجہ سے بھی یہ زمانہ آپکی پہلی شادی کا ثابت ہوتا ہے کیونکہ بیان کیا جاتا ہے کہ جب آپنے اپنے بڑے فرزند شیخ احمد میں جنکی عمر تخمیناً ۱۸ سال کی ہوچکی تھی آثار رشد پائے تو غمگین ہوئے اور علاء الدین شاہ کے اخیر زمانہ سلطنت میں دوسری شادی کی - شاہ مذکور ۸۶۲ھ میں فوت ہوا اس کا اخیر زمانہ شاہی اگر ۸۶۱ھ قرار دیکر ۱۸ سال بابتہ سنین عمر شیخ احمد مذکور منہا کردیں تو ۸۴۳ھ ہوجاتا ہے - کم و بیش یہی وہ زمانہ ہے جس میں دو تین سال کی پریشانی اور کس مپرسی کے بعد آپ کو آسایش و آسودگی ملی تھی بہر حال قیاساً کہا جاسکتا ہے کہ ۸۴۳ھ میں آپ کی پہلی شادی ہوئی اور سنہ ۸۶۱ھ میں دوسری جبکہ آپ زیر حمایت سلطان علاء الدین بآرام و آسایش

زندگی بسر کر رہے تھے۔

آپ نے دربار کا جانا چھوڑ دیا ۹۶۲ھ میں جب سلطان کا انتقال ہو چکا اور جب وہ اس کا بیٹا ہمایوں شاہ مشہور ظالم دکن کے تاج و تخت کا مالک ہوا تو خود آپ نے دربار شاہی کی آمد و رفت ہمایوں کے ظالمانہ افعال کے سبب سے قطعاً موقوف کر دی لیکن جب خدائے برتر نے اس ظالم کی رسی کو ساڑھے تین سال تک ڈھیل دیکر کوتاہ کر دی یا اس نے ایک حبشی (قلماقنی) کے لٹھ کی مار کھا کر عدم آباد کا راستہ لیا تو اوسکا بڑا بیٹا نظام شاہ وارث تخت ہوا۔ وہ بھی ۲ سال سلطنت کر کے عین شادی کے ہنگام میں (شب زفاف میں) مر گیا تو اس کا چھوٹا بھائی محمد شاہ چھوٹی عمر میں تخت نشین کیا گیا۔ لیکن اسکی والدہ نرگس بیگم بحیثیت نائبۃ السلطنۃ فرمانروا ہوئی اور آپ اس کمسن سلطان کے اتالیق مقرر ہوئے اور آپ قاضی القضاۃ ہو گئے

اس زمانہ میں جبکہ آپ محمد شاہ کو اپنی تعلیم و تربیت سے مستفید فرما رہے تھے اور بلحاظ خدمت و قربت سلطان آپ بنظر عزت دیکھے جاتے تھے تیچرد (آجکل ایک چھوٹا سا قصبہ ہے جو نظام گیارنٹیڈ اسٹیٹ ریلوے کے اسٹیشن لنگم پلی سے ۲ میل پر واقع ہے) کسی ایک قاضی نے نہایت عاجزی سے آپکی خدمت میں عرض کیا" میں ایک غریب اور عیالدار بے وسیلہ قاضی تیچرد ہوں نہیں بلکہ تھا لیکن دار السلطنۃ بیدر کے قاضی القضاۃ نے موضع مذکور کی خدمت قضارت پر اپنے ایک قرابتدار کو مامور کر کے بجرم و خطا بلا اخذ جواب مجھے برطرف کر دیا ہے۔ التماس خدمت والا میں یہ ہے کہ آپ حسبۃً للہ قاضی القضاۃ کے ہاں قدم رنجہ فرما کر بطور سفارش کلمۃ الخیر فرمائیں امید ہے کہ بلحاظ آپکے ذاتی تقدس و شاہی تقرب کے میرا بگڑا ہوا کام سنور جائیگا"۔ آپ نے اس شخص کی حالت پریشان سے صداقت بیان کا اندازہ کر کے سفارش فرمائی اور

جبکہ یہ دوسرا کررکوششیں بھی ضائع ہوئیں تو غرض آپ صدر قاضی سے ایک مذہب کی سی حالت میں یہ فرما کر باہر نکل آئے کہ اگر آپ اس شخص کا منصب اس کو نہیں دینا چاہتے ہیں تو نہ دیں یہ بندہ ضعیف اللہ جل شانہٗ سے عرض کر کے انشاء اللہ اس کا حق اسکو دلائے گا۔

حسن اتفاق ہے کہ اسی شب میں محمد شاہ کو خیال ہوا کہ منصب قضا رتہ ایک جلیل القدر و اہم خدمت ہے اس کے لیے ایسے ویسے شخص کا تقرر و ماموری مناسب نہیں ہے بہتر ہوگا کہ اس کام کے لیے کوئی علامہ زمانہ مقرر کیا جائے ہماری نظر میں اس واجب الاحترام خدمت کے لیے حضرت شیخ ابراہیم ملتانی سے بڑھکر کوئی دوسرا موزوں نہیں ہو سکتا۔ غرضکہ جب صبح ہوئی تو محمد شاہ نے باصرار و منت منصب قضارت معطلی قاضی القضاۃ موجودہ آپ کے سپرد کیا اور خلعت عنایت ہوا (باقی آیندہ)

میرزا عبدالرحمٰن بیگ منشی فاضل

آگرہ اخبار کی رائے

بزم فرید اُردو ترجمہ راحت القلوب

ملک المشائخ حضرت بابا فریدالدین گنج شکر قدس اللہ سرہٗ کے اعمال و اقوال مجموعہ ہے جسے سلطان الاولیا محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فارسی میں لکھا تھا۔ آج مولانا محمد الواحدی ایڈیٹر نظام المشائخ دہلی نے نہایت سلیس اور بامحاورہ اُردو میں اسکا ترجمہ کیا ہے۔ یہ کتاب کل صوفی اور غیر صوفی مسلمانوں کے پاس رہنے کے قابل ہے یہ رسالہ پہلے جز و جز و رسالہ نظام المشائخ کے ساتھ بطور ضمیمہ شائع ہوا تھا۔ اب شائقین کی فرمایش پر بطور کتاب یکجائی شائع ہوا ہے۔ لکھائی چھپائی نہایت نفیس، کاغذ سفید و دبیز حجم ۱۱۲ صفحے قیمت مع محصولڈاک ۹ر اور بذریعہ وی۔ پی۔ ۱۰ر مقرر ہے۔

منیجر نظام المشائخ و درویش پریس دہلی سے طلب فرمائیے

غزل

در منقبت حضرت غوث الدہر سید المہاجرین مولانا سید شاہ محمد ظہور الحق محدث عمادی پھلواری
شمع دودمان حضرت پیر مجیب پھلواروی قدس سرہما۔

اہل فقر بھی اک نظر اے مستِ صہبائے مجیبؒ ۔ ہم بھی ہیں دُردی کشِ جامِ تولّائے مجیبؒ
اے ظہور الحق غوث الدہر دریائے صفا ۔ لعل بے مثل عمادؒ و دُرِّ یکتائے مجیبؒ
آپکی ذاتِ مطہر، مطلع صبح عمادؒ ۔ آپ کا رُخ، آفتابِ عالم آرائے مجیبؒ
دیدہ ور جو لوگ ہیں اُنکو نظر آتا ہے صاف ۔ آپکے آئینہ رُخ میں تماشائے مجیبؒ
حسنِ صورت اُنمیں تھا، اور حسنِ سیرت آپ میں ۔ لیلیٰ مجنوں تھی لیلا، آپ لیلائے مجیبؒ
رفعتِ شانِ آپ کی کس طرح دیکھے ہر کوئی ۔ سب کو مل جائے کہاں سے چشمِ بینائے مجیبؒ
آپ کا رُتبہ نہ سمجھیں تو نہ سمجھیں کور چشم ۔ آپ سے روشن ہے شاہا چشمِ بینائے مجیبؒ
آپکے وہ رتبہ داں اور آپ اُن کے رتبہ داں ۔ آپکے شیدا مجیبؒ اور آپ شیدائے مجیبؒ

بادشاہا! اب تمنا ہے عمادیؒ کو فقط
یا تمنا آپ کی ہے یا تمنائے مجیبؒ

از راقم ننگ خاندان مجیبؒ و عمادؒ تمنا پھلواروی عفی عنہ

رباعیات امجد

ہمصحبت بے خبر پریشان رہا ۔ نافہم کو سمجھا کے پشیمان رہا
تعلیم سے جاہل کی جہالت نہ گئی ۔ نادان کو لاکھ بھی تو نادان رہا

با حسن سرشت، طالع بد داریم ۔ با عقل سلیم نفس مرتد داریم
دل داغ گرفت از سیہ کاریہا ۔ در خانۂ کعبہ سنگ اسود داریم

امجد از حیدرآباد دکن

ترکِ دنیا اور نفس کشی

ترکِ دنیا اور نفس کشی کے فائدے اور تذکرے ہماری تصوف کی کتابوں میں کثرت سے ہیں بزرگانِ دین اور صوفیائے کرام اور اولیائے عظام کے سوانح عمریاں اور اون کے ملفوظات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا اوتو تک قدموں میں آکر نہیں گرتی جب تک اوسے ٹھوکر مار کر پرے نہ ہٹا دیا جائے گویا دنیا وہ شے ہے کہ اپنے چاہنے والے سے تو دور بھاگتی ہے مگر جو اوسے نفرت کرتا ہے اوسے لپٹی پڑتی ہے۔

یہی حالت نفس کشی کی ہے۔ جب تک اس مخالف قوت کا دم گھونٹ کر مار نہ دیا جائے کوئی کام نہیں ہونے پاتا۔ یہ ظالم دنیاوی لذات کے ایسے سبز باغات دکھلاتی رہتی ہے کہ انسان کو دوسری طرف آنکھ اوٹھاکر دیکھنے کی فرصت ہی نہیں ملتی۔ میرا خیال ہے کہ کوچہ تصوف میں داخل ہونے کے لیے طالب کا پہلا کام یہ ہوگا کہ اس دشمن کو اگر قتل نہ کرسکے تو اپنے قابو میں تو ضرور کرلے ورنہ ساری کوششیں دم کی دم میں بیکار جائیں گی ✣

سا. جیوتانہ جینی بنیوں کا صدر مقام ہے۔ یہاں پوری ایک قوم آباد ہے جس کا مذہب جین ہے جو بدھ مذہب سے ملتا جلتا ہے چنانچہ اکثر کا خیال ہے کہ بدھ مذہب کی یہ بھی ایک شاخ ہے مگر خود جینی کہتے ہیں کہ ہمارا مذہب مہاتما بدھ سے بھی پہلے کا ہے خیر مجھے اسوقت اُن کے مذہب سے بحث نہیں کرنی صرف اتنا کہنا ضروری ہے کہ اپنی موجودہ حالت میں وہ ہندوؤں کے دہریہ

ہیں جو ذات باری تعالیٰ کے منکر ہیں اور صرف کرموں کے پھلوں کو مانتے ہیں اور جیو ہتیا یعنے جان نہ مارنیکو سب سے بڑا ثواب کا کام جانتے ہیں اور اپنی زندگی کا اعلیٰ مقصد یہ قرار دیتے ہیں کہ جیو ہتیا کو روکا جائے کیونکہ اسی سے نجات ہو سکتی ہے ورنہ آواگون کے پھندوں سے چھوٹنا ناممکن ہے۔ اس قوم کے سادھو بھی اسی علاقہ میں بہت ہیں جنکو ڈھنڈے یا منہ بند ہے کہتے ہیں ہم ان سادھوؤں کی طرز زندگی کا حال بیان کر کے ترک دنیا یا نفس کشی کی اعلیٰ تصویر ناظرین کے سامنے پیش کرتی ہے اور دکھلانا ہے کہ اس گروہ نے ہمارے تصوف کی ایک شاخ کیونکر بدرجہ اکمل اپنے قبضے میں کر لی ہے۔

جب کسی جینی گرستی کو گرو کی صحبت اور وعظ سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ دنیا ہیچ ہے اور اسکو خیر باد کہہ کر موکش یعنے نجات کا راستہ تلاش کرنا چاہیئے تو وہ بذریعہ عام اعلان کے اپنے تمام برادری کو جمع کرتا ہے اور اپنی ساری دولت نقد زر و زیور جائداد کچھ تو مندروں پر چڑھا دیتا ہے کچھ اپنے عزیزوں اور حقداروں کو تقسیم کر دیتا ہے خود اپنے بدن کے کپڑے تک گھر میں اتار دیتا ہے اور ایک سفید کپڑا بغیر سلا جو برادری میں سے کوئی دیتا ہے باندھ لیتا ہے اور ننگے پیر اور ننگے سر اپنے اپاسرے یعنے مندر کی طرف روانہ ہو جاتا ہے ہزاروں مخلوق ساتھ ہوتی ہے اکثر گاجے باجے کے ساتھ یہ برات چلتی ہے اہل برادری مرحبا اور شاباش کے نعرے لگاتے ہیں اور آپس میں باتیں کرتے ہیں کہ بڑا خوش قسمت ہے یہ شخص جس کے دل میں یہ پاک خیال پیدا ہوا۔ مندر میں پہونچکر گرو جی اس کا خیر مقدم کرتے ہیں اور بے ثباتی عالم پر ایک مختصر سا لکچر دیکر اس نئے چیلے کی حوصلہ افزائی فرماتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دنیا دکھوں سے بھری ہوئی ہے

اس لیئے اِن دکھوں کو جلدی سہہ کر سکھ کے ساگر میں کود پڑنا چاہیئے۔ پھر مخلوق کی طرف اشارہ ہوتا ہے کہ چیلے کے سر اور ڈاڑھی کے بال تبرکاً اکھاڑ کر لے جاؤ یہ حکم سنتے ہی دنیا ٹوٹ پڑتی ہے اور بال اُکھاڑنا شروع کردیتی ہے اور چند منٹ میں یہ سارے بالوں کا صفایا کرکے تارک الدنیا کو خاصہ گنجا کٹا بنا دیتے ہیں اس رسم کو نوچن کہتے ہیں جو چیلہ نوچن کی تکلیف پر منہ بنائے اور اظہار دکھ کا کرے وہ بُرا سمجھا جاتا ہے گرو کا آدیش ہوتا ہے کہ خبردار سی کی آواز منہ سے نہ نکلے اور اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ ماتھے پر بل تک کسی کے نہیں پڑتا۔ اس رسم کے ادا ہونے کے بعد حاضرین میں ہزاروں ناریل اور منوں بتاشے تقسیم ہوتے ہیں اور اہل برادری اپنے تازہ درویش کے قدم چھو چھو کر رخصت ہوتے ہیں۔ اور یہ درویش کسی ٹولی میں مل کر کسی طرف نکل جاتا ہے اور گھربار عزیز واقارب کیطرف ساری عمر منہ بھی نہیں کرتا اکثر ان میں سے وہ ہوتے ہیں جو لاکھوں روپیہ کے مالک اور صاحب جائداد ہوتے ہیں اور بیٹے پوتوں کو چھوڑ کر جاتے ہیں بعض بالکل نوجوان ہوتے ہیں اور بیاہے ہوئے ہوتے ہیں عورتیں بھی اسی طریق سے ترک دنیا کرتی ہیں اور اکثر ان میں بیوہ اور مصیبت زدہ ہوتی ہیں۔

اب سننے کی بات یہ ہے کہ اِس زندگی میں آنے کے بعد یہ قوم کیونکر اپنے قول کو پار لگاتی ہے اور کس جدوجہد سے نفس کو کچل کر رکھ دیتی ہے۔

ڈھونڈیوں کو مرد و عورت شامل رہنے کی اجازت نہیں مردوں کی جماعت الگ اور عورتوں کی الگ دو دو سے زیادہ ایک مقام یعنے ایک گاؤں میں رہنے کی اجازت نہیں۔ درویش رواں رہے تو بہتر۔ آب دریا بہے تو بہتر۔ اس لیئے اِن کا گشت جاری رہتا ہے اور صرف بارش کے موسم میں ایک جگہ ٹھہر جاتے ہیں

وہ صرف اس خیال سے کہ اس موسم میں کپڑے مکوڑے بہت ہوتے ہیں اور پیروں تلے آکر کچلے جائیں گے۔

جب تک بدن کا کپڑا پہنے وہ احرام گل سڑ کر بدن سے گر نہ جاسئے نیا نہ پہنیں گے وہ بھی اگر کوئی بھیتی دلوادے تو خیر ورنہ کچھ غرض نہیں دہوبی کی انکو ضرورت نہیں کیونکہ دُہلا ہوا کپڑا یہ پہنتے ہی نہیں چارپائی پر یہ لوگ نہیں سوتے چراغ جلانا سخت منع ہے نہاتے بھی نہیں ہیں منہ پر سا تدن کپڑے کی ایک گدی لٹکائے رہتے ہیں کہ منہ کی بہاپ سے چھوٹے چھوٹے جیو جو ہوا میں ملے ہوئے ہیں مر نہ جائیں۔ خود نہ کھانا پکائیں نہ مول لیکر کھائیں۔ پیسہ روپیہ کا چہونا انکو منع ہے پیدل کے سوا کسی سواری پر چڑھکر چلنا روا نہیں جب کسی گانوں میں جاتے ہیں تو صرف جینیوں کے گہر کھانا مانگنے جاتے ہیں وہ بھی ایک خاص طریق سے ایک گہر سے آدہی روٹی سے زیادہ نہ لیں گے اور چند گہروں میں سے کہانے بہر کو یکرتبہ کردیں گے۔ دوسرے وقت کی روٹی پیشگی کبھی نہ لیں گے ایک جگہ سے سارا کھانا یوں نہیں لیتے کہ مبادا کسی جینی پر اون کا بار پڑے اور اوسکو خاص طور سے اون کے واسطے روٹی زیادہ پکانی پڑے پانی وہ پیتے ہیں جو جینیوں کے برتنوں کا دہو وان ہوتا ہے اوس کو رکھکر نتھار کر پیتے ہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ پانی بھی وہ کام میں لاتے ہیں جو دوسروں کے لیے بیکار ہے اور کسیکا حق نہیں ہے ان کی عورتوں کا بھی یہی عالم ہے وہ بھی انہیں قواعد کی پابند ہوتی ہیں چونکہ وہ اس قدر میلی اور غلیظ رہتی ہیں کہ کوئی شخص بری نگاہ سے اون کو دیکھتا تک نہیں اس لیئے انہیں بدچلنی کبھی سنی نہیں جاتی۔

اب لطف یہ ہے کہ اس گری پڑی روٹی اور بیکار پانی کو کام میں لاکر بھی

بنا یہ غرض ضرور ادا کرتے ہیں کہ جس مقام پر جاتے ہیں جب تک وہاں رہتے ہیں گرستیوں کو جمع کرکے وعظ و پند برابر کرتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمنے تمہاری روٹی کھائی ہے اس لیے کچھ فرض بھی ادا کردیں ان کے وعظ ہی جیو ہنسا۔ رحم۔ اور ترکِ دنیا پر ہوتے ہیں اور ان کے پاس خاص کتابیں ہندی اور سنسکرت میں ہوتی ہیں۔ جسکو وہ طبع کرانا برا جانتے ہیں اور صرف قلمی نقل کے ذریعہ سے آپس میں اشاعت کرتے رہتے ہیں۔

چونکہ ان کی زندگی بالکل عملی ہوتی ہے اور جو دوسروں سے کہتے ہیں اوس کا زندہ نمونہ ہوتے ہیں اس لیے زبان میں اس بلا کا اثر ہوتا ہے کہ جس لکھپتی اور کروڑپتی کو جو حکم دیتے ہیں اوسکو چون و چرا کی مجال تک نہیں ہوتی۔ بلکہ وہ اپنے آپ کو بڑا خوش قسمت خیال کرتا ہے جس کے لیے کوئی حکم دیا جاسکے۔ اب ان کی حکموں کو ملاحظہ فرمائیں کہ وہ کیا ہوتے ہیں کسی کو حکم ہوتا ہے کہ چھ ماہ تک بیوی سے نہ ملو۔ کسیکو حکم ہوتا ہے کہ سبز ترکاری کھانا چھوڑ دو کسی کے لیے ارشاد ہوتا ہے کہ برسات بھر جوتے نہ پہنو۔ کسیکو ہفتہ بھر کے روزہ کا۔ غرضکہ اسی قسم کے سخت احکامات جاری ہوتے ہیں مگر کیا مجال جو تعمیل میں کوئی پس و پیش بھی کرے یہ کیوں صرف اسوجہہ سے کہ یہ خود بے غرض ہوکر مخلوق میں آتے ہیں اپنی خواہشوں کا تو پہلے ہی خاتمہ کردیتے ہیں اور اپنے عیش و عشرت کے دروازوں پر پہلے ہی سے قفل ڈال چکتے ہیں اور نفس کی سرکشی کا کوئی روزن کھلا نہیں رہتے اپنے بادشاہ کو بھی ہیچ سمجھتے ہیں اور جو دل میں آتا ہے صاف کہدیتے ہیں پھر اثر نہونا کیا معنے۔ اگر کسی لکھپتی کو یہ حکم دیتے ہیں کہ تم اپنی ساری دولت لٹا دو وہ لٹا دیتا ہے جس سے کہتے ہیں کہ دنیا چھوڑ دو وہ

ان کے ساتھ ہو لیتا ہے اب تک تو یہ سادھو صرف اس قسم کی خیرات کا حکم اپنے ہم قوموں کو دیا کرتے تھے کہ مندر بناؤ گایوں کے چارہ کے لیے یہ دیدو کبوتروں کو چگایا کرو۔ وغیرہ وغیرہ مگر زمانہ کی ہوا ان تک بھی پہونچی ہے اور دنیا کی ضرورتوں نے انہیں بھی مؤثر کیئے بغیر نہیں چھوڑا اور اب اس قسم کے حکم ان کے منہ سے نکلنے شروع ہو گئے ہیں۔ جینیوں کے بورڈنگ میں آتا دیدو۔ سنسکرت کا کالج قایم کرو۔ جینی دھرم کی کتابوں کی لائبریری بناؤ وغیرہ وغیرہ چنانچہ سال گذشتہ میں ایک بڑا بھاری گروبیاور (اجمیر) میں مدعو کیا گیا تاکہ وہ بارش کا موسم وہاں گذارے اور اپنے قدموں سے وہاں کی سرزمین کو پوتر بنائے مگر اوس نے کہا کہ میں اس شرط پر تمھاری درخواست منظور کروں گا کہ تم آپس میں چندہ کر کے ایک سنسکرت کالج کے لیے سرمایہ بنا لو۔ ورنہ میں تمھارا منہ دیکھنا نہیں چاہتا اس پر پنچایت ہو کر طے ہوا کہ جو کچھ بھی ہو مگر گروجی کی ناراضگی منظور نہیں ہے +

ان ڈونڈیوں کے گروہ میں سے بھی جو لوگ علم والے اور زیادہ ریاضت والے سمجھے جاتے ہیں اونکا درجہ خاص ہوتا ہے ان میں بعض اس قسم کا عہدی روزہ رکھتے ہیں کہ جب تک خود میرے منہ میں آکر لقمہ نہ پڑے گا نہ کھاؤں گا۔ بعض یہ عہد کرتے ہیں کہ میں ایسے کی دی ہوئی روٹی کھاؤں گا جو فلاں رنگ کا لباس پہنے ہوئے ملیگا اور لطف یہ کہ اپنے عہد کا اظہار کسی پر نہیں کرتے اور بعض وقت ہفتوں بھوکے پڑے رہتے ہیں ان کے پیرو ہمیشہ اس فکر میں رہتے ہیں کہ کسی طرح اونکو کچھ کھلا دیں اور طرح طرح کی شکل و لباس میں ان کے سامنے آتے رہتے ہیں تاکہ جو اون کا عہد ہو پورا ہو جاوے +

بڑے نے جہاں تک پتہ لگایا ہے باوجود اس شاقہ محنت و ریاضت اور بے مثال نفس کشی کے کوئی ان میں روشن دل اور صاحب کرامات نہیں دیکھا اور بارہا ان کے پاس جا کر گھنٹوں بیٹھا ہوں مگر میرے قلب پر کوئی غیر معمولی اثر محسوس نہ ہوا حالانکہ نفس کی موت کے بعد روشنی ہو جانی چاہیئے۔ شاید اون کی ریاضت اونکو اس پھل سے محروم رکھتی ہوگی جس کے وہ حقدار تھے ایک سمجھدار ڈونڈے سے مینے کہا کہ جہاں تم اس قدر ریاضت کرتے ہو وہاں کلمہ توحید تو پڑھ کر دیکھو کیا نظر آتا ہے مگر اوس نے بات کو ہنسی میں ٹال دیا۔

آمدم بر مطلب

اسلام کی تاریخ بھی بتاتی ہے کہ قوم کی خدمت جن کے ہاتھوں سے ہوئی وہ تارک الدنیا صوفی تھے وہ ذاتی خواہشوں کو ملیامیٹ کر کے باہر نکلے اور ہر خواہش اونہوں سنے کی پوری ہوئی جو چاہا کیا اور جو چاہا کرایا خاص لوگوں کی میں نہیں کہتا ورنہ عام طور سے یہ کہنا کہ دریا میں کود و مگر دامن تر نہ ہو نا ممکن ہے ہم بیوی بچوں کو بھی دیکھیں اور چاروں طرف سے روپیہ کی ضرورت بھی پیدا کریں اور پھر طمع کو پاس نہ آنے دیں ایک امر محال ہے۔ آجکل کے صوفی جو اکثر نام کے صوفی رہ جاتے ہیں اوسکی وجہ یہ ہے کہ نفس اون کے ساتھ ہوتا ہے ضرورتیں اونکی بڑہی ہوئی ہوتی ہیں لذات جسمانی و نفسانی کے دروازہ اون کے لیے کھلے ہوئے رہتے ہیں پھر اون سے توقع رکھنا کہ اون میں وہ مقناطیسی اثر ہو کہ زبان سے جو نکلے وہ ہو کر رہے ناممکن ہے اول تو اونکا فرض ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے بیوی بچوں کو آرام رکھنے کے لیے روپیہ بہم پہونچائیں اور اوس کے واسطے پیری مریدی اور نذر و نیاز شروع ہو جاتا ہے خواہ وہ جائز ہی طریقہ سے روپیہ حاصل کرتے ہوں مگر

مخلوق پر بدگمانی کا اثر ہوئے بغیر نہیں رہتا۔ مرید لوگ حسن اعتقاد سے پیر صاحب کو مرغن اور مقوی غذا کھلاتے ہیں جس سے ایک طرف قلب پر چربی چڑھتی جاتی ہے دوسری طرف نفس پہلوانی پر آمادہ ہوتا ہے لامحالہ اونکو دو دو تین تین اور چار چار بیویاں کرنی پڑتی ہیں (اگر ایماندار ہوا تو) اون سے بچے پیدا ہونے شروع ہوتے ہیں اونکی ضروریات بڑہنی شروع ہوتی ہیں۔ پھر ایسے مصیبت زدہ دل سے یہ امید کرنا کہ وہ شب بیداری بھی کریں اور قوم کو بھی بیدار کریں خیال عبث ہے ۔ زمانہ کی ضرورتوں سے آگاہ بھی ہوگا۔ صاحب جاہ و مال بھی ہوگا اور پھر دنیا کو لات مار کر باہر نکلیگا جسطرح عرصہ ہوا پروفیسر آزاد سبحانی مدظلہ نے مسلم گزٹ میں ایک مضمون بیراگ کی آواز کی سرخی سے لکھکر سر آغا خان اور ڈاکٹر اقبال وغیرہ کو مدعو کیا تہا اور اون سے خواہش کی تھی کہ وہ بیراگی کے روپ میں قوم کے سامنے آئیں مگر میرے محترم دوست کو معلوم ہونا چاہیئے کہ بیراگی اخبار میں عوت دینے سے کوئی نہیں بنتا کسکو کتے نے کاٹا ہے کہ اسپیشل ٹرینوں کا سفر ہوٹلوں کے کہانے اور کوہ قاف کی پریوں کے جگمٹے کو چھوڑکر سوکھی روٹی کہائے۔ گزی کا گیروا کرتہ پہنے اور درخت کے سایہ تلے پڑکر رات تیر کرے ایسے فرشتے بنانے سے نہیں بنیں گے بلکہ اس کے لیے ایک آسمانی طاقت کی ضرورت ہے لہذا ہم اوس طاقت سے کہیں جس نے ابراہیم ادہم کو فرش گل چہڑاکر خار مغیلاں اور جنگل کے گوکہرو پر لٹا دیا وہی اب بھی کسیکو ہمارے لیے بھیجے کیونکہ اب تو کسی ایسے نمونہ کی ضرورت ہے اور ایسا ہی کوئی آئے تو قوم کی بھٹکی ہوئی بہیڑونکو ایک گلے میں جمع کرے اور ان آوارہ اونٹوں کے نکیل ڈالکر ایک قطار میں کہڑا کرے اور ایک رسی کے اشارے سے جدہر چاہے چلائے ورنہ اس بے سری فوج سے کچھہ نہیں ہوتا۔ بدگمانیوں اور نکتہ چینی کا بازار گرم ہے ایک دوسرے پر نکتہ چینی کرنا۔ الزام لگانا متہم کرنا آجکل کی ہوشیاری میں شمار ہے۔

حسن الدین خاموش ؎

؎ [illegible]

نالۂ بلبل

وہ سنتا ہی نہیں گلفام رعنا نالۂ بلبل
بنے کیا نغمۂ دلکش کا پیرا نالۂ بلبل

کیا تو نے ہی کیفیت شناسا نالۂ بلبل
ہے روپوش کیوں ہم تجھ سے لیوا نالۂ بلبل

وہ مستغرق ہوا بحرِ شہود و کیفِ عرفاں کا
سنا وجداں میں حسن نے حیرت افزا نالۂ بلبل

ہوئے ہیں محرمِ رازِ حقیقت کشف کے طالب
کیے اسرار مخفی سب ہویدا نالۂ بلبل

شہید ہجر تجھکو ہمدمِ صحبت سمجھتے ہیں
یہ مشتاقِ لقا آہنگِ شیدا نالۂ بلبل

تری آہنگ آویزد گریز شوق و رم نکلی
کیا شوریدۂ حسنِ مصفا نالۂ بلبل

سلوک و جذب رندانہ ہے وجد و حال مستانہ
قلندر مشربوں کا ہے تماشا نالۂ بلبل

کیا دل خستہ کیا بلبل کشمیر کو تو نے
فراقِ روئے گل ہے روح فرسا نالۂ بلبل

ہوئے مجذوبِ مطلق سامع آشفتہ دل آخر
تری الحان دلیلِ راہِ سودا نالۂ بلبل

کہاں تم میں تھے ہم ہی شریکِ وجد و کیفیت
کیا حلقے میں تم نے ہمکو رسوا نالۂ بلبل

وہ گل اندام بھی شائق ہوا ہے صوتِ دلکش کا
کشش تیری ہوئی عیشِ مہیا نالۂ بلبل

یہ سب ہیں ملکِ دیرینہ تیرے دیکھنے والے
مقرر تو ہے انکا پیر دانا نالۂ بلبل

فدائے جلوۂ دیدار سب تیرے ہوئے ممنون
نوا مشتاق تھا قلبِ مجلا نالۂ بلبل

حجابِ عاشقاں کی شان کیا بے پردہ ہو تم میں
بحر عالم میں ان کا راز افشا نالۂ بلبل

ترنم باعثِ تفریح و ذوقِ دل کشا ہوگا
کبھی حسن شوق سے جانِ تمنا نالۂ بلبل

ترے نالوں میں شد و مد و تحت و فوق و یکتا
ہمارا قلب ہے عرشِ معلیٰ نالۂ بلبل

ہوئے ہیں کیف سے مجذوب جلوہ دیکھنے والے
یہ کیا نیرنگ میں نیرنگ دیکھا نالۂ بلبل

کہیں ہیں غنچہ لب شیدا کہیں گلرو تماشائی
چمن میں ہر طرف تیرا ہے چرچا نالۂ بلبل

ہمارا شاہد سرست مستانہ ہوا کیسا وہ مسرور طرب سے عشوہ آرا نالۂ بلبل
کہاں وہ ہوش غفلت سالک واقف نہیں ساقی
بنا لورالہدیٰ جام تمنا نالۂ بلبل

کلام عشق

خود بحسن یوسف کنعاں بہ بازار آمدی (۱) خود شدی عاشق براد روئے خریدار آمدی
گہہ صنم گشتی بکعبہ گہہ صنم در بتکدہ گہہ مسلماں گشتی وگہہ زیر زنار آمدی
موسیٰ عمران کدام ولن ترانی گو کجا خود تمنا کردی و با خود بگفتار آمدی
خود نہاں در بیت بودی خود تجلی کردہ، با خیال معرفت از خود باظہار آمدی
خود شدی گل در گلستان جہاں با رنگ بو خود چو بلبل نالہ و شیدا بگلزار آمدی
عشق از فیض الٰہی بخش عرفاں حالیا
از شراب معرفت مخمور و سرشار آمدی

گہے از خویشتن بیخود فنافی اللہ بودستم (۲) گہے از حالت خود واقف و آگاہ بودستم
چو موسیٰ گہہ بایمن بر فلک چوں حضرت عیسیٰ گہے چوں یوسف مرسل غریق چاہ بودستم
ہو الظاہر ہو الباطن ہو الاول ہو الآخر از یں شد اظہر و واضح کہ عین اللہ بودستم
بشوق اصل گاہے بر فلک ہر سو کنم گردش گہے در انتظار یار فرش راہ بودستم
ردم در بیخودی گاہے بسوئے عرش از ہستی گہے از وہم ہست خویش سدراہ بودستم
گہے چوں حضرت احمد بفاقہ سنگ ہا بستم گہے مثل سکندر فرد عز و جاہ بودستم
ز فیض حضرت عرفاں بعالم عشق کے گنجد
تماشائیکہ در ہستی فنافی اللہ بودستم
عشق چشتی۔ از حیدرآباد

ننھی مخبرہ

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

میرے والد میاں محمود متواتر آٹھ سال تک ناسا عدت زمانہ کا ناکام مقابلہ کرنے کے بعد آج سے چار سال قبل راتوں ہی رات کہیں نکل گئے تھے۔ میری والدہ کو جیتے خاوند ہوتے رنڈاپے کی یہ مصیبت پیش آئی تو بہت سٹ پٹائیں۔ دو دن تک والد صاحب کا انتظار کیا گھر میں اثاث البیت تو تھا ہی نہیں جسے بیچکر گزارہ کرتیں۔ سامان از قسم ماکولات تو کئی ماہ سے وقت کے وقت ہی آتا تھا اس لیے فاقے کاٹنے پڑے اور آخر جب اسی طرح تین دن گذر گئے تو والدہ سمجھیں کہ اب میاں محمود گئے سو گئے میں ان دنوں چھ سال کی تھی۔ آفریں ہے میری والدہ کی ہمت پر کہ بیچاری نے اگرچہ کبھی گھر سے پاؤں باہر نہ نکالا تھا تاہم اب جو مصیبت پڑی تو اس نے محض رونا دھونا ہی اپنا شیوہ نہ بنایا بلکہ لوگوں کے ہاں جاکر محنت مزدوری کرکے اپنا اور میرا پیٹ پالنے کا مصمم ارادہ کر لیا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور یہ چار سال میری والدہ نے جس تکلیف و مشکل سے بسر کیے وہ کچھ وہی اچھی طرح جانتی اور بیان کر سکتی ہیں۔ اب وقت یہ وقت یہ آپڑی کہ فلک کجرفتار کو میری والدہ کی ان مصیبتوں پر صبر نہ آیا۔ اسکی چشم بد بین نہ دیکھ سکی کہ ایک نا خداوالی شریف بیوہ محنت و مزدوری کے سوکھے ٹکڑوں سے اپنا اور اپنی ننھی بچی کا پیٹ پالے اس نے ظلم پہ ظلم یہ کیا کہ میری والدہ

جواب ویسے ہی بچپن سال تک پہنچ چکی تھیں درد اعضا سے صاحب فراش ہوگئیں۔ یا تو والد صاحب کے روپوش ہونے پر ہمیں فاقہ کشی کی صورت دیکھنی پڑی تھی اور یا اب والدہ کی بیماری نے تین دن متواتر بے آب و دانہ رکھا۔ اس وقت والدہ صاحبہ بے بستر کے چارپائی پر پڑی تھیں اور ایک ٹوٹا سا بوریا تھا اور میں سرہانے بیٹھی رو رہی تھی کہ استنے میں دروازہ کھلا۔ دیکھوں تو میری سہیلی فاطمہ چلی آرہی ہے۔

ہمارے ہمسایہ میں نواب افتخار الملک بہادر عزت اچھے میاں رہا کرتے تھے سرکار دربار میں اتنی عزت تھی کہ نواب گورنر جنرل بہادر دو دفعہ ان کے مکان پر تشریف لا چکے تھے نواب اچھے میاں کے ہاں شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ تھے مگر نواب صاحب یا بیگم صاحبہ تو درکنار ان کے کسی نوکر کو بھی یہ خیال نہ آیا تھا کہ ہمسایہ میں کوئی غریب بڑھیا اور اس کی ننھی بچی فلاکت کے صدمہ برداشت کر رہی ہے۔ نواب صاحب کے اولاد نرینہ تو تھی ہی نہ اور نہ ابھی آپ کا سن شریف ہی ایسی حالت پہ پہنچا تھا کہ آپ کو اس امر کی زیادہ فکر ہوتی۔ بیگم کے دل بہلانے کو اللہ میاں نے کنیز فاطمہ سی ننھی منی بچی دے رکھی تھی جو اب ماشاء اللہ ساتویں برس میں پاؤں رکھ چکی تھی۔ نواب صاحب کے سارے گھر میں فاطمہ ایک ایسی جان تھی جسے مجھ سے الفت تھی اور جو اکثر ہمارے مکان پہ آ کے کھیلا کرتی تھی مگر اس کی والدہ کو اس کا میرے ساتھ کھیلنا سخت شاق گزرتا تھا وہ اکثر کہا کرتی تھیں فاطمہ کی باتیں عجیب ہیں بھلا اسے کوئی سہیلی نہیں ملتی جو یہ اس خام پارہ زینب کے ساتھ کھیلنے جایا کرتی ہے۔ میری والدہ کی غربت میرا وہ قصور تھا جس نے مجھے خام پارہ کا خطاب بیگم صاحبہ کی بارگاہ

عنایت کروایا تھا۔ میری والدہ بھی زینب کو بار ہا منع کر چکی تھیں مگر خالق بیچون و
چرا نے اسکی سرشت میں ہی یہ بات پیدا کر دی تھی کہ وہ ان بچوں سے
جو امیروں کے ہاں کی سواریوں کے ساتھ آیا کرتی تھی کھیلنا پسند نہ کرتی
تھی اور مجھ سے آکر کھیلتی تھی۔ اس کی عادت تھی کہ اسے گھر سے اگر کچھ مٹھائی
وغیرہ کھانے کو ملتی تو یہ میرے لیے لے آیا کرتی تھی چنانچہ اسوقت بھی یہ کچھ
باقر خانیاں لے کر آئی تھی جسے ہم نے قسمت غیر مترقبہ سمجھا اور سوکھی چبا کر
پانی کا گھونٹ پی کر شکر خدا ادا کیا۔

باقر خانیاں کھانے کے بعد میری والدہ نے بڑے پیار سے فاطمہ
کے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا بیٹا اب تمھاری والدہ تم پر زینب کے باعث ناراض
نہ ہوا کریں گی۔ میں شفا خانہ میں داخل ہو کر اپنا علاج کراؤں گی اور اسے ایک
دور کے رشتہ دار کے پاس لاہور بھیجدوں گی۔ بیٹا میں بیمار ہوں یہاں
مکان کا کرایہ سر پر پڑ رہا ہے۔ قرض ملنا دشوار ہے اگر زینب کو یہاں
رکھوں تو کیونکر اور پھر یہ بھی معلوم نہیں کہ زینب کو لاہور کا کرایہ کہاں سے
دوں گی۔ عجیب مصیبت ہے +

میری والدہ یہاں پہنچ کر رونے لگ گئی میں نے ساتھ دیا۔ فاطمہ
اٹھی اور چپکے سے دروازہ کھول کر کی طرف چلدی۔ مگر میں نے دیکھا کہ رومال
سے اپنے آنسو پونچھتی جاتی تھی۔ فاطمہ کے پہلو میں ایک دردمند دل تھا۔ میری
والدہ کے درد بھرے الفاظ نے اس کے خیالات کی رو کا رجحان ایک خاص
طرف پلٹ دیا۔ وہ سوچنے لگی کہ جس طرح بھی ہو ہماری مدد کرے یہ تو
اس کا ننھا دل فیصلہ کر چکا تھا کہ ہمارے درد دل کا علاج ضرور ت دینا ہے مگر روپیہ
کہاں سے آئے۔ ایک ایسا سوال تھا جسے اس کا ننھا مغز فیصل کرنے سے قاصر تھا۔ والدہ

والدہ سے اس امر کا ذکر کرنا خارج از بحث بات تھی وہاں سے جھڑکیوں اور
دھمکیوں کے سوا اور کچھ ملنے کی توقع نہ تھی - لہذا فاطمہ کا ارادہ تھا کہ روپیہ
پیدا کرنے کی کچھ تدبیر خود نکالے اس لیئے وہ دن کا باقی حصہ خاموش
اور علحدہ رہی اور جب رات کو اس کی ماما اسی بستر پر لٹا گئی تو یہ خاموش پڑ
رہی کیونکہ وہ روپیہ پیدا کرنے کی تدبیر پر غور کرنا اور اکیلی رہنا چاہتی تھی -
رات بھر یہ سوچا کی مگر یہ عقدہ لاینحل حل نہ ہوا صبح ناشتہ کے بعد بیگم صاحبہ بلیماران
کے محلہ میں ایک نواب صاحب کے ہاں جانا اور اسے ہمراہ لیجانا چاہتی تھیں
اور اگرچہ اس نے اکیلے رہنے کے خیال سے جانے سے صاف انکار کر دیا تھا
تاہم شنوائی نہ ہوئی اور بیگم صاحبہ اپنی فاطمہ کو ہمراہ لے ہی گئیں تاہم فاطمہ کے
لیے یہ جانا ایک نعمت ثابت ہوا جس نے اس کے چھوٹے سے معمے کو حل کر دیا
بلی ماروں کے کوچہ میں جن نواب کے ہاں یہ گئیں تھیں مکان کے سامنے
ایک اندھی بڑھیا بیٹھی بھیک مانگا کرتی تھی جس کی دونوں آنکھیں تند رستوں کی
سی تھیں - فاطمہ نے سوچا کیوں نہ میں بھی اندھی بن کر بھیک مانگوں اور زینب
اور اسکی والدہ کی مصیبت دور کرنے کے لیے روپیہ پیدا کروں اس خیال
نے آتے ہی جڑ پکڑ لی اور فاطمہ نے بھیک مانگنے کا ارادہ مصمم کر لیا - اب
یہ بڑھیا کے پاس گئی تاکہ اچھی طرح اسے دیکھ لے - یہاں اس نے دیکھا
کہ وہ مٹی کے پیالے میں پیسے لیکر ایک تھیلی میں ڈالے جاتی ہے جس کا بوجھ
اب خاصہ بن گیا ہے - نیز اس نے دیکھا کہ بڑھیا کی چھاتی پر ایک کاغذ پر موٹے
حروف میں لکھا ہوا ہے " اندھی بیوہ اور اس کے چھ بچوں پر رحم کرو" فاطمہ نے
پڑھنے کو تو یہ پڑھ لیا مگر یہ نہ سمجھی کہ اس کا اصل مطلب کیا ہے بلکہ یہ جانکر کہ اس
کاغذ کا ہونا شاید ضروری ہے اس نے ایک کاغذ چھاتی پر لگا کر بھیک مانگنے کا

فیصلہ کر لیا۔ دوسرے دن صبح تھا فاطمہ کی والدہ کہیں اور نواب کے ہاں چلی گئیں خادمہ کپڑے دھونے میں مصروف ہو گئی۔ اس لئے یہ موقع غنیمت جانا فوراً ایک کاغذ پر موٹے اور بھدے حروف میں وہی فقرہ جو کل پڑھ آئی تھی لکھا۔ مٹی کا پیالہ وہ اٹھایا جس میں اس کے پیارے کتے موتی کو دودھ ملتا تھا۔ اور فوراً ایک سمت کو روانہ ہو گئی۔ چلتے چلتے جب یہ چاندنی چوک میں پہونچی تو تو اس نے سمجھا کہ اب میں بہت دور نکل آئی ہوں۔ اب گھر کا کوئی شخص مجھے نہیں ملنے کا۔ چنانچہ یہ وہاں ایک درخت کے نیچے کاغذ چھاتی پر چپکا کر کے بیٹھ گئی۔ دہلی کے بازاروں میں یہ پہلا موقع تھا کہ کبھی ہفت سالہ بچی نے چھ بچوں کی اندھی بوڑھی ماں بن کر خیرات مانگی ہو۔ فاطمہ کا بیٹھنا تھا کہ لوگ جوق در جوق اس کے گرد جمع ہو کر اسے اپنے نامناسب حملوں، قہقہوں اور فقروں سے تنگ کرنے لگ گئے مگر شاید ننھی بڑھیا اندھی ہونے کے ساتھ گونگی اور بہری بھی تھی کہ نہ تو کسی کی سنتی تھی اور نہ کسی کو جواب دیتی تھی فاطمہ کو اگر تسلی تھی تو یہ کہ بیسے خوب جمع ہو رہے تھے۔ لیکن ابھی کچھ خاصی رقم جمع نہ ہونے پائی تھی کہ پولیس کا کالا کوا وہاں آ گیا اس کمبخت نے ننھی فقیر کا ہاتھ پکڑ کر کھینچا اور کہا "ارے تو چھ بچوں کی ماں ہے" قریب تھا کہ فاطمہ رو دے کہ اتنے میں ایک راہ جاتی فٹن کھڑی ہو گئی جس کا مالک یہ غیر معمولی جم غفیر دیکھ کر نیچے اتر آیا اور فاطمہ کے سینے پر کے چپکے ہوئے کاغذ کے الفاظ پڑھ کر بھانپ گیا کہ معاملہ کیا ہے۔

نو آمدہ (سپاہی سے) "اسے چھوڑ دے لڑکی کو"

سپاہی نے فاطمہ کا بازو چھوڑ دیا۔ فاطمہ نے دیکھا کہ نو آمد کا لہجہ تحکمانہ اور لباس شاہانہ ہے"

نوآمل - (جو نرمی سے بات کرنا چاہتا تھا) "بیٹی تمہارا نام ؟"

فاطمہ (نرم آواز سے) "مخدوم! فاطمہ"

نوآمل "شاباش! تم ایک اندھی بڑھیا کے لیے خیرات مانگتی ہو جس کے چھ بچے ہیں"

فاطمہ "اور زینب لاہور جائیں گی کرایہ نہیں تھا صرف نہیں ملتا اور پھر زینب کی ماں بیمار ہے"

غرضیکہ نوآمد نے پیار سے دلاسے سے آہستہ آہستہ فاطمہ سے ہمارے گھر کا سارا پتہ پوچھ لیا اور پھر اسی فٹن میں بٹھاکر ہمارے گھر لے آیا میں اور میری والدہ بیٹھی رو رہی تھیں کہ فٹن دروازے پر آکر ٹھہری اور فاطمہ اور اس کا معزز ہمراہی اندر آئے

نوآمد نے ہمیں فاطمہ کی سرگذشت سنائی اور ہم نے سنا کہ کس طرح اس ننھی مخیرہ نے ہمارے لیے فقیر بننا گوارا کیا تھا تو ہمارا دل حیرت تعجب اور شکریہ کے خیالات سے پر ہوگیا۔ اس معزز شخص نے میری والدہ کو پانچسو روپیہ نقد دیئے، مجھے اپنے گھر رکھنے اور والدہ کا باقاعدہ علاج کروانے کا وعدہ کیا۔ یہ تھی وہ مناسب خیرات جو اس دریا دل آدمی نے فاطمہ کو دی۔

ہمارے ہاں سے اٹھ کر یہ دریادل آدمی فاطمہ کے گھر کو گیا وہ اپنی میٹھی میٹھی باتوں سے فاطمہ ہی کی زبان سے ان کے ہاں کا سارا حال، والد کا والدہ کا، خادمہ کا بوڑھی سلیمہ کا، موتی کتے کا حال سب سن چکا تھا جب گھر کا دروازہ نظر پڑا۔ تو فاطمہ کو یاد آیا کہ دیر کافی ہوگئی ہے اور والدہ کیطرف سے سزا کا ملنا لازمی ہے اس نے اپنے ساتھی کیطرف دیکھا تو

یہ چاہتی تھی کہ ایسا مہربان شخص اس سے جدا نہ ہو۔ فاطمہ کی تسلی ہو گئی۔ اس نے دیکھا کہ اس کا ہمراہی جانا نہیں چاہتا ہے اور اگر وہ چلا جاتا تو بھی فاطمہ سزا کو بھگتنے کے لیے تیار تھی تاہم اس کی بڑی خواہش یہ تھی کہ سزا کا موقعہ ٹل جائے +

فاطمہ اسی ادھیڑ بن میں تھی کہ ہلکان آ پہنچا، نوآمد نے اپنا کارڈ اندر بھیجا تھوڑی دیر میں فاطمہ نے دیکھا کہ اس کے والد دوڑے چلے آتے ہیں فاطمہ کے والد اور نوآمد ملاقات کے کمرے میں گئے۔ جہاں چائے سے نوآمد کی تواضع کی گئی، فاطمہ کے والد کوئی ایک گھنٹہ نوآمد سے تخلیہ میں باتیں کرتے رہے۔ ازاں بعد نوآمد اٹھا اور فاطمہ کے سر پر پیار کیا ہاتھ پھیر کر نہ جانے کہاں چلا گیا +

فاطمہ حیران تھی کہ معاملہ کیا ہے گھر بھر میں سے کسی نے اسے سرزنش نہ کی بلکہ سب محبت سے پیش آئے یہاں تک کہ اس کے والد نے اسے صرف اتنا کہا۔

بیٹا جب تمہیں پیسہ روپیہ کی ضرورت ہو تو اپنے والد سے صلاح کر لینا اور اسے ساتھ لیکر خود ہمارے ہاں آئے، اور میری والدہ کو ہزار روپے نقد دے گئے۔ فاطمہ کیا جانتی تھی کہ ہائی کورٹ کا ایک رکن رکین اسکی سفارش میں اپنی تمام لسانی خرچ کر کے مقدمہ جیت گیا ہے۔

سید حبیب علیشاہ حبیب جلال پور جٹوی

مناجات

یا الٰہی حشر میں خیر الورےٰ کا ساتھ ہو — رحمتِ عالم جنابِ مصطفےٰ کا ساتھ ہو
یا الٰہی ہے یہی دن رات میری التجا — روزِ محشر شافعِ روزِ جزا کا ساتھ ہو
یا الٰہی جب قریب نیزہ آئے آفتاب — اُس سزاوارِ خطابِ والضحیٰ کا ساتھ ہو
یا الٰہی حشر میں نیچے لوائے حمد کے — سیدِ ساداتِ فخرِ انبیا کا ساتھ ہو
یا الٰہی جب عمل میزان میں تلنے لگیں — سید الثقلین ختم الانبیاء کا ساتھ ہو
یا الٰہی جب قیامت میں صفیں بندھنے لگیں — اہلِ بیتِ مجتبےٰ آلِ عبا کا ساتھ ہو
یا الٰہی شغلِ نعتِ مصطفائی میں رہوں — جسم و جاں میں جب تلک میرے وفا کا ساتھ ہو
بعد مرنے کے یہی کافی کی ہے یا رب التجا — دفترِ اشعارِ نعتِ مصطفےٰ کا ساتھ ہو

محمد ثناء اللہ کافی مرحوم - داناپوری عظیم آبادی - مرسلہ محمد اسحٰق خان

شفا نعتِ نبی لکھ اور کر حمدِ خدا پہلے

(از مولوی حکیم سید عبد الستار صاحب شفا قطب پھپھروی)

خدائے پاک کی کرتا ہوں میں حمد و ثنا پہلے — کہ کوئی دوسرا کچھ بھی نہ تھا اُس کے سوا پہلے
دکھانا چاہی قدرت خلقتِ عالم سے جب اپنی — کیا پیدا تب اُس خالق نے نورِ مصطفےٰ پہلے
یہی نورِ منور باعثِ تخلیقِ عالم ہے — اسی نورِ منور سے بنے ارض و سما پہلے
یہی نورِ منور شکلِ انسانی میں احمد ہے — جو سب نبیوں سے آیا پیچھے لیکن سب کا تھا پہلے
زہے قسمت ہماری ہم نے احمد سا نبی پایا — سناتے آئے مژدہ جس کا سارے انبیا پہلے
بہت آسان مذہب کے قوانین اُس نے بتلائے — کسی اُمت کو ملیں آسانیاں ایسی بھلا پہلے
خدا کی پھر محمد کی اطاعت فرض ہے ہم پر — حدیثِ مصطفےٰ سنیئے مگر قولِ خدا پہلے

سبھی ذکروں سے افضل نعت گوئی حمد گوئی ہے
شفا نعتِ نبی لکھ اور کر حمدِ خدا پہلے

نعتیں

(۱)

(از جناب مولانا عزیز اللہ شاہ صاحب عزیز صفی پوری)

کھلا بھید خیر الوریٰ کہتے کہتے ہوا میں فنا مصطفیٰ کہتے کہتے
مہک منہ سے آنے لگی نفحۂ نافہ تری زلف کو مشک کہتے کہتے
گئے آدم و شیث و موسیٰ و عیسیٰ تجھے خاتم الانبیا کہتے کہتے
شعاعیں ہوئیں میری باتوں سے پیدا ترے منہ کو شمس الضحیٰ کہتے کہتے
زیادہ ہوئی عقل کل کی بصیرت تری شان میں ما طغیٰ کہتے کہتے
کہا دیں جب احوال دل انکے آگے ہوا یہ کہ بیخود ہوا کہتے کہتے
عزیز آرزو ہے کہ جب موت آئے دم آخر ہو صل علیٰ کہتے کہتے

(۲)

(از جناب محمد عبد الحکیم خانصاحب حکیم)

خدا کے ہمنشیں گاہے سر عرش بریں تم ہو خدا طالب ہے جس کا وہ حسین نازنیں تم ہو
امام متقیں ہو رحمۃ للعالمیں تم ہو نہیں ڈر ہم کو دوزخ کا شفیع المذنبیں تم ہو
بزرگی میں خدا کے بعد سب سے اولیں تم ہو خدائے پاک سے واصل ہو ختم المرسلیں تم ہو
منور ہیں تمہاری ذات سے روز و شب ایماں مہ برج رسالت آفتاب برج دیں تم ہو
قسم کھائے نہ کیوں قمری تمہارے قد دلجو کی خدا کے باغ میں شمشاد و سرو راستیں تم ہو
تمہارے فیض سے کیا چشمۂ الیاس کو نسبت حیات مومنیں تم ہو روان مسلمیں تم ہو
تمہارے حسن کے آگے گدا ہیں حسن والے سب غنی الدہر کے محبوب گر ہو تو تمہیں تم ہو
تمہارے فیض سے حضرت مہکتا ہے گل ایماں ریاض شاکریں تم ہو بہار صابریں تم ہو
تمہیں دل میں جگہ ہم دیں نہ کیوں اے چشمۂ خوبی حکیم اسلام کی جان ہو حیات مومنیں تم ہو

بزمِ فریدؒ

اُردو لٹریچر کی خوش قسمتی ہے کہ اُس میں ہر پہلو سے نمایاں ترقی کے آثار پیدا ہیں۔ یہ ضرور ہے کہ کوششیں جو ہو رہی ہیں وہ محدود ہیں حالانکہ ہماری ضرورتیں اس بات کی متقاضی ہیں کہ اِن کوششوں کا دائرہ وسیع کیا جائے۔ تاہم جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ بسا غنیمت ہے۔ یہ بالکل قرین قیاس ہے کہ جو بنیاد آج پڑ رہی ہے اُس پر کبھی عالیشان عمارتیں کھڑی ہو جائینگی۔ یعنی اُردو زبان میں تاریخ، فلسفہ، سائنس، ادب، شاعری وغیرہ مباحث پر جو چھوٹی چھوٹی کتابیں اس زمانہ میں تصنیف یا تالیف یا ترجمہ ہو رہی ہیں وہ گویا ایک شاندار مستقبل کی خبر دیتی ہیں۔ تصوف کی ایک شاخ رہ گئی تھی لیکن اس کمی کے پورے کرنے کی گرانبار ذمہ داری کارکنان "نظام المشائخ" نے اپنے سر لی ہے اور اسوقت تک اُن کی مساعی جمیلہ سے صوفیانہ مشرب کی کئی بیش قیمت کتابیں نکل چکی ہیں، جو اپنے محاسن ظاہری و باطنی کے اعتبار سے قابل تعریف و مستحق داد ہیں۔ اس باب میں مُلّا محمد الواحدی کی بے لاگ خدمات خصوصیت سے استحقاقِ اعتراف رکھتی ہیں، جن کے قلم سے، حال میں "بزم فریدؒ" کے نام سے ایک مفید و دلچسپ کتاب کا ترجمہ شائع ہوا ہے۔

"بزم فریدؒ" جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے "حضرت بابا فرید شکر گنج قدس اللہ سرہ العزیز کے اعمال و اقوال کا مجموعہ ہے" جسے حضرت سلطان الاولیا محبوب الٰہی (خواجہ نظام الدینؒ) نے زبان فارسی میں "راحت القلوب" کے نام سے ترتیب دیا تھا اور مُلّا محمد الواحدی نے اس کا اُردو میں ترجمہ کیا ہے۔ حضرت محبوب الٰہیؒ حضرت بابا فرید گنج شکرؒ کے راسخ الاعتقاد اور منظور نظر حاضر باش پیرو تھے۔ دوسرے بزرگان دین کی طرح بابا صاحبؒ کا دربار بھی تقریباً روزانہ منعقد ہوا کرتا تھا، اور مختلف اذکار ہوا کرتے تھے جن کے اثنا میں سیکڑوں نکتے معرفت و حقیقت کے

حل کیے جاتے تھے۔ انہیں کا رآمد باتوں کا مجموعہ بزم فرید ہے جو نہ صرف ایک گراں مایہ شیخ طریقت کے ملفوظ ہونیکے باعث بلکہ تصوف و اخلاق کے آب و ارمر تو نکی ایک سلک ہونیکے لحاظ سے بھی طبقہ صوفیہ میں عام طور پر ہر دلعزیزی اور مقبولیت حاصل کرنیکا حق رکھتی ہے اور امید ہے کہ ملا صاحب کا یہ ترجمہ ہندوستان کے متصوفین کے لیے دلچسپی کا نیا سامان پیدا کریگا۔ آج کل جبکہ اخلاق و آداب کی کساد بازاری ہو رہی ہے اور تصوف کے حقیقی معنوں کے سمجھنے کی قابلیت عام طور پر مفقود ہوتی جا رہی ہے۔ اس قسم کی کتابیں قدر دانی کی مستحق ہیں ملا محمد الواحدی صاحب لائق مبارکباد ہیں کہ انہوں نے رسالت سلوک کا ترجمہ نہایت خوبی سے کیا ہے اور عبارت و انداز بیان کی خوبیاں اس سے جاتے نہیں پائیں بلکہ اس کے برخلاف طرز تحریر میں سلاست و روانی کا اس قدر خیال کیا گیا ہے کہ پڑھنے والے کو اسکا خدشہ بھی نہیں ہوتا کہ یہ کسی غیر زبان کا ترجمہ ہے۔ زبان کی خوبیوں سے قطع نظر مطالب کے اعتبار سے بھی بزم فرید نہایت درس آموز ہے۔ عالم تصوف کے اسرار، اخلاق و حکمت کے اور حسن معاشرت کے متعلق جو باتیں اس کتاب کے صفحات میں کمال عمدگی سے قلمبند کی گئی ہیں اور اس لحاظ سے نہ صرف فرقہ صوفیہ بلکہ عامہ مسلمین کے لیے بھی اسکا مطالعہ عبث نہیں قرار دیا جا سکتا۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ ظاہر بین اور دنیا پرست نگاہوں میں بعض باتیں قابل اعتراض ٹھیریں لیکن اس سے اور مفید باتوں کا اثر زائل نہیں ہو سکتا حقیقت یہ ہے کہ روحانی دنیا کے اسرار عجیب و غریب ہوتے ہیں اور انکا انکشاف دنیاداروں کی عقل سے محال ہے ان پر عبور کرنے کا صرف ایک طریقہ ہے اور وہ یہ کہ پہلے تم اپنی طبیعت کو اسی رنگ میں رنگو اور پھر جب تم میں معانی منازل کے طے کرنیکی صلاحیت پیدا ہو جائیگی تو اسوقت تمام مسائل جو عقدہ لا ینحل اور راز سربستہ نظر آتے ہیں خود بخود حل ہو جائیں گے۔ اس قسم کے مضامین جو ہماری سمجھ میں نہ آئیں ان کے متعلق ہمارا طرز عمل یہ ہونا چاہیے کہ یا تو ہم اپنے ادراک سے بالا سمجھ کر ان سے قطع نظر کریں یا بقول خواجہ حسن نظامی صاحب انکی کوئی اچھی تاویل نکال کر دل کو سمجھا لیا جائے۔

مختصر یہ کہ بزم فرید گونا گوں خوبیوں سے مملو ہے۔ اہل علم حضرات کو اسکی قدر دانی کرنی چاہیے کہ مترجم و پبلشر کی حوصلہ افزائی ہو۔ چھپائی، کاغذ وغیرہ سب نہایت موزوں و مناسب ہے۔ ضخامت ۱۱۲ صفحہ ہے جسکی قیمت مع محصول ڈاک و خرچہ وی پی ۱۰/ از یادہ نہیں۔

دفتر نظام المشائخ نیفس بازار دہلی طلب فرمائیے۔

اعتذار۔ ڈی جی صاحب موصوف بجا طور کا ایا ز و سپاس۔ کچھ شک نہیں نظام المشائخ کا سارا عملہ بیمار ہے۔ اسی سبب سے یہ نمبر پانچ دن کی دیر سے شائع ہوا ہے۔ ایڈیٹر

اعلانات

رسولنا نمبر ۳۲ھ

حسب دستور سابق اس مہینے سے رسولنا نمبر ۳۲ھ کی تیاریاں بڑے زور شور سے شروع کردی گئیں ہیں۔ کوئی صاحب نظم یا نثر اس کے لیے بھیجنی چاہیں تو جلدی بھیجیں۔ شوال ۳۱ھ اور ذیقعد ۳۱ھ کے پرچوں میں صفحات کی جو کمی رہ گئی تھی وہ رسولنا نمبر میں انشاء اللہ پوری کردی جائے گی +

آیندہ سے نظام المشائخ باتصویر نکلیگا

تصاویر چھاپنے والے کارخانوں سے گفت شنید ہو رہی ہے اور کچھ تعجب نہیں کہ محرم ۳۲ھ یعنے جلد ۱۰ کا پہلا نمبر ہی مصور نکلے ورنہ رسولنا نمبر خدا نے چاہا تو ضرور باتصویر ہوگا۔ تصویریں مقابر اولیاء اللہ اور دیگر مقامات مقدس کی ہوں گی۔ ذی روح کی نہیں۔ ناظرین کو چاہیئے کہ اس خرچ کے بار کو رسالے کی اشاعت بڑھاکر ہلکا کریں اور اپنی قدر دانی کا ثبوت دیں۔ یہ ہم خرما و ہم ثواب کا کام ہے +

بیان خسرو

اس دفعہ ۱۸ ویں صفحہ پر مکمل ہوگئی۔ جن حضرات کے پاس اس کے ایک سے ۱۸ تک کے صفحات محفوظ ہوں اور وہ اسے کتاب کی صورت میں رکھنا چاہیں تو وہ صرف ایک آنے کے ٹکٹ بھیجکر اس کے ٹائیٹل کے واسطے منیجر رسالہ نظام المشائخ

کو تحریر فرمادیں۔

ذی الحجہ کی ۱۸ تاریخ کو جس قدر ٹائٹلوں کی ضرورت سمجھی جائیگی چھپوا لیے جائیں گے۔ بعد میں خواہش پہنچیگا۔ اسکی تعمیل نہ ہو سکے گی +

آزاد روزانہ

کانپور کے مشہور و معروف ماہوار رسالہ زمانہ کے مالک ایڈیٹر منشی دیا نراین نگم بی اے کچھ عرصہ سے ایک ہفتہ وار اخبار مسمیٰ آزاد بھی نکال رہے ہیں جسکی اطلاع خدا معلوم ہم نے اپنے احباب کو دی یا نہیں دی۔ آزاد غالباً ملک میں اچھی اور قبولیت کی نظر سے دیکھا گیا جس کا ثبوت ظاہر یہ ہے کہ مسجد مچھلی بازار کے ناخوش گوار واقعہ کے بعد سے اس کا روزانہ ایڈیشن شائع ہونا شروع ہوا ہے اور اس حیلے کہ خاص اسجگہ کا ہے جہاں یہ سب خونی جھگڑے ہوئے اسکی دی ہوئی خبریں غیر معمولی دلچسپی سے پڑھی جاتی تھیں۔

ہم اس ہفتہ وار اور روزانہ آزاد کا خیر مقدم کرکے دست بدعا ہیں کہ یہ دونو خلق اللہ کے حق میں مفید ثابت ہوں اور مسلمانوں کو ہندوؤں کے برابر نہیں تو صرف ایک ہی نمبر بعد سمجھیں اور وہ کام کریں جس کی ایک تعلیمیافتہ ہاتوں میں ہونے والے اخبار سے امید ہے۔ آزاد ہفتہ وار کا سالانہ چندہ ۳ ہے اور روزانہ آزاد کا ۱۲ روپے مع محصول ڈاک +

بغیر متن کا کلام مجید

انڈین پریس الہ آباد نے نہایت چکنے اور نفیس کاغذ پر ٹائپ میں کلام مجید کا صرف ترجمہ چھاپا ہے جسکی نسبت بس یہ لکھنا کافی ہوگا کہ ہم نے اسے

جلا کر کوئیں میں ڈلوادیا۔ پیرو پرائٹر انڈین پریس نے اپنے کارخانہ کی بہتری برقرار رکھنی چاہتے ہیں تو وہ بھی ایسا ہی کریں۔ ورنہ اللہ ان سے ان کے کئے کا بدلہ لیگا قرآن ایسی چیز نہیں کہ اس پر کوئی ہاتھ ڈالے اور تباہ نہو۔ اصل کو غائب کر کے فقط اس کے ترجمہ کو لوگوں کے سامنے پیش کرنا بہت برا ہے +

رموز الاطبا

حکیم محمد فیروز الدین مالک ایڈیٹر رفیق الاطبا لاہور کی شاندار اور قابل قدر تالیف ہے۔ قریباً نوسو صفحہ میں ہندوستان بھر کے زندہ طبیبوں اور ویدوں کے حالات با تصویر اور مجرب نسخے درج کئے گئے ہیں قیمت پانچ روپیہ آٹھ آنے (صہ)

ریویوز

بہت سی کتابیں ہمارے پاس جمع ہوگئی ہیں جن پر مدت پہلے ریویو ہوجانا چاہیے تھا مگر نہ ہو سکا اب انتظام کر لیا ہے کہ ہر دفعہ دو دو چار چار کو نشا دیا جائے۔ کتابوں کے بھیجنے والے حضرات مطمئن رہیں اور تاخیر کو معذوری پر محمول کر کے معاف فرمائیں۔

ترک تعلق

مندرجہ ذیل نوٹ حضرت خواجہ حسن نظامی صاحب نے ہمیں شائع کرنے کے لیے دیا ہے ۔

میں نے رسالہ نظام المشائخ کی سرپرستی و نگرانی سے تعلق قطع کر دیا۔ عرصہ دراز سے مجھکو موقع نہیں ملتا تھا کہ اسکی ترتیب مضامین وغیرہ کو دیکھوں لہذا میں نے دیانت کے خلاف سمجھا کہ جس کام کی میں نگرانی نہیں کر سکتا اسمیں خواہ مخواہ میرا نام بحیثیت ذمہ دار کے شائع ہو لہذا آئندہ سے میرا کسی قسم کا تعلق اس رسالہ سے نہیں رہیگا۔

حلقہ کی کارگذاری وغیرہ امورات علیحدہ ممبران حلقہ کی خدمت میں ارسال ہوتے رہیں گے کتب حلقہ کی اشاعت کا رکن حلقہ کی معرفت ہوگی۔ یا منشی غلام نظام الدین صاحب تاجر کتب

نمے دانم
چہ منزل بود
شب جائیکہ من بودم

صرف اتنا یاد ہے کہ رات اندھیری تھی۔ بادل بھی تھے۔ بجلی کی چمک اور کڑک بھی تھی۔ ہوا کی تیزی سے لیمپ بے قرار ہو رہا تھا۔ اہل محفل ایک دوسرے سے بے خبر اپنی اپنی ہوس رانیوں میں مصروف تھے۔
مجھے اتنا معلوم ہوا کہ مجلس اخبارات کی ہے۔ جنکو مغربی ہاتھوں نے اس مقام میں آراستہ کیا ہے مجھکو بھی ایک گوشہ میں جگہ ملی۔ اور کہا گیا کہ ملک و قوم کی رہبری کا آب حیات اسی ظلمات میں ہے۔
میں زندگانی کا پانی ہر کونہ میں ڈھونڈھتا پھرتا تھا۔ کیونکہ میرے گھر میں چند لب گور مریضوں کے بستر لگے ہوئے تھے۔ جنکو ارباب طریقت کہتے ہیں اس لیے مجھکو قطرۂ حیات کی خوشخبری نے منزل تاریک میں بٹھا دیا۔ میں نے وہاں کئی سال گزار دیئے۔ اور ہر گردش کرنے والے جام کو چکھ کر دیکھا۔ اور اپنی صراحی کا پانی بھی مٹی کی پیالیوں میں بھر بھر کر اہل محفل کو دیا جسکو سوندھا۔ ٹھنڈا۔ کہا گیا۔
مگر آہ میرے بیمار زندگی دوا یاش ملی۔ بلکہ میں نے دیکھا کہ یہ خود سکرات موت میں ایڑیاں رگڑ رہے ہیں کیا انکی روحیں حسد و نفاق۔ خود غرضی و طمع کاری کے نشتروں سے زخمی ہو کر بلبلا رہی ہیں۔
لہذا میں نے اپنی جھولی کو اٹھا لیا کندھے پر ڈال لیا۔ اور اپنی لکڑی کے سہارے یہ کہکر اٹھ کھڑا ہوا

ہمہ یافتم دغائی

اب شب کو رسے باہر ہوں۔ اب میں غبار آلود منزل سے اپنے پرانے چپ چاپ مقام کو جا رہا ہوں میری خاکی صراحی کا پانی اخباروں اور رسالوں میں بٹ چکا۔ اب وہ کسی دوسری جگہ تقسیم ہوگا۔ میں نے رگوں کے مقدس چشموں کے کنارے جاتا ہوں جام بھرونگا پیونگا۔ اور تم اگر مانگو گے تو دونگا میں جلسوں کی لغو داری۔ اور تعلقات ظاہر کی ملنساری سے رخصت ہو رہا ہوں۔ کیونکہ

اب مجکو حلقہ نظام المشائخ کی خدمت قدیمی اصولوں پر کرنی ہے۔

میری تحریریں خدا سے یکسوئی مانگتی ہیں اب وہ جب باہر آئینگی تو کتاب و کیٹ گیر ہو کر نکلینگی مگر کتابوں میں نہ کہ اخباروں اور رسالوں میں۔

حلقہ والے یعنے ممبر و معاون حلقہ کے کاموں کی اطلاع مہینہ میں پندرواڑہ میں ہفتہ میں اور شاید اس سے بھی کم مدت میں معلوم کر لیا کرینگے۔

ایک تی شخص میرے جسم کی ملاقات کا آرزو مند ہو سینے ملنے میں بہت وقت ضائع کیا جس چیز سے ملنے کا شوق ہوتا ہے وہ گھر بیٹھے لوگوں سے ملاقاتیں کریگی۔

اسی لیے میں نے آج رسالہ نظام المشائخ کی نگرانی و سرپرستی سے ہاتھ اٹھا لیا۔ اور دیگر تمام اخبارات میں حصہ لینا چھوڑ دیا۔ چند روز کے بعد خود معلوم ہو جائیگا کہ میں کہاں ہوں مگر یہ علم جاننے کے لیے ہوگا۔ نہ اس لیے کہ خلقت مجھ پر یورش کرے اور میرے جسد خاکی کو چمٹے۔ ایسا کرنے والے محروم و ناکام رہینگے +

درگاہ حضرت محبوب الٰہی میں زنانہ مدرسہ قائم رہیگا۔ اور اس کے ساتھ دوسری اور بہت سی مفید تحریکیں شروع کی جائیں گی۔ مگر وہ جن سے میرا منصوبہ سکوت برہم ہو

جن اصحاب نے مصارف حلقہ کی ضرورتوں کا خیال نہ کیا انکو خیال کرنا چاہیے کہ وقت اعانت آیا۔ اور جنہوں نے نیا دست اعانت بڑھایا ہے انکا شکریہ جن میں احمد آباد گجرات کی نظامیہ بک ایجنسی شامل ہے۔ جس نے ایک روپیہ ماہوار مقرر کیا ہے۔

آخر میں اس پیچیدہ و مخمور عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ میں اخباری تعلق ترک کرتا ہوں۔ اور خاموش بیٹھ کر دوسرے طریقہ سے کام کرنا چاہتا ہوں

والسلام۔ فی امان اللہ

حسن نظامی

نازک و لطیف اور شوخی آمیز معاملات ادا کیے ہیں،

چند گوئی کہ گہ گہ بہ دشنم می کنم   این چہ ننگ است کہ بر دل ما نیز کند

یعنی لوگ کہتے ہیں کہ خسرو تم کو کبھی کبھی یاد کرتا ہے لیکن یہ بات تو لوگ تسلی دینے کے لیے بھی کہہ دیا کرتے ہیں اسلیے اعتبار کیونکر آسکے،

جانا! اگر تشبیہ دہن بر دہن نہم   خود را بخواب سازد مگوئیں دہان کیست

معشوق سے کہتے ہیں کہ اگر میں کبھی رات کو تیرے مونہہ پر مونہہ رکھدوں تو اپنے آپ کو سوتا بنا لینا ہے۔ نہ کہنا کہ ارے یہ کس کا مونہہ ہے،

دل من مست بود و قصہ دوست   گہے ز انجام و گہ ز آغاز می گفت
اندکے اندکے گہ گہ بایار بودن خوش بود   در نیز گردد ہم بسیار بودن ہم خوش است
تو شبینہ مے نمائی بہ بر کہ بودی امشب   کہ ہنوز چشم مستت اثر خمار دارد
مست آں دو چشم کہ شب دوش کوئی خوشیم دیدہ گفت   کیست ایں ہمگفت ز مسکینے گدائی می کند
جان ما وقف است آں دم کز بعد دو سہ بوسہ   گویم کہ یکے دیگر، گوئی تو کہ نتوانم
وعدہ می خواہم و دربند وفا نیز نیم   غرض آنست کہ باشے بہ تقاضا باشم

روزمرہ اور عام بول چال عموماً شعرا اور اہل فن اپنے کلام کا رتبہ بول چال سے برتر سمجھتے ہیں اسکا نتیجہ ہے کہ ایک جداگانہ زبان پیدا ہوگئی ہے، جس کا نام علمی زبان ہے سعدی و نظامی وغیرہ کی بولنے کی زبان اگر قلمبند کی جاتی تو بوستان اور سکندر نامہ کی زبان سے صاف الگ نظر آتی، بلکہ آج اگر اس عہد کی بول چال کی کوئی کتاب ہات آجائے، تو ہم کو سمجھنے میں دقت ہوگی، لیکن یہ شاعری کا بہت بڑا نقص ہے سبب شاعری اور عام تصنیف میں ایسے بہت سے مضامین، اور خیلات ادا کرنے پڑتے ہیں جو عام زبان میں ادا نہیں ہوسکتے، اس لیے ان کے لیے علمی الفاظ وضع کرنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ لیکن یہ ضر

نہیں کہ ضرورت کے علاوہ اور اور موقعوں پر بھی یہی مصنوعی زبان استعمال کیجائے خصوصاً غزل کی زبان، روزمرہ اور عام بول چال ہونی چاہیئے، کیونکہ عاشق و معشوق علمی زبان میں باتیں نہیں کرتے،

قدماء میں فرخی اور متوسطین میں سعدی اور امیر خسرو صاحب نے خاص اسکا خیال رکھا کہ روزمرہ اور عام بول چال کو زیادہ وسعت دیجائے، سعدی اور خسرو کے کلام میں جو روانی شستگی اور صفائی پائی جاتی ہے اس کا ایک بڑا گر یہی ہے، امیر صاحب کی غزلیں اکثر اس زبان میں ہوتی ہیں کہ گویا دو آدمی آپس میں بیٹھکر بالکل بے تکلف سیدھی سادی باتیں کر رہے ہیں، اس میں کہیں کہیں خاص خاص محاورے بھی آجاتے ہیں جو آج ہم کو اس لیے کسی قدر نامانوس معلوم ہوتے ہیں کہ ہم کو اس زمانے کے روزمرہ کے محاورات سے واقفیت نہیں،

دل بسے بردہ ئی نکو بشناس، آں کہ مجروح تر از آن من است

یعنی تم نے بہت سے دل لیے ہیں، خوب غور کر کے دیکھو جو بہت زخمی ہو، وہی میرا دل ہے

صبح روئے تو بد بیناں کہ بر آمد امروز نیست امکاں کہ چو من سوختہ، تا شام کشد[۱]

لب و دہان و رخت ہر یکے بلائے دل اند یکے دلم چہ کند، جانب کدام شود

یعنی تیرا لب دہن، اور چہرہ، سب بلا ہیں، میرا دل کیا کرے، کدہر کدہر جائے،

گفتم ای دل مرو آنجا کہ گرفتار شوی عاقبت رفت و ہماں گفتۂ من پیش آمد[۲]

خلقے براہ منتظر جاں سپردن اند ای ترک نیم مست عناں اکشیدہ تر (ذرا باگ کو روکے ہوئے)

بوسہ گفت و زباں گرداہند خود ہمے گوید و سے گرداند

بوسہ دینے کو کہا، اور پلٹ گیا، آپ ہی کہتا ہے اور آپ ہی پلٹ جاتا ہے،

بوے خوشم آید از تو در جیب گل داری، یا ہمین است بوئیت

۱؎ تا شام کشد یعنی شام تک زندہ رہجائے، ۲؎ یعنی وہی میرا کہا سامنے آیا ۱۲-

تیرے بدن سے خوشبو آ رہی ہے — تیری جیب میں پھول ہے یا یہ تیری بو ہے

خشک سالی ہند و دیں عہد فارابی اشک — زاں حوالی کہ تو می آئی باراں چوں است

اے گل، دہن تنگت صد تنگ شکر چیزی — گل با تو نمی ماند و در حسن مگر چیزے

گویم غم و درد م بیں گوئی کہ بتر خواہم — بسم اللہ اگر خواہی زیں ہر دو بتر چیزے

چو سبزہ خویش را خط تو خواند جای آں باشد — کہ گل از خندہ برخاک او فتد غنچہ شکم گیرد

یعنی سبزہ جب تیرے خط کی برابری کرے تو یہ زیبا ہے کہ پھول ہنستے ہنستے زمین پر لوٹ جائے اور غنچے کے پیٹ میں بل پڑ جائیں،

دلم می خواستی برہم عفاک اللہ چناں دیدی — مرا می خواستی رسوا الحمد اللہ کہ آں ہم شد

اے صبا وی کہ فلانے بہ چمن مے می خورد — ہیچ یاد من گم گشتہ زندانی کرد،

از کجا آمدی اے باد کہ دیوانہ شدم — بوئے گل نیست کہ می آید ایں بوی کسی است

دل من دور نہ رفت است بکوے دانم — باز جوئید ہمیں جائے کہ در کوی کسی است

مشتبہ می شود م قبلہ ز روئیت چہ کنم — کہ ز ابروے تو چشمم بدو محراب افتاد

تیرا چہرہ دیکھکر مجکو قبلہ میں ہو کا سا پڑتا ہے — کیونکہ مجکو تیرے ابرو کے دو محراب میں نظر آتی ہیں

رخ جملہ را نمود و مرا گفت تو مبیں — زیں ذوق مست و بیخبرم کاں سخن چہ بود

سب کو مونہہ دکھلایا اور مجھ سے کہا کہ تو نہ دیکھ — میں اس مزہ میں بیہوش ہوں کہ یہ کیا بات کہدی

ساکنان سر کوئے تو بنا شند بہ ہوش — کاں زمینے است کہ آنجا ہمہ مجنون خیزد

ز چشمت کاروانِ صبرِ من تاراج کافر شد | مسلماناں کسے دیدست کاندر شہر راہ زند

مسلمانوں کسی نے شہر میں ڈاکہ پڑتے دیکھا ہے

بہ بازی سوئے من آمد بہ شوخی دل ز من بستد | بدو گفتم چہ خواہی کرد گفتا کار سے آید

عام محاورہ بکاری آید ہے کار سے آید، امیر صاحب کے سوا اور کسی کے کلام میں نظر سے نہیں گزرا،

حسنِ تو عالمے بخواہد سوخت | ہم در آغاز سے تواں دانست

نرخ کردی بہ بوسہ جانی | بندہ بخرید و رائیگاں دانست

تونے ایک بوسہ کی قیمت جان قرار دی | میں نے خرید لیا اور یہ سمجھا کہ مفت لیا

از بہر آں کہ لافِ جمالِ تو می زند | صد بار لالہ بر دہنِ یاسمین زدہ است

ما جاں فدائے خنجرِ تسلیم کردہ ایم | خواہی بہ بخش و خواہ بکش رائے رائے تست

ساقی بیار مے کہ چناں سوخت دل ز عشق | کز سوز ایں کباب ہمہ خانہ بو گرفت

راست کردی ز ابرواں محراب | می نماید نماز خواہی کرد

ابروؤں سے تونے محراب درست کی ہے | معلوم ہوتا ہے کہ نماز پڑھنے کا ارادہ ہے

من آں ترک طناز را می شناسم | من آں مایۂ ناز را می شناسم

شبم تازہ شد جان و دشنامِ مستی | تو بودی من آواز را می شناسم

بادِ صبا چو از رخ او زلف در ربود | ابر سیہ کشادہ شد و آفتاب کرد

تو حالِ من ہم ازیں روئے زرد بشناسی | کہ من بہ روئے تو پیدا نمی توانم کرد[1]

سالہا شد کہ نیامد خبرے در کویت | دلِ ویراں شدہ را آیم و آواز کنم

من از سر زندہ گردم، گر تو یارا یک سخن گوئی | تو می دانم نگوئی، یک سخن گفتاری گویم

مجھ کو معلوم ہے کہ تم نہ کہو گے لیکن میں بات کہتا ہوں

[1] پیدا کردن، ظاہر کرنا،

دعوی خوں بہای دل خویش مےکنم یک بوسہ بر لبم زن و مالا کلام کن

امیر صاحب نے ایسے ہی بہت سے محاورے باندھے ہیں جو اُن کے سوا کسی اور اہل زبان کے کلام میں نہیں ملتے، مثلاً

ازگرہ او چہ میرود،

آواز کردن، پکارنا،

گفتہ رہ مگوئیم، یوں ہی ایک بات کہتا ہوں،

مالا کلام کردن، کسی کو ساکت اور بند کرنا،

اس بات نے بدگمانی کو موقع دیا ہے کہ یہ ہندوستان کی سکونت کا اثر ہے کہ ہندی محاورے اُن کی زبان سے نکل جاتے ہیں، ممکن ہے ایسا ہی ہو لیکن چونکہ ہم کو اپنے تتبع اور استقراء پر اعتماد نہیں، اس لیے ہم اس بدگمانی میں شریک نہیں ہوسکتے،

تسلسل مضامین غزل کا یہ بڑا عیب تھا کہ کسی مسلسل خیال کو ادا نہیں کرتے تھے قصائد کا موضوع مدح ہے، مثنویاں، قصے یا اخلاق کے لیے مخصوص ہیں قطعات میں بھی اور اور باتیں ہوتی ہیں، عشق اور محبت کے معاملات میں تفصیلی حالات بیان کرنے ہوں تو کیونکر کریں، اس کے لیے صرف مسلسل غزل کام دے سکتی ہے لیکن قدما بلکہ متاخرین میں بھی اس کا بہت کم رواج ہوا، امیر صاحب نے البتہ اکثر مسلسل غزلیں لکھی ہیں، اور خاص خاص کیفیتوں کا نقشہ اس خوبی سے کھینچا ہے کہ اس کی نظیر نہیں مل سکتی،

مثلاً عاشق، قاصد یا اپنے راز دار سے معشوق کا حال پوچھتا ہے کہ کہاں ہے؟ اور کن لوگوں کے ساتھ ہے؟ کیا کرتا ہے؟ میرا بھی کچھ ذکر کرتا ہے کہ نہیں وغیرہ وغیرہ، دیکھو کس اشتیاق، کس حسرت، کس انداز سے یہ باتیں پوچھتے ہیں

ای صبا باز بہ من گوی کہ جاناں چون است؟ — آں گل تازہ و آں غنچہ خنداں چون است؟
با کسے می خورد آں ظالم و دُر می خوردن — آں رخ بہ خوی و آں زلف پریشاں چون است؟
چشم بدخوش کہ ہشیار نہ باشد مست است — چشم سیگونش کہ دیوانہ کند آں چون است؟
روی و زلف بت عیار کہ آں ہر دو خوش اند — دل دیوانہ من پہلوی ایشاں چون است؟
روز ہا شد کہ دلم رفت و دراں زلف بماند — یارب آں یوسف گم گشتہ بزنداں چون است؟

پوچھتے پوچھتے دفعتہً خیال آتا ہے کہ معشوق کے ذکر میں اپنا تذکرہ خلاف عاشقی ہے، اس لیے ان سب باتوں کو چھوڑ کر محویت سے کہتا ہے،

ہم بہ جان و سر جاناں کہ کم و بیش مگوے — گو ہمیں یک سخن راست کہ جاناں چون است؟

یعنی معشوق کی جان کی قسم ادھر ادھر کی باتیں نہ کہہ، صرف یہ بتا کہ معشوق کس حالت میں ہے؟

معشوق نے روزہ رکھا ہے، اسپر عاشق کے دل میں جو جو خیالات پیدا ہوسکتے ہیں اُن کو دیکھو کس طرح ادا کیا ہے،

ماہ من روزہ میان شکرستاں دارد — ای خوش آں روزہ کہ جا در لب جاناں دارد
لب آلودہ دہاں پر شکر و نرگس مست — اے مسلماناں کس روزہ بدینساں دارد
خضر گر بر لبش آید شکند روزہ خویش — کاں پسر در تہ لب چشمۂ حیواں دارد
خون من می خورد آخر زنش پنہاں نیست — من گرفتم کہ خود او روزہ پنہاں دارد
جان من گر تو قدم رنجہ کنی، بندۂ تو — قدرے آب دو چشم و دل بریاں دارد

معشوق سر و سامان کے ساتھ سوار آرہا ہے، عاشق پر حیرت طاری ہوتی ہے کہ کیا آسمان سے چاند اتر آیا ہے؟ یہ خوشبو کیسی پھیل رہی ہے؟ کیا ہوا پھولوں میں بس کر آرہی ہے؟ پھر خیال آتا ہے کہ نہیں معشوق آتا ہے، لیکن ان دلفریبیوں کے ہوتے کس کا ایمان سلامت رہیگا، اسلامی آبادی میں یوں

نہیں آنا چاہئیے، ان خیالات کو مسلسل ادا کرتے ہیں،

که می آید چنیں یا رب مگوسه بر زمین آمد　　چه گرد است اینکه می‌خیزد که با جان همنشین آمد
که می راند جنیبت را (سواری) که میدان عنبر آگین شد　　کدامیں باد می جنبد که بوے یاسمیں آمد
تقی و آفت تقوی دا آخر ایں میدانی　　که در شهر مسلمانان نباید این چنیں آمد

بہار آئی ہے عاشق باغ میں جاتا ہے، چلمن آرائی کے سامان ساتھہ ہیں، قاصد کو معشوق کے پاس یہ پیغام دیکر بھیجتا ہے کہ باغ میں عجیب بہار ہے، سبزۂ لب جو، اور عالم آب کی سیر قابل دید ہے، قاصد سے یہ بھی کہدیا ہے کہ ادہر ادہر کی باتوں میں ٹالنا چاہے تو نہ ماننا، اور جس طرح ہو سکے ساتھہ لانا، اور اگر عالم مستی میں ہو تو اسی طرح مست اٹھا لانا، ان تمام خیالات کو تفصیل کے ساتھہ ایک غزل میں ادا کیا ہے،

آمد بهار و شد چمن و لاله زار خوش　　وقتی است خوش بهار که وقت بهار[1] خوش
در باغ با ترانهٔ بلبل دریں هوا　　مستی خوش است و باده خوش است و بهار خوش
مائیم و مطربے و شرابے و محرمے　　جاے بزیر سایهٔ شاخ چنار خوش
ای باد کاہلی مکن و سوی دوست رو　　ما را بکن به آمدن آں نگار خوش
چیزے دگر مگوے، همیں گو که در چمن　　سبزه خوش است و آب خوش و جویبار خوش
گر خوش کند ترا به حدیثے که باز گرد　　پیشش کن و بیار و مشو زینهار خوش
در بیش کہ مست بود خفتنش مده　　هم همچنانش مست به نزد من آر خوش
من مست خوش حریفی اویم که آں حریف　　سرخوش خوش است و مست خوش و هشیار خوش
با او در آں زماں که طلعت بنشیں راه مے بد　　بازی خوش است بوسه خوش است و کنار خوش
سرو پیاده خوش بود اندر چمن ولیک　　آں سرو من پیاده خوش است و سوار خوش

له وقت کے خوش بودن، دعائیہ جملہ ہے یعنی خدا اُن کو خوش و خرم رکھے،

بہار میں کیا کیا چاہیے؟ اسکو تفصیل سے لکھتے ہیں،

ہنگام گل است بادہ باید — ساقی و حریف سادہ باید
گر غنچہ گرہ در ابرو افگند — پیشانی گل کشادہ باید
ساقی ز جبیں و یار بنشاں — کبر از شیشہ و آں ستادہ باید
وانگاہ، حریف سادہ و مست — در چنگ من وافتادہ باید

بہار کا ساماں

بوستاں جلوہ در گرفت اینک — گل ز رخ پردہ در گرفت اینک
آتش لالہ بر فروخت ز باد — دامن کوہ در گرفت اینک
بلبل آمد، نشست بر سر گل — بے نوا بود، زر گرفت اینک
غنچہ در پیش فاختہ ز اصول (موسیقی) — سبقے تازہ بر گرفت اینک
ورق غنچہ را کہ تر شدہ بود — ورقش یکدگر گرفت اینک

یعنی غنچہ کے ورق چونکہ نم تھے اس لیے چپک کر رہ گئے،

آب را گرچہ چشم ہا پاک است — بوستاں را ابر گرفت اینک

یعنی پانی گو پاک نظر ہے تاہم اس نے باغ کو سینہ سے لپٹا لیا،

خار چوں تیز کرد پیکاں را — گل بصد تو سپر گرفت اینک
طوطی آغاز شعر خسرو کرد — روی گل در شکر گرفت اینک

جدت جیسا کہ ہم اوپر لکھ آئے ہیں، امیر صاحب کا دعویٰ ہے کہ انہوں نے سیکڑوں نئی تشبیہیں ایجاد کیں، اور یہ دعویٰ بدیہی دعویٰ ہے، ان کی ایک غزل بھی نہیں مل سکتی جس میں کوئی نہ کوئی جدید تشبیہ نہو، چند مثالیں ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں،

راز خوں آلود خویش ای دل منہ با ہر دلے — کیں ورق خام است حرف از وی بروں خواہد گذاشت

سے دل اپنا بیدِ مجنوں۔ یہ نہ کہہ کیونکہ یہ کاغذ کچا ہے اس میں زرد پھوٹ نکلیگا۔

زلف تو پہلو بے خالِ لبِ او گوئی از شبہا کس سے رانند

نہ رود مہ براوج درشب تار تا زلف تو نردبان نہ برد

یعنی چاند اندھیری رات میں بلندی پر نہیں چڑھ سکتا، جب تک تیری زلفوں کی سیڑھیاں نہ لگالے،

(چہرہ کو چاند اور زلف کو زینہ سے تشبیہ دی ہے)

ہست صحرا چوں کف دستے بر از لالہ بہار خوش کف دستی کہ چندیں جامِ صہبا بر گرفت

اس مضمون کو دانش مشہدی نے عجیب لطیف پیرایہ میں بدل دیا ہے

دیدہ ام شاخِ گلے بر خویش می پیچم کہ کاش می توانستم بیک دست ایں قدر ساغر گرفت

یعنی میں نے ایک ڈالی پھولوں سے بھری دیکھی، اور تڑپ گیا کہ کاش میں ایک ہات میں اتنے ہی پیالے لے سکتا،

غلامِ نرگسِ مستم کہ بامداد پگاہ قدح بدست گرفتہ ز خواب برخیزد

گلستاں نسیمِ سحر یافتہ است صبا غنچہ را خفتہ دریافتہ است

چناں خواب دیدہ است نرگس بخواب کہ گویا یکے جامِ زر یافتہ است

نرگس کے پھول میں جو زرد کٹوری ہوتی ہے، اسکو جامِ زر سے تشبیہ دیتے ہیں اور یہ تشبیہ عام تھی، لیکن اس اسلوب بیان سے کہ نرگس نے خواب میں دیکھا کہ اسکو جامِ زر ہات آگیا ہے ایک خاص لطف پیدا کر دیا، اور چونکہ نرگس کو مخمور اور خواب آلود باندھتے ہیں اس لیے خواب دیکھنے کی توجیہ واقعیت کا پہلو رکھتی ہے،

میری و گریہ سے آید مرا سا بعتے بنشیں کہ باراں بگذرد

آنسو کی جھڑی کو سب بارش سے تشبیہ دیتے آئے ہیں، لیکن یہ بالکل نیا اسلوب ہے کہ معشوق سے کہتے ہیں کہ تیرے جانے کے وقت مجھکو رونا آتا ہے، اتنا ٹھہر جا کہ بارش تھم جائے؛

مزید لطف یہ ہے کہ معشوق کا جانا ہی اس بارش کی علت ہے اس لیے وہ جانا چاہیگا تو بارش ہوگی اور اس لیے وہ کہیں نہ جا سکیگا؛

نی میاں شیشۂ ساقی نگر آتشے گویا بہ آب آلودہ اند

ابر آمد و بہ ساغر لالہ شراب کرد درگوش ہائے باغ ز سے دُر ناب کرد

فراش باغ بارگہ خود بہ باغ زد وانگہ بر آب، خرگہ سیم از حباب کرد

نرگس کہ شب نخفت ز دریاد بلبلاں بنہاد سر بہ بارش گل سیل خواب کرد

مضمون آفرینی | خیال بندی اور مضمون آفرینی کا موجد کمال اسمٰعیل خیال کیا جاتا ہے لیکن کمال کی جدت قصائد کے ساتھ مخصوص ہے، غزل میں اس نے اس رنگ کی مطلق آمیزش نہیں کی ہے، غزل میں نئے نئے مضامین اور نئے نئے اسلوب پیدا کرنے امیر صاحب کا ایجاد ہے، اور انہیں پر خاتمہ بھی ہوگیا، متاخرین کی مضمون آفرینیاں گو حد سے بڑھ گئیں، لیکن اس کا دوسرا انداز ہے، وہ اور سلسلہ کی چیز ہے، چنانچہ آگے چل کر اس کی حقیقت کھلے گی،

امیر صاحب کی مضمون آفرینیاں مختلف قسم کی ہیں، مثالوں سے اندازہ ہوگا،

بہ خانہ تو ہمہ روز بامداد بود کہ آفتاب نیارد شدن بلند آنجا

تیرے گھر میں ہمیشہ صبح رہتی ہے کیونکہ وہاں آفتاب اونچا نہیں ہوسکتا

زلفِ تو سیہ چرا ست یا نا (غا بنا) بیار دست آفتاب گشتہ است (پہرا)

مشتبه می شود م قبله ز رویت چه کنم — که ز ابروی تو چشم به دو محراب افتاد

چشم مست تو که ذبح به مژه بیتاب افتاد — تو نیفگندی ام ایں آلودگی خون [illegible]

ز هر آن جنبت تا یک شب جا به چشم — که هرگز آفتاب من درین [illegible]

پیش تو آفتاب نتوان نشست — روز روشن چراغ نتوان کرد

سے دوری و گریه سے آید مرا — [illegible]

دل من [illegible] — [illegible]

نسبے عمر دراز عاشقاں گرد — شب هجراں حساب عمر کنند

یعنی اگر شب ہجر کو بھی شامل کر لیا جائے تو عاشقوں کی عمر کس قدر بڑی ہوتی

زلف ازاں می بُرد آں شوخ که شبہائے غم — گر شود کوتاہ ازاں جا ہمہ پیوند کند

یعنی اپنی زلف وہ اس لیے تراشتا ہے کہ میرے غم کی راتیں چھوٹی ہو جائیں تو ان میں جوڑ لگا کر بڑھائے

راہی است برائے بردن دل — ابروی تو کز میان کشادہ است

یعنی تیرے دونوں ابروؤں کے درمیان میں جو فاصلہ ہے، اس لیے ہے کہ دل لے جانے کے لیے بھی رستہ رہے

زلفت سر و پا شکسته زان است — کز سرو بلندت او فتاده است

---

۵۱ چراغ کردن چراغ جلانا

یک شب ز رخ خویش چراغیم کرم کن ، تا قصۂ اندوہ تو ہم پیش تو خوانم

یعنی کسی رات کو اپنے چہرہ کا چراغ عنایت کرو کہ میں اس کی روشنی میں اپنا قصہ تمہارے سامنے پڑھکر سناؤں ،

خانۂ چشم من خراب شدہ است کہ بہ بنیادِ خانہ ، نم رفتہ است

کسے نماند کہ دیگر بہ تیغ ناز کشی مگر کہ زندہ کنی خلق را و باز کشی

شکریں لعل تو کانِ نمک است گر چہ شکر نہ مکانِ نمک است
آب روی تو ملاحت افزود گر چہ از آب زیانِ نمک است

خواہی ایجان برو و خواہ بمن باش کہ من مردنی نیستم امروز کہ جاناں باینجا است

آئینہ کرد حسن وی از آسماں سوال برخواست آفتاب و بزانو جواب کرد
یعنی اس کے حسن نے آسمان سے آئینہ مانگا آفتاب نے ادب سے زانو ٹیک کر کہا کہ حاضر ہے
سراپردی تو گردم کہ بخشش باز کشا کہ کہ امانت یہ اندازہ بازوی کسے است

ہر چند کہ زلف تو سپاہی است جہانگیر زیں گونہ پریشان نتواں کرد سپہ را

بسایہ خفتہ بدم من کہ یار آمد و گفت چہ خفتہ کہ رسید آفتاب در سایہ

اکثر شاعرانہ اجتماع النقیضین ثابت کرتے ہیں اور وہ طبیعت پر استعجاب کا اثر پیدا کرتا ہے ،

ع - درد ہا دادی و فرمانی ہنوز ، ع - یاد باد آنکہ ہمہ عمر نہ کردی یادم

صنائع | امیر صاحب نے اعجاز خسروی میں صنائع و بدائع پر اسقدر ہمت صرف کی کہ ہمکو ڈرا ڈر تھا کہ جو جال انھوں نے بچھایا اُس میں خود بھی پھنس نہ جائیں، لیکن یہ عجیب حسن اتفاق ہے کہ جن جن لوگوں نے صنائع و بدائع کو فن بنایا اور اسپر مستقل کتابیں لکھیں، مثلاً قرنجی و ابن المعتز وغیرہ وہ خود اس بدعت سے محفوظ رہے،

امیر صاحب، اوروں کی بہ نسبت کسی قدر آلودہ ہیں، تاہم ان کے صنائع بہت سے بے تکلف بھی ہوتے ہیں اور اس حد تک نہیں پہونچتے کہ نکتہ گیری کی زد میں آئیں صنعت طباق یعنی تضاد ان کی خاص مرغوب چیز ہے اور وہ اسکو بڑی خوبی سے نباہتے ہیں ع

درد ہا دادی و درمانی ہنوز

زبند دو جہاں آزاد گردم　　　اگر تو یک زمان بندہ باشے

من درویش را کشتی بہ غمزہ　　　کرم کردی الٰہی زندہ باشی

گفتیم ناخوش است جدائی خسرا!　　　چوں کنم؟ آن شکل و آں بالاخوش است

بندہ را در غم تو نیست خبر　　　ہمہ یاراں بندہ را خبر است

خوشی سالے بمن کند مید او　　　اے بزرگان شہر داد دہید

عربیت | اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ امیر صاحب کو عربی علم ادب میں کمال تھا، اور اس فن کی اور کتابیں ان کے حافظہ میں مخزون تھیں، تاہم ان کو اس فن میں دعویٰ نہیں، عزۃ الکمال کے دیباچہ میں عربی کے چند اشعار لکھے ہیں، جب سے

ظاہر کرنا مقصود تھا کہ باوجود اعتراف عجز کے ان کو اس زبان پر کس قدر قدرت ہے، اشعار یہ ہیں،

ذاب الفؤاد وسال من عینی الدم — وحلّ الدوا مع کل ما انا اکتم

دل پگھل گیا، اور آنکھ سے خون بہا — اور آنسوؤں نے وہ سب کہدیا جو میں چھپاتا تھا

واذا اجتلائی الوری کرب النوی — تبکی الاحبة والاعادی ترحم

وجب میں لوگوں کے سامنے، فراق کی تکلیف بیان کرتا ہوں — تو دوست روتے ہیں اور دشمنوں کو رحم آتا ہے

یا عاذل العشاق، دعنی باکیا — ان السکون علی المحب محرم،

او ملامت گر! تو مجھے رونے دے — چپ رہنا، عاشق پر حرام ہے

من بات مثلی فهو یدری خلیلتی — طول اللیالی کیف بات متیم

جو شخص میری طرح رات گذارے وہ البتہ سمجھ سکتا ہے — کہ عاشقوں کی رات کس طرح گذرتی ہے

اعجاز خسروی میں، عربی زبان میں خطوط لکھے ہیں، جن سے اُن کی عربیت کا اندازہ ہوسکتا ہے، اگرچہ ان میں قافیہ بندی اور لغو تکلفات ہیں، لیکن یہ اُس زمانہ کا عام انداز تھا، تھا ان پر الزام نہیں آسکتا،

وان انا الا من غزیة، ان غوت — غویت وان ترشد غزیة ارشد،

میں بہرحال قبیلہ غزیۃ کا آدمی ہوں، غزیۃ گمراہ ہے تو میں بھی گمراہ ہوں، اور وہ ٹھیک رستہ پر ہے تو میں بھی ٹھیک

صنائع وبدائع امیر صاحب نے صنائع اور بدائع میں جو زور آزمائیاں صرف کیں، اگرچہ کوہ کندن اور کاہ برآوردن ہیں، لیکن اس لحاظ سے کہ انکو محنت بالکل [illegible]

[illegible] نہ ہوسکتی ہے، اُن کا استحقاق [illegible] زمانہ [illegible] ہے،

[illegible] بہت سی تصنیف [illegible] میں جو عربی [illegible]

[illegible] ہے [illegible] زبان کی [illegible] اس کی [illegible]

[illegible]

نقطہ دار ہو، امیر صاحب نے اس قسم کی صنائع میں صفحے کے صفحے لکھے ہیں، بعض فارسی میں تعین ہیں لیکن ایک آدھ سطر سے زیادہ کوئی شخص لکھ نہ سکا، امیر صاحب نے ورق کے ورق لکھے، بعض صنائع میں انہوں نے تصرفات کیے، اور بعض بالکل خاص ان کے ایجاد ہیں، چنانچہ ہم انہی کو مختصر طور پر لکھتے ہیں،

دو رُو، یعنے ایسی عبارت لکھنی کہ نقطوں کے ردوبدل سے دو مختلف زبانوں میں پڑھی جاسکے اور بامعنی ہو، امیر صاحب نے اس صنعت میں کئی صفحے لکھے ہیں، لیکن کاتبوں کی غلط نویسی سے ان کا صحیح پڑھنا ناممکن ہے، اس لیے صرف ایک آدھ سطر پر اکتفا کرتا ہوں،

رسیدی، بدیدی مرا، دی بہ خانے　　زمانے بباشی، بہ یاری لب تائی

اس شعر کو اگر فارسی میں پڑھیں تو اس کا لفظی ترجمہ یہ ہے،

کل تو آیا اور تو نے مجکو ایک مکان میں دیکھا، ایک ذرا ٹھہر جا تو دوستی کرنے کے قابل ہے، لیکن اگر اسی کو عربی میں پڑھیں تو یوں پڑھ سکتے ہیں،

رشیدی، نذیدی، مرادی، نجاتی　　زمانی بیاس بتاری سنائی

تو میرا ہدایت یافتہ ہے، بے نظیر ہے، میری مراد ہے، میری نجات ہے، مجکو اس بات نے ناامید کیا کہ میری عورتیں باہم لڑتی ہیں،

قلب اللسانین، بہت اشعار لکھے ہیں کہ فارسی میں ہیں، لیکن اگر ان کو الٹ کر پڑھیں تو عربی عبارت بن جائے، مثلاً

بسی با کامرانی درجہاں باش،

باش بہ کار شادمانی،

با یار ما کہ کار سے کنیم ہم،

دوست ما یار منی بہ یاری ما آئی،

بکن داد وبکشور کامراں باش،

ان تمام مصرعوں کو الٹ کر پڑہیں تو عربی عبارت بن جاتی ہے،

وصل الحرفین، یہ وہ صنعت ہے کہ جس قدر الفاظ عبارت میں آئیں، ان میں کہیں کوئی حرف الگ نہ آسکے، بلکہ دو دو، یا تین تین حرف کا لفظ ہو، مثلاً

چاکر خاصہ، حاجی شرقانی، سر خدمت، برپایت می مالد، ومی گوید، کہ بدین جانب خاطر ما با وحشت قرین می باشد باید کہ گہ گہ جانب ما، نامہ فرماید، تا ہر خوشی کہ بر ماست فرخی کامل یابد،

یہ اس صنعت کا نقیض ہے، جس کا ہر لفظ الگ الگ حرفوں میں لکھا جاتا ہے مثلاً

در، دور، وداد، آورد، وروداد، داری دراری دوار، ذات،

داور دوراں را، الخ،

امیر صاحب نے اس صنعت پر کئی صفحے کی عبارت لکھی ہے،

اربعۃ الاحرف، اس صنعت پر میر صاحب کو بہت ناز ہے، کئی کئی سطروں کی بامعنی عبارت لکھی ہے، اور یہ التزام کیا ہے کہ صرف چار حرف یعنی الف، ہ واؤ، ے کے سوا، اور کوئی حرف نہ آنے پائے، یعنی تمام الفاظ، صرف انہی حرفوں سے بنے ہیں، لیکن جو عبارت لکھی ہے، وہ بالکل سہل معلوم ہوتی ہے، اور اس کا پڑہنا سخت مشکل ہے،

معجزۃ الالسنۃ والشفا، اس صنعت پر اور بہی ان کو ناز ہے اس میں ایسے الفاظ جمع کئے ہیں کہ سطروں کی سطر پڑہتے جاؤ، لیکن کہیں ہونٹوں کو جنبش نہیں ہوگی، صرف حلق سے تمام الفاظ نکلیں گے،

ترجمۃ اللفظ، یہ صنعت بہی خاص ان کی ایجاد ہے، اس میں یہ التزام ہے کہ جو لفظ آتا ہے، اس کے بعد کا لفظ، دوسری زبان کے لحاظ سے

پہلے لفظ کا ترجمہ ہو جاتا ہے، مثلاً

سودای ترنج تو کشت مارا،

یہ فارسی کا مصرع ہے، لیکن کشت کا اگر اردو میں ترجمہ کریں تو "مارا" ہوگا، اس لیے مصرع کا اخیر لفظ پہلے لفظ کا ترجمہ بھی ہے، امیر صاحب نے اس صنعت میں پورے صفحہ بھر کی عبارت لکھی ہے،

محتمل المعانی، ایک شعر میں ایک لفظ لائے ہیں کہ اس کے سات معنی ہیں، اور ہر معنی وہاں مراد لیے جا سکتے ہیں،

موقوف الآخر، ایک رباعی لکھی، جس کا ہر قافیہ، دوسرے مصرع کی آغاز کا محتاج رہتا ہے۔ مثلاً

در حسن ترا، کسے نماند اثا ‌ ‌ ‌ ‌ خورشید کہ بر سپہر بہ دل آید تا

خدمت کند، و پائے تو بوسد، اما ‌ ‌ ‌ ‌ بیتی تو بسوی او، چو پا بوسد تا

انہی صنعتوں اور بیجا کاوشوں میں کئی جلدیں لکھ ڈالی ہیں، اگر کسی صاحب کو امیر صاحب سے زیادہ مغز کاوی مقصود ہو تو اعجاز خسروی موجود ہے، ملاحظہ فرمائیں +

قرآن شریف منحنی مطبوعہ بمبئی - ایک ورق میں ایک پارہ ختم کیا ہے - چھپائی صاف - کاغذ سفید اور موٹا - بلا جلد ۱۲؍

قرآن شریف دو ورق میں کامل - یہ تلاوت کے مطلب کا نہیں - چاندی کے ڈھولنے میں منڈھوا کر بطور تعویذ گلے میں ڈال لیجیے - آفات ارضی و سماوی سے محفوظ رہیگا - قیمت ۸؍

قرآن شریف معہ ترجمہ

قرآن شریف شاہ عبدالقادر صاحب کے بامحاورہ اردو ترجمہ والا - کاغذ ولایتی صحیح و خوشخط - حاشیہ پر فوائد لکھے گئے ہیں - بلا جلد عہ مجلد چرمی نقرہ کا ۲ ؍

قرآن شریف مولانا رفیع الدین کے لفظی اردو ترجمے والا کاغذ ولایتی - بلا جلد عگر مجلد چرمی نقرہ کا ۳؍

قرآن شریف جس میں دو ترجمے ہیں ایک مولانا رفیع الدین صاحب کا اردو دوسرا شاہ ولی اللہ صاحب کا (فارسی) کاغذ گلابی تقطیع بڑی قلمی بلا جلد ۶ مجلد چرمی ۸ ؍

حمائل

حمائل معہ عکسی نمبر ا مطبوعہ لندن جسکی صحت پر ۱۲ حافظوں کی مہریں ہیں - قیمت ۲ ؍

حمائل معہ محررہ منشی ممتاز علی صاحب مہاجر مکی - نہایت صحیح - نہایت خوشخط - کاغذ عمدہ - صاف - چکنا - بلا جلد - عہ - مجلد چرمی نقرہ کا ۲ ؍

حمائل معہ ترجمہ ڈپٹی نذیر احمد بلا جلد عگر - مجلد چرمی نقرہ کا ۴ ؍

ذخیرہ تصوف

اخبار الاخیار اردو مولانا شیخ عبدالحق محدث دہلوی رح کی نہایت مستند و معروف کتاب کا ترجمہ قیمت عہ/

النسیم العاطر ترجمہ غبطۃ الناظر در حالات حضرت غوث الاعظم مولانا عبدالقادر جیلانی رح پیر دستگیر۔ قیمت ۸/

اداب المریدین عربی زبان میں یہ کتاب حضرت شیخ نجیب الدین عبدالقاہر سہروردی نے تصنیف کی تھی اس میں ہر طرح کے اداب میں عقائد و اخلاق کا تذکرہ ہے۔ ہر مسلمان کو چاہئے کہ وہ یہ کتاب خود بھی پڑھے اور اپنے بچوں کو بھی پڑھائے۔ اردو ترجمہ ہو گیا ہے قیمت ۸/

اصول السماع عربی معہ ترجمہ اردو تصنیف لطیف عالم متبحر حضرت مولانا فخرالدین صاحب خلیفہ حضرت سلطان الاولیا محبوب الٰہی رح۔ مسئلہ سماع کی تحقیق میں اس سے بڑھکر اور کوئی کتاب نہیں ہے۔ قیمت ۴/

تحفہ سبحانی اردو ملفوظات مبارک حضرت غوث پاک رح۔ یہ آپ کے ان تمام وعظوں اور نصیحتوں اور ارشادات کا مجموعہ ہے جن کے سننے سے ہزارہا گنہگار تائب اور کفار مسلمان ہوتے تھے۔ قیمت عہ/

فوائد الفواد اردو مصنفہ مرشیہ حضرت امیر حسن علاء سنجری رح۔ یہ حضرت محبوب الٰہی رح کے ملفوظات کا مجموعہ ہے قیمت عہ

متفرق

راحت زمانی مولوی سید احمد صاحب مولف فرہنگ آصفیہ کی بیش بہا تصنیف جو علاوہ دلچسپ ہونے کے ایک نہایت سودمند کتاب ہے۔ بنگالی زبان نے قلعہ معلے کے

تالیفات نواب معظم صمد الدین حسین خاں صاحب نصراللہ سجادہ نشین بہوہ

قال الرسول } جس میں ہمدردی کی تاکید علم کی فضیلت نفاق کی برائی طلب معیشت، تعلیم معاشرت، فضائل سخاوت وغیرہ کے بارے میں منتخب حدیثیں جمع کی گئی ہیں۔ قیمت ۳ر مع محصول۔

علاج معصیت } نہایت دلچسپ بہت معنی اور مفید کتاب ہے ایمان فراموشی الحاد۔ ایذا رسانی۔ امانیت۔ اغوا۔ افترا۔ انتقام۔ اوہام پرستی۔ آوارگی۔ بت پرستی۔ باطل پرستی، بدعت، بدمعاشی، بدنیتی، بدگوئی، بدزبانی بدمزاجی۔ بدگمانی۔ بدعہدی۔ بدظنی۔ بداعتقادی۔ بدخواہی۔ بدباطنی۔ بدپرہیزی۔ بدمعاشی اتنے دین و دنیا کے کھونیوالے مرضوں سے بچنا چاہتے ہیں تو اسے منگا ئیے۔ قیمت ۱۰ر آنے مع محصولڈاک

اسلام کی حمایت } اس میں پیشوایان قوم کو ان کے فرائض بتاتے ہیں چار گروہوں سے خطاب ہے (اول) واعظوں سے (دوم) جاہل پیرزادوں سے (سوم) نقلی صوفیوں اور درویشوں سے۔ (چہارم) امراؤ اغنیاء سے کہ انہیں کے ہاتھ سارے مسلمانوں کی باگ ہے۔ قیمت صرف ۲ر مع محصول ڈاک

اسلام کی حسنات } مضمون کے نام سے ظاہر ہے۔ قیمت ۲ر آنے مع محصول ڈاک۔

اسلام کا اتالیق } ناجائز رسم و رواج کی مذمت میں ہے قیمت ۱ر آنے مع محصول ڈاک

مینیجر

رسالہ نظام المشائخ و درویش پریس الحسینی دہلی سے طلب کیجئے

کتب تصوف کا عظیم الشان سلسلہ

ایک ہزار سے زاید صفحہ کی کتابیں مفت

اخبار کشمیری کی تحریروں اور اس کے راہ راست مضامین نے اخبار دنیا میں ایک دھوم مچا دی ہے اب اس کے کارکنوں نے ایک عظیم الشان رعایت کا اعلان کر کے اردو اخبارات میں ایک عظیم انقلاب پیدا کر دیا ہے چھبیس مشاہیر اسلام وصوفیائے کرام کی سوانح عمریاں قابل اور اعلیٰ درجہ کے مصنفین سے تیار کرائی گئی ہیں جنکی مجموعی قیمت للعہ اور حجم ایک ہزار سے زاید صفحہ ہے - یہ سب کتابیں جو مضامین اور کاغذ کے لحاظ سے بھی اعلیٰ درجہ کی ہیں - آج کی تاریخ سے ایک ماہ تک اخبار کشمیری کی سالانہ قیمت ؎ ادا کرنیوالوں کو بالکل مفت بطور انعام نذر ہونگی - کتابوں کا محصول ۲ ر ہے اس لئے وی پی ؎ کا ارسال ہوگا کتابوں کی تفصیل حسب ذیل ہے - سوانح عمری منصور بن حلاج - خواجہ حافظ شیرازی - خواجہ شاہ سلیمان تونسوی حضرت امیر خسرو حضرت غوث الاعظم جیلانی - حضرت سلمان فارسی حضرت مجدد الف ثانی سرہندی - حضرت شیخ سنوسی - حضرت امام بخاری شمس العلما مولانا آزاد مرحوم مولوی نذیر احمد مرحوم - سید امیر علی - سلطان عبدالعزیز غازی - بابا فرید شکر گنج - خواجہ نظام الدین اولیا - شیخ بو علی قلندر - حضرت سرمد شہید حضرت عبداللہ بن عمر حضرت خواجہ حسن حضرت شیخ بہاؤالدین زکریا - حضرت عمر خیام - حضرت شیخ محی الدین اکبر - نواب محسن الملک - سر سید احمد خاں حضرت شہباز - حضرت شبلی رحمۃ اللہ

کشمیری ایک مستند ہفتہ وار اسلامی اخبار ہے جسپر نظام المشائخ - وکیل - توحید - مسلم گزٹ - زمیندار وغیرہ قابلانہ ریویو لکھ چکے ہیں - یہ رعایت صرف ایک ماہ تک ہے -

المشتہر مینجر اخبار کشمیری سلطان محل لاہور -

انسٹیٹیوٹ گزٹ علیگڈھ

غالباً آپ کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ علیگڈہ انسٹیٹیوٹ گزٹ مدرسۃ العلوم علیگڈہ اور آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا ارگن ہونے کی وجہ سے معزز ترین ہندوستانی اصحاب کے ہاتھوں میں پہونچنے کی عزت رکھتا ہے۔ اس کے پرچوں کی ایک معتدبہ تعداد ہر ہفتہ ہندوستان کے مختلف صوبوں اور بیرون ملک مقامات کو جاتی ہے۔ یہ اخبار اپنی لیاقت اور اشاعت کی روز افزوں ترقی کے ساتھ مشتہرین میں بھی برابر زیادہ ہردل عزیزی حاصل کرتا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمارے معاونین اپنی مسلمہ روشن خیالی کی وجہ سے ملک کی تجارت کو بھی ہر ممکن ذریعہ سے ترقی دینا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ پس اگر آپ بھی اپنا اشتہار ہمارے اخبار میں درج کرائیں تو یقین ہے کہ آپ کو معقول نفع ہوگا۔ قابل اعتراض اور غیر مہذب اشتہارات اس اخبار میں مطلق درج نہیں ہوتے۔ **المشتہر منیجر انسٹیٹیوٹ گزٹ علیگڈھ**

اخبار افغان پشاور

مسلمانوں کے جائز حقوق کی حفاظت کرنے۔ انکو سرکار انگریزی کے احسانات جتانے ان کی شکایات و معروضات حکام کے کانوں تک پہنچانے ان میں علمی اخلاقی مذہبی اور روحانی مذاق پیدا کرنے اور دیدہ دہن آریہ ہندو پریس کے مذہبی و قومی حملوں کا دندان شکن و مسکت جواب دینے والا صوبہ سرحد میں پشتو زبان کا واحد ہفتہ وار اسلامی اخبار ہے اسکے خریداروں میں نہ صرف صوبہ سرحد علاقہ غیر اور افغانستان کے معزز اور ممتاز اشخاص شامل ہیں۔ بلکہ بخارا۔ امریکہ۔ افریقہ۔ چین۔ جاپان۔ مدینہ۔ مکہ۔ روس۔ نیپال لندن اور مصر میں بھی اکثر پرچے جاتے ہیں۔ نیز بہت سے مقامی معزز یورپین عہدہ داروں کے علاوہ گورنمنٹ روس اس کے کئی پرچے خاص طور پر خریدتی ہے۔ قیمت سالانہ صرف للعہ روپیہ معہ محصولڈاک

المشتہر منیجر افغان پشاور۔

یہ کیا ؟ اس کا نصف صفحہ کیوں خالی ہے ؟

سمجھئے دیکھئے اس میں کیا ہے ۔

سبب ہم صرف یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ بچوں سے ضعیف تک کے لئے ڈاکٹر ایس کے برمن کی ایجاد کی ہوئی چالیس سخت امراض کی ان ادویات کی پوری فہرست اپنے پاس کیوں نہیں رکھتے ۔

اس کے رکھنے سے سوائے نفع کے نقصان نہیں ہو سکتا ۔

کیا ایک فہرست آپ کی خدمت میں روانہ کر سکتا ہوں ۔

ادویات ہر موضع ہر قصبہ و ہر شہر میں ملسکتی ہیں ۔

ڈاکٹر ایس کے برمن نمبر ۵ و ۶ تارا چند دت اسٹریٹ

کلکتہ

محمد علی کتب فروش ملازم نظام المطابع تاجر کتب متصل حوض راہ نیجانی چوک دہلی

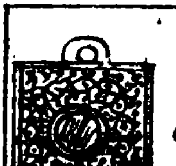
الہامات خواجہ اردو	۸ ر	حکایات الصالحین	۴ ر	دیوان غالب اردو	۴ ر
عوارف المعارف اردو دو جلد	۱۱ ر	قصص الکاملین	۴ ر	دیوان ذوق اردو	۴ ر
کشف المحجوب اردو	۱۲ ر	مجمع الولایات	۶ ر	دیوان مومن اردو	۸ ر
تذکرۃ الاولیاء از ... کانپوری	۱۲ ر	**کتب دواوین**		مجموعہ قوالی چار حصہ	۴ ر
صحیفۃ الاولیاء اردو	۲ ر	دیوان حضرت شمس مغربی فارسی	۳ ر	دیوان مخفی یعنی زیب النساء	۴ ر
فوائد الفوائد اردو	۲ ر	دیوان منصور حلاج فارسی	۸ ر	**کتب اعمال**	
افضل الفوائد اردو	۳ ر	کلیات جامی فارسی	۱۲ ر	اعمال یوسفی	۳ ر
اسرار الاولیاء اردو	۶ ر	کلیات سعدی فارسی	۱۲ ر	اعجاز یوسفی	۸ ر
کلیات طیبات فارسی	۱۲ ر	دیوان احمد جام	۶ ر	اعمال مجربہ سورہ یٰسین شریف	۴ ر
معرفت السلوک فارسی	۴ ر	رباعیات عمر خیام	۴ ر	اعمال مجربہ سورہ مزمل شریف	۴ ر
شواہد نظامی سوانح عمری		دیوان شمس تبریز	۴ ر	اعمال مجربہ سورہ اخلاص شریف	۲ ر
کلام حضرت محبوب الٰہی رح	۵	دیوان عراقی	۱۰ ر	اعمال مجربہ آیۂ کریمہ شریف	۲ ر
خلاصہ تاریخ مشائخ چشتیہ	۴ ر	کلیات امیر خسرو رح	عہ	مفتاح الرزق	۱ ر
سوانح عمری بو علی شاہ قلندر	۶	دیوان خواجہ معین الدین چشتی		مفلسی کا علاج	۱ ر
راہبر سالک ... رسالوں کا مجموعہ	۸ ر	دیوان غوث الاعظم رح	۳	حرز سلیمانی	۶ ر
سوانح عمری حضرت بندہ نواز گیسو دراز	۸ ر	دیوان خواجہ قطب الدین رح		لوح سلیمانی کامل	۸ ر
مقامات امام ربانی مجدد الف ثانی	۱۰ ر	دیوان نیاز	۲ ر	رسالہ حل المشکلات	۲ ر
شرح السالکین امام غزالی	۸ ر	دیوان حافظ جلی قلم	عہ ر	دیوان مصطفٰے ...	۲ ر
سراج الفقراء	۴ ر	دیوان ظہیر فاریابی	۱۰ ر	نیز ہر قسم کی کتابیں موجود ہیں	

ضلع مراد آباد میں مردہ زندہ ہوگیا میں سالہا سال سے ضعف باہ وغیرہ امراض میں مبتلا تھا جو کہ زندہ ہلیکن باطن میں مردہ تھا بیسیوں ڈاکٹروں نے علاج کرائے فائدہ ندارد۔ جو حکیم دست محمد خان کی اکسیر باہ اور تامر دیکھ زندہ کرنیکی مشین منگاکر استعمال کی حلفاً و ایماناً تحریر کرتا ہوں کہ تین یوم کے استعمال سے میرے تمام امراض نامردی سستی وجریان منی۔ ضعف اعضا وغیرہ بالکل کافور ہو گئے ہیں جو لوگ مندرجہ بالا امراض میں میری طرح مبتلا ہیں اور کسی دوا سے اُن کو فائدہ نہ ہوا ہو حکیم صاحب سے مندرجہ ذیل پتہ سے اکسیر باہ طلب فرما کے استعمال کریں اور اگر کسی پر بعد استعمال کے فائدہ نہ ہو تو حکیم صاحب مبلغ ایک سو روپیہ ہرجانہ دیتے ہیں۔ دوا اکسیر باہ ایک بکس ہے جسمیں چالیس گولیاں اور ایک شیشی طلاء اکسیر باہ سستی نامردی جریان کمی۔ ضعف۔ دل و دماغ اور مثانہ کی شرطیہ دوائی ہے۔ ضرور بالضرور فائدہ مند ہے۔ مندرجہ ذیل پتہ سے طلب کریں اکسیر باہ مبلغ صہ مگر صرف تھوڑے دنوں تک کیلئے بجائے صہ رعایتی عہ ماسوائے سالگرات ہم جماعت بلیغ کو آرام ہوا ہے اکسیر مرگی کی شرطیہ حکمیہ مفید دوا قیمت صہ اکسیر سوزاک و قرحہ عہ اکسیر دمہ کھانسی و ضیق النفس کی مجرب دوا قیمت عہ اکسیر النساء مورت کی کل امراض کثرت حیض قلت حیض درد ولدی رطوبات رحم و کمزوری کی مجرب دوا قیمت عہ اکسیر چشم و بند لگر ضعف بصر پڑبال پھولا۔ موتیا بند کا مجرب سرمہ قیمت فی تولہ عہ اکسیر امساک امساک کی مجرب۔ خوش ذائقہ لطف قابل قدر لاثانی گولیاں ہنرمندی سے تیار۔ قیمت فی درجن ایک روپیہ بارہ آنہ المشتہر حکیم دست محمد خان لنڈا ڈاکخانہ ڈاکٹر ضلع شاہ پور

تجار ادران اسلام کو مژدہ ہم نے نہایت ہی کوشش اور جانفشانی سے آپکے لئے نہایت ہی عمدہ خوشرنگ اور خوبصورت جانماز تیار کروائے ہیں آپ دیکھتے ہی ضرور ہماری محنت کی داد دینگے اور امید واثق ہے کہ آپ ضرور ہمارے کام کی قدر دانی فرمائینگے۔ ہر فرد بشر کے لئے کم از کم ایک جانماز کا رکھنا نہایت ضروری اور لازمی ہے قیمت فی عدد درجہ اول عہ درجہ دوم عہ دری برائے پلنگ نہایت ہی نفیس ۴/۱ x ۲/۱ گز فی عدد ستے لنگی ریشمی ہر رنگ نہایت ہی خوبصورت طول ۳ گز د ۲ گز فی عدد عہ کلاہ برائی فی عدد عہ پلنگ پوش تولیا نما نہایت عمدہ فی عدد عہ تولیا ہر ناپ فی درجن للعہ سے عہ تک مل بڑھیا سوتی چارخانہ عہ درجن جراب جوڑہ عہ درجن

ملنے کا پتہ۔ ڈی منڈل اینڈ سنز جنرل سپلائرز لودھیانہ پنجاب

عکسی تعویذی قرآن مجید



یہ کلام مجید حرف بحرف پورا پانچ چوڑا پانچ لمبا گویا سمندر کوزے میں بند ہے۔ واقعی معجزہ ہے وزن صرف ۲ ماشہ بو لطف یہ کہ ایسی باریکی میں بھی ہر حرف ورقوں میں آب اور ہر سطر سلک مروارید ہے۔ ایک نہایت ہی نفیس منقش گلٹی لاکٹ میں جلد بطور تعویذ محفوظ ہے جسمیں تلاوت کے لیے خوردبین شیشہ لگا ہوا ہے آپ اس ام التعویذات کو خواہ بچوں کے گلوں میں بطور حرز جان پہنائے پگڑی میں بطور لاکٹ لٹکائیے اپنے بنک نکل دوستوں کو تحفہ دیجئے مستورات کیلئے عمدہ اور متبرک زیور ہے۔ ہو فی عدد مع لاکٹ شیشہ خوردبین ہے فی درجن ملنے کا پتہ ڈی منڈل اینڈ سنز۔ جنرل سپلائرز۔ لودھیانہ پنجاب

چوب چینی و عشبہ کے الیاسین مجربہ فوائد

جن کی تصدیق حکیموں ڈاکٹروں نے اپنے مجربہ فوائد آزمانے سے کی ہے

فائدہ ۱ جس کی تصدیق ایک سو دس مریضوں نے آپ استعمال کر کے کی ہے اور سرٹیفکیٹ دئیے ہیں وہ بیان کرتے ہیں جب کبھی آتشک یا سوزاک ہو چکا ہوا اور کچھ عرصہ بعد جلد پر سیاہی آ جائے جیسے اور جسم پر جا بجا سیاہ داغ پڑ جائیں۔ یا پھوڑوں اور پھنسیوں میں درد ہو تو اس مرکب کے استعمال کرنے سے تمام زخم دور ہو جاتے تھے۔

فائدہ ۲ جس کی تصدیق پینتالیس مختلف مریضوں اور مختلف عمر کے لوگوں نے کی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں خرابی معدہ۔ خرابی جگر۔ بھوک بند ہو جانے سے دن بدن لاغر ہوتے جاتے تھے چہرے پر بے رونقی اور زردی پیدا ہو گیا تھا۔ ہاتھ پاؤں جلتے تھے۔ معدہ میں درد کبھی دست کبھی قبض ہو جاتی تھی وہ سب اس مرکب کے استعمال سے دور ہو گئے۔

فائدہ ۳ جس کی تصدیق دو سو مریض ظاہر کرتے ہیں۔ خون گندہ ہونے سے چہرے پر چھائیاں اور جسم پر دانے۔ پھوڑے پھنسیاں کثرت سے مختلف جگہ پیدا ہو کر ان سے لیسدار پانی بہ کر جہاں جہاں پانی لگتا تھا زخم ہو جاتے تھے۔

فائدہ ۴ جس کی تصدیق چھتالیس آدمی کرتے ہیں۔ اُن کی رانوں کا چمڑا سیاہ اور موٹا ہو گیا تھا۔ اور پسینہ آنے سے سخت خارش ہوتی تھی۔ ہر وقت ہاتھ چڈوں میں رہتا تھا اور ان سے سخت بو آتی تھی۔

فائدہ ۵ جس کی تصدیق گیارہ مریض کرتے ہیں۔ خنازیر مختلف حصہ جسم میں بغل اور بازو میں دن بدن گلٹیاں بڑھتی جاتی تھیں اس کے استعمال سے بڑی گلٹیاں بیٹھ گئیں۔ اور آگے پیدا ہونی بند ہو گئیں اور مرض جاتا رہا۔

فائدہ ۶ جس کی تصدیق تین سو مریض کرتے ہیں۔ عرصے سے ناسور اور بھگندر ہے۔ تیل سی پیپ جاری رہتی تھی اور سخت تکلیف کا سامنا ہوتا تھا۔ اس مرکب کے چند روزہ استعمال سے ناسور سوکھ گیا اور زخم بھر گئے۔

فائدہ ۷ جس کی تصدیق کتنالیس بیمار کرتے ہیں۔ انگوٹھے سے اٹھ کر درد تمام بدن اور پنڈلیوں میں پہنچا کرتا تھا جس سے ٹانگ دن بدن سوکھتی جاتی تھی۔ اس کی ایک شیشی کے استعمال سے ریگن طاؤ اور درد جاتا رہا۔

فائدہ ۸ جس کی تصدیق چار سو عورتیں اسے استعمال کرنے کے بعد کرتی ہیں کہ اُن کے تلوں میں درد اور رحم سے بدبودار پانی جاری رہتا تھا۔ اور ایام حیض میں کمر و سر میں سخت درد ہوا کرتی تھی۔ اس مرکب کے استعمال سے ایام ماہواری باقاعدہ ہو گئے۔ رحم کا پانی بند اور چہرہ سرخ ہو گیا۔

الغرض یہ مرکب عشبہ و چوب چینی سب سے عمدہ و بہتر اور سب سے مصفی خون ہے۔ جہاں بہت سے عشبے ناکارہ اور نقصان رساں ثابت ہوئے ہیں (کیونکہ وہ بلحاظ اس ملک کی آب و ہوا کے شراب وغیرہ میں بنائے جاتے ہیں جس سے خون زیادہ غلیظ اور تیز ہوتا ہے) اس مرکب نے سریع العمل فائدے دکھلائے۔ یہ جوہر اعضاء رئیسہ اندرونی پر بہت اچھا اثر ڈالتا ہے جس سے تمام چمڑے کی بیماریاں دور ہو جاتی ہیں۔

ثبوت کے لئے اس جوہر کے استعمال سے پہلے اپنے بدن کو وزن کرو ڈیوڑھا ہو جائے دیکھا۔ صد ہی ہے یہ مرکب ملک کے ہر ایک حصہ میں تجربہ کیا گیا ہے۔

قیمت شیشی کلاں جو ایک ماہ کے لئے کافی ہے تین روپے (سے) شیشی خورد ڈیڑھ روپیہ۔ عہ

علاوہ ازیں اس شفاخانہ میں ہر مرض کی مجرب دوائیں موجود ہیں (۱) شربت مقوی اعصاب دافع نامردی اللعہ (۲) طلاء نامردی اللعہ (۳) دوائی سوزاک نیراصر۔ دلمرج سے (۴) حب دافع آتشک چار روپے (۵) حب دافع بواسیر (۶) حب دافع جریان و احتلام (۷) سرمہ میرا کراماتی فیتولیہ دور کے (۸) منجن دستیکم دندان (۹) سر کا خوشبودار تیل وغیرہ وغیرہ۔ اگر آپ کسی مرض سے تنگ ہیں تو ہم سے فارم تشخیص امراض آدھ آنہ کا ٹکٹ بھیج کر منگا لیں جن سے معلوم ہو جائے گا کہ مرض قابل علاج ہے یا نہیں اور یہ کہ کب تک صحت ہو گی۔

پتہ۔ شہنشاہی سند یافتہ حکیم ڈاکٹر حاجی غلام نبی بدقا الحکما ر۔ لاہور موچی دروازہ

مردو زنده کرنیکی حیرت انگیز ایجاد مشین [illegible]
مبارک ہو ہندوستان والو کہ ایک ہندوستانی نے [illegible]

ایک سنتی ارزاں مرده زنده کرنیکی مشین ایجاد کر کے پبلک پر بھاری احسان کیا ہے۔

کہیں موسا بہاری نامردی کی جریان احتلام رقت منی کمی آلہ تناسل ضعف دل ضعف دماغ ضعف جگر [illegible]

ضعف بیس سرعت انزال دل دھڑکن لاولدی زردی چہرہ وغیرہ وغیرہ کے باعث بالکل زندہ درگور ہیں موصوفہ [illegible]
مردو زنده کرنیکی مشین کے ایک ہفتہ کے استعمال سے بیری تمام مذکورہ بالا امراض دفع ہو گئیں بہائی [illegible]
مبتلا ہوں اور کسی دوائی سے فائدہ نہ ہوتا ہو۔ تو فوراً مندرجہ ذیل پتہ سے (اکسیر مردو زنده کرنیکی مشین) منگا کر استعمال کریں
اگر کسی طبیب کو فائدہ نہ ہو تو قیمت واپس کر دیجائیگی اکسیر مذکورہ بالا و مسک اسات کی شرطیہ لاثانی دوائی [illegible]
ضرور منگوا کر استعمال کریں اور یہ ہر ایک عمر و ہر موسم بیمار و ہر ملک کیلئے یکساں مفید ہے (اکسیر مردو زنده کرنیکی مشین)
مشتمل بکس چھ شیشی چالیس گولیاں ایک شیشی طلاکی ہر قیمت فی بکس [illegible] ناظرین [illegible] الغاجی [illegible] کیلئے [illegible]

نوٹ مشین [illegible] نیم حکیموں فرضی لقب کہانے والوں نے اس ایجاد کی ترقی روکنے کیلئے اور پبلک کو [illegible] کرنے [illegible]
پبلک کو قیمت کالالچ دیکر دھوکہ میں ڈالکر لوٹ رہے ہیں ایسے نقالوں سے بچو بچو اور ہمیشہ اس پتہ سے منگوا کر استعمال کریں۔

دھوپ سے خضاب [illegible] ایک بکس ۶ ماہ کیلئے کافی ہے۔ اور بالوں کو قدرتی سیاہ اور چمکیلا بناتا ہے۔ اور بالوں کو روکتا ہے۔ ضرور استعمال کریں
کیونکہ آپکا بیمار رونگی طرح پٹی باندھ کر چلے رہنا چھوٹ جاویگا۔ قیمت فی بکس [illegible] ہمیشہ اس پتہ سے منگوا کر
استعمال کریں۔ [illegible] کمپنی مقام ٹانڈہ ارمڑ ضلع ہوشیارپور پنجاب کے تار کا پتہ [illegible] ٹانڈہ [illegible]

سودیشی سٹورس علیگڈہ

جس چیز کی ضرورت ہو بے تکلف تحریر فرمائیے
کم سے کم قیمت میں فوراً ویلیو روانہ ہوگا

اردو کے سعلی کی عارضی التوائے اشاعت کا زمانہ بیکار نہیں گیا بلکہ ایک نہایت مفید اور عملی تحریک کے کامیاب بنانے میں صرف ہوا جس کا نتیجہ سودیشی اسٹورس کی صورت میں نمودار ہوا ہے۔ ہمنے کوشش کر کے اس بات کو ثابت کر دیا ہے کہ ہماری ضرورت کی تقریباً کل چیزیں دیسی دستیاب ہو سکتی ہیں جو [illegible] مضبوطی میں ولایتی اشیا سے بہتر اور قیمت میں ان سے کم یا ان کے برابر ہیں مثلاً

۱۔ململ عرض ۳۰ انچ قسم اول فی تھان [illegible] قسم دوم [illegible]
۲۔ [illegible] فی تھان [illegible] فی تھان [illegible] گز [illegible]
۳۔ لٹھا قسم اول فی تھان [illegible] قسم دوم فی تھان [illegible]
۴۔ گردن [illegible] اور کوٹوں کے لیے متعدد اقسام کی فی تھان [illegible]
۵۔ ۔ ملاکین۔ کوراٹھا۔ پلنگ کی چادریں۔ استر دفتا کپڑا۔ تولئے۔ کامدانی۔ [illegible]۔ تہبند۔ لنگیاں دہوتیان۔ [illegible] موزے بنیان۔ تولئے۔ بٹن۔ [illegible]۔ صابن ہر قسم کا پنسل۔ قلم۔ ہولڈر۔ چاقو۔ [illegible]۔ ٹین۔ [illegible] [illegible]۔ سیلولائیڈ۔ [illegible] و [illegible] کی اور [illegible] مفصل حال [illegible] سے جوابی کارڈ بھیجکر دریافت کیجئے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اردو [illegible] اعلیٰ [illegible]۔ [illegible] تسلیم [illegible] کے اردوئے معلٰے کے مطالعہ سے جناب کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ ایڈیٹر [illegible] روپیہ کی ضمانت طلب کی گئی ہے [illegible] مطبع [illegible] رسالے کی نسبت تجویز یہ تھی کہ کسی دوسرے مطبع میں چھپکر برابر شائع ہوتا رہیگا [illegible] مطبع [illegible] علیگڈہ کے مالک نے از راہ کرم [illegible] کا [illegible] بھی [illegible] صاحب [illegible] پیش کیا لیکن [illegible] اخبار و [illegible] حکومت کی نظر [illegible] علیگڈہ [illegible] ضمانت طلب [illegible] رسالہ چھاپنے کی [illegible] دی [illegible] رسالہ چھپنے کا دوسرا انتظام ہو [illegible] وقت تک وہ انتظام مکمل نہ ہو خریداران اردوئے معلٰی کے [illegible] کے لیے تذکرۃ الشعراء مع انتخاب دواوین کتابی صورت میں برابر شائع ہوتا رہیگا چنانچہ پہلی کتاب کا پہلا حصہ جلد حاضر خدمت ہوگا۔ معاونین کی خدمت میں التجا ہے کہ بدستور جاری رکھیں اور قیمت [illegible] سے درخواست ہے کہ مندرجہ ذیل کتابوں میں سے چند کتابیں طلب فرما کر [illegible] کارکنان کی امداد و اعانت فرمائیں۔

دیوان غالب مع شرح [illegible]۔ [illegible]
[illegible] اس کتاب کی [illegible]
[illegible]

نیر اعظم کیا ہے؟

نیر اعظم ہندوستان کا سب سے پہلا مسلم اخبار ہے جو ولولہ انگیز اور خوش بیان اخبار

نیر اعظم ہی اس ملک کے اول درجہ کا اسلامی درد رکھنے والا اور مسلمانوں کا سچا قومی پرجوش پرچہ ہے

نیر اعظم ہی ہندوستان کا ایک وہ پرچہ ہے کہ تمام غیر اسلامی اخبارات کے اعتراضات کا ترکی بہ ترکی جواب دیتا ہے

نیر اعظم ہی میں قوم کا سچا درد اسلام اور اسکے بانی کی سچی تعلیم و اخلاق حسنہ کی تحریک کی خوشبو تطرّق ہے

نیر اعظم ہر شخص گورنمنٹ کا وفادار رعایا ملک ملت اسکا بالخصوصیت سچا جان نثار اور خوش تقریر وکیل ہے۔

نیر اعظم نمونہ کے طور پر ملاحظہ فرمانے کے بعد آپکا پرجوش اور قدر دان دل امید ہے کہ آپکو اسکی معاونت پر آمادہ کریگا

نیر اعظم ہی وہ پرچہ ہے جو علاوہ مضامین ہمیشہ تازہ لطف دیتا ہے اسکے پچھلے پرچے بھی تازہ دلچسپی پیدا کرتے ہیں

نیر اعظم کو آپ کی احباب اور اعزا کی وجہ سے قلمی و قدمے معاونت کی سخت ضرورت ہے۔ ۔ ۔

نیر اعظم ہی حمایت معاونت اور ترقی کی اشاعت میں مدد دینا گویا اپنے فرض ملکی کو ادا کرتا ہے۔ ۔

نیر اعظم دنیا کے ہر حصہ کی سیاسی۔ اخلاقی۔ تمدنی۔ اور صنعتی حالات و خبروں وغیرہ کا سچا اور دلکش مرقع ہے

نیر اعظم ہفتہ وار وقت کی پابندی کے ساتھ شایع ہوتا ہے۔ پیشگی سالانہ چندہ للعہ از بازی مشت نمونہ

نیر اعظم کیجئے منگوا لیجئے۔ اور توسیع اشاعت آپ پر فرض ہے جب کہ آپکے وہ ہمدرد۔ ملک کی شرکت کو وقف ہے

نیر اعظم کی اس سے زیادہ کیا بدقسمتی ہو سکتی ہے۔ جبکہ وجوہات بالا پر بھی آپ کا ملکی جوش موج زن ہو

نیر اعظم آپ آپکی علمی قدر دانی اور ملکی اخوت سے آپ کی مہربانی بھری ہوئی فرمایش کا امیدوار ہے۔

المشتہر منیجر نیر اعظم مراد آباد

مقدمہ مسجد مچھلی بازار کانپور

کے حالات مفصل مستند حالات اور عدالت کی کل کارروائی شایع کرنیکا اخبار آزاد کانپور نے انتظام کیا ہے اجلاس عدالت کی پوری کارروائی دوسرے روز صبح کو شایع کر دی جاتی ہے ان پرچوں کی عہ ماہوار قیمت مقرر کی گئی ہے۔ اشاعت ہر پرچہ برابر ڈاک سے ارسال ہوتے رہینگے منی آرڈر بنام منیجر آزاد کانپور آنے چاہئے۔

واقعہ کا ۳ اگست سے آخیر ماہ تک کے کل حالات بھی موجود ہیں۔ قیمت عہ

منیجر آزاد۔ کانپور

صرف پانچ روپیہ میں سال بھر میں تمام دنیا کا حال ہفتہ وار ملاحظہ فرمائیے

مساوات

ایک بے مثل ہفتہ وار اخبار

جس کی نسبت جملہ قومی اخبارات نے متفقہ طور پر نہایت عمدہ رائیں دی ہیں

اور جس میں

۱۔ قومی و سیاسی مسائل پر نہایت آزادی کے ساتھ بحث کی جاتی ہے۔

۲۔ اقتصادی و صنعتی و تجارتی معلومات مفیدہ کا ذخیرہ بہم پہنچایا جاتا ہے۔

۳۔ دلچسپی کی باتوں کا ایک خاص عنوان ہوتا ہے جسے پڑھ کر آپ لوٹ جائیے تو ہمارا ذمہ۔

۴۔ نہایت پر لطف و دلگداز غزلیں اور نظمیں شایع کی جاتی ہیں۔

۵۔ کونسلوں اور دار العلوم انگلستان کے سوالات و جوابات اور ملک کے اہل الرائے اصحاب اور ماہرین سیاست کی تقریریں درج کی جاتی ہیں۔

۶۔ دنیا کے ہر حصہ کی خبریں جدا جدا عنوان کے تحت میں مفصل چھاپی جاتی ہیں۔ ایسے اخبار میں تجارو کاروباری صاحبوں کے لئے اشتہار دینے کے نہایت عمدہ موقع ہے۔ باوجود اس قدر خوبیوں کے اخبار کی عام قیمت صرف للعہ اور رعایتی قیمت صرف تین روپیہ ہے بشرطیکہ سالانہ یا ششماہی قیمت پیشگی وصول ہو جائے یا وی پی ایبل بھیجکر قیمت وصول کر لینے کی اجازت دی جائے اخبار جاری نہیں ہو سکتا۔

اطلاع ضروری

مطبع مساوات الہ آباد میں ہر قسم کا کام نہایت عمدہ اور ارزاں چھپتا ہے۔ یہ مطبع ملک کی خدمت کے لئے جاری کیا گیا ہے ایکبار کوئی کام چھپوا کر آزمایش کیجیے اگر مطبع مساوات کے آپ گرویدہ نہ ہو جاویں تو ہمارا ذمہ

خط و کتابت بابت اشاعت اشتہار و خریداری اخبار و غیرہ منیجر مساوات الہ آباد سے کی جائے

ایک شاعر کا انجام

ایک بے مثل ادبی مرقع (نثر)

از خامہ مولوی نیاز محمد خانصاحب نیاز فتحپوری) جو باکیزگی خیال انداز ترکیب لطافت زبان جدت تخیل و حسن بیان کے لحاظ سے زبان اردو میں اپنا نظیر نہیں رکھتا اور بلحاظ محاسن ادب تُرکی لٹریچر کا باحسن وجوہ مقابلہ کر سکتا ہے۔۔ مساوات پریس میں زیر طبع ہے۔ شایقین فوراً اپنا نام درج رجسٹر ورنہ ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو جائیگا۔ اور طبع ثانی کا انتظار کرنا ہوگا۔ قیمت مع محصول ڈاک بارہ آنہ فی جلد ہے درخواست خریداری اس پتہ سے آئے۔

منیجر اخبار مساوات الہ آباد

اسرارِ حکمت و اسرار الاطبا

یعنی بارہ سو کے قریب سینوں کے مخفی رازوں اور نایاب مجربات کا ذخیرہ جو ہندوستان کے مشہور معروف اور چوٹی کے بارہ سو کے قریب حکماء اطباء اور ویدصاحبان کے خاندانوں میں سلسلہ بسلسلہ اور سینہ بسینہ چلے آتے تھے۔ اور جنکا اظہار کسی غیر شخص پر نہ کیا جاتا تھا۔ اسرارِ حکمت جلد اول اور اس کی جلد دوم موسومہ اسرار الاطبا میں درج ہو کر پبلک کے ہاتھوں پہنچ گئے۔ ان نسخہ جات کے صحیح اور سریع الاثر ہونیکا ثبوت اس سے بڑھکر اور کیا ہو سکتا ہے کہ اس وقت تک پانچسو سے زاید نسخہ جات کا تجربہ ہو کر انکی تصدیق ہندوستان کے مشہور و معروف علمی پرچہ حکمت لاہور میں ایک ہزار سے زاید اصحاب کی طرف سے درج ہو چکے تھے۔ اسرارِ حکمت کی پسندیدگی اور عام مقبولیت کا اندازہ اس امر سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ مشاہیر اطبا وید اور ڈاکٹروں کے علاوہ ملک کے سربرآوردہ اور معززین نے بھی اس سلسلہ کو خاص قدر کی نگاہوں سے دیکھا ہے کیا کسی ایک کتاب پر آجتک تین ہزار سے زیادہ مشہور اصحاب کی طرف سے ریویو آئیں اور تقریظیں لکھی گئی ہیں ہندوستان کے موقر اور معزز اخباروں اور رسالوں نے نہایت عمدہ ریویو کئے ہیں جب قدیم میں سب سے پہلا مفید کام اسے تسلیم کیا گیا ہے۔ فی الحقیقت اسرارِ حکمت نے طبِ قدیم کے سر سے بخل کا بھاری الزام دور کر کے ایسے مجربات شایع کئے جانیکا راستہ کھول دیا ہے۔ سنہ ۱۹۰۹ء سے اس کتاب کو شایع کئے جانیکی کوشش ہوتی رہی اس کے مولف جناب عمدۃ الحکما حکیم مولوی محمد عبد العزیز صاحب کامل ایل ایم ایس نے متواتر اپنے رسالہ حکمت میں توجہ دلا دلا کر اور خود سفر کی صعوبات اٹھا کر اکثر مشاہیر اطبا اور ویدصاحبان نے ملکہ انہیں قائل کر کے ایسے جواہر بیش بہا کو جمع کیا ہے جنکا حاصل ہونا کسی اور صورت سے ناممکن تھا اس کتاب میں آپ قریب قریب کُل کا دو مجربات اور آسان نسخہ پاوینگے۔ جو ہندوستان کے مشہور طبی خاندانوں کے ساتھ وابستہ تھے طبیب اور غیر طبیب ہر ایک کے لئے مفید ہے۔ ابتدا و آخر سہولیت کی غرض سے کئی کئی فہرستیں شامل ہیں۔

دعوی ہے کہ آجتک کوئی ایسی کتاب اس سے پہلے طبع نہیں ہوئی۔ قیمت جلد اول عہ — جلد دوم عہ انکا تنک نصف قیمت جو لاگت سے بھی کم ہے محض ہر دو جلد عہ محصول وغیرہ ۴؍

ملنے کا پتہ — مینیجر کامل بک ایجنسی متعلقہ رسالہ حکمت لاہور

ہوشیار باہوشیار!!

اہل وطن کی ایک جماعت ... ہندوستانی کی فکر میں ہے جس ... جہاں اصلاح ملکی
تمدن کی اصلاح خصوصاً ہی ہے ایسی ... کی بنیاد بھی ہے علمی ... انہیں شیرین اور لطیف وشستہ
ہونے کا ڈھنڈورا پیٹا ہوش ہے وہ ملک جسکی زبان زندہ ہے وہ امر رہتا ہیں وہ قومیں جنکی زبان مٹ گئی
وہ زبان کون سی ہے؟ اُردو زبان اردو جسکو علم ... نے ہاتھوں ہاتھ لیا - وہ اردو جسکی خصوصیت
قدر افزائی فرمائی - دیکھئے آپکے ملک تمہاری قوم اور تمہاری ہی اس زبان کیلئے الناظر سب سے بہتر ہندوستانی
ماہواری رسالہ ہے اور ہر طرح اعانت کا مستحق دعوی ہے کہ اسوقت کوئی پرچہ اس سے بہتر ... نہیں ہوسکتا۔
اور وہ اس سند یافتہ لکھنؤ کی ٹکسالی زبان میں جسکا ہر لفظ ڈھلا ہوتا ہے علمی تاریخی - ادبی اعلیٰ درجہ کے مضامین
اور بہترین نیچرل نظمیں اور مہذب غزلیں بھی اس میں شائع ہوتی ہیں طبقہ نسوان کی دلچسپی کے لئے
ایک حصہ مخصوص ہے - ... صفحے اور ... کی تقطیع پر چار آنے میں گر مبتلے ہیں تو پھر آپ کیا چاہتے ہیں۔
لطف یہ کہ محصول بھی ہم ادا کرینگے۔ اور پرچہ گھر بیٹھے آپکو مل جائیگا۔ سال بھر کے پرچوں میں
ایک ہزار صفحات سے کم نہیں چھپتے۔ اور اسکے ساتھ ایک لاجواب کتاب محاربات صلیب بھی چھپ رہی ہے
جسکے مطالعہ سے موجودہ جنگ کی کے اسباب خود بخود واضح ہوسکتے ... آٹھ آنہ میں سال بھر کے
واسطے آپ الناظر کا پرچہ ضرور جاری کرا لیجئے اور پھر ہماری سستی اور بچائی کی داد دیجئے۔ ملک کے اعلیٰ تعلیم یافتہ
اور مشہور انشاپردازاس رسالہ کے قلمی معاون ہیں خودستائی اور خود بینی ہماری عادت کے خلاف ہے
ورنہ ملک کی رائیں اور اخبارات کے وہ ریویو جو الناظر کے متعلق وقتاً فوقتاً لکھے گئے ہیں یکجا کرکے ناظرین کے
آگے پیش کئے جائیں تو ایک بڑا دفتر ہو جائے مگر مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید ... صفحہ کا کثیر المضامین
ایک ... جو آپکے گھر پہنچ جائیگا۔ جلدی کیجئے! اور ایک لفافہ میں ... کے ٹکٹ بھیجکر پرچہ منگائیے
یا ایک پوسٹ کارڈ لکھکر ویلو کی اجازت دیجئے۔ الناظر کی ایک خاص خصوصیت یہ ہے کہ وہ ٹھیک مہینہ
کی پہلی تاریخ کو شائع ہو جاتا ہے کم از کم ایک سال کے لئے تو خرید کر کے دیکھئے پھر آپ کو اختیار ہے

المشتہر۔ منیجر الناظر امین آباد لکھنؤ

پانچ روپے یا پانچ روپے کی کتابیں

ہم اس مہینے یعنی ذی الحجہ نظام المشائخ کے اُن تمام نئے خریداروں کی نذر کریں گے جنکا نمبر کسی دہائی پر آئیگا یعنی مثلاً آج نظام المشائخ کے آخری خریدار کا نمبر ۱۹۸۷ ہے تو سمجھا جائے اس کے بعد جو خریدار ہوں گے اُن کا نمبر ۱۹۸۸-۱۹۸۹-۱۹۹۰ ہوگا۔ انمیں ۱۹۸۸ و ۱۹۸۹ ان مذکورہ سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ صرف ۱۹۹۰ جو دس پر تقسیم ہوتا ہے اس نمبر کے حامل کو پانچ روپے بذریعہ منی آرڈر دیا جائیگا اگر وہ چاہیں گے تو پانچ روپے کی کتابیں بزم فرید۔ سوانح عمری سرمد شہید۔ جا نا سپ نامہ برکات اسلام۔ شکوہ و فریاد۔ یا حضرت خواجہ صاحب کی تصانیف۔ مضامین خواجہ حسن نظامی شیخ سنوسی ہر سہ حصہ۔ انجام اسلام۔ اسرار وغیرہ میں سے) بھیجدی جائیں گی۔ اور محرم کے پرچہ میں تفصیل شائع کردیا جائیگا کہ فلاں فلاں کو فلاں فلاں چیزیں ملیں۔ جواب تک نظام المشائخ کے خریدار نہیں ہیں انہیں اس موقع کو ہاتھ سے نہ دینا چاہیے۔

منیجر نظام المشائخ دہلی

قسطنطنیہ کا انجام

معلوم کیا ہوا مولانا خواجہ حسن نظامی کی نئی تصنیف

فیضانِ سنوسی

ملاحظہ کیجئے جو رسالہ شیخ سنوسی کا [illegible] ہے اس میں حسب ذیل عجائبات ہیں۔

(۱) حضرت شاہ نعمت اللہ ولی کے سب پورے قصائد (۲) پورے رسالہ کی ایک نہایت [illegible] کا اقتباس جس میں آئندہ زمانہ کی پیشین گوئیاں ہیں (۳) شیخ سنوسی [illegible] مخفی اعمال (۴) مشہور منجم شاہ مشتاق احمد دہلوی کی عجیب و غریب پیشین گوئیاں (۵) حضرت مولانا حکیم محمد حسن صاحب امروہی کی تفسیر غایۃ البرہان کی شہرۂ آفاق پیشین گوئیوں کا وہ حصہ جس میں قسطنطنیہ کے انجام کا اشارہ ہے (۶) فرانس میں ظہور مسیح (۷) چینی اور روسی مسلمانوں کے جوش [illegible]

شیخ سنوسی یعنی فیضانِ سنوسی کا پہلا حصہ قیمت ۔ ۱۲ر

کتاب الامر ایضاً حصہ دوم قیمت ۔ .. ۱۲ر

دہلی میں غدر کے وقت دہلی کے بادشاہ اور ان کے گھر والوں پر [illegible] کیا گذری [illegible] اس درد ناک قصے مجموعہ مضامین حضرت خواجہ حسن نظامی میں [illegible] سو صفحہ کی نہایت دلچسپ پُر اثر اور عبرت انگیز کتاب ہے قیمت صرف .. .. عہ

سفرنامہ ہندوستان از مولانا خواجہ حسن نظامی نہایت دلچسپ کتاب ہے قیمت .. ۸

اسلام کا انجام عصری شیخ المشائخ کی زبردست پیشین گوئیاں قیمت ۱۲ر

رسول کی عیدی امت کے بچوں کو بچوں کے لیے بہت ہی مفید کتاب ہے .. ۲ر

اسرار یعنی بھیدوں کا خزانہ قیمت ۱۲ر

کارکن حلقۂ نظام المشائخ دہلی سے طلب کیجئے